ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری

DR. ZAKIR HUSAIN LIBRARY

JAMIA MILLIA ISLAMIA
JAMIA NAGAR

NEW DELHI

CALL NO.

Accession No.

JAMIA MILLIA ISLAMIA
NEW DELHI

DATE DUE

[illegible] the date last stamped. An [illegible] of 10 [illegible] each day [illegible] kept over time.

اپریل ۱۹۱۸ء

[illegible]

[illegible] ادبی [illegible] اخلاقی [illegible] اور [illegible] مضامین کا

زیر ادارت

[illegible] قادری [illegible] جناب [illegible] قدر [illegible]

[illegible] صاحب [illegible] جاپان و انگلستان [illegible]

فہرست مضامین

پبلشر [illegible] محمد عباس حسین قادری
نارِدرن انڈیا پرنٹنگ [illegible] لکھنؤ [illegible]
[illegible] نواب [illegible]
قیمت سالانہ [illegible]
نمونہ کے پرچہ کی قیمت [illegible]
مقام اشاعت نیا گاؤں لکھنؤ

35152

قواعد

(۱) تمدن ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے

(۲) ایسے مضامین جن سے اخلاق پر برا اثر پڑے یا ذاتیات سے بحث ہو یا سیاسی پہلو لئے ہوئے ہوں درج "تمدن" نہیں ہو سکتے۔

(۳) مضامین نظم و نثر ہر ماہ کی ۲۰ تاریخ تک آجانے چاہئیں

(۴) جو مضامین کسی دوسرے رسالہ میں شائع ہو چکے ہوں وہ تمدن کیلئے ارسال نہ کئے جائیں۔

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس ڈاکخانہ کی غفلت سے اتفاقاً کوئی نمبر نہ پہنچے۔ تو اسی ماہ کی ۱۰ تاریخ تک طلب کریں ورنہ پھر [illegible] آنے کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہوگا۔

(۶) نا تمام مضامین "مسلسل" کیلئے ارسال نہ کرنے چاہئیں۔

کیا آپ کی لائبریری ان کتابوں سے خالی ہے

روزنامہ خضر مسعود شاعرہ [illegible] مشہور و معروف [illegible] جس میں آپ نے [illegible]

[illegible] حالات [illegible]

ایک خیال [illegible] نظموں کا مجموعہ [illegible]

[illegible]

[illegible] مغربی زبانوں [illegible]

[illegible]

المعاصر [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

آکسفورڈ [illegible]

[illegible]

ملنے کا پتہ [illegible] رسالہ [illegible] نیا گاؤں لکھنؤ



ڈاکٹر سر رابندر ناتھ ٹیگور

تمدن
لکھنؤ

تمدن

اگر تمدن کی یہ تعریف ہے کہ

وہ انسانی جماعتوں کی ایک ایسی حالت اور کیفیت کا نام ہے جس سے اُن کی دماغی طاقتوں اور ارتقائی ترقیات کا پتہ چل سکتا ہے تو یہ صرف انسانی نسلوں یا انسانی موجودات ہی سے مخصوص ہے کوئی دوسری مخلوق یہ خصوصیت نہیں رکھتی ۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہ یہ خاصہ صرف اُسی مخلوق کا ہے جو مکلف ہے

اور اگر تمدن صرف تمدین یا مدنیت ہی کا نام ہے تو اس میں کوئی خصوصیت نہیں اپنے اپنے رنگ میں یہ تو ہر ایک جاندار مخلوق کو حاصل ہے ۔ اور اگر تمدن ایک روش اور ایک ضابطہ زندگی سے مراد ہے تو پھر غیر جاندار زندگیاں بھی اس سے مربوط ہیں وہ غیر جاندار زندگیاں جنہیں ہم غیر جاندار کہتے ہیں ورنہ اپنے رنگ میں اُنہیں بھی ایک جان اور زندگی حاصل ہے ۔ انسانوں کی طرح دوسری جاندار مخلوق بھی ایسا تمدن رکھتی ہے وہ بھی اپنے رنگ میں مدنی ہے اگرچہ ہماری طرح اُن کے گھر اماکن اور رہائشی جگہیں نہیں ہیں

اور انہیں ہماری طرح مختلف اشیا اور مختلف سامانوں کی ضرورت ہے مگر جتنی ان کی حیثیت اور جتنی ان کی ضروریات ہیں اس کے موافق انہیں بھی ایسا سامان حاصل ہے۔ ایک بئے کا گھونسلہ اگرچہ ہمارے ایک کمرہ کی حیثیت تو نہیں رکھتا مگر بہ نقطہ خیال بیا ہمارے کمرہ سے اس کی ساخت کچھ کم نہیں ہوتی اگرچہ ہم اسمیں آرام نہیں کرسکتے مگر خود اس کے واسطے وہی ایک بڑی آرام دہ منزل ہے

اگرچہ دوسری مخلوق ہماری طرح ایجادات میں ید طولیٰ نہیں رکھتی مگر جن ایجادات کی انہیں اپنی ضروریات کے مطابق ضرورت ہے وہ انہیں قدرتاً یا فطرتاً حاصل ہیں اگرچہ ہماری طرح ان کا غذا ملا نہیں مگر جسقدر ضرورت ہے ان میں بھی غذا ملا پایا جاتا ہے۔

اگرچہ ان کی قوتیں اور ان کے جذبات انسانی قوتوں اور انسانی جذبات کا مقابلہ نہیں کرسکتے اور نہ وہ ہماری طرح مکلف ہیں مگر انہیں بھی ان کی حیثیت اور ضرورت کے مطابق قوتیں اور جذبات دیئے گئے ہیں اور ان کی بعض قوتیں اور جذبات ایسے مضبوط اور تیز ہیں کہ ہم بھی ان کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔

میری رائے میں ان معنوں میں صرف انسان ہی متمدن نہیں ہے دوسری جاندار مخلوق بھی متمدن ہے ان کا تمدن جدا ہے اور ہمارا جدا ہے۔

ہاں ان کا تمدن ساکن ہے اور ہمارا متحرک ہے یا وہ غیر مکلف ہیں۔ اور ہم مکلف

ان کا تمدن وہی ہے جو قدرت نے انہیں ان کی حیثیت اور ضروریات کے مطابق بخش رکھا ہے خلاف اس کے ہمارا تمدن اگرچہ ہماری اندرونی قوتوں اور جذبات کے ماتحت یا اُن کا اثر ہے مگر پھر بھی ہمیں قوتوں اور جذبات کے اضافی یا اجتہادی زور سے اپنی رفتار تمدن کو ارتقائی پہلو سے بہت کچھ آگے لے جانے کا موقعہ ملتا ہے

تمدن انسانی کیا ہے۔

(الف) دماغی قوتوں کا صحیح استعمال

(ب) جذبات کا صحیح استعمال

(ج) دماغی قوتوں اور جذبات سے وقت پر کام لینا۔

(د) اپنے مشاہدہ اور تجربہ سے ان امور اور ان نسبتوں کا ایک دوسرے نتیجہ کی خاطر انکشاف اور ترتیب جو انسانی آسائش کا سرچشمہ ہیں۔

(ہ) اُن مخفی اسباب اور مخفی رموز کا عملی رنگ میں اظہار جو انسانی آسائش۔ تہذیب کے لئے ایک انتہائی اور امتیازی درجہ رکھتی ہوں

یہی پانچ باتیں ہمارے تمدن کا خمسہ ضروریہ ہیں اور ان ہی پر تمدن انسانی کا بہت کچھ مدار ہے۔ پنجسہ ضروریہ دوسری زندہ مخلوق میں ہماری طرح نہیں پایا جاتا اور نہ اس کی انہیں ایسی ضرورت ہے جیسے انسان کو ہے

انسانی تمدن کا پہلا زینہ

معاشرت ہے

دوسرے الفاظ میں طرز معاشرت یا ضروریات معاشرت

دوسری جاندار مخلوق کی معاشرت کی کفیل یا ذمہ وار خود مادر قدرت ہے۔ انسان ہی ایک ایسا بچہ ہے جسے مادر قدرت نے مختلف قوتیں اور مختلف جذبات دے کر اپنی گود سے جدا کر دیا ہے انسان پیدا ہونے کے ساتھ ہی ان ضروریات معاش کا محتاج ہو جاتا ہے قدرت جن کے انتظام سے خود کو ایک بڑی حد تک الگ رکھتی ہے بیشک اُسے بہت سی اشیاء یہ سفت بھی دیتی ہے لیکن باوجود اس کے بھی اس کا مذاق کچھ ایسا رکھ دیا گیا ہے کہ وہ باوجود اس لطف و آرام کے بھی رہ معاشرت میں بہت کچھ تکلیف اٹھاتا ہے بنی اسرائیل نے آسمانی غذا یا من وسلویٰ کے ملنے پر بھی قناعت نہ کی واویلا ہی رہا لیکن

قدرت سے حیوانات پرند چرند کی جو غذائیں مقرر کر رکھی ہیں وہ آج تک خوشی سے ان ہی پر قانع اور شاکر ہیں۔ سہ

بہ بیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا

ایک جانور کا بچہ پیدا ہونے کے بعد جس قدر تکلیف معاشرت اٹھاتا ہے اس سے انسان کا بچہ صدہا درجہ بڑھ کر اٹھاتا ہے

عیاں را چہ بیاں

انسان کو پیدا ہوتے ہی معاشرتی پہلو سے کن امور اور کن اشیاء کی ضرورت پڑتی ہے

(۱) وسائل معاش کی

(۲) حسن معاش کی

(۳) ترقی معاش کی

(۴) آسائش کی

(۵) ضمیری یا وجدانی ترقیات کی

دوسری جاندار مخلوق ان میں سے ایک ضرورت بھی نہیں رکھتی اور اگر کسی حد تک رکھتی بھی ہے تو خود قدرت ان کی کفیل ہو چکی ہے جو اوپر کی پانچ باتیں انسانی زندگی کا لازمہ ہیں۔ ان کے واسطے اور چار باتوں کی بھی بالخصوص ضرورت ہے

(الف) علم کی

(ب) عمل کی

(ج) مشاہدہ کی

(د) تجربہ کی

کیا ان میں سے بھی دوسری زندہ مخلوق کو کسی بات کی ضرورت ہے اگر ہے بھی تو

انسان کے مقابلہ میں بہت ہی کم۔

ان سب باتوں یا ان سب ضروریات کے ساتھ حضرت انسان کو جو عقل و فراست اور اس پر اختیارات دیئے گئے ہیں وہ اس کی معاشرتی رفتار میں اور بھی عاسج اور مزاحم ہیں اگر انسان کو یہ اختیارات اور اس کے ساتھ ایسی عقل و فراست اور وہ تمیز حاصل نہ ہوتا تو وہ دوسری زندہ مخلوق کی طرح ایک مخصوص یا محدود مرکز پر رہ کر اپنی زندگی کے دن پورے کرتا اور ان مشکلات اور تکلیفات میں نہ پڑتا جو اس وقت اس کی گلوگیر ہیں۔

اگرچہ اس گلوگیری اور اس سرگردانی میں لے چند فتوحات بھی حاصل ہیں مگر مشکلات بھی کم نہیں ہیں۔ انسان کے سوائے جسے اپنی عقل و دانش پر اس قدر ناز ہے۔ اور جو اشرف المخلوق کا دعویٰ رکھتا ہے۔ دوسری مخلوق میں سے شاید ہی مشکلات سے تنگ آکر کوئی فرد خلقت خودکشی کرتی ہو یہ انسان ہی کی شان ہے۔ کہ مشکلات سے تنگ آکر خودکشی کر بیٹھتا ہے ایک حکیم کا قول ہے۔

جب کوئی قوم تہذیب کے مدارج طے کرتی ہے تو اس کی مشکلات میں ذیل باتوں کا اور بھی اضافہ ہوجاتا ہے۔

بے چینی۔ اضطرار۔ کثرت ضروریات

صرف یہی نہیں بلکہ ایک قسم کی شرمناک دست برد تصرف اور لالچ و خودغرضی بھی۔

ان کے ساتھ ہی محنت۔ تردد۔ مشقت بھی بڑھ جاتی ہے۔ جہالت اور وحشت اگرچہ ایک بری حالت ہے مگر اس میں یہ باتیں ہوتی ہی نہیں ہیں اور اگر ہوتی بھی ہیں تو بہت ہی کم اور ایک استغنا اور لاپروائی کے ساتھ جہالت اور وحشت میں عموماً وہ تنگ دلی نہیں ہوتی جو تہذیب میں ہوتی ہے۔

جہالت اور وحشت میں ایک قسم کی درندگی کے ساتھ قناعت بھی پائی جاتی ہے اور ایک خالص صداقت بھی۔ وہ قناعت اور وہ صداقت جو تہذیبی یا تمدنی فلسفہ تو

نہیں البتہ مذہبی فلسفہ اپنے رنگ میں پیش کرتا ہے۔

تمدن جس طرح تفرد کا حامی نہیں اسی طرح وہ اس خیال کا بھی حامی نہیں کہ اس کی ضروریات کا دامن اس دنیا میں رہ کر اس قدر تنگ ہو جائے کہ وہ خود کو بالکل اوس زندہ مخلوق کے قریب تر لے جائے جو غیر مکلف ہونے کی صورت میں قدرتی حدود میں رہ کر زندگی کے دن پورے کرتی ہے۔ تمدن کی یہ خواہش ٹھیک اسکی فطرت کے مطابق ہے۔ اگر یہ خواہش درست نہ تسلیم کی جائے تو پھر ان مختلف قوتوں اور جذبات کا اسکی طبیعت اور فطرت میں ودیعت کیا جانا درست اور موزوں ثابت نہ ہوگا۔

آنکھ کی یہ فطرت ہے کہ وہ اپنے ارد گرد جائز حدود میں رہ کر مشاہدہ کرے کان کی یہ فطرت ہے کہ سنے۔ زبان کی یہ فطرت ہے کہ وہ ان دونوں سے الگ رہ کر اپنے کام میں لگی رہے حافظہ کی یہ فطرت ہے کہ حفظ کرے۔

جس قدر قوتیں انسان کو قدرت نے دے رکھی ہیں یہی سب کا سب تمدن انسانی کی بنیاد ہیں ان ہی سے تمدن انسانی شروع ہوتا ہے اور ان ہی پر ختم بھی ہو جاتا ہے۔ جب یہ قوتیں صحیح رنگ میں کام کرتی ہیں یا کام دیتی ہیں تو انسانی تمدن ترقی کر جاتا ہے اور جب ان کی صحیح چال میں فرق آجاتا ہے تو تمدن انسانی کی رفتار میں بھی فرق آجاتا ہے۔

مختلف اقوام کے حالات اور کیفیات سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ قوموں کے تمدن میں کس کس طرح اور کس کس وقت ترقی ہوتی ہے اور کس کس طرح اور کس کس وقت وہ تنزل پذیر ہوتا ہے

اگر قوموں کا تمدن یا حسن تمدن ہماری دماغی یا ضمیری قوتوں اور جذبات سے وابستہ ہے تو دوسری طرف اس کے ڈانڈے دنیا و مافیہا سے بھی ملے ہوئے ہیں۔ جو قوم اپنی ضروریات فارغ البالی سے نہیں رکھتی یا جس کا سامان ضروریات کتنی

اور مکمل نہیں ہے اُس کا تمدن اور حسن تمدن بھی مکمل نہیں اور مکمل نہ ہوگا دونوں صورتوں میں تمدن اور حسن تمدن ضابطہ وسیلہ کا خواہاں ہے مثلاً وہ قوم جو اپنی زندگی کی ضروریات سے ناواقف ہے اور جسے ضروریات کے متعلق مناسب پیمانہ پر سامان نہیں ملتا اور نہ وہ سامان ضبط رکھتی ہے اس کا تمدن اور حسن تمدن کیا کچھ خوبی اور عمدگی حاصل کر سکتا ہے۔ اور یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ اس قوم کا تمدن اور حسن تمدن قابل تعریف ہے اگرچہ یہ بات بھی تسلیم کی جاتی ہے کہ قلت سامان تمدن کی صورت میں بھی ضبط و ربط سے تمدن کی ہستی قائم اور باقی رہ سکتی ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض وقت معمولی یا چھوٹی ہستیاں بھی باوجود کم مقدرت کے تمدن سے اصل میں ایک اچھے پایہ کا ضبط و ربط رکھتی ہیں اور ان میں بھی ایک حسن موجود ہوتا ہے۔ مگر پھر بھی یہ کہا جائیگا کہ تمدن اسی صورت میں فارغ البال اور قیمتی ہوتا ہے جب اس کا اثاثہ کافی ہو۔

اس موقعہ پر یہ سوال ہو سکتا ہے۔

(الف) کیا حسن تمدن سے اثاثہ بڑھتا ہے۔

(ب) یا اثاثہ سے تمدن اور حسن تمدن ترقی ہوتا ہے۔

اگر ہم حسن تمدن کی جگہ شروع شروع میں حسن تدبیر رکھدیں تو شاید زیادہ موزوں ہوگا جب تک کسی ملکی قوم میں حسن تدبیر نہ ہو تب تک نہ تو تمدن میں حسن آتا ہے اور نہ اثاثہ تعداد میں اضافہ ہوتا ہے حسن تدبیر تمدن اور حسن تمدن کی کلید ہے اور یہ کلید اس وقت تک ہاتھ نہیں آتی اور نہ اس سے قفل تمدن کھلتا ہے جب تک کہ کوئی قوم سیرت اور کیریکٹر کی مالک نہ ہو +

(باقیدارد)

سلطان احمد

خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیجئے - منیجر

غذا اور درازئ حیات

جسم کی پرداخت اور پرورش میں غذا کس حد تک مددگار ہے؟ ایک زمانہ تھا جب انسان کا یہ پختہ عقیدہ تھا کہ جسم کی پرورش کا دارومدار بالکل غذا پر ہے۔ مگر ان چند سالوں میں عجیب غریب تحقیقاتیں کی گئیں اور ان سے یہ نتیجہ نکالنے کی کوشش کی گئی ہے کہ علاوہ غذا کے اور بھی کئی باتیں ہیں جو جسم کی پرداخت میں معاون ہوتی ہیں

یہ کتنی عجیب و غریب بات ہے کہ اکثر غذا کے نہ ملنے سے انسان تین یا چار دن کے اندر ہلاک ہو گیا۔ مگر جس وقت کوئی شخص عمداً اور ارادتاً فاقہ کشی کرنے لگتا ہے اور کھانے پینے کی طرف سے بے پروا بنجاتا ہے تو وہ نہ صرف زیادہ عرصہ تک جیتا رہتا ہے بلکہ اس کی تندرستی اچھی رہتی ہے اور فاقہ کشی کرنے سے اس کو نقصان کے عیوض فائدہ پہنچتا ہے۔ آخر اس کا سبب کیا ہے؟ کہ جب انسان فاقہ کشی کے لئے مجبور کیا جائے تو وہ بہت جلد مر جائے اور وہی شخص اگر ارادتاً فاقہ کشی کرتا رہے تو چالیس پچاس روز تک زندہ رہے اور اس تجربہ سے بہت بڑا فائدہ حاصل کرے۔

بعض آدمیوں کا خیال ہے کہ ہم پانی پر زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ مگر بالجبر فاقہ کشی کرنے والے پانی پی کر بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔ درانحالیکہ جو ارادتاً فاقہ کشی کرتے ہیں وہ پانی بھی نہیں پیتے اور پھر بھی زندہ رہتے ہیں۔

بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ ہوا زندگی کے لئے ضروری ہے۔ مگر یہ امر اچھی طرح پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ ہم ان بالجبر فاقہ کشوں کو جن کو غذا نہیں دی جاتی یا نہیں ملتی ہوا یا پانی دیکر زندہ نہیں رکھ سکتے۔ کیا اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ زندگی کے قائم رکھنے میں انسان کے دل کو بہت بڑی طاقت حاصل ہے۔ جب دل کہتا ہے کہ میں چالیس دن

تک بغیر غذا کے زندہ رہونگا اور اس سے فائدہ اٹھاؤں گا تو جسم کو واقعی اس سے نفع پہنچتا ہے لیکن جب دل کہتا ہے کہ جسم کا سارا دار و مدار غذا پر ہے اور غذا کے بغیر وہ تین چار دن بھی زندہ نہیں رہ سکتا تو اس حالت میں جسم کو نقصان پہنچتا ہے۔ اگر دو دن تک پانی نہ ملے تو ایک شخص بیقرار و مضطرب ہو جاتا ہے۔ دوسرا آدمی اپنی تندرستی کے خیال سے بالکل پانی نہیں پیتا اور اس کو ذرا بھی تکلیف نہیں ہوتی۔ اگر دوا نہ ملے تو ایک مریض مر جائیگا۔ مگر دوسرا اپنی خوشی سے دوا نہیں پیتا بلکہ کہتا ہے میں آپ ہی اچھا ہو جاؤنگا۔ دوا کی ضرورت نہیں۔ اور وہ جلد تندرست ہو جاتا ہے۔

پس اگر انسان کا دل ہی جسم کی پرداخت کرتا ہے اور اس کو مضبوط اور طاقتور رکھ سکتا ہے تو کیا ہم اگر بہت دنوں تک غذا کا استعمال موقوف رکھیں تو زندہ نہ رہیں گے؟ ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ بہت عرصہ تک جسم خود اپنے ہی اوپر بسر کر سکتا ہے۔ اور جب تک اس کی ہڈی کے ڈھانچہ کو صدمہ نہ پہنچے اس وقت تک زندہ رہ سکتا ہے۔ لیکن یہاں ایک بات غور کرنیکے قابل ہے۔ پہلے یہ تسلیم کر لیا گیا تھا کہ فاقہ کرکے جسم صرف تین دن تک زندہ رہ سکتا ہے۔ تجربہ نے تین دن سے بیس دن میعاد مقرر کرا دی۔ اس کے بعد ایک شخص نے کہا میں ۴۰ دن تک فاقہ کرونگا۔ لوگ اس کو جنونی سمجھنے لگے کیونکہ ان کی دانست میں چالیس دن تک بغیر غذا کے زندہ رہنا غیر ممکن تھا۔ مگر اس نے ایک بھی نہیں سُنی۔ چالیس دن تک متواتر بھوکا رہا اور زندہ رہا۔ اس کے بعد بعض آدمیوں نے اس کی تقلید کی اور بعض اس سے بھی بڑھ گئے۔

اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ اس سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی شخص قطعی طور پر نہیں بتا سکتا کہ وہ مادی غذا کے بغیر کس میعاد تک زندہ رہ سکتا ہے۔ ظاہراً تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا دل جس مدت تک یقین دلا سکے اس مدت تک وہ زندہ رہ سکیگا لیکن اس دل کی غذا کی کوئی حد بھی مقرر کی جا سکتی ہے یا نہیں ابھی تک یہ بحث طلب امر ہے جس مدت تک بغیر غذا کے رہنے کا انسان نے ارادہ و یقین کیا تھا اس میں کامیاب ہوا تھا۔ اور اب ہر ایک شخص اس پر یقین کرتا ہے۔ اور دل اگر یقین ہی سے جسم کو اس عرصہ تک زندہ رکھ سکتا ہے۔ جب تک جسم اپنے

اور بسر کرسکے تو کوئی شخص قطعی طور پر نہیں کہ سکیگا کہ کس مدت تک وہ زندہ رہیگا اور اگر اس بات کا پتہ لگ جائے کہ دل جسم کے اندرونی سامان سے بالکل بے پروا ہنکر اس کو زندہ رکھ سکنے پر قادر ہے تو کسی کو مدت مقرر کرنے کی جرأت تک نہ ہوسکے گی۔ اگر یہ بات سچ ہو تو جب تک دل زندہ رکھنے کا یقین کریگا اس عرصہ تک جسم زندہ رہیگا۔

یہی حالت طبعی عمر کی نسبت بھی تھی۔ ایک وقت تھا جب انسان ضعیف اور کمزور ہوکر بمشکل ستر برس تک زندہ رہ سکتا تھا۔ اگر کسی کی عمر اسی برس کی ہوگئی تو وہ عجیب و غریب انسان سمجھا جاتا تھا۔ اس کے بعد ایک زمانہ آیا کہ سو برس کی عمر تک زندہ رہنا معمولی بات ہوگئی کسی زمانہ میں زیادہ عمر تک جیتے رہنے سے انسان کی بابت کمزور ہوجانیکا خیال ہوتا تھا۔ حافظہ تو بالکل ہی برباد ہوجاتا تھا۔ اب آجکل بھی اسی برس کی عمر کے مرد و عورت بکثرت موجود ہیں۔ جو ساٹھ برس کی عمر والوں سے بھی زیادہ تندرست نظر آتے ہیں اور سو برس کی عمر والے ستر برس والوں سے زیادہ پھرتیلے اور چست و چالاک ہیں۔

یہ تبدیلی کیوں ہوئی؟ اس کا اکیلا سبب صرف یہ ہے کہ اب انسان کو یقین ہوچلا ہے کہ وہ سو برس یا زیادہ عرصہ تک زندہ رہ سکتا ہے۔ اور اس کے قوے درست رہ سکتے ہیں۔ اب روز بروز یہ یقین پختہ ہوتا جاتا ہے کہ "وقت" یا "عمر" کی حد کا یقین نہیں کراسکتا بلکہ یہ انسان کا اپنا دل ہے جو اس کو نوجوان۔ خواہ بوڑھا کردیتا ہے۔ جہاں کسی کو اس بات کا یقین ہوگیا کہ اب اس عمر سے زیادہ زندہ رہنا غیر ممکن ہے۔ اسی وقت سے وہ ضعیف ہونے لگتا ہے۔ اور مرجاتا ہے۔ کاش وہ دائمی جوانی کی ہوس کرے اور ساتھ ہی پورا پورا یقین رکھے تو وہ دنیا میں بہت دنوں تک نہ صرف جیتا جاگتا رہیگا۔ بلکہ جوانوں کی طرح چونچال نظر آئے گا۔

پس اگر یہ دل ہی ہے جو جسم کو کھلاتا پلاتا اور اس کی پرداخت کرتا ہے اور یہی عمر کی میعاد تجویز کردیتا ہے تو پھر مادی غذا کے استعمال کی نسبت کیا کہا جائیگا؟

بعض مصنفین اور محققین نے خیال دلایا ہے کہ جس طرح پانی خوراک کو جسم کے اندر پہنچاتا ہے اسی طرح غذا خود تو جسم کی پرورش نہیں کرتی بلکہ اپنے ساتھ غذائی مادہ داخل کرتی رہتی ہے جس سے جسم کی پرورش و پرداخت ہوتی ہے۔ غذا کے مہیا کئے جانے سے دل کو یقین ہوجاتا ہے کہ جسم کھلایا پلایا جارہا ہے اور وہ سب کو جسم کے رگ و ریشہ میں پہنچاتا ہے اور اس سے اسکی پرداخت ہوتی ہے۔ تصور میں یا خیال میں یہ طاقت ہے کہ چاہے وہ زندگی کے دروازہ کو بند کردے خواہ کھول دے۔ بعض قسم کے خیالات اچھے ہوتے ہیں اور وہ زندگی کو متحرک کرتے رہتے ہیں بعض مضر ہوتے ہیں اور وہ اس کے راستہ کے سامنے رکاوٹ پیدا کردیتے ہیں۔ یہ اوپر کہا جاچکا ہے کہ جس وقت دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ہم بغیر غذا کے زندہ رہ سکتے ہیں تو فاقہ کشی سے نفع حاصل کرتے ہیں اور دائمی نوجوانی سے بہرہ ور رہتے ہیں۔ اس وقت درحقیقت ہماری زندگی میں یہی نتیجے ظاہر ہوتے ہیں اور جب ہم خیال کرلیتے ہیں کہ غذا کے بغیر نہیں جی سکتے۔ ہاتھ پاؤں کمزور ہوجاتے ہیں۔ جوانی جاتی رہتی ہے۔ بڑھاپا اور موت آجاتی ہے۔ اس وقت ان سب حالتوں کا پیدا ہونا ازبس ضروری ہے۔

اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ غذا سے صرف ہم کو جسم کے پرداخت کے متعلق علم ہوجاتا ہے اور مادی سامان ملتا ہے کیا یہ ممکن ہے کہ یہ مادی سامان صرف پانی اور ہوا سے جسم کی پرداخت کے لئے کافی مقدار میں مل سکے؟ کیا ممکن ہے کہ دل ہوا اور پانی کے کافی ذرات کو اپنی یکسوئی سے جسم کی طرف کھینچ سکے۔ اور غذا کی تلافی ان سے ہوجائے؟ ہاں یہ ممکن ہے۔ جہاں دل کو یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ اس قسم کا کام کر سکتا ہے۔ اس وقت محض قوت ارادی سے اس کا انتظام خود بخود ہونے لگیگا۔

اس وقت پھر غذا کی کیا ضرورت ہوگی؟ جو ضروری سامان ہے وہ براہ راست ہوا اور پانی کے ذریعہ ہم کو ملتے رہینگے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس قسم کی کارروائی اب بھی برابر ہورہی ہے۔ ہر چیز اپنا اپنا حصہ جسم کو دیتی رہتی ہے۔ ہوا اور پانی سے اسکا نشوونما

بھی ہو رہا ہے لیکن جب سارا دار و مدار ان ہی پر رہے گا اس وقت وہ زیادہ احتیاط ہوشیاری اور مستعدی سے کام کرینگے۔ دل کی یکسوی میں مقناطیسی طاقت ہوتی ہے دل کو یکسو کرکے خیال اور تصور کی مدد سے انسان بہت کچھ اپنی طرف کھینچ سکتا ہے۔ اعمال کر سکتا ہے۔ دل روح کی فیکٹری ہے۔ اور اس موٹر (یعنی دل) کی مدد سے خدا وند کریم کی ساری نعمتیں روح کو ملتی ہیں اور وہ منتخب کرکے ہر چیز لے سکتا ہے۔ اور اسکی مدد سے ہر قسم کی تکمیل و نشو و نمائی کا اہتمام کیا جا سکتا ہے۔

ہمارے جسم کی ابتدائی حالت میں غذا ضروری چیز ہے۔ اور اس کی ضرورت اسوقت تک ہے جب تک کہ ہم کو ذہن نشین نہ ہو جائے کہ یہ غیر ضروری ہے۔ درازئی حیات کی دولت ہم کو اس وقت نصیب ہوگی جب ہم سمجھ جائیں گے کہ غذا ہماری پرداخت کیلئے بالکل ضروری نہیں ہے۔ یہ سمجھ آہستہ آہستہ پیدا ہوگی۔ ہم کثیف سے لطیف طرف مائل ہوتے ہیں۔ پہلے کثیف غذا کھاتے ہیں پھر لطیف غذا کا خیال آتا ہے۔ غذا کو اسی طرح برابر لطیف بناتے چلے جاؤ۔ ایک وقت آجائیگا جب ہم سمجھ سکیں گے۔ کہ ہم صرف روح پر رہ سکتے ہیں اور کسی طرح کی مادی غذا کے محتاج نہیں ہیں۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ یہ مقصد بالمبادرہ کشی کرنے سے حاصل نہ ہوگا۔ بلکہ بتدریج اس کی سمجھ آتی جائیگی اور جتنی سمجھ آئیگی اتنا ہی ہم کو کثیف غذا کی محتاجی کم ہوتی جائے گی۔ اور ہماری قابلیتیں بڑھتی چلی جائینگی۔

اس کا ہمارے جسم پر کیا اثر پڑیگا؟ یہ ہم خود سوچ اور سمجھ سکتے ہیں جتنی غذا لطیف ہوگی اتنا ہی جسم بھی لطیف ہوتا جائیگا۔ اس کی طاقت اور خوبصورتی میں بھی لطافت آتی جائے گی۔ اور ہم کو ایسی زندگی نصیب ہوگی۔ زندگی ہر شے میں ہے لیکن ہماری بالیدگی اسی طریقہ پر ہوتی ہے جس طریقہ کو ہم منتخب و پسند کر لیتے ہیں۔ جس قدر لطافت کا خیال رکھا جائے گا اسیقدر زندگی اونچی اور شاندار ہوگی جسم کی ابتدا کثیف ہوتی ہے۔ بتدریج لطافت کے زینہ پر چڑھتے ہوئے زندگی اور ترقی کا ورثہ حاصل ہوتا ہے۔

مادی غذا صرف اس وقت تک کے لئے مددگار ہے۔ جب تک کہ ہم کو اس کے بغیر زندگی بسر کرنے کی سمجھ نہ آ جائے۔ سچے خیالات خوشگوار راستہ کی طرف لے جاتے ہیں۔ جس کی منزل مقصود اطمینان ہے۔ اور اسی اطمینان میں ایسے سامان ہیں جو روحانیت بخشنے والے ہیں۔ یہاں آ کر جسم ہمارا ہو جاتا ہے۔ اور ہم جسم کے جسم ہمارا فرمانبردار اور غلام ہو جاتا ہے۔ اور ہم کو اس کے اطاعت کرنے کی ضرورت نہیں رہتی +

مترجمہ فریاد پرشاد ورما ماتھی گیسادی

ساقی نامہ

از جناب سید محمد صاحب (پرتاب گڈھ)

فصل گل آئی ہے بدلا ہے ارادہ میرا — اس مہینہ میں ہے کچھ شوق زیادہ میرا
سادہ دل میں بھی ہوں ساقی بھی ہو سادہ میرا — چودھویں رات کا ہے چاند کہ بادہ میرا
حق چمکنے لگا باطل کا جو تھا میل گیا
نکلی مے شیشہ سے اور نور خدا پھیل گیا

ساقیا کون مسلماں نہیں تیرا غلام — سنی و شیعہ ہیں دونوں کو تیری ذات سے کام
دونوں عاشق ہیں ترے دم لیتے ہیں خود تیرا نام — دونوں ہیں تو لئے جاتے ہوئے الفت کے جام
جود و بخشش کے سزاوار ہیں دونوں ساقی
تیرے میخانہ کے حقدار ہیں دونوں ساقی

رات دن کس نے بیفائدہ نقل ازلی — سب سمجھتے ہیں یہ نکتہ نہیں کچھ ایسا ادق
بھلا کتنا ہے تاریخ کا ایک ایک ورق — پڑھتے ہی پڑھ سنا ہو ترے الفت کا سبق

شک نہیں شاہ ولایت تجھے سب مانتے ہیں
پینے والے تیرے ساقی تجھے پہچانتے ہیں

صاف کیونکر نہ کہے چپ ہے کوئی تہ کے ... بے خطر کیوں نہ کہے حق بھی تو ہو کوئی شے
بجتے دونوں کے ترانوں کی نہ کیوں ایک ہی لے ... ایک ہی شیشہ و پیمانہ ہے اور ایک ہی مے
نہیں پہچانتے اپنوں کو جہالت دیکھو
بہکے آپس ہی میں لڑتے ہیں حماقت دیکھو

ایک کو نشہ جو چڑھتا ہے تو بکتا ہے فضول ... توڑ دیتا ہے شرارت سے شریعت کے اصول
بڑ میں کہہ دیتا ہے سب طاعت باری ہے فضول ... جانتا ہے کہ خدا ہو گیا اوس میں محلول
اپنی ہستی کو مستانہ ادا جانتا ہے
دمن یہ چڑھتی ہے کہ ہر اک کو خدا جانتا ہے

دوسرا نشہ میں بہہ جاتا ہے ایسا بے حال ... سر جھکاتا ہی نہیں پیش خدا سالہا سال
یا وہ گوئی میں بڑھاتا ہے کچھ اس درجہ کمال ... کہ نہیں رکھتا ہے ساقی کے مراتب کا خیال
جلد کم ظرفوں کے پیمانے چھلک جاتے ہیں
سیدھے رستے سے غرض دونو بہک جاتے ہیں

کیسی مستانہ ادا سے ہیں یہ بادل اوٹھے ... جھومتے آتے ہیں اس طرح کہ بس اب برسے
یہ عمل دیدہ و دانستہ ہے یا ہیں بہکے ... سر جھکے جاتے ہیں مغرب کی طرف مندر کے
وجد ہے دل کو ترے عز و شرف سے ساقی
بوئے مے آتی ہے مکہ کی طرف سے ساقی

شکر صد شکر کہ اب رندوں کی قسمت جاگی ... حوصلہ چاہئے پینے کو نہیں مے کی کمی
بھر گئے ساغر صہبائے ولائے وہبی ... کھل گیا ہے در میخانہ ابراہیمی
کیسا رازق ہے مرا پینے پلانے والا

مل گیا آج محمد سا پلانے والا

پورا اک سال ہمیں پھر ہے پیتا ساقی — شوقِ دیدار میں ہر ڈھونڈ بوجھتا ساقی
اپنے پینے کا ہر اک کو ہے سجھتا ساقی — چودہ ساغر سے تو میکش نہیں پیتا ساقی

پیتے ہی پیتے مجھے ہیں سحر و شام کٹے
کم پئیں اس سے تو رندوں سے مرا نام گئے

یہ وہ مے ہے کہ جسے سب علما پیتے ہیں — یہ وہ مے ہے کہ جسے سب فضلا پیتے ہیں
یہ وہ مے ہے کہ جسے سب کملا پیتے ہیں — یہ وہ مے ہے کہ جسے ہم سے جہلا پیتے ہیں

خس و خاشاک ضلالت ہو تو پھر جل جاتا ہے
آدمی پی کے اسے آدمی بن جاتا ہے

بخدا تو نے دیا بادۂ وحدت ساقی — ہے یہ عرفان کی جھلک تیرے بدولت ساقی
دل میں میخواروں کے ہے تیری محبت ساقی — تیرے ہی ہاتھ یہ ہے دونوں کی بیعت ساقی

بغضِ آپس کا یہ کب شیوۂ اسلامی ہے
انہیں جھگڑوں سے تو میخانہ کی بدنامی ہے

مرے ساقی تجھے اللہ نے شہرت دی ہے — تیری دوکان پہ نظر سارے زمانہ کی ہے
مسجدیں بھی تیرے میخواروں کی اک بستی ہے — مدرسہ والوں میں پینے کی ٹھنی رہتی ہے

یہی پی جاتی ہے ہر اہلِ خرد کے گھر میں
کارخانہ تیرا مشہور ہے دنیا بھر میں

جھگڑے رندوں کے ہر سال پڑے رہتے ہیں — در میخانہ پہ پینے کو اڑے رہتے ہیں
مسجدوں میں کبھی پی پی کے کھڑے رہتے ہیں — خانقاہوں میں کبھی مست پڑے رہتے ہیں

مے سے لبریز سدا شیشہ و پیمانہ ہے
تیرہ سو سال سے جاری تیرا میخانہ ہے

رند سرشار ہر اک شاہ و وزیر اسکا ہے — دل سے پروانہ ہر اک مست فقیر اسکا ہے
کیا بتائیں کہیں دنیا میں نظیر اسکا ہے — نور عرفان الٰہی سے خمیر اس کا ہے

مجھکو اللہ نے یہ عرش سے بھجوائی ہے
مصطفےٰ نے خم تطہیر میں کھچوائی ہے

پیر ساقی تیرے سکین تجھے کیا کہتے ہیں — وہی کہتے ہیں جو ارباب صفا کہتے ہیں
قبلہ کعبہ کو تجھے قبلہ نما کہتے ہیں — ہم نصیری تو نہیں ہیں کہ خدا کہتے ہیں

پیکے بیہودہ کبھی ہم نہیں بکنے والے
اور ہوتے ہیں وہ کم ظرف بہکنے والے

پینا اس بادۂ خالص کا ذرا مشکل ہے — یہ نہ سمجھو کہ چڑھا جانے میں کیا مشکل ہے
یعنی آسان نہیں عشق خدا مشکل ہے — جنکے رستے ہیں سوا انکو سوا مشکل ہے

حق اگر پوچھو تو لذت میں ذرا تلخی ہے
جا چکنے والے بتاتے ہیں یہی چوکھی ہے

یوں تو میخواری کا دنیا میں بڑا چرچا ہے — جستجوئے مئے خالص میں ہر اک پھرتا ہے
سودا ہر ملت و مذہب کا بڑا بکتا ہے — اور یہ ہر ایک کا دعوٰی میرا مال اچھا ہے

کہیں ہر ایک کو پہچان تیری ملتی ہے
بڑی تحقیق سے دوکان تیری ملتی ہے

میل کا میل تو اس مے میں نکلتا ہی نہیں — ایک میں تین کا فقرہ کبھی چلتا ہی نہیں
پینے والا تیرے دروازہ سے ٹلتا ہی نہیں — اسکے نشہ کا کبھی رنگ بدلتا ہی نہیں

شرک سے تیرے میخوار کا دل خالی ہے
تیری دوکان میں بھی ایک خدا والی ہے

عمر گذری کہ ہے اپنی اسی ساغر پہ گذر — شغل پینے ہی پلانے کا رہا ہے اکثر

مےکشتے ہیں جو زمانہ کے بھرے ہم تیور　　　زاہد خشک سے بھی پی نہ گیا کیا جھک کر

شعر ان کو ہو جنہیں شرع کا ادراک نہیں

چھپ کے پینے میں بھی اسکے ہمیں کچھ باک نہیں

زندگی نہیں رکھتے ہیں کبھی بازو پی　　　منہ پہ کہہ دیتے ہیں جو بات چلی آگہ بھی

ناصحا فکر بھی اس بات کی تم نے کبھی کی　　　ترک مے کی کوئی تجھ سے ہوا توبہ بھی

کہیں اب تک یہ چھٹا اسے سے پی ہو نہ سکا

اسے یہ منہ سے نہیں دل سے لگی ہو زاہد

اس زمانہ میں کھلا کانے نہیں بدونکے ہوش　　　پھنس گئے حلقہ تسبیح میں تیرے حلقہ بگوش

اب نہ وہ بادہ پرستی ہے نہ وہ نوشانوش　　　نہ وہ مینخانہ نہیں اگلا سا رہا جوش خروش

نام ساغر پہ فقط جھوٹ لیا کرتے ہیں

اب تو سب بے پئے متوالے بنے پھرتے ہیں

اب کے رندوں میں نہیں ہے وہ شعار اسلام　　　اب زبانوں ہی پہ رہتا ہے فقط نام اسلام

کیا خُم لائے ہیں کہاں نے کیلئے جام پہ جام　　　اب تو کوچے ترے خالی ہیں بیگانہ شام

مے پرستی کا وہ چرچا سحر و شام نہیں

منہ سے بو آتی ہے نشہ کا کہیں نام نہیں

رسم جو تیرے مےخانہ کے تھے بھول گئے　　　ادب آداب جو پیمانہ کے تھے بھول گئے

وقت جو تیرے یاد آنیکے تھے بھول گئے　　　نشہ تیرے راگنی جو گانے کے تھے بھول گئے

مجلسوں میں یہ تیرے ذکر کی پامالی ہے

سوز خانی ہے کہیں اور کہیں قوالی ہے

اک زمانہ تھا کہ مےخوار تھے اور تیری دکان　　　نشہ کی دھن میں کیا کرتے تھے تیار فرمان

جان اوصال سے ہر وقت تھے تجھ پر قربان　　　اب وہ مستانہ ادائیں تیرے رندوں میں کہاں

اب فقط زینت محفل مے و پیمانہ ہے
طرح مجلس کی فقط رسم قدیمانہ ہے۔

ساقیا کچھ تجھے رندوں کی بھی ہے [illegible] خبر
قوم کی قوم کا اب حال ہوا ہے بد سے بدتر
مرض جہل و تعصب کا ہوا ہے یہ اثر
شدت ضعف سے بیکار ہوئے قلب و جگر

گرم میخواری کی اب بزم کہیں ہوتی ہے
کسی مقدار میں ہو ہضم نہیں ہوتی ہے

ماں کی یاد

سرائے طفولیت میں قمر کا قیام تھا۔ جہاں بے فکری کے ڈنکے بج رہے تھے۔ اطمینان اور فارغ البالی کی حکومت تھی۔ اسیری کا زمانہ تھا۔ بادشاہت کا زمانہ تھا۔ یہ سرائے وہ مبارک جگہ تھی جہاں رنج و غم ہرگز کبھی نہیں پھٹکتا لیکن قدرت نے قمر کیلئے اس سرائے کو مصیبت کا گھر بنا دیا۔ محبت اور [illegible] کے جو اس کے گلے پڑے تھے وہ مرجھا گئے۔ انکی فراغت اور اطمینان کا [illegible] خوشی اور خرمی کے پھول نچھاور کر رہا تھا۔ اس سے ہمیشہ کیلئے [illegible] لیکن وہ ایک آخری نشانی قمر کے لئے چھوڑ گیا۔ اور جب قمر [illegible] بیٹھے [illegible] یعنی ماں کی تصویر تھی۔

قمر اب [illegible] ہے۔ ماں کی تصویر کو [illegible] ہے۔ [illegible] خیال اس کو [illegible] سے مختلف خیالات اس کے دل پر نقش ہو جاتے ہیں۔ [illegible] وہ اپنے خیالات میں ایسا مستغرق ہو جاتا ہے کہ تصویر [illegible] دیکھتا [illegible] تنہا جاتا ہے۔

کاش ان ہونٹوں میں طاقت گویائی بھی ہوتی۔ پیاری اماں تمہارے آخری دیدار کے بعد سے زندگی مجھ پر کٹھن گذر رہی ہے۔ اماں جان یہ ہونٹ تمہارے ہیں۔ اہا! یہ تو تب اسی ہنس مسکراہٹ کا اظہار کر رہے ہیں جو اکثر عالم طفولیت میں میری تسلی اور خوشی کا باعث ہوتی تھی۔ صرف آواز کی کمی ہے ورنہ زبان حال سے وہ کہہ رہے ہیں کہ "اے میرے پیارے بچے غم نہ کر۔ اپنے افکار و انتشار کو دور کر" (خدا اس فن میں برکت دے جس نے کہ زمانہ کے برباد کرنے والے دعوے کو ہیٹا دکھایا۔ جو اسے برباد کرنے کے درپے تھا) دیکھو تو ان پیاری آنکھوں کی پتلیاں اب تک اسی چمک کے ساتھ مجھ سے محبت کا اظہار کر رہی ہیں +

اے میری پیاری ماں کی سچی یادگار۔ اگر تو مجھے ارشاد کر رہی ہے کہ ایک سچی اخلاص سے بھری نظم سے اپنی اچھی ماں کی عزت افزائی کروں تو میں حکم کی تعمیل کیلئے صرف راضی ہی نہیں ہوں بلکہ میں اسے نہایت خوشی کے ساتھ انجام دونگا اور یہ سمجھونگا کہ یہ حکم خاص میری اماں جان کا ہے۔ اور جب اس رخ زیبا کی یاد ستاتی ہے۔ تو طائر خیال میری تسکین کے واسطے مجھے تھوڑی دیر کے لئے ایک زینے بحر تخیل میں غوطہ کھلاتا ہے کہ سے تصویر میں یہ سمجھنے لگتا ہوں کہ تو ہی پیاری ماں ہے +

میری اچھی اماں جب کہ میں نے سنا کہ تم مر گئیں میں نے آنسوؤں کا دریا بہا دیا تھا۔ کیا تمہیں اس کی خبر تھی؟ پیاری ماں تمہاری روح اس وقت تمہارے اس بدنصیب بیٹے پر منڈلا رہی تھی جو رنج کے حصہ میں ابتدائے سفر زندگی سے ہی غم و رنج پڑا۔ شاید تم نے میرا ایک غیر محسوس پیار لیا ہوگا۔ اور اگر بہشت سدا سکھ میں رہنے والی روحیں روتی بھی ہیں تو تم نے شاید کشتی چشم سے آنسوؤں کے موتی بھی مجھ پر نثار کئے ہونگے۔ افسوس وہ ماتا کی مسکراہٹ خواب و خیال ہو گئی +

امی جان تمہارے لاشہ کے اٹھنے پر جو صدائیں بلند ہوئیں وہ میں نے سنیں۔ اہل عزا سوگواری لباس پہنے تمہارے جنازے کے پیچھے پیچھے جاتے دیکھا۔ افسوس میرا ننھا سا دل یہ

باتیں دیکھ کر کرنے لگا۔ بیٹھ گیا۔ اور میں نے اپنے دل سے بے اختیار ہو کر کھڑکی سے گردن باہر نکال دی اور ایک آہ سرد بھر کر اپنی پیاری ماں پر چشم پُرنم سے ایک الوداعی نظر ڈالی اور کلیجہ تھام کر رہ گیا۔ لیکن کیا سچ مچ یہ الوداعی نظر تھی؟ تھی اور ضرور تھی۔ کیونکہ اے پیاری ماں اب جہاں تم چلی گئی ہو وہاں الوداع جیسی چیزیں نہیں ہیں +

امی جان! کاش میں بھی تم سے اس سدا سکھ کنارے پر آملتا۔ اور تب میرے منہ سے فراق کے الفاظ نہ نکلتے۔ تمہاری لونڈیاں میری بے چینیوں پر بےچین ہو جاتی تھیں اور جب قلب نازک کو بہت پریشان ہوتا دیکھتیں تو مجھے دلاسا دیتیں کہ "میرے پیارے بچے نہ رو، میرے لاڈلے بےچین نہ ہو۔ تیری امی تیرے لئے اللہ میاں کے یہاں سے مٹھائی لینے گئی ہیں اور تیرے پاس بہت جلد واپس آئینگی"۔ میری امی! چونکہ میں ان ہی باتوں کا متمنی تھا۔ ان باتوں کو فوراً قبول کر لیتا۔ اور جس قدر بیدل ہوتا اسی قدر مجھے دلاسے دیئے جاتے۔ کبھی جو میں بہت پریشان ہو جاتا تو مجھے لیکر دروازے پر جاتیں کہ چلو چلو! دیکھیں تو تمہاری اماں آتی ہیں۔ اس طرح سے روز مجھے امیدیں دلائی جاتیں اور آج سے کل، کل سے پرسوں، پرسوں پر میری امی کے آنے کا وعدہ ٹلتا رہتا۔ اور بچپن ہی سے مجھے آج اور کل کے پھندے بتائے گئے۔ اور اس طرح بہتیرے آج اور کل آئے اور چلے گئے۔ یہاں تک کہ مجھ پر یہ رباعی صادق آگئی ؎

سہے گی کب تلک چشم تر جائیگی — یہ ندی چڑھی ہے اتر جائیگی

طبیعت کو ہوگا قلق چند روز — ٹھہرتے ٹھہرتے ٹھہر جائیگی

لیکن اے امی جان! اگرچہ قلق روز بروز گھٹتا گیا مگر تمہاری محبت کا نشان ہمیشہ کے لئے کبھی بھی میرے دل سے محو نہیں ہوا۔ سپہر کج نہاد کی گردش سے، زمانہ کے انقلابات سے ہزاروں باتیں ظہور میں آئیں اور میرے گوشۂ دل میں کچھ دنوں تک بس بسا کر معدوم ہو گئیں لیکن تمہاری ممتا کا اثر اور تمہاری مہربانیوں کا نشان باوجود انقلابات و گردشات کے اب تک خانۂ دل میں چراغ کی طرح روشن ہے۔ رات کو اٹھ [illegible] میرے [illegible] میں [illegible]

آ کر دیکھیں بچہ کی کیا حالت ہے۔ کس حالت میں سو رہا ہے۔ آرام میں کسی قسم کا خلل تو نہیں تمہارا مدرسہ جانے کے پہلے مجھے صبح کو مٹھائیوں کا دینا اور خود اپنے دست شفقت سے تازہ اور صاف شفاف پانی لیکر میرا منہ ہاتھ دھلوانا۔ یہ سب کچھ یاد ہے۔ اب جب میں بے پروبال ہوا یہ سب باتیں مجھے یاد آ آ کر ستاتی رہیں۔ ع

کوئی رکھتی اب کھانے پینے کے لئے ... منتیں کرتا نہیں دو بوسہ پر

اب منانے والا ہی بیٹھا ہے کون ... میری اماں کس پہ بیٹھوں روٹھ کر

بال الجھے ہیں تو اب الجھے ہی سہی ... گرد رخ پہ ہے تو ہوئے جس قدر

یہ سب باتیں تو ہیں ہی لیکن سب سے بڑی چڑھی یاد اس حالت کی ہے جس حالت میں تمہاری محبتوں کا اظہار مجھ پر ہوا کرتا تھا تم مجھ پر غصہ ہوتیں۔ ہزار خفگیاں سناتیں لیکن جب بھی نگاہوں سے آنکھیں چار کرتا مسکرا دیتیں اور یہ کہکر کہ دیکھو خبردار ایسا پھر نہ کرنا کلیجے سے لگا لیتیں امی جان! کتب خانہ دماغ کے ہر دفتر میں یہ باتیں جلی قلم سے رقم ہیں اور دم واپسیں تک ان دفتروں تک کیڑوں کی رسائی نہیں ہونے کی +

کاش زمانہ اپنی رفتار بدل دیتا اور مجھے وہ گھڑی پھر دیکھنی نصیب ہوتی جبکہ میں تمہارا دامن پکڑ پکڑ کر کھیلا کرتا تھا۔ ادھر سے ادھر، ادھر سے ادھر جہاں تہاں کیا کرتا تھا۔ پیاری اماں سچ بتاؤ اس وقت مجھے ہنستا کھیلتا دیکھکر تم کس قدر خوش ہوتی تھیں۔ پیار سے بولتی تھیں میرے سر پر دست شفقت پھیرتی تھیں اور جب منہ تکنے لگتا تو مسکرا پڑتی تھیں۔ آہ! کاش! میری ایک آہ اس خوش گھڑی کو لا سکتی! لیکن کیا اگر میری خواہش کے مطابق اس وقت کا واپس ملنا ممکن بھی نظر آئے تو کیا مجھے اس کی طلب میں کوشاں ہونا چاہیئے؟ نہیں! نہیں! میں ایسی خواہش کے پوری ہونے کا متمنی نہ ہوں گا نہیں بلکہ اس قسم کی خواہش ہی نہ کرونگا کیونکہ پیاری اماں اگر وہ وقت واپس آگیا اور تم بھی یہاں آگئیں تو گویا تمہاری آسمانی آزادی دنیاوی قید سے بدل جائیگی اور میں اس حالت میں تمہارے لئے خوشی کا نہیں بلکہ آفت

کا باعث ہونگا ✤

اے اماں تم نے تو اس تیز رفتار کشتی کو بھی ماند کر دیا جو لاکھوں موجوں کو زیر کرتی ہزاروں طوفان کا سامنا کرتی اور ساتوں سمندر پار ہو کر ایک ایسے بندرگاہ میں جا پہنچی ہو جہاں کہ ہر طرح کی چہل پہل ہو۔ جہاں سدا بہار رہو۔ تمہاری کشتی سفر کا؛ وہاں کچھ ایسا باثر نکلا کہ تمہیں دم کی دم میں ساحل فانی سے اس ساحل جاودانی کو اڑا لے گیا جہاں نہ مصیبت کی موجیں تھپیڑے مارتی ہیں۔ نہ آفات و بلیات کے جھونکے ستاتے ہیں۔ یہیں تک نہیں بلکہ تم نے تو چلتے چلتے ابا جان کے کان میں بھی نہ معلوم کیا پھونک دیا، یا شاید انہیں بھی چل چلاؤ کے وقت اس ساحل کی جھلک دکھائی دی کہ وہ بھی ساتھ ہی سدھار گئے۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بحر افکار کے پار ہو گئے ✤

لیکن آہ! جب میں اس کنارہ امن کی طرف کا رخ کرتا ہوں اور کشتی حیات پر دنیائے دون کو دکھانے کے لئے الوداعی جھنڈا لٹکانا چاہتا ہوں تو موجیں تھپیڑے مار مار کر یاس کے کنارے لگا دیتی ہیں۔ اور جب کبھی میں بحر زندگی کو سیر کر کے اس چین و آرام کے گھاٹ پر پہونچنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا ہوں تو مصیبتوں اور آفتوں کے گھڑیال اپنی بھیانک صورتیں دکھا دکھا کر مجھے مبہوت کر دیتے ہیں۔ آہ! میرے لئے وہ چین کا گھاٹ نہیں۔ خیر نہیں ہے تو نہیں سہی لیکن جب مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ میری پیاری اماں اور اچھے ابا دار القرار میں آرام سے بسر کر رہے ہیں۔ تو میری تسلی ہو جاتی ہے اور پھر ہر مصیبت و آفت کیلئے سینہ سپر ہو جاتا ہوں ✤

خیر پیاری اماں! خدا حافظ! زمانہ نے اپنی چال چلی تو ضرور لیکن میری خواہشیں بغیر تمہارے آرام میں کسی قسم کی مداخلت کئے پوری ہو گئیں۔ قوت تخیلہ سے میں نے وہ پا لیا جو میرے دل میں بسی ہوئی تھی۔ اس استغراق سے تو مجھے یہ معلوم ہوا کہ میں پھر سراے طفولیت میں کھیل رہا تھا۔ اور جنت کی خوشدل کا بادشاہ تھا۔ اور جب تک میرے طائر خیال میں پرواز کی طاقت رہے گی اور یہ تصویر میرے ہاتھوں میں۔ مجھے ان

خوشیوں کے حاصل کرنے میں ذرا بھی دقت نہ ہوگی۔ زمانہ نے تمہاری چوری کی تو ضرور۔ لیکن وہ اپنی چوری میں پورے طور سے کامیاب نہ ہوا۔ کیونکہ تمہیں لیجانے کو تو لے جاسکا لیکن تمہاری سکون بخش قوت اور تسلی وہ طاقت اب تک میرے دل و دماغ میں موجود ہے ٭

حامد

مدینہ کا سفر

(از جناب سید محمد اسمٰعیل صاحب رسا ہمدانی گیاوی)

اللہ اللہ مری قسمت کہاں لائی دیکھو — بعد مدت میری امید برآئی دیکھو
ناخنِ بخت نے کی عقدہ کشائی دیکھو — درِ جانانہ پہ ہوئی آج رسائی دیکھو

سامنے گلشنِ طیبہ جو نظر آتا ہے
غنچۂ خاطرِ پژمردہ کھلا جاتا ہے

آج ہے سامنے آنکھوں کے وہ دلکش منظر — زہے شادی کہ مرے لب پہ ہیں دل ہو نہ جگر
الحمد للہ مٹے دل سے سب آلامِ سفر — بن گئے خار و خس راہ گلِ تازہ و تر

روح تو چاہتی ہے سینے سے نکلنے کے لئے
شوق کہتا ہے مجھے دوڑ کے چلنے کے لئے

پیشوائی کو مری آئے ہوائے جنت — لا کے آغوشِ محبت میں سلائے جنت
اب نہیں جچتی نگاہوں میں فضائے جنت — گرچہ رضواں مجھے سو بار دکھائے جنت

کھب گئی ہے مری آنکھوں میں بہارِ طیبہ
باغِ فردوس سے بڑھ کر ہے دیارِ طیبہ

دیکھ لو یہی مرقوم سر عرش بریں — دل سے اللہ کو مرغوب ہے طیبہ کی زمیں
حسن میں حور سے بڑھ کر ہیں نہ کیوں یہ حسیں — نور اللہ کا دن رات برستا ہے یہیں

"بے ادب پا منہ ایں جا کہ عجب درگاہ ست
سجدہ گاہِ ملک و روضۂ شاہنشاہ ست"

شمع ساں جب غم دوری سے پگھلتا تھا میں — سر کے بل چلتا تھا کبھی آنکھوں سے چلتا تھا میں
پانی کہہ کے جو گرتا تھا سنبھلتا تھا میں — پیچھے رہتی تھی صبا آگے نکلتا تھا میں

شکر ہے آج ہوئی ختم مصیبت میری
صبح عیش سے بدلی شب غربت میری

کھولے کیا چرخ نے نورانی جہاں کے گیسو — دفعتاً چھا گئیں صحرا میں گھٹائیں ہر سو
ہر طرف پھیل گئی پیرہن حور کی بو — مست و بیخود ہوئے خوشبو سے حرم کے آہو

آئی آواز کہ او منزل مقصود ہے یہ
جستجو جس کی تھی وہ ذات وہ مسجود ہے یہ

شکر کی جا ہے کہ گھر میرا ہوا آج تمام — سر کے بل چلتا ہوں آ جا کہ ادب کا ہے مقام
گنبد سبز میں آرام میں ہیں شاہ انام — حاضر اس در پہ ملائک ہیں بشکل خدام

مدح حضرت کی خدا دو جہاں کرتا ہے
عظمت و شان کو قرآں میں بیاں کرتا ہے

اپنا محبوب خدا نے انہیں فرمایا ہے — شب معراج میں کس شوق سے بلوایا ہے
آپ کی شان میں لولاک لما آیا ہے — شافع عرصۂ محشر کا لقب پایا ہے

خلق سے افضل و اعلیٰ ہے وہ ذات حضرت
کس کا منہ ہے جو کرے مدح صفات حضرت

اے مرے شاہ مدینہ کے بسانے والے — گمرہوں کو رہ فردوس بتانے والے

ہوتی جاتی ہے دھندلی اتنی فضا جتنی کہ وسیع ہوتی جاتی ہے نظر
ماشاءاللہ کیا سمجھایا ہے۔ "معلوم شد کہ ہیچ معلوم نہ شد"!

یوروپ اور دینیات

اب رہی دینیات۔ سو گذشتہ صدی میں یوروپ نے دینیات کے متعلق جو کچھ کہا ہے اس پر ایک مختصر تبصرہ کے بعد ہم خود مشاہیر یوروپ کے اقوال پیش کرتے ہیں۔ یوروپ کی علمی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی کا خاص علمی اثر انگلستان پر ۱۸۵۰ء سے ۱۸۶۰ء تک بہت زبردست پڑا۔ اس وقت جرمنی کا مشہور دہریہ پروفیسر ہیکل تھا جو آج بھی زندہ ہے۔ انگلستان میں پروفیسر ہکسلے اور ہربرٹ اسپنسر موجود تھے۔ سوسائٹی کے نوجوان انہیں سائنس دانوں کے خیالات سے متاثر ہو رہے تھے اور ان کی آنکھوں میں یہ نئی روشنی چکا چوند پیدا کر رہی تھی۔ ان کے دل نئی تحقیقات اور پرانی معلومات کی کشمکش سے بے قرار تھے۔ سچ تو یوں ہے کہ انگلستان میں ۱۸۵۸ء میں یہ خیال کر لیا گیا تھا کہ اب علم و فلسفہ کے باریک سے باریک مسائل اور حفظان صحت کے معمولی سے معمولی مسائل پر سائنس نے اپنی بحث و تحقیق ختم کر دی۔ اسی دوران میں ڈاروِن کی معرکۃ الآرا کتاب ارتقاء انسانی کے مسئلہ پر شائع ہوئی۔ اصل الانواع (نام کتاب) کے شائع ہوتے ہی سوسائٹی میں ایک تہلکہ پڑ گیا۔ اور ہزار ہا روحیں یک بیک خدا سے جدا ہو گئیں۔

ان جدید معلومات کی روشنی کی بھڑک سے بہتوں کے دلوں پر ایسی تاریکی چھا گئی کہ وہ سب کے سب ضلالت و گمراہی کے تاریک گڑھے میں گر پڑے۔

اور ان کے نزدیک خدا پر یقین کرنا محض دلی جذبات یا بچوں کے سے مذہبی خیالات سے تعبیر کیا گیا۔ کہاں کا خدا اور کیسی قدرت، علت العلل کو خدا مان کر خدا کا وجود معطل کر دیا گیا۔

معبود سمجھ لیا گیا کہ علم کی روشنی نے ان لچر توہمات سے دنیا کو پاک کر دیا۔ جب خود خدا کا وجود ہی معطل کر دیا گیا تو "الوہیت" ایک بیہودہ خیال مانی گئی۔ اور دعا و عبادت جاہلوں کے خوف اور ڈر کا نتیجہ سمجھا گیا۔ ایسی حالت میں "نبوت" دھوکے کی ٹٹی ہو گئی۔ پھر تو وحی کا افسانہ بن جانا تعجب خیز بات نہ تھی۔ اور الہام تو گویا خواب و خیال ہو گیا۔ روح فانی سمجھی گئی۔ اور قیامت ایک خیالی ڈھکوسلا۔ ایسی اندھیر نگری میں نیکی۔ بدی۔ عذاب۔ ثواب انسانی اوہام قرار پاتے۔ لہذا جنت دوزخ بھی مذہب کے لغت سے خارج کئے گئے مابعد موت نہ جزا۔ نہ سزا۔ غرض کہ دہریت کے سمندر کی یہ موجیں سوسائٹی کے کنارے تک اس زور سے ٹکرانے لگیں کہ قریب تھا کہ مذہب کی دیوار ٹوٹ کر بہہ جاتی۔

چنانچہ اس زمانہ کے شعرائے انگلستان سوئین برن اور مارس کے شاعرانہ خیالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سائنس کا کتنا خطرناک اثر سوسائٹی پر پڑا۔ یہ حالت تو صرف ایک ملک کی بطور نمونہ مشتے از خروارے آپ صاحبوں کو دکھائی گئی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس وقت یورپ میں عام طور پر یہی خیالات پھیلے ہوئے تھے۔ اور آج بھی یہ مرض یورپین سوسائٹی کو لاحق ہے اور اس کا اثر بہت کم زائل ہوا ہے ✦

چنانچہ گذشتہ صدی میں یورپ نے جو کچھ دینیات کے متعلق کیا ہے اس کا تذکرہ خود ہیکل کی زبان سے سن لیجئے۔ یہ مشہور سائنس دان کہتا ہے کہ

سائنس دانوں کا خیال | "اخلاقی اور معاشرتی زندگی کے لحاظ سے ہم نے گذشتہ صدیوں کے مقابلہ میں بہت کم کیا معنی کچھ بھی ترقی نہیں کی بلکہ بعض اوقات ہم نے خطرناک رجعت قہقری کی ہے"۔

اسی ضمن میں انگلستان کا بہت بڑا ماہر سائنس ڈاکٹر ویلیس کہتا ہے۔ "ہم اخلاقی اور معاشرتی حیثیت سے نااہل ثابت ہوئے جس تہذیب پر ہم کو ناز تھا وہ دھوکے کی ٹٹی نکلی۔ ہمارا انتظام حکومت نہ دین مسیح کے مطابق ہے

تمدن و تہذیب کے موافق ہم اپنے قول کی تائید میں اس صدی کی یوروپین جنگوں کو پیش کرتے ہیں۔ جو صرف قومی دراز دستی کے سبب ظہور میں آئیں۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ غلاموں کے آزاد کرنے یا مظلوموں کے داد دینے میں اپنا مطلب پیش نظر نہ رکھا گیا ہو۔"

فلاسفوں کی رائے | پروفیسر یوکن اسی مضمون پر اپنی کتاب "مجموعہ مضامین" میں لکھتے ہیں کہ موجودہ معاشرت کی انسانی زندگی کا ہر شعبہ ترقی پذیر حالت میں دکھائی دیتا ہے۔ مگر اس ترقی کی تہ میں باطنی سکون اور اندرونی اطمینان بالکل مفقود ہے۔

نظام حیات کے سلسلے کی ہر کڑی آپس میں ایک دوسرے سے مختلف نظر آتی ہے۔ اور یہی تضاد و تخالف آجکل ہماری باہمی کشمکش زندگی کا باعث ہے۔

موجودہ حالت کے لحاظ سے ہمارے اخلاقی جذبات کی حیثیت الیسی نازک ہو گئی ہے جو ہمارے نا قابل برداشت ہے بیچے اخلاق کے نہ ہونے سے ایک ہستی دوسری ہستی کے مٹانے پر آمادہ ہے۔ تمدنی اور تجارتی ترقی نے باہمی کشمکش کا یہ حال ہے کہ انسانوں کو اگر ایک جانب حیات اجتماعی کھینچتی ہے تو دوسری جانب حیات انفرادی اپنی کشمکش دکھاتی ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ ان متضاد قوتوں کے علاوہ ایک تیسری طاقت اور بھی ہے جو موجودہ تجارتی دنیا در حقیقت حالت کا کیا ناگزیر نتیجہ ہے یعنی انسانی زندگی کو ایک "آلہ" یا "مشین" بنا کر رکھ دیا ہے۔ ہماری روحانی زندگی اور اعلیٰ جذبات کی بنیاد جن اصول و عقائد پر رکھی گئی تھی آج ہماری نظر سے وہ بنیاد ایسی چھپی ہوئی ہے کہ اگر ہم اس کا سراغ لگانا چاہیں تو ازسر نو ہمیں تمام روحانی مسائل کی تلاش و جستجو کرنی پڑیگی۔ آج کل دنیا نے جو کچھ مادی ترقی کی ہے اس کی قیمت یہ دی گئی کہ انسان اپنی روحانیت کھو کر افسردہ بن گیا۔ یا بالفاظ دیگر یوں کہہ لیجئے کہ روحانیت کے گلے پر مادیت کی کند چھری چل گئی مگر اب لوگوں کی آنکھیں کھلتی جاتی ہیں اور وہ یہ محسوس کر رہے ہیں کہ انسان کی انتہائی مادی کوششوں

اور ترقیوں نے اس کی روحانی و باطنی زندگی میں ذرہ بھر اضافہ نہیں کیا یہی باعث ہے جو یوروپ کی متمدنہ اقوام موجودہ طرزِ تمدن کو منافرت کی نظر سے دیکھنے لگی ہیں۔ نئی تہذیب نے آدمی کو محنت و مشقت کا ایک آلہ بنا رکھا ہے اور اس خیال نے یہانتک ترقی کی ہے کہ انسان کیلئے کوئی وقت۔ کوئی لمحہ کوئی ساعت ایسی نہیں جس میں وہ مطمئن ہو کر کچھ غور و فکر کچھ دھیان یا مراقبہ کرسکے ہم لوگوں نے مادی ترقی کی خاطر اپنی تمام روحانی ترقی کو پس پشت ڈال دیا ہے یہی وجہ ہے کہ متمدن اقوام میں مایوسانہ خیالات زور پکڑتے جاتے ہیں۔

علم ادب والوں کی رائے

مشہور و معروف مصنف رسکن کہتا ہے

سب سے بڑا کمین آجکل روپیہ پیدا کرنے کا ہے اور متمول بننے کی آسان ترکیب یہ ہے کہ ہمارے ہمسایوں کے پاس ہم سے کم روپیہ رہے۔

سود لینے کے بارہ میں ایک جگہ اس نامور مصنف نے کہا ہے کہ سود خوری چوری سے زیادہ برا فعل ہے کیونکہ سود کا بنیادی اصول یہ ہے کہ خود بڑھیں اور دوسرے گھٹیں۔ مگر یاد رکھئے وہ دن بہت جلد آنے والا ہے جبکہ کم مایہ اور غریب لوگ اپنے نقصان کا حساب اس شدومد کے ساتھ کرینگے جس کا پولیٹکل نتیجہ یہ ہوگا کہ تاریخ عالم میں اس کی مثال نہ ملیگی۔ تجارتی یورپ کی تمام جھوٹی زبانیں عوام الناس کی بڑھتی ہوئی تکالیف کو ممکن نہیں کہ کچھ کا کچھ کر دکھائیں۔ اور کوئی دھوکا دیکر ان کی نظروں سے اصل حقیقت کو چھپا دیں۔ نہ ان میں یہ طاقت ہے کہ جن وجوہ سے رعایا میں افلاس چھیلا ہوا ہے ان کی تردید سے رعایا کو روک سکیں۔ جس دن رعایا کو یہ ثابت ہوگیا کہ اس کی غربت کا اصل راز کیا ہے تو ایسا انقلاب عظیم پیدا ہوگا جو یوروپ میں "فیوڈل سسٹم

سکے اور جانے سے کم ہی سمجھا جائیگا۔ ایک اور مثال ملاحظہ ہو۔

آکسفورڈ یونیورسٹی کا پروفیسر گارڈنر عیسوی مذہب کی بنیاد پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنی کتاب "ایکسپلوریشنز ان فیتھ" میں لکھتا ہے

"ہماری تمدن کا عملی ساز و سامان بالکل ہی بدل گیا ہے اور اس نئے ساز و سامان کے ساتھ اپنے پرانے عقائد بے جوڑ معلوم ہونے لگے ہیں۔ موجودہ تمدن کے چہرہ پر جو مردنی چھائی ہوئی ہے اس کی یہ وجہ ہے کہ آج کل بجائے بناؤ کے بگاڑ زیادہ ہو رہا ہے۔ اور ہمارے دین کی مثال اس لڑکھڑاتے ہوئے پتھر کی سی ہے جس پر کائی نہیں جمتی۔ تمدنی دنیا کی یہ حالت بہت دنوں قائم رہتی نہیں دکھائی دیتی۔ ہمارا موجودہ زمانہ ایک تبدیلی ہیئت کا زمانہ ہے عیسائی مذہب کے پرانے چھلکے کے بعد جو روحانی انقلاب ہم دیکھ رہے ہیں وہ بجائے خود کوئی ایسی مثال نہیں ہے یہ ہلچل حیات کے ہر شعبہ میں ہم کو نظر آتی ہے یعنی جیسا تزلزل مذہبی دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ وہی رنگ پالیٹکس اور فنون لطیفہ میں بھی جھلک رہا ہے۔"

اسی ضمن میں خود پادریوں نے جو کچھ کہا ہے وہ بھی سن لیجئے

آکسفورڈ یونیورسٹی کے سات پادریوں نے ملکر ابھی حال ہی میں ایک کتاب "فاؤنڈیشنس" کے نام سے شائع کی ہے یعنی عیسائی مذہب کے بنیادی اصول پر تبصرہ کرتے ہوئے اس کے پرانے عقاید کو موجودہ خیال کے منطقی سانچے میں ڈھالنا چاہتے ہیں یہ بزرگان اور مصلحان دین عیسوی موجودہ تمدن کے بیان میں لکھتے ہیں

آجکل کے لوگوں کے خیالات بالکل ہی دنیوی ہو رہے ہیں حتیٰ کہ حضرت مسیح کے خیالات بھی ان لوگوں کے نزدیک اس دنیا میں قابل عمل نہیں ہیں۔ موجودہ خیالات تجارتی رقابت کے رنگ میں کچھ ایسے رنگے ہوئے ہیں کہ انسان کو اخلاق کی طرف سے بالکل کمزور کر دیا ہے۔ اور ان تجارتی اصول کی بنیاد نیم حکیموں کی دروغ آمیز راستی پر رکھی گئی

ہے۔ اور یہ خطرناک و غیر محفوظ حالت نہ صرف عیسائی مذہب کی جڑ تک پہنچی ہے بلکہ اس سے بھی گذر گئی ہے۔ کیونکہ نہ اب انسان پر اعتبار رہا۔ نہ خدا پر ایمان! اور اب یہ عقلی نباہت خود اسی تمدن پر لوٹ پڑی ہے جس نے مذہب کی ایسی ظاہری صورت بنا رکھی ہے جو تجارتی خیالات میں انسان کو خدا سے جدا کرے اور اس سے وہ کام لے جو اخلاقی حیثیت سے نہ کیا جائے۔

یہی وجہ ہے جو ہم ٹھوکر کھا کر گر پڑے ہیں۔ ہماری اس موجودہ حالت کی تمثیل یہ ہو سکتی ہے کہ جس طرح چند آدمی ایک ایسے کمرے میں بیٹھے ہوں جہاں ہر لحظہ گرمی بڑھتی جائے اور ان آدمیوں کا یہ خیال ہو کہ شاید کسی وقت وہ بھی کپڑے اتار کر پھینک دینگے۔

مگر اس گرمی کے۔ حقانی تہذیب کو بھی رفتہ رفتہ دور کرینگے یہی وہ آگ ہے جس کی ولولہ اب اس نقطۂ خیال سے بھی گذر گئی ہے بعض لوگ برہنگی کی حد پہ پہنچے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور اکثر اس حد سے بھی گذر کر جسم کی کھال اتار کر پھینکنا چاہتے ہیں اور کچھ تو ایسے ہیں جو بالکل ہی اس کمرے سے باہر نکل پڑے افسوس! ایسا ہی کا نام ترقی سب نے رکھا ہے ترقی تو ضرور ہے مگر کس جانب؟ آسمان کی طرف یا تحت الثریٰ کو؟

مغربی اور مشرقی تمدن کی تفریق

کیا آپ نے یہ کبھی نہیں سنا کہ قریب قریب کل قدیم متمدن اقوام کی تاریخ سے ثابت ہے کہ جب فلسفہ اور سائنس کے خزانوں پر ان کی دسترس ہوئی تو انسان کی انتہائی سرحد یہ قرار دی کہ وہ صفات ملکوتی حاصل کرے۔

برخلاف اس کے تین صدیوں کی کوشش سے یورپ کے تمدن کی بنیاد تجارت کی زمین پر رکھی گئی۔ اور اس کی غایت صرف یہ رہ گئی کہ اس عالم اجسام میں انسان اس قدر ترقی کرے کہ عالم اور ما فی العالم اس کا مسخر ہو جائے جس کا نتیجہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ انسان آجکل ایک زندہ مشین بن رہا ہے اور بجائے اخلاقی ترقی کے صرف علمی ترقی کا ہر طرف چرچا ہو رہا ہے۔ اگلے زمانے میں تحصیل علم کا مقصد صرف تکمیل نفس تھا۔ اور آج کل سب سے مقدم مادی منفعت کا خیال ہے بقول چکبست لکھنوی

کہتے تھے بُرا زر کو جو سخن پرانے — اُن لوگوں کے ہمراہ گئے اگلے زمانے

وہ فلسفہ و علم و ادب اب ہیں فسانے — بدلا ہے نیا رنگ زمانے کی ہوا نے

ذرا یورپ والوں کے دل سے پوچھو کہ باوجود اس آزادی اور دولتمندی کے ان کو اندرونی اطمینان اور قرار و سکون میسر ہے یا نہیں۔ جدھر نگاہ دوڑائیے ایک عالمگیر بے چینی نظر آتی ہے ہر شخص یہی کہے گا کہ وہ پریشان ہے۔ نہ شگفتہ خاطر ہے پھر اس نمائشی راحت سے کیا فائدہ؟

ان مادہ پرستوں سے کیا توقع ہو سکتی ہے کہ وہ کسی اسرارِ غیبی کا پتہ دینگے جب خود ان کے گھر کی یہ حالت ہے جو ہم دیکھ رہے ہیں ؎

"او خویشتن گم است کرا رہبری کند"

یہ حصہ ان لوگوں کا ہے جن کی ارواح کو خدائے ذوالجلال نے اپنے علوم مخفیہ کی بصیرت عنایت فرمائی ہے۔

اور جن کے آگے مادی سائنس اور فلسفہ کے [illegible] کمالیہ ہیچ ہیں۔

(پروفیسر گھوشال ایم اے + ایم سی آر ایس
[illegible] مترجم [illegible])

آپ گھر بیٹھے انگریزی سیکھ لیجئے

اگر آپ انگریزی زبان جلد تر عمدہ طور سے اور آسانی کے ساتھ سیکھنا چاہتے ہیں تو خواجہ [illegible] صاحب کا انگلش ٹیچر پڑھیے جسکی ہمارے سررشتہ تعلیم کے بڑے بڑے افسروں نے نہایت غور سے کی ہے اور اعلیٰ رائیں تحریر فرمائی ہیں یہ کتاب اس شرط پر فروخت ہوتی ہے کہ اگر تمام انگلش ٹیچروں سے زیادہ عمدہ اور مفید نہ ہو تو قیمت واپس اور کتاب مفت قیمت صرف ایک روپیہ (عہ محصول ۳) دو جلدوں پر محصول معاف۔

ملنے کا پتہ:۔ منیجر کارخانہ تمدن برادرس محلہ آگرہ شہر

سر رابندر و ناتھ ٹگور

ہمارے کرم فرما دوست جناب حامد اللہ صاحب افسر بی اے نے رابندرا ناتھ ٹگور پر ایک سلسلہ مضامین "تمدن" کے لئے لکھنے کا وعدہ کیا ہے ۔ اسی سلسلہ کا ایک مضمون ذیل میں درج کیا جاتا ہے جو بقول جناب افسر صاحب بہت عجلت میں لکھا گیا ہے ۔ امید ہے کہ آئندہ مضامین میں جناب افسر سر رابندرا ناتھ ٹگور کی باقاعدہ زندگی اور ان کی شاعری کے پہلو پر کافی روشنی ڈالیں گے ۔ سر رابندرا ناتھ ٹگور وہ شخص ہے جس نے تمام دنیا کے دل پر اپنی قابلیت کا سکہ بٹھا دیا اور ۱۹۱۳ء میں نوبل پرائز حاصل کیا ۔ جو ایک باشندہ سویڈن نے مقرر کیا ہے ۔ اس سے پہلے یہ پرائز کسی ہندوستانی کو نہیں ملا تھا ۔ نوبل پرائز دیگر علوم و فنون کے لئے بھی دیئے جاتے ہیں مگر سر رابندرا ناتھ ٹگور کو جو انعام ملا ہے وہ دنیا بھر میں بہترین ادبی قابلیت رکھنے والے کے لئے مخصوص ہے ۔ سر رابندرا ناتھ ٹگور نے ثابت کر دیا کہ ۱۹۳۰ء میں وہ دنیا بھر میں بہترین ادبی قابلیت رکھتے تھے ۔ ادبی قابلیت کے علاوہ آپ کو حب وطن کی قابلیت [illegible] حاصل ہے ۔ [illegible] حال کی سیاحت میں امریکہ کے ان علاقوں میں قدم رکھنے سے انکار کر دیا ۔ جہاں ان کے بھائی ہندوستانیوں کی توہین کی جاتی ہے ۔ آپ اپنا دورہ جاپان و امریکہ ختم کر کے ابھی حال ہی میں ہندوستان واپس تشریف لائے ہیں ۔ (اڈیٹر)

ہندوستان کی تاریخی زندگی میں سال ۱۸۶۱ء کیسا مبارک سال تھا کہ اس سر رابندرا ناتھ ٹگور کے پیدائشی سال ہونے کا فخر حاصل ہے یہی وہ سنہ تھا جس میں ایک غیر مزروعہ زمین سے خوشنما پودا نکلا ۔ وہ بڑھا اور قدرت کی نگہداشت میں بڑھا ۔ پھر اس میں پھول کھلے اور ایسے پھول کھلے جن سے تمام عالم کا دماغ معطر ہو گیا ۔

ابھی اچھی طرح ہوش سنبھالنے کے دن بھی نہ تھے کہ ماں اپنے پیارے بچے کو قدرت کی بے نیاز گود میں چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئی۔

ٹیگور اپنی جیون سمرتی میں لکھتے ہیں

"میں بہت ہی خوبصورت تھا یہی میرے بچپن کی ایک خصوصیت تھی۔ میں کچھ بہت ہی پیارا اور دلفریب تھا، میں بابا کے پاس بہت کم جاتا تھا ان کا رعب تمام گھر پر طاری تھا میں نوکروں ہی کی حفاظت میں تمام دن قیدیوں کی طرح رکھا جاتا تھا اور ہر روز باہر کی طرف والی کھڑکی میں بیٹھ کر اپنے دماغ میں بیرونی دنیا کا نقشہ کھینچا کرتا تھا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے میں ابتدا ہی سے فطرت کا چاہنے والا تھا، آہ! جب بادل ایک ایک کر کے آسمان پر جمع ہوتے تھے تو میں خوشی کے مارے پھولا نہ سماتا تھا میں بچپن کے زمانہ ہی میں محسوس کرتا تھا کہ میرا ایک عزیز دوست ہے، ایک پیارا ساتھی ہے، اس سے مجھے بڑی محبت ہے بڑا انس ہے اگرچہ میں یہ نہ جانتا تھا کہ اس دوست کو کس نام سے یاد کروں مجھے فطرت کے ساتھ اس درجہ گہری محبت تھی کہ الفاظ میں اس کا اظہار مشکل ہے"

ٹیگور کے والد مہارشی دیویندر ناتھ ٹیگور بڑے خدا رسیدہ بزرگ تھے، تمام بنگال کے دل پر آپ کے زہد و تقا کا سکہ بیٹھا ہوا ہے۔

۱۹۲۳ء میں سٹری اینڈ انڈر لیونڈ نے امپیریل لاج شملہ میں ٹیگور پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا:-

"ٹیگور نے مجھ سے اپنے بزرگ باپ کی بات کہا کہ میری ان سے میری روح کانپتی تھی ان کے رعب و جلال کی یہ کیفیت تھی کہ جب وہ گھر میں موجود ہوتے تھے تو تمام گھر ساکت و صامت رہتا تھا کہ ان کے کان تک کوئی آواز نہ پہنچے اس نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ جب میری ماں کا انتقال ہوا میں بہت چھوٹا سا تھا جس وقت میں نے رات کی گہری نیند میں سوتے ہوئے دیکھا تو اسے صرف ...

ہوئے دیکھا، نہ میں ڈرا اور نہ میں رویا، سچ یہ ہے کہ میں ایک مدت کے بعد موت کا مفہوم سمجھ سکا ہوں "

ٹگور کی خود نوشت سوانح عمری "جیون سمرتی" اور مجموعہ خطوط "چھنا پتر" میں، اس غیر فانی شاعر کی زندگی کے مفصل حالات مندرج ہیں،

جیون سمرتی میں ٹگور نے کچھ ایسے مخصوص طریقہ سے اپنے حالات بیان کئے ہیں کہ پڑھنے والے پر ایک خاص قسم کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ٹگور خود سامنے بیٹھے ہوئے اپنی کہانی سنا رہے ہیں، چنانچہ ایک جگہ اپنے مخصوص طرز بیان میں شاعرانہ انداز سے فرماتے ہیں۔

"موسم بہار کی صبح ہوتی تھی اور میں بستر سے اٹھتے ہی باغ میں دوڑا ہوا جاتا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شبنم میں نہائی ہوئی سرسبز دوب اور چھوٹے چھوٹے خوشنما پودے مجھ سے بغلگیر ہونے کے لئے تیار ہیں۔ اور فرحت بخش صبح آفتاب کی سنہری کرنوں سے منہ نکالکر جو ابھی بیدار ہوئی ہے سکراتی ہوئی میرے خیر مقدم کیلئے آگے بڑھ رہی ہیں"۔

سر رابندرا ناتھ ٹگور کے بڑے بھائی دوجیندروناتھ ٹگور ایک مشہور فلاسفر ہیں، آپ کا حلم و بردباری خلق و محبت بنگال میں ضرب المثل ہے، محویت و استغراق کی یہ کیفیت ہے کہ گلہریاں درختوں کی شاخوں سے اتر کر آپ کے زانو پر چڑھ جاتی ہیں اور چڑیاں بے تکلف آپ کے ہاتھوں پر آبیٹھتی ہیں"۔

دوجیندرو بابو سے چھوٹے اور رابندرو بابو سے بڑے بھائی پہلے ہندوستانی تھے جنہوں نے انڈین سول سروس کا امتحان پاس کیا۔

آپ کے دو چچازاد بھائی گگندروناتھ ٹگور اور آبندروناتھ ٹگور ہندوستان کے مشہور ترین مصوروں میں سے ہیں ٹگور کی ایک بہن بنگالی زبان کے مشہور ماہوار رسالہ "بھارتی" کی اڈیٹر ہیں۔

جب رابندرا ناتھ ٹیگور ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کیلئے اسکول میں داخل کئے گئے تو یہ ایک بڑے پرشوق طالب علم ثابت ہوئے، اسکی خاص وجہ مدرسوں کی بیجا سختی اور بدسلوکی بیان کی جاتی ہے،

وہ خود اسکول کے ایک ماسٹر کی بابت کہا کرتے ہیں کہ "وہ میرے ساتھ بری طرح پیش آتا تھا اور اکثر مجھے ننگے سر گھنٹوں دھوپ میں کھڑا رکھتا تھا"۔

ٹیگور اسکول جانے سے بہت گھبراتے تھے اور وہاں کی خشک روکھی اور بے مزہ زندگی سے بچنے کیلئے اپنے جوتے میں پانی بھر لیا کرتے تھے کہ بیمار پڑجائیں اور اسکول جانے سے پیچھا چھوٹے، جب ان کے باپ نے یہ سب حال سنا تو انہیں اسکول سے اٹھا لیا اور ان کی تعلیم کے لئے گھر ہی پر دو تین معلم مقرر کردیئے۔ چنانچہ تھوڑی ہی مدت میں غیر معمولی ترقی کے آثار نمایاں ہونے شروع ہوگئے،

ٹیگور کا رجحان طبع قدرتاً شاعری اور موسیقی کی طرف تھا چنانچہ انکے متعلق جو کچھ حاصل کرنے کی ضرورت تھی وہ کامل غور و توجہ کے ساتھ حاصل کیا۔ بچپن ہی سے یہ حال تھا کہ جب کوئی نظم پڑھتا یا عمدہ گانا گاتا تھا تو ٹیگور کے شاعرانہ جذبات مشتعل ہوجاتے تھے۔ اور اس درجہ موثر ہو تے تھے کہ تڑپ تڑپ جاتے تھے،

"ڈیلی نیوز" لکھتا ہے کہ "رابندرا ناتھ ٹیگور کو جو "نوبل پرائز" ملا ہے اس میں ایک خاص نکتہ قابل غور ہے، ٹیگور نے کسی یونیورسٹی میں تعلیم نہیں پائی اور وہ لارڈ مارسلے اور سلطنت برطانیہ کی تعلیمی جدوجہد سے مطلقاً مستفید نہیں ہوئے۔ لیکن اگر اتفاق سے وہ کسی یونیورسٹی میں جا پہنچتے تو زیادہ سے زیادہ ایک مدرس ہوسکتے تھے، مشہور ہے کہ شاعر ماں کے پیٹ سے شاعر ہی پیدا ہوتا ہے۔ بنائے سے نہیں بن سکتا، اور میرے خیال میں تو مشکل سے چند کامیاب شاعر ایسے مل سکیں گے جنھوں نے یونیورسٹی کی تعلیم تکمیل کو پہنچائی ہو۔

سترہ برس کی عمر میں ٹیگور تعلیم حاصل کرنے کے لئے انگلستان بھیجے گئے۔ یہاں وہ یونیورسٹی

کالج میں داخل ہوئے اور مسٹر جان ڈرنے کے زیر نگرانی انگریزی علم ادب کی تحصیل کی ایک سال کے بعد ہندوستان واپس آئے لیکن فوراً ہی پھر انگلستان کو روانہ ہوگئے۔

"ڈیلی کرانیکل" لکھتا ہے کہ ٹگور عنفوان شباب میں قانونی تعلیم حاصل کرنے کے لیے انگلستان آئے لیکن اسے اپنی طبیعت کے مناسب نہ سمجھکر پھر ہندوستان واپس چلے گئے اور وہ نظمیں لکھیں جنہوں نے ان کے نام کو تمام عالم میں مشہور کر دیا۔

ٹگور نہایت حسین اور خوبصورت آدمی ہیں، امریکہ کا ایک مشہور اخبار نویس لکھتا ہے کہ "ٹگور صورت ہی سے شاعر معلوم ہوتے ہیں میں جسوقت چاہتا ہوں اپنے ذہن میں اس فرشتہ صورت شاعر کی تصویر کھینچ لیتا ہوں سرخ و سفید رنگ بڑی بڑی مخمور آنکھیں اور پھر گھونگر پالے بال، یہ سب ملکر دیکھنے والے کے دل پر ایک عجیب پرلطف کیفیت طاری کر دیتے ہیں"

ٹگور کو تیرنے اور کشتی کھینے کا بڑا شوق ہے اور خصوصاً موسیقی کے تو عاشق ہیں، کہتے ہیں کہ ٹگور کچھ اس انداز سے گاتے ہیں کہ اچھے اچھے گانے والے ان کا منہ تکتے رہ جاتے ہیں، اکثر ایسا ہوا ہے کہ وہ صبح کو گانے بیٹھے ہیں۔ اور رات کے گیارہ بارہ بجے تک متواتر گاتے رہے ہیں۔

آپ ایک فصیح البیان خطیب ہیں، جب ٹگور خود اپنی نظمیں سناتے ہیں۔ تو سامعین پر بیخودی طاری ہو جاتی ہے۔

ٹگور بہت ہی سادہ زندگی بسر کرتے ہیں، آپ برہمو سماجی ہیں، ہر روز صبح کے تین بجے سے ذکر و شغل میں مصروف ہو جاتے ہیں، ٹگور نے بنگالی زبان کو تصوف اور معرفت سے مالا مال کر دیا ہے، سچ یہ ہے جو فارسی کے لئے حافظ، سعدی اور جامی ہیں جو ہندی بھاشا کیلئے کبیر اور نانک ہیں وہی بنگالی کے لئے ٹگور ہے،

ٹگور کی ابتدائی نظموں کا مجموعہ "بھنو سنبھ" کے نام سے شایع ہوا ہے اسمیں وہ تمام نظمیں ہیں جو آپ نے ۱۶ برس کی عمر تک لکھی ہیں، اس کے بعد "سندھیا سنگت"

(شاعر کے گیت) اور "پروت سنگت" (صبح کے گیت) دو کتابیں شایع ہوئی ہیں۔ جن کے حرف حرف سے ٹیگور کی قادر الکلامی اور جدت طرازی ٹپکتی ہے۔

سندھیا سنگت میں "ایک تارے کی خودکشی"۔ "غم سے التجا"۔ "بیوفا عورت"۔ اور "دل کا مرقعہ" ایشیائی شاعری کا بہترین نمونہ ہیں۔ "ابدی زندگی" "چشمہ کا خواب" اور "فطرت کی گود" پروت سنگت میں ایسی نظمیں ہیں جنہیں کوٹ کوٹ کر معرفت بھری ہوئی ہے ان نظموں نے بنگالی شاعری میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔

ٹیگور کی شاعری کا دور اول تھا، دور ثانی کی ابتدا ۲۳ سال کی عمر میں ہوئی اسی عمر میں آپ کی شادی ہوئی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ آپ کے والد بزرگوار مہرشی دیویندر ناتھ ٹیگور نے آپ کو اپنے گاؤں "شلائدا" کا انتظام درست کرنے کے لئے بھیجا۔ ٹیگور اگرچہ وہاں جانے سے خوش نہ تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہی زمانہ ٹیگور کی شاعری کا بہترین حصہ تھا، ۲۵۔۲۶ سال کی عمر سے غالباً ۴۵ سال کی عمر تک ٹیگور کی شاعری عشق و محبت کے پاکیزہ جذبات سے پر رہی لیکن اس کے بعد مذہب اور فلسفہ کا رنگ غالب آگیا۔

اسی عرصہ میں آپ کی زوجہ کا انتقال ہوگیا اور چند مہینہ بعد ایک لڑکی اور پھر سب سے چھوٹا لڑکا بھی آپ سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوگیا۔

ٹیگور نے ان غم انگیز سانحوں کی بابت مسٹر اینڈریوز سے کہا کہ "تمہیں معلوم نہیں یہ موت میرے لئے بڑی برکت ثابت ہوئی ہے مجھے کچھ ایسی سیری اور فراغت حاصل تھی گویا کچھ بھی ضائع نہیں ہوا ہے۔ اس واقعہ نے مجھے صرف صبر و توکل کی ہی تعلیم نہیں دی بلکہ ایک خاص قسم کی آسودگی میری طبیعت کو حاصل ہوئی غرض اب میں یہ جان گیا تھا کہ موت کیا ہے۔

یہی وہ زمانہ تھا جب گیتانجلی، سونر، تاری، سناسی اور چترا جیسی کتابیں عالم وجود میں آئیں جنہوں نے ٹیگور کو نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا کے بہترین شعرا کی صف اولین میں جگہ دی۔

رابندرناتھ ٹیگور نے کم وبیش سو کتابیں تصنیف کی ہیں۔ میں انشاءاللہ آئندہ بشرط فرصت آپ کی شاعری اور مختلف تصانیف پر ایک مضمون لکھونگا۔

ٹیگور کی چند نظموں کے بعض حصوں کا ترجمہ ذیل میں درج کرتا ہوں جن سے اس شہباز تخیل کی بلند پروازی کا اندازہ ہو سکے گا:—

"وہ دیکھو صبح اپنے داہنے ہاتھ میں حسن کے خوشنما پھولوں سے بھری ہوئی ایک سنہری ٹوکری خاموش زمین پر بکھیرنے کیلئے لا رہی ہے، اور پھر شام سنسان چراگاہوں میں بہتی ہوئی اپنی طلائی گگری میں عیش و آرام کے مغربی سمندر سے امن و امان کی ٹھنڈی اور مست کر دینے والی شراب لا رہی ہے، مگر ان آسمانوں کی وسیع تہ پر گہرائیوں میں جہاں روح آزادی کے ساتھ مصروف پرواز ہو سکتی ہے، ہر طرف صاف و شفاف نور پھیلا ہوا ہے، یہاں نہ دن ہے اور نہ رات، نہ وضع ہے اور نہ رنگ" (گیتانجلی)

تیرے نور کی شعاعیں میری ہستی کی دنیا میں ہاتھ پھیلائے ہوئے آتی ہیں، اور تیرے مبارک قدموں تک میرے آنسوؤں، آہوں اور گیتوں سے بنے ہوئے بادل لیجانے کے لئے میرے دروازہ پر تمام دن کھڑی رہتی ہیں۔ اور پھر تو بادلوں کی اس میلی چادر کو اپنے تاروں بھرے سینے پر لپیٹ لیتا ہے۔ (گیتانجلی)

ملکہ۔ پھر تم کیا معاوضہ چاہتے ہو؟

خادم۔ بس یہ کہ تمہارے کنول کے پھول کی مانند نازک کلائیوں میں پھولوں کے گجرے پہنانے کی اجازت ملی رہے۔ تمہارے پیروں کے تلوؤں پر اشوک کے پتوں کے سرخ عرق سے ہلکی ہلکی لکیریں کھینچا کروں۔ (باغبان)

مجھے اپنے گلزار کا باغبان بنا دو۔ میں اپنے تمام کام چھوڑ دونگا۔ میں اپنی شمشیر اور نیزے کو خاک پر پھینک دونگا۔ مجھے دور دراز ممالک میں نہ بھیجو نہ غنیم کے مقابلے میں فتح حاصل کرنے کی ترغیب دو۔ بس مجھے تو اپنے ہرے بھرے گلزار کا مالی بناؤ۔ (باغبان)

ایک روز صبح کے وقت ایک نابینا بھولی لڑکی مجھے کنول کے پتوں سے گندھا ہوا پھولوں کا ہار دینے کے لیے آئی۔ میں نے اسے اپنے گلے میں پہن لیا۔ اور میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے میں نے اس لڑکی کی پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا کہ تو بھی ان پھولوں کی طرح کچھ نہیں دیکھ سکتی۔ تجھے خود معلوم نہیں ہے کہ تیرا تحفہ کیسا پیارا تحفہ ہے۔ (باغبان)

اے دنیا میں نے تیرا پھول توڑ لیا۔
اور اسے اپنے سینے سے لگایا۔ میرے دل میں اس کا کانٹا چبھا۔

جب دن ڈھلا اور اندھیرا ہو گیا۔ تو میں نے دیکھا کہ پھول مرجھا گیا تھا۔ اور کانٹے کی تکلیف باقی تھی۔ (باغبان)

سنسان اور خاموش رات تیرے راستے میں ہے۔ اور صبح سایہ دار پہاڑیوں کے پیچھے سو رہی ہے۔ تارے سانس روکے ہوئے گھڑیاں گن رہے ہیں ضعیف چاند کانپتے ہوئے رات کی گہرائیوں میں تیر رہا ہے۔ .. ..

نہ گھر ہے اور نہ عیش و آرام کا سامان۔
بس تیرے دو بازو ہیں اور آسمان کی غیر محدود وسعت۔
پرند اور میرے پیارے پرند، کچھ نہیں۔ اپنے بازو بند نہ کر لینا۔ (باغبان)

بچے نے اپنی ماں سے پوچھا میں کہاں سے آیا ہوں۔ تم نے مجھے کس جگہ پایا تھا؟
ماں نے اپنے بچے کو سینہ سے لگا کر ہنستے روتے ہوئے جواب دیا۔
"پیارے بچے تو میرے دل میں میری تمنا بنکر چھپا ہوا تھا۔"

تو میرے بچپن کے زمانہ میں گڑیوں کے کھیل کے اندر موجود تھا۔ اور جب میں ہر روز صبح کے وقت مٹی سے دیوتا کی مورتی بنایا کرتی تھی۔ تب میں تجھی کو بناتی تھی اور تجھی کو بگاڑتی تھی۔ .. .. .. جب کنوار پن میں میرے شگوفوں کی پتیاں کھلا کرتی تھیں۔ تو تو خوشبو بنکر اس کے اردگرد موجود ہوتا تھا۔

تیری لطیف حرکت میرے شباب کے اعضاء میں اس طرح شگفتہ تھی جیسے شفق طلوع مہر سے پہلے آسمان کے مشرقی پردوں پر"

فطرت کے شاہزاد اولین انور سحر کے ہمزاد! تو بحر حیات کی لہروں پر تیرتا رہا ہے اور آخرکار میرے دل کے کنارے پر اتر آیا۔" (ماونو)

آفتاب تمام عالم کو روشنی بخشتا ہے، لیکن سیاہ داغ اپنی ہی ہستی تک محدود رکھتا ہے۔ (نظم مطبوعہ بھارتی)

جنوبی دروازے کھلے ہوئے ہیں، آ میری پیاری بہار آ،

میں تجھے اپنے دل کے جھولے میں جھلاؤں گا،

پتوں کی سنسناہٹ میں سے ہوتی ہوئی آ، کلیوں کے دلوں کو گدگداتی ہوئی آ،

بانسری کے سروں میں سے ہوکر، جنگل کی آہوں میں سے گذرتی ہوئی آ، اور مستانہ ہوا کو اپنے دامنوں سے کھیلنے دے، آ میری پیاری بہار آ، (تاریک خلوت گاہ کا بادشاہ)

آفتاب غروب ہوتے ہوئے کہتا ہے "میرا کام اب کون انجام دیگا"؟

کوئی جواب نہ مل سکا۔ کہ تمام عالم خاموش اور ساکت رہ گیا"

آخر مٹی کا چراغ ایک گوشے سے اپنی دبی آواز میں بولا!

"اے آفتاب عالمتاب جس قدر میرے امکان میں ہے میں اس خدمت کیلئے حاضر ہوں، (نظم مطبوعہ بھارتی)

حامد اللہ افسر

ضروری گذارش "تمدن" بلا طلب جن حضرات کی خدمت میں نمونۃً یا کسی بعض دوست کی تحریک سے پہنچے براہ کرم فوراً اپنے ارادۂ خریداری سے مطلع فرمائیں۔ ورنہ خاموشی رضامندی سمجھی جائیگی اور دوسرے ماہ میں ان کا نام و پتہ رجسٹر کر کے تیسرے ماہ کا پرچہ بذریعہ وی۔ پی بھیجا جائیگا جسکا وصول کرنا ان کا قومی اور اخلاقی فرض ہوگا۔ منیجر

نشاط

(بسلسلۂ اشاعت گذشتہ)

ہاں نشاط موجودہ کی تخلیق قبل از وقت ضرور تھی۔ دور بہار ہی میں ہنگام ورود کے آثار نمایاں تھے نبض جوانی اور ہشتہ شباب اس میں موجود تھے لیکن وہ خود مین وجود آرا ہو رہا تھا۔ اس کے نقل و حرکات کا مشاہدہ کتنا مسرت خیز تھا۔ نشاط مع اپنے چہرہ سیمیں اور طبیعت رنگین کے ایک چیز تھا قابل حیرت و استعجاب آفرین' کیا مضائقہ کہ اس کا انجام کیونکر ہوا اور کیا ہونے والا ہے۔ وہ تماشہ یا مانیٹیشو گراف کی ان خوبصورت تصویروں میں سے ایک تصویر تھا جس کی خوشیاں دیکھنے والے کو اپنے سے علیحدہ اور بعید نظر آتی ہیں۔ لیکن جس کی تکالیف اس کے حس حسن کی محرک اور جس کے زخم اس کو گلہائے احمر معلوم ہوتے ہیں۔

روح اور جسم جسم اور روح یہ کتنی پر اسرار چیزیں ہیں کبھی روح میں شائبہ بہیمیت اور کبھی جسم میں روحانیت کی جھلک نظر آتی تھی۔ حواس مادی میں لطافت و رفعت کی صلاحیت تھی اور حواس ذہنی میں تذلیل و پستی کی گنجائش۔ کون کہہ سکتا ہے کس نقطہ پر خواہش بہیمی ختم اور کس نقطہ سے خواہش ذہنی شروع ہوئی۔ معمولی علماء نفسیات کی خود ساختہ تعریفیں کسقدر سطحی ہیں۔ اور پھر بھی مختلف گروہ علماء کے دعاوی میں باہم فیصلہ کرنا کتنا مشکل ہے۔ آیا روح محض ایک پرتو ہے جو کاشانۂ معصیت میں متمکن ہے۔ یا حقیقۃً وہ صاحب جسم ہے جیسا کہ Giardano Bruno کا خیال ہے۔ روح کی مادہ سے علیحدگی ایک معمہ ہے اور روح کا مادہ سے اتصال بھی ایک معمہ ہے۔

اہم یہ غور کرنا تھا کہ آیا نفسیات کو ہم کبھی اشناجات علم بنا سکتے ہیں۔ جس کے

مطالعہ سے ہر شعبۂ حیات ہم پر منکشف ہو جائے۔ بحالت موجودہ ہم ہمیشہ اپنے نفس کی طرف سے غلط فہمی میں رہتے تھے۔ اور دوسروں کو شاذونادر سمجھتے تھے تجربہ میں کوئی اخلاقی وقعت نہ تھی وہ محض اک نام ہے جو لوگوں نے اپنی حماقتوں کو دے رکھا ہے۔ علماء اخلاقیات اس کو عموماً اک قسم کا طریقۂ تنبیہ سمجھتے تھے۔ کیرکیٹر کی ساخت میں اس کے لئے ایک خاص تاثیر اخلاقی کے مدعی تھے اس کے علاوہ بھی معترف تھے۔ کہ وہ ہم کو یہ سکھاتا ہے کہ ہم کس بات پر عمل پیرا اور کس بات سے محترز رہیں لیکن تجربہ میں کوئی قوت محرکہ نہیں ہے۔ اس کی ترکیب میں علت فاعلی کے عنصر کی آمیزش اس قدر کم ہے جتنی کہ ضمیر میں۔ اس سے حقیقتہً جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ہمارا مستقبل ویسا ہی ہوگا جیسا کہ ہمارا ماضی تھا اور یہ کہ وہ گناہ جس کے ہم ایک بار مرتکب ہوئے تھے اور بار کراہ۔ اس کے ہم کئی بار مرتکب ہونگے اور بہ طیب خاطر

تاہم یہ امر اس پر پورے طور سے روشن تھا کہ صرف استقرائی طریقہ اک ایسا طریقہ ہے جس سے اشتہاآت وجذبات انسانی کی تحلیل علمیہ ممکن ہے۔ اور فی الحقیقت نشاط اک ایسا حصول تھا جس سے مکمل اور کامیاب نتائج حاصل ہونے کی امیدیں تھیں سیلمیٰ سے اس کی اضطراری اور جنون آمیز محبت کوئی معمولی مظہر نفسی نہ تھا۔ اسمیں شک نہیں کہ عجائب پسندی کو اسمیں بہت کچھ دخل تھا عجائب پسندی اور تجربات نو کے حصول کی تمنا۔ تاہم یہ کوئی منفرد جذبہ نہ تھا۔ یہ ایک امنگ تھی مرکب و مختلف النوعیت جس کی سوچ نور خود وید ۂ معمول سے نا محرم

عمل تخیل نے عادت طفلی کی خالص مادی حس فطری کو ایک ایسی شئے سے بدل دیا تھا۔ جس کی مسرت معنوی سے لذت گیر ہونے کی صلاحیت اس کے حواس ظاہری میں نہ تھی اس کا تعلق نفس و وجدان سے تھا۔ اور وہ اسی وجہ سے اور زیادہ خطرناک تھی۔ وہ جذبات جن کے مبداء اصلی کے متعلق ہم دھوکہ میں رہتے ہیں وہی ہم پر سب سے زیادہ ظلم

کرتے ہیں۔ ہماری کمزور ترین حرکات وہ ہیں جن کی ماہیت سے ہم واقف ہوتے ہیں۔ اکثر ایسا ہوا کہ جب ہم اس خیال میں تھے کہ ہم دوسروں پر تجربہ کر رہے ہیں۔ تب ہم حقیقۃً اپنے ہی نفس پر تجربہ کر رہے تھے۔

ادہم ان باتوں پر بیٹھا ہوا غور کر رہا تھا کہ اتنے میں دروازہ پر کھٹ کھٹ کی آواز معلوم ہوئی اور ایک خدمتگار داخل ہوا جس نے اطلاع کی کہ کھانے کا وقت آگیا ہے ادہم کھانے کے لئے ڈائننگ روم میں پہنچا ہی تھا کہ نشاط نے اس مضمون کا ٹیلیفون بھیجا کہ سلمیٰ میرے ساتھ منسوب ہوگئی۔

فرخ منزل میں ادہم اور ہارون ڈنر ٹیبل پر بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔

ادہم۔ ہارون تم نے یہ خبر سنی۔

- نہیں۔ خبر ہے۔ کونسی خبر۔ سیاسیات کے متعلق تو کچھ نہیں ہے۔ مجھ کو ان سے کوئی دلچسپی نہیں۔

- نشاط کی شادی ہونیوالی ہے۔

باواز بلند۔ اور متحیر ہوکر "نشاط اور شادی"۔ یہ غیر ممکن ہے۔

یہ واقعہ ہے۔

- اور کس کے ساتھ۔

- ایک ایکٹرس کے

- مجھکو یقین نہیں پڑتا۔ نشاط ایسا بیوقوف نہیں ہے۔

- نشاط نہایت عقلمند ہے۔ وہ ایسا بیوقوف نہیں ہے کہ ان حماقت آمیز حرکات سے وقتاً فوقتاً متاثر نہ ہو۔

- شادی کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے انسان وقتاً فوقتاً محظوظ ہو سکے۔

لیکن میں نے یہ نہیں کہا کہ اس کی شادی ہو گئی۔ میں نے صرف یہ کہا کہ اسکی شادی ہونیوالی ہے۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ مجھ کو اپنی شادی خوب یاد ہے لیکن مجھکو اپنی نسبت بالکل نہیں یاد ہے۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ میں کبھی منسوب ہوا ہی نہیں ماد ہم نشاط کے نسب۔ پوزیشن اور تمول کا خیال کرو۔ اس کے لئے اس قدر گر کے شادی کرنا نہ محض معیوب بلکہ مہمل ہے۔

و اگر تم چاہتے ہو کہ نشاط اس لڑکی سے شادی کر لے۔ تب تو اس سے یہ کہو پھر تو وہ ضرور شادی کر لیگا۔ انسان جب کبھی کوئی انتہائی حماقت کی حرکت کرتا ہے تو ہمیشہ نہایت شریف نیت سے۔ (باقی آئندہ)

آرٹسٹ

شام زندگی

شام زندگی نامی کتاب مکرمی مولوی ... صاحب نے ہم کو ریویو کے لئے عنایت کی ہے۔ یہ کتاب جناب مولانا عبدالراشد صاحب الخیری سابق ایڈیٹر "تمدن" حال ایڈیٹر عصمت کے پرتاثیر قلم سے نکلی ہو مولانا عبدالراشد صاحب کا طرز تحریر ہے جو لوگ واقف ہیں وہ اس بات کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کتاب کی تحریر کو دیکھکر کوئی سنگدل سے سنگدل شخص بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپ اردو زبان میں رنجیدگی کے بادشاہ ہیں رنج والم کے مناظر دکھانے میں آپکو جو ید طولیٰ حاصل ہے اس کو دیکھتے ہوئے آپ کو اس رنگ کا واحد نثار یکتا قطعی مبالغہ نہیں ہے شام زندگی کا بڑا حصہ اس دعوے کی تائید کرتا ہے اسی سلسلہ کی ایک کتاب "صبح زندگی" مخزن پریس نے شایع کی تھی اب جناب احمدی نے "شام زندگی" شایع کر کے ادبی دنیا پر احسان کیا ہے "شام زندگی" ادبی حیثیت سے ایک اچھی کتاب ہونے کے علاوہ لڑکیوں اور عورتوں کے لئے دلچسپ معلومات اور نصائح کا مجموعہ ہے کتاب کی زیادہ تعریف کرنے کے بجائے ہم یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ اسکا

دیوان حسرت موہانی (مکمل) حصہ اول و حصہ دویم مع ضمیمہ یعنی ۱۸۹۳ء سے ۱۹۱۶ء تک کا کلام ۲ ر المشتہر منیجر تمدن نیا گاؤں لکھنؤ

ایک حصہ "تمدن" میں نقل کردیں۔ کتاب کی لکھائی چھپائی اچھی ہے کتاب ۲۲×۱۸ کے ۱۲۹
صفحات پر مشتمل ہے اور ایک روپیہ قیمت پر مدنیش پریس دہلی سے مل سکتی ہے۔ ایڈیٹر

نسیم کی جٹھانی کلیم کی ماں تھی تو نسیم کی خالہ زاد بہن مگر عورت کیا آفت کا پرکالہ تھی جس نے سسرال بھر کو ناک چنے چبوا دیئے۔ جیٹھ کی بیاہی چار بچوں کی ماں کچھ ایسی بچی بھی نہ تھی مگر روزہ سے متنفر نماز سے بیزار علم سے بے بہرہ جاہلوں کی سردار کلے میں زور پلے پیسا ساس شیر کی طرح گھر بھر کو زیر کر رکھا تھا ساس پاؤں کی جوتی شوہر بے دام کا غلام گھر بھر پر حکومت کا ڈنکا بجاتی تھی نسیم کے دوسرے بھائی کا لڑکا فہیم جس کے ماں باپ سات مہینہ کا چھوڑ کر مرے تھے۔ اور اب پانچ سال کا گھر بھر کی جان تھا۔ اس کی بھی اتنی مجال نہ تھی کہ چچی کی طرف رخ کر لیتا۔ دادی اس بچہ پر پروانہ تھی مگر منجھلی بہو جب آڑے ہاتھوں لیتی تو چپکی منہ تکتیں خدا کی قدرت ایک روز علی الصباح کلیم اور فہیم دونوں بچے اٹھ باہر کھیلنے چلے گئے ریٹھے کی ایک گولی پر لڑائی ہوئی۔ تھی تو فہیم ہی کی مگر کلیم جس نے بے ایمانی اور دغا کے دودھ سے پرورش پائی۔ گولی جیب میں ڈال لگا رونے اور چلانے۔ مگر گھٹی میں پڑا تھا جھوٹ کی گود میں پروان چڑھا۔ حمایت کو باپ شہ دینے کو ماں۔ ڈرتی اس کی جوتی اور سچ بولتا اس کا صدقہ بیٹے کی آواز سنکر ماں دوڑتی ہوئی دروازہ پر آئی۔ بچے نے تو دوہائی مچا دی کہ میں کا کیل بنا دیا کمبخت بلکتا رہا۔ اور کہتا۔ ہائے میرے پیٹ میں فہیم نے لات ماری کہاں کا رحم کدھر کا ڈر اور کیسا انصاف سنگدل عورت نسیم فہیم کو گھسیٹتی ہوئی لائی اور دروازہ ہی میں ایک ایسا دوہتڑ دیا کہ بلبلا اٹھا پانچ برس کی جان اُس قصائی کے آگے سہما کھڑا تھا اور یہ کہہ رہا تھا

"چچی جان میں نے تو نہیں مارا"

کمبخت کیا رحم کرنے والی تھی دروازے ہی میں مارے طمانچوں کے منہ لال کر دیا۔ اور جھکی تو دیوار میں ایسا دہکا دیا کہ بچہ لہولہان ہو گیا خون کی تُلّی ہونٹ سے بہ رہی تھی خوف کے مارے کانپ رہا تھا۔ مگر آواز مطلق نہ نکلتی تھی بن باپ کا بچہ جس کو اس وقت ظالم سے

بچانے والا کوئی نہ تھا حسرت سے بچی کا منہ دیکھ رہا تھا معصوم نگاہیں بیکسی کا ثبوت تھیں۔ اور خون کا ہر قطرہ بیگناہی کا دعوے کر رہا تھا۔ اسی حالت میں ایک ہاتھ سے پکڑے اٹھا لائی اور ساس کے آگے یہ کہہ کر پٹخ دیا۔ ذرا اس فتنے کی کارستانی تو دیکھو ہاں بیٹھا دیوار سے سر پھوڑ رہا ہے۔ کہ کوئی کچھ کہے نہیں۔

پھول سا بچہ جس پر یہ چار چوٹ کی مار پڑی اتنی دھکے پھینکنے سے بالکل بیہوش ہو گیا دادی نے جلدی سے اٹھا گود میں لٹایا نسیمہ پانی گرم کر کے منہ پونچھنے آئی۔ بچہ ہوشیار ہوا تو ساس نے کہا۔ منجھلی بہو بن ماں باپ کے بچوں پر ایسا ظلم نہیں کرتے۔

منجھلی بہو۔ ذرا عقل کے ناخن لو میں نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ اتنا بڑا الزام لگانا اچھا نہیں۔ وہ تو بہانہ بازی ہے تم اس کے دھوکے میں آ کر مجھ کو اتنی بڑی بات کہتی ہو۔ خیر میرا تمہارا انصاف خدا کے ہاں ہے۔

وہ ساس جو نسیمہ کی ایک رسائی پر اس قدر بپھری تھیں ناہنجار بہو کے سامنے بالکل خاموش ہو گئیں۔ جانتی تھیں کہ زبان ہلانی بے سود ہے اپنا وقار اپنے ہاتھ نہ ایک کھونگی نہ چار سنونگی۔ اگر آدمی بات کہتی ہوں تو سات پشتیں پن کر رکھدیگی ساس بہو کے تعلقات پر کوئی خاص رائے قائم کرنی اتنی ہی مشکل ہے جتنی میاں بیوی کے خیالات پر ہر جگہ کے حالات جداگانہ ہیں۔ ملاں نسیم کی ماں ہے جو کچھ ہو سکا ہے ہو سکتی ہے نسیمہ نے زندگی بھر ساس کو کبھی جواب تک نہ دیا لیکن جسقدر وہ منجھلی سے محبت کرتی تھیں مگر اس سے چوتھائی بھی نسیمہ سے کرتیں تو وہ اس شان کی لڑکی اور اس ذات پات کی بہو تھی کہ مرتے دم تک ساس کے پاؤں دھو کر پیتی اور منجھلی بہو سے ہی اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اگرچہ ساس نے مرتے دم تک اس کو کبھی تکلیف نہ پہنچائی لیکن وہ اگر نسیمہ سے آٹھواں حصہ بھی ساس کی خدمت کرتی تو ساس اس کو سر آنکھوں پر بٹھاتی۔

جس طرح بیٹی کی وداع پر ماں باپ یہ سمجھ لیتے ہیں اور صرف سمجھ ہی نہیں لیتے بلکہ متوقع

ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ میاں بیوی ایک جان و دو قالب ہوں اور ہم سے کچھ زیادہ واسطہ نہ رہے۔ اسی طرح لڑکوں کی شادی کے وقت ماں کو سمجھ لینا چاہیئے اور سمجھ لینا نہیں یقین کر لینا چاہیئے کہ جو لڑکی اپنے تمام عزیز و اقارب اور گھر بار کو چھوڑ چھاڑ ہمارے ان گھر ہی ہے وہ کیا چاہتی ہے۔ اس کی اس قربانی کا عین مقصد کیا ہے۔ یہی نہ کہ دو تو ایک ہو جائیں۔ پھر اس مقصد کی ابتدا ہماری ناخوشی کا باعث کیوں ہو ہم کو اس کی تکمیل میں مدد دینی چاہیئے۔ تاکہ دونوں روحوں کی زندگی کا جو مقصود ہے وہ حاصل ہو۔

اسی طرح بہوؤں کو اچھی طرح یہ مان لینا ہے کہ آج ہماری زندگی بہو کی حیثیت سے ہے لیکن آرہا ہے وہ وقت جب ہم کو ساس بننا ہے اور آج ہم کو اپنی ساسوں سے وہی سلوک کرنا چاہیئے جو کل ہم اپنی بہوؤں سے توقع رکھتے ہیں

فہیم ہشیار ہوا تھا تو بخار میں ہل ہلا رہا تھا۔ چوٹ دماغ پر کاری گی۔ ہرچند نسیمہ اس کو بہلا رہی تھی مگر چچی کا خوف اس قدر طاری تھا کہ وہ چاروں طرف گھبرا کر دیکھتا اور پھر ڈر کے مارے منہ چھپا لیتا۔ اسی حالت میں نسیمہ اس کو ساتھ لے اپنی پرانی سہیلی مس سیروبی کے پاس لائی جو مشہور ڈاکٹر تھی۔ میروبی نے نہایت غور سے دیکھا بخار شدت کا تھا مگر ڈر بچے کے دل میں ایسا بیٹھا تھا کہ اس کو ہر طرف وہی ظالم نظر آتی تھی۔ لیڈی ڈاکٹر نے صاف کہدیا کہ دماغ پر چوٹ آئی ہے کمانہ رکھو اور دوا پلاؤ امید ہے کہ اچھا ہو جائیگا۔ ڈولی میں بیٹھی تو نسیمہ نے فہیم کو کلیجہ سے چمٹا لیا اور خیال کیا کہ آہ اے کمبخت دنیا تیرے جلوے کیسے سیاہی ہیں۔ یہ معصوم جس کے سر سے دو شفیق ماں باپ سایہ اٹھ گیا ہرگز ایسی سزا کا مستحق تھا کہ صاحب اولاد عورت کے ہاتھوں اس مصیبت میں گرفتار ہوتا۔ آج اس بدنصیب پر وارثی کے کوئی دو آنسو گرانیوالا بھی نہیں ہے۔

انہی خیالات میں غلطاں پیچاں گھر پہنچی دوائی پلائی اور بچہ کو رضائی اڑھا گود میں لیکر بیٹھ گئی۔ دادی کی ابھی پانچ برس کی محنت تھی۔ سر بلے کا سرا اور مرے ہوئے بیٹے کی

امانت تھی تاہم ساس کا منہ کھولتیں پیار کرتیں اور روتیں مگر بڑھاپا تھا اور بن بہو تھیں خدمت کے لائق نہ تیمارداری کے قابل۔

دفعتہً بچے نے آنکھ کھولی اس کے آنکھ کھولتے ہی دونوں کے جان میں جان آگئی۔ برابر میں انگیٹھی پر دودھ رکھا تھا۔ چار چمچے دودھ کے نسیمہ نے پلائے ماتھے پر پیار کیا اور کہا فہیم میاں کیسا جی ہے۔

آدھی رات کا سنسان وقت تھا اور تمام گھر بے خبر پڑا سوتا تھا صرف نسیمہ بچہ کو گود میں لے بیٹھی تھی اور دادی جانماز پر بیٹھی دعائیں مانگ رہی تھی۔

سنگدل چچی کی تصویر معصوم آنکھیں بھولی نہ تھیں۔ سہم گیا اور ہاتھ جوڑ کر کہا "چچی جان میں نے نہیں مارا"

ایک تیر تھا جو نسیمہ کے کلیجہ میں گھسا یتیم کی بے گناہی پر تڑپ اٹھی منہ پر منہ رکھا اور کلیجہ سے لگا کر کہا۔

"نہیں نہ سہی لو آنکھیں کھولو دودھ اور پیو"

منہ پر منہ رکھے روتی رہی تو بچہ چونک پڑا۔ پھر آنکھیں کھولیں نسیمہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس نے پھر تتلاتی ہوئی زبان میں رک رک کر سہمے ہوئے کہا۔

"نہیں چچی جان میں نے نہیں مارا"

ساس بہو میں ایک ایسی عورت کے لال پر رو رہی تھیں جس کی ہڈیاں بھی گل کر خاک ہوگئیں کہ بچہ گھبرا کر اٹھ بیٹھا چاروں طرف دیکھا اور پھر تیسری دفعہ اپنی بے گناہی کا اظہار کیا کہ

"چچی جان میں نے نہیں مارا"

اس فقرہ کے ساتھ ہی معصوم کو ایک ہچکی آئی اور رخصت ہوا۔

اب تک ازل سے کشتۂ وفا کا یہی ہے رنگ
اس کا بجز فنا کوئی حاصل نہیں رہا

اس بحر عشق میں مجھے جس کی تلاش تھی
اتنا تو دور مجھ سے وہ ساحل نہیں رہا

مضمر ہر ایک ذرہ میں وحدت کا راز ہے
دل آشنائے صورت باطل نہیں رہا

ہر ذرہ جلوہ گاہ ہے قدرت نمائی کا
اے جذب عشق تھم کہ میرا دل نہیں رہا

مجھ کو ازل سے کر لیا قدرت نے انتخاب
جب کوئی بار عشق کا حامل نہیں رہا

میں دیکھتا ہوں روز زمانہ کا انقلاب
اب اس فریب حسن کا قائل نہیں رہا

جو دل سرور عیش سے معمور تھا کبھی
حسرت کدہ ہے اب وہ میرا دل نہیں رہا

اک آہ سرد کھینچ کے خاموش ہو رہا
جب اپنے اختیار میں یہ دل نہیں رہا

وہ کشتۂ وفا ہوں کہ مرنے کے بعد بھی
قدموں سے ترے دور میں قاتل نہیں رہا

ناکام آرزو کی ہے اک آرزو فنا
لطف حیات کیا رہا جب دل نہیں رہا

دل کو میرے ستائے نہ کوئی کہہ دے ذبیحؔ
اب ضبط گریہ کرنے کے قابل نہیں رہا

نعت رسول اکرم صلعم

از جناب منشی محمد ذکریا صاحب تیغ محمد مینا نذر

بڑی سرکار ہے سرکار احمدؐ
بڑا دربار ہے دربار احمدؐ

کہوں کیا خوبیٔ رخسار احمدؐ
خدا ہے طالب دیدار احمدؐ

یہ رتبہ ہے کہ جبریل امین بھی
ہوا ہے غاشیہ بردار احمدؐ

معطر دونوں عالم ہو رہے ہیں
زہے بوئے گل رخسار احمدؐ

زلیخا حسن یوسف بھول جائے
جو دیکھے رونق بازار احمدؐ

ہمارے سایہ سے نزدیک میرے
فزوں ہے سایۂ دیوار احمدؐ

وہ کافر ہے، وہ کافر ہے وہ کافر کیا جس شخص نے انکار احمدؐ
الٰہی بخش دے امت کو میری یہ تھی معراج میں گفتار احمدؐ
وہی ہے خوش نصیب و خوش مقدر جو پائے دولت دیدار احمدؐ
ابوبکر و عمر عثمان و حیدر ہوئے تبلیغ دین میں یار احمدؐ
نہیں ممکن مسیحا سے بھی ہرگز کہ اچھا ہو سکے بیمار احمدؐ
ہمارا نام اے ذاکر ہے ذاکر
نہ کیوں کرتے رہیں اذکار احمدؐ

ایک نظر

موت کا مذاق ۔ گذشتہ پرچہ میں ہم نے جناب عارف صاحب ہسولی کی ایک غزل درج کی تھی اور اس کے ساتھ "مرحوم" لکھا گیا تھا۔ عارف صاحب کو ہم سے شکایت ہے کہ ہم نے انہیں قبل از وقت مار ڈالا۔ واقعہ یہ ہے کہ جناب ظفر احسن صاحب علوی نے ہمیں یہ غزل بھیجی اور غزل کے ساتھ جو خط ہمیں لکھا تھا اسمیں آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ "عارف مرحوم کی غزل ارسال ہے" اس غلط واقعہ کو شہرت دینے کا الزام ہم پر عاید ہو سکتا ہے مگر ہم یہ نہیں خیال کر سکتے تھے کہ جناب عارف کے خاص دوست جناب علوی صاحب اس قسم کی غلط اطلاع ہم کو دینگے ۔ جناب علوی کو اگر اپنے متعلق "مرحوم" ہونے کی غلط فہمی ہوتی تو اس میں زیادہ ادبیت کا پہلو نکل سکتا تھا ۔

تعزیت نامہ ۔ عصر جدید پریس میرٹھ نے اس نام کی ایک کتاب جو آنریبل خواجہ غلام الثقلین مرحوم کے متعلق تعزیتی خطوط اور مضامین پر مشتمل ہے شائع کی ہے کتاب کے ابتدائی حصہ میں چند قابل قدر مضامین ہیں جن میں خواجہ صاحب مرحوم کی زندگی کے اکثر پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔ یہ مضامین ایک حیثیت سے اس مرد قوم کی ایک مختصر سوانح عمری کہے جا سکتے ہیں افسوس ہے کہ خواجہ صاحب مرحوم کی کوئی مفصل سوانح عمری اس وقت تک شائع نہیں ہوئی جو آپ کے متعلق کسی دوسری کتاب کی نسبت قوم کیلئے یقیناً زیادہ بہتر ثابت ہو سکتی تھی اور قوم کے نوجوانوں کیلئے ایک حد تک شمع ہدایت کا کام انجام دیگی تھی تعزیت نامہ کی لکھائی چھپائی اچھی ہے قسم اول ۱۲؍ قسم دوم ۸؍ یہ کتاب عصر جدید پریس میرٹھ سے طلب کرنے سے مل سکتی ہے

مسلمانو تمنا ہے قرآن مجید مترجم شائع ہو گیا

یہ قرآن شریف متوسط القلم ہے خط نہایت پاکیزہ چھاپہ خوشخط اس کے حرفوں کی روشنی مستقل کتابت سے زیادہ کاغذ سفید چکنا ولایتی۔ ہر بسم اللہ کا حسن تحریر جا بجا دعائیہ آیات بہت بلند لکھے ہیں اس سے بہتر قرآن مجید شائع نہیں ہوا۔ ہدیہ مجلد عہ

نوجوانوں اور بچوں کو انگریزی سکھانے کی آسان کتاب

انگلش ٹیچر اردو انگریزی مع لٹریرا یٹر

اس لاجواب کتاب میں گرامر ٹرانسلیشن ایڈیم اور لٹریچر وغیرہ درج ہیں لفظوں کے معنی اور تلفظ اردو میں لکھے گئے ہیں یہ کتاب طالب علموں کے لئے عموماً اور ان لوگوں کے لئے خصوصاً تالیف کی گئی ہے جو انگریزی زبان کا ایک لفظ نہیں جانتے ہر قسم اور ہر محکمہ و عدالتی بول چال کا ترجمہ عام فہم اردو میں کیا گیا ہے فی جلد مجلد ایک روپیہ

پتہ:- ایچ محمد یوسف خان منیجر شہرت ایجنسی دہلی فراش خانہ

میں خوبصورت نوجوان لیڈی ہوں

یہ صابن خوبصورتی پیدا کرتا چہرہ کی رنگت سفید چمکدار اور صاف کرتا ہے ایک خاندانی طبیب کی ایجاد ہے جو آپ کو استعمال کرو یہ صابن تازہ تازہ خوشبودار نسخے سے تیار ہوتا ہے کالا رنگ اڑا ہوا چہرہ صرف سات روز کے استعمال سے گلاب کی پتی کی مانند خوبصورت ہو جاتا ہے جھائیں دور ہو جاتی ہیں ذرا آزما کر تو دیکھئے فی بکس تین ٹکیہ مع فرسٹ کلاس صابن دانی عہ

چمنی بہار ہیئر آئل

یہ سر میں لگانے کا خوشبودار تیل خشکی دماغ کو دفع کرتا ہے۔ اس کے استعمال سے بال لمبے اور ریشم کی طرح ملائم ہو جاتے ہیں۔ بھینی بھینی خوشبو آنے لگتی ہے فی شیشی دس تولہ ایک روپیہ عہ

المشتہر

حکیم محمد یعقوب خان مالک دواخانہ نورتن دہلی بازار فراشخانہ

چندر کلا کے ہوتے

جو شخص مردی کی طاقت سے محروم رہتا ہے یہ اُس کی بدقسمتی ہے

بدقسمت نوجوان جنہوں نے اُٹھتی جوانی کے جوش میں نا تجربہ کاری کی وجہ سے اپنے ہاتھوں اپنی مردی کو تباہ کر لیا ہے۔ جنکے اعضائے رئیسہ کمزور ہو گئے ہیں۔ دل ذرا سی بات میں دھڑکنے لگ جاتا ہے تنہائی پسند آتی ہے۔ عورتوں سے ڈر لگتا ہے۔ حافظہ کمزور۔ دماغ پریشان اور خیالات منتشر رہتے ہیں بصارت گھٹ گئی ہے۔ اور سر میں چکر آتے ہیں۔ غذا جزو بدن نہیں بنتی۔ بدن سوکھتا جاتا اور سستی چھائی رہتی ہے چہرے کی رونق اُڑ چکی ہے۔ سرعت کے لاچار ہیں۔ اور جریان یا احتلام کی شکایات نے پیچھا نہیں چھوڑتا ہے ہیں اور

زمانہ حال کی بہترین قوت بخش دوائی چندر کلاؔ کا استعمال کریں

جس کی برکت سے اب تک ہزاروں زندگیاں موت کے منہ سے بچائی جا چکی ہیں۔ یہ اوپر کی جملہ شکایات کا بہتر سے بہتر اور سستے سے سستا علاج ہے۔ جو آج تک سب دُنیا کو معلوم ہوا ہے۔ گویا چندر کلاؔ کا وجود طبی دنیا میں آیورویدک کی ایک عظیم الشان فتح ہے۔ اسکے استعمال سے وہ مایوس العلاج بھی از سر نو جوانی کے مزے لوٹ رہے ہیں جو اشتہاری دواؤں پر اپنی دولت برباد اور صحت نثار کر کے زندگی کو وبال جان سمجھ چکے تھے۔ اگرچہ یہ رفتہ رفتہ اپنا اثر دکھاتی ہے۔ لیکن وہ یقینی طور پر مستقل اور دیرپا ہوتا ہے۔ جبکہ چاروں طرف مایوسی چھا رہی ہو۔ تو چندر کلا اپنا معجزہ دکھائیگی۔ قیمت فی شیشی (۴۰ ٹکیہ) ایک روپیہ

دُنیا کیا کہتی ہے؟

خوشی کے ساتھ سارٹیفکیٹ دیتا ہوں آپکا چندر کلا واقعی بہت مفید ہے میں نے خود آزمائش کی اب مجھ کو جریان اور احتلام کی شکایت بالکل نہیں ہے اس لئے میں خوشی کے ساتھ یہ سرٹیفکیٹ دیتا ہوں۔ (دیوان چند لال ...)

آپکا چندر کلا استعمال کرتا ہوں بہت فائدہ ہے بہ نسبت پہلے کے بہت فائدہ ہے ... طاقت آگئی ہے۔ دل بھی برقرار رہتا ہے ... کم ہے۔ (مولا داد ... پنجوڑ)

اپنے ہاں کے کسی مشہور سوداگر یا دوائی فروش سے طلب کرو یا براہ راست

ہمارا ریشنل آیورویدک فارمیسیوٹیکل کمپنی لمیٹڈ گمٹی بازار لاہور سے منگاؤ

ملنے کا پتہ۔ دفتر تمدن نسواں کاکورن۔ لکھنؤ

قابل دید کتب

کتب ذیل کی قیمت میں انتہائی تخفیف کر دی گئی ہے۔ اور یہ امر یقینی ہے کہ یہ کتب کسی دوسری جگہ سے اس قیمت پر دستیاب نہیں ہو سکتیں

ناول

ناولہائے گاری قاری محمد سرفراز حسین صاحب عزمی دہلوی ایڈیٹر کے اخلاقی ناول سعید۔ سعادت شاہد رعنا جو دو بار چھپکر قدر دانوں کے ہاتھ میں پہنچ چکے ہیں۔ اب ایک مجموعے کی صورت میں چھپوائے گئے ہیں۔ ۳۰۰ صفحہ کی مجلد کتاب جو نہایت عمدہ ولایتی کاغذ پر چھاپی گئی ہے اور جس میں مصنف کی ایک تصویر بھی ہے قیمت ؎

نالۂ بانکپور ایک ترکی ناول کا ترجمہ مترجمہ سید سجاد حیدر صاحب بی۔ اے۔ ۴ر

نور نظمی و مہر حمیدہ بیگم کے مصائب اور وفاداری کی داستان شریف النسا کی کج ادائیوں کا انجام مصنفہ منشی عبد الغفور صاحب صفحات ۱۴۲۔ ۴ر

گودڑ کا لال ایک نہایت دلچسپ اخلاقی تعلیمی اور معاشرتی اصلاح کا مبنزاد فسانہ کہ جس میں ایک ہندوستانی خاندان کی حسن معاشرت کو نہایت خوبی سے قلمبند کیا گیا ہے۔ مصنفہ محترمہ والدہ صاحبہ سید محمد افضل صاحب بی۔ اے حصہ اول و دوم صفحات ۲۴۶۔ عہ

روح کی سیلا۔ اس میں عجیب و غریب مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ایک شخص ایک مرد طالع کی روح کو اس کی وفات کے وقت ایسا محبوس کرتا ہے کہ وہ جسم کے ساتھ وابستہ رہتی ہے۔ اور وقتاً فوقتاً اس کو زندہ کر کے اس کے ذریعہ سے بہت سے روحانی مسائل کے حل کرنے کا کام نکالتا ہے۔ صفحات ۱۷۲۔ عہ

تمنائے دید مصنفہ میرزا سجاد مرزا بیگ دہلوی قابل دید کتاب ۱۰ر

روضۃ الکبریٰ کی آتشزدگی۔ یعنے نیرو قیصر روم کے زمانہ کا ایک دلچسپ تاریخی قصہ قابل ملاحظہ ناول مجلد ۱۰ر

حکایات دلچسپ۔ یہ ان حکایات کا اردو ترجمہ ہے جن کو سناتے تھے ملک کے شہر مینر اور علم ڈراما کے استاد بے نظیر شکسپیر کے منظوم کھیل سے زبان انگریزی کے مشہور و معروف ادیب چارلس لیمب نے اختصار و لطافت بار کے ساتھ نثر میں تحریر کیا ہے اور اب یہ حکایات شائقین کی ضیافت طبع کے لئے اردو میں نہایت قابلیت کے ساتھ ترجمہ کی گئی ہیں۔ ۴ر

حاجی بغلول مصنفہ جناب منشی سجاد حسین صاحب مرحوم ایڈیٹر اودھ پنچ ۱۲ر

احمق الذین ایضاً ۳ر

الویبا مسٹر ناول میں سر ٹامس مور نے ایک خیالی ملک و قوم کے نظم و نسق کا بیان کر کے اہل انگلستان کو بیدار کرنا چاہا ہے ۴ ۸

آدیس۔ روما اکبر کا ایک خاص واقعہ ناول کے پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ نہایت دردناک و پرتاثیر قصہ ہے۔ ۸

وکرم اروسی یعنی مہاکوی کالیداس کے ایک مشہور ناٹک کا ترجمہ ایک بسیط مقدمہ کے جس میں ہندو ڈراما کی تاریخ اور نوعیت پر مفصل بحث کی گئی ہے مترجمہ جناب مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی۔اے۔ قابل دید کتاب ہے ۱۲

قاسم و زہرا۔ منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی اس منظوم ڈرامے کے مصنف ہیں شروع سے آخر تک زبان شستہ خیالات پاکیزہ طرز ادا انتہا کا دلاویز شوخی اور بانکپن کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے نیچرل کیفیات و جذبات میں از سرتا پا ڈوبا ہوا ہے ضرور ملاحظہ فرمائیں ۸

انتخاب زوج۔ یہاں کی ایک مشہور انشا پرداز خاتون کے زور قلم کا یہ تازہ کارنامہ ہے اس میں قابل مصنفہ نے اپنی صنف کی جانب سے جنس ذکور کی خدمت میں اپیل کیا ہے کہ شوہر کے انتخاب میں اس غریب کی رائے کو بھی قابل وقعت سمجھ کر حاصل کر لیا جایا کرے۔ ۳

وصال منشی درگا سہائے صاحب مرحوم کی دلکش تصنیف۔ ۸

اتالیق بی بی۔ جس میں شوہر طلب مسئلوں

کی بے معنی نکتہ چینی اور نیز ناسمجھ بیبیوں کا علاج ملحوظ رکھا گیا ہے ۴

جذبات بھاشا بھاشا کے شاعر کا قدرتی شاعری کی تصویر سمجھنا اس کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے خودداری حیا۔ غرور حسن۔ محبت یہ وہ جذبات ہیں جن پر بھاشا کی شاعری کا ستون کھڑا ہے سیدھی سادی آسان تشبیہات دلوں میں چٹکیاں لے لیتی ہیں۔ جذبات بھاشا میں ملک کے قابل انشا پرداز حضرت نیاز فتحپوری نے ان دوہوں کے معنی بیان کئے ہیں۔ قیمت مجلد ۱۲

کتب تاریخ

تاریخ اودھ نواب برہان الملک سعادت خاں کے عہد سے واجد علی شاہ کی معزولی تک کے مفصل حالات درج ہیں۔ یہ مستند و نایاب کتب تواریخ سے مرتب کی گئی ہے۔ اس کے مؤلف جناب نجم الغنی صاحب رامپوری نے تحقیقات اور تاریخ اخذ کرنے میں غیر معمولی شہرت حاصل کر چکے ہیں جس پر زبان اردو کو بجا ناز ہے۔ اور دلچسپی فرضی افسانوں سے کہیں بڑھی ہوئی ہے۔ تاریخ فرمانروایان اودھ کے دربار کی پوری تصویریں دکھاتی ہے۔ مکمل چار جلدوں کی قیمت سکے

یادگار دربار اسلام جلد اول یعنی حضرت محمد مصطفے احمد مجتبی صلعم کے سوانحات ہیں ۔ جلد دوم جس میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہم کے

علم ہیئت کے مفصل سوانحات مع تحقیقات متعلقہ خلائی حالات وغیرہ کی پوری تحقیق کے سلسلہ میں جمع ہوئے ہیں۔ قابل دید کتاب ہے صفحات ۹۶۲ قیمت ہر دو جلد ۳/

تاریخ اندلس مسلمانوں کی ہزار سالہ حکومت ہسپانیہ کی لاجواب کتاب ہے۔ ۲/

علمائے سلف مولانا محمد حبیب الرحمن خان صاحب شروانی رئیس حبیب گنج ضلع علیگڈھ کی مشہور تصنیف جس میں علمائے اسلام کے حالات درج ہیں۔ ۱۲/

شباب لکھنؤ - اگر آپ گذشتہ لکھنؤ کی تصویر دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کتاب کو ضرور ملاحظہ فرمایئے۔ ایک انگریز سیاح نے سلطنت اودھ کے عروج کے زمانہ کے چشم دید حالات نہایت دلکش پیرایہ میں قلمبند کئے ہیں مترجمہ منشی اسمٰعیل صاحب بی۔ اے ۱۲/

قدیم ہندوستان کی تہذیب مشہور مؤرخ مسٹر رمیش چندر دت کی بےمثل تاریخ سویلائزیشن آف اینشنٹ انڈیا کا ترجمہ ۳/

مکمل محاربات روس و جاپان حصہ اول و دوم۔ قیمت فی حصہ ۱۲/

تاریخ مذہب - ابتدائے مذہب کی ابتدا اور ترقی کا حال اور نیز بڑے بڑے مذاہب مثلاً بابلی اور اسیریہ مصر اور چین اور دیگر ممالک و اقوام کے مذاہب کی مختصر تاریخ درج ہے۔ ۸/ مجلد ۱۰/

صحیح حالات جاپان جس میں ملک جاپان کی ہر قسم کی حالات یاد رکھنے کے قابل یعنی مشہور سنہ جاپان کی ترقی کی تاریخ اور جاپان کے مشہور نامور مدبرین سپہ سالاران و امیر البحران وغیرہ کے حالات درج ہیں۔ مجلد ۱۰/

علوم طبیعہ کی تاریخ - علوم طبیعہ کی ان تمام دریافتوں اور ایجادوں کی تشریح جو ساڑھے چھ سو قبل مسیح سے لیکر انیسویں صدی تک وقتاً فوقتاً عمل میں آتی رہی ہیں۔ مسائل کی تحقیقات کے علاوہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ قدیم و جدید حکما نے ان علمی دریافتوں اور ایجادوں میں کیا کیا حصہ لیا۔ نہایت مفید کتاب مضامین کی وضاحت کے لئے متعدد تصویریں دی گئی ہیں۔ قیمت ہر دو جلد مجلد ۲/

تاریخ یونان سلطنت یونان کے عروج و زوال کے اسباب۔ نظام سلطنت معرکہ آرائیاں اور فتوحات وغیرہ کے مفصل حالات ۸/

تاریخ مصر جس میں قدیم زمانہ کے مصریوں کی علم و ادب طرز معاشرت۔ عادات و خصائل، ان کے معبودوں علم الاصنام، نظام سلطنت، معرکہ آرائیاں اور فتوحات، عروج و زوال کے اسباب علم و فنون وغیرہ کے مفصل حالات درج ہیں۔ باتصویر ۸/

تاریخ روم اس نادر کتاب میں معتبر مصنف نے سلطنت روما کی ابتدا سے شروع کرکے روم کے بانی جلیل القدر قیاصرہ کے عہد استقلال سلطنت الترتیب کے اختتام تک بڑی دلچسپ صورت میں قلمبند کیا ہے ۸/

تاریخ تمدن یعنی مسٹر ہنری طامس بکل کی مشہور تصنیف "ہسٹری آف سویلیزیشن" کا ترجمہ مترجمہ

ملنے کا پتہ - دفتر تمدن نیا گاؤں - لکھنؤ

اٹوپیا - اس ناول میں سرٹامس مورنے ایک خیالی ملک و قوم کے نظم و نسق کا بیان کرکے اہل انگلستان کو بیدار کرنا چاہا ہے ۱۴ر

آولیس - روستہ الکبرے کا ایک خاص واقعہ ناول کے پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے - نہایت دردناک و پرتاثیر قصہ ہے - ۸ر

وکرم اروسی یعنی مہاکوی کالیداس کے ایک مشہور ناٹک کا ترجمہ مع ایک بسیط مقدمہ کے جس میں ہندو ڈراما کی تاریخ اور نوعیت پر مفصل بحث کی گئی ہے - مرتبہ جناب مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی - اے - قابل دید کتاب ہے ۱۲ر

قاسم و زہرہ - منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی اس منظوم ڈرامے کے مصنف ہیں شروع سے آخر تک زبان شستہ خیالات پاکیزہ طرز ادا انتہا کا دلاویز شوخی اور بانکپن کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے نیچرل کیفیات و جذبات میں از سر تا پا ڈوبا ہوا ہے ضرور ملاحظہ فرمائیں ۸ر

انتخاب زوج - مصر کی ایک مشہور انشاء پرداز خاتون کے زور قلم کا یہ تازہ کارنامہ ہے اس میں قابل مصنفہ نے اپنی صنف کی جانب سے جنس ذکور کی خدمت میں اپیل کیا ہے کہ شوہر کے انتخاب میں اس غریب کی رائے کو بھی قابل وقعت سمجھ کر حاصل کر لیا جایا کرے - ۳ر

وصال - منشی درگا سہائے صاحب مرحوم کی دلکش تصنیف - ۸ر

اتالیق بی بی - جس میں شوہر طلب عورتوں کی بے معنی نکتہ چینی اور بدمزاجیوں کا بہت خاکہ کھینچا گیا ہے ۴ر

جذبات بھاشا - بھاشا کے شاعر کا قدرتی مناظر کی تصویر کھینچنا اس کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے خودداری - حیا - غرور حسن - محبت یہ وہ جذبات ہیں جن پر بھاشا کی شاعری کا ستون کھڑا ہے - سیدھی سادی آسان تشبیہات دلوں میں چٹکیاں لیتی ہیں - جذبات بھاشا میں ملک کے قابل انشاء پرداز حضرت نیاز فتحپوری نے ان دوہوں کے معنی بیان کئے ہیں - قیمت مجلد ۱۲ر

کتب تاریخ

تاریخ اودھ نواب برہان الملک سعادت خان کے عہد سے واجد علی شاہ کی معزولی تک کے مفصل حالات درج ہیں - یہ مستند و نایاب کتب تواریخ سے مرتب کی گئی ہے - اس کے مؤلف جناب نجم الغنی صاحب رامپوری نے تحقیقات اور نتائج اخذ کرنے میں غیر معمولی شہرت حاصل کر چکے ہیں جس پر زبان اردو کو بجا ناز ہے - اور دلچسپی فرضی افسانوں سے کہیں بڑھی ہوئی ہے - تاریخ فرمانروایان اودھ کے دربار کی پوری تصویریں دکھاتی ہے - مکمل چار جلدوں کی قیمت ۲ے

یادگار دربار اسلام جلد اول یعنی حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبیٰ صلعم کے سوانحات جو صفحات ... - جلد دوم جس میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہم خلفائے

ملنے کا پتہ – دفتر تمدن سنیاگول لکھنؤ

اہل حدیث کے مفصل سوانحات عمر و فتوحات اخلاقات و ذاتی حالات وغیرہ کی پوری تحقیق کے ساتھ قلمبند ہوئے ہیں۔ قابل دید کتاب ہے صفحات ۶۹۴ قیمت ہر دو جلد ستے ۳

تاریخ اندلس مسلمانوں کی ہزار سالہ حکومت یسپین میں لاجواب کتاب ہے۔ ۴

علمائے سلف مولانا محمد حبیب الرحمن خان صاحب شروانی رئیس بھیکم پور ضلع علیگڈھ کی مشہور تصنیف جس میں علمائے اسلام کے حالات درج ہیں۔ ۸

شباب لکھنؤ – اگر آپ گذشتہ لکھنؤ کی تصویر دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کتاب کو ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ ایک انگریز سیاح نے سلطنت اودھ کے عروج کے زمانہ کے چشم دید حالات نہایت دلکش پیرایہ میں قلمبند کئے ہیں مترجمہ منشی احمد علی صاحب بی۔ اے ۴

قدیم ہندوستان کی تہذیب مشہور ناول نسٹ رمیش چندر دت کی بے مثل تاریخ سویلائزیشن آف اینشنٹ انڈیا کا ترجمہ ۴

مکمل محاربات روس و جاپان حصہ اول و دوم۔ قیمت فی حصہ ۱۲

تاریخ مذہب – اس میں مذہب کی ابتدا اور ترقی کا حال اور نیز بڑے مذاہب مثلاً بابلی اقد اسوریہ مصر اور چین اور دیگر ممالک و اقوام کے مذاہب کی مختصر تاریخ درج ہے۔ ۸ مجلد ۱۰

صحیح حالات جاپان جس میں ملک جاپان کی ہر قسم کی حالات مادی۔ مذہبی تعلیمی وغیرہ معہ جاپان کی ترقی کی تاریخ اور جاپان کے شہنشاہ نامور مدبرین سپہ سالاران و امیر البحران وغیرہ کے حالات درج ہیں۔ مجلد ۸

علوم طبیعہ کی تاریخ۔ علوم طبیعہ کی ان تمام دریافتوں اور ایجادوں کی تشریح جو ساتویں صدی قبل مسیح سے لیکر انیسویں صدی تک وقتاً فوقتاً عمل میں آتی رہی ہیں۔ مسائل کی تحقیقات کے علاوہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ قدیم و جدید حکما نے ان علمی دریافتوں اور ایجادوں میں کیا کیا حصہ لیا نہایت مفید کتاب ہے مضامین کی وضاحت کے لئے صدہا تصویریں دی گئی ہیں قیمت ہر دو جلد مجلد ۶

تاریخ یونان سلطنت یونان کے عروج و زوال کے اسباب۔ نظام سلطنت معرکہ آرائیاں اور فتوحات وغیرہ کے مفصل حالات۔ ۸

تاریخ مصر جس میں قدیم زمانہ کے مصریوں کی رسم و رواج طرز معاشرت۔ عادات و خصائل تیوہار و ان معبودوں علم الاصنام۔ نظام سلطنت معرکہ آرائیاں اور فتوحات۔ عروج و زوال کے اسباب علم و فنون وغیرہ کے مفصل حالات درج ہیں۔ باتصویر ۸

تاریخ روم اس نادر کتاب میں مقتدر مصنف نے سلطنت روما کی ابتدا سے شروع کر کے روم کے پانچ جلیل القدر قیاصرہ کے عہد انتظام بہت التزام کے اختتام تک بڑی دلچسپ صورت میں قلمبند کیا ہے۔ ۸

تاریخ تمدن یعنی سر ہنری طامس بکل کی مشہور تصنیف "ہسٹری آف سویلزیشن" کا ترجمہ مترجمہ

ملنے کا پتہ:- دفتر تمدن نیا گاؤں لکھنؤ

مرحوم مغفور منشی احمد علی صاحب بی۔اے۔ایل ایل۔بی وکیل۔ قیمت ۲؎

تذکرہ بہادران اسلام یہ ایک۔لاجواب اور قابل دید کتاب ہے۔ ہر ایک مسلمان کے مطالعہ میں رہنا ضروری ہے تاکہ وہ اپنے اسلاف کے کارناموں سے واقف رہ سکے صفحات ۲۴۵ رعایتی قیمت عہ

گنج شائیگان قدیم شاہان ایران سے لیکر اس وقت تک کی دنیا بھر کی سلطنتوں ریاستوں وغیرہ کے سونے چاندی کے سکوں کی دونوں جانب کی اصلی تصویریں معہ حالات و وزن وغیرہ قیمت ۸؍

سوانحات عمری

الہارون سوانحعمری خلیفہ ہارون رشید اعظم معہ تاریخ سلطنت عباسیہ و منظر دار الخلافہ بغداد ۱۲؍

حیات نور الدین محمود یعنی ملک العادل سلطان نور الدین زنگی نور اللہ مرقدہ فاتح شام وجزیرہ مصر کی مفصل سوانحعمری۔ ۱۰؍

یادگار سعدی یعنی سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ کی سوانحعمری اور ان کی جملہ اخلاقی تصانیف نثر کا اردو خلاصہ اور ناصحانہ اشعار و حکایات کا انتخاب۔ قیمت ۸؍

حیات حافظ جس میں لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی کے حالات زندگی بیان کئے گئے ہیں اور انکی شاعری پر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے عہ

بنت الرسول صلعم سیدۃ النساء حضرت فاطمہؓ کی مکمل لائف اس کتاب کو حضرت سیماب اکبرآبادی نے لڑکیوں اور مستورات کے لئے لکھا ہے۔ حجم ۹۴ صفحات قیمت رعایتی ۵؍

جہاں آرا شاہجہاں بادشاہ کی فاضل بیٹی جہاں آرا بیگم کی سوانحعمری۔ اس کے مال۔ سوشل اور پولیٹکل کارنامے۔ مورخین یوروپ کی نکتہ چینیوں پر محققانہ نظر۔ کاغذ وغیرہ عمدہ قیمت رعایتی ۴؍

مشاہیر بنی نوع انسان یعنی ان ہمدردان بنی نوع انسان کی سوانحعمریوں کا مجموعہ جس کے مطالعہ سے ہر شخص حب انسانی سے بھر جاتا ہے ۳؍

مشاہیر عالم اس مختصر رسالہ میں ان مشاہیر عالم کے اسمائے گرامی منسلک ہیں جن کی اولوالعزمیاں طرح طرح کے کارہائے نمایاں کے متعلق آسمان شہرت پر چمک رہی ہیں قیمت ۸؍

کتب متعلق اسلام

ادلۃ الکرم فی اثبات عقاید الاسلام جس میں ہر ایک عقیدہ اسلام کا ثبوت علوم جدیدہ و سائنس کی رو سے دیا گیا ہے۔ قابل دید کتاب ہے قیمت ۸؍

چمنستان عرب غنچہ حج اس کتاب میں قرآن شریف۔ احادیث مبارک۔ سیر و تواریخ سے حج کہ معظمہ۔ کعبہ مقدسہ۔ مدینہ منورہ اور عرب کے تاریخی حالات بہت تحقیق و تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ ۱۰؍ المشتہر منیجر رسالہ تمدن

سبز مرہم

ایجاد

حکیم محمد رفیق ابراہیم صاحب لکھنوی

(برادرزادۂ جناب حکیم حافظ محمد عبدالولی صاحب مرحوم مغفور) کا ایجاد کردہ ہے تمام جلدی بیماریوں اور زخم ہائے خنیشہ پھنسی پھوڑا انگلی کبھی تر و خشک داد کنٹھ مالا آتشک کے زخم وغیرہ وغیرہ کے لئے اسپیشل دوا ہے۔ جملہ بلغمی و سوداوی دردوں وجع مفاصل نقرس عرق النسا۔ کولا کمر اور شانہ کا درد اور ایسے تمام دردوں جو سردی وغیرہ کی وجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ بہت جلد دفع کر دیتا ہے۔ انگریزی دوائیں اس کے سامنے ہیچ ہیں۔

"سبز مرہم" ناگہانی واقعات مثلاً چوٹ اور جلنے وغیرہ کی تکالیف کو فوراً دور کرتا ہے۔ ہر گھر میں ایک ڈبیہ ضرور رہنا چاہیئے۔ قیمت فی ڈبیہ ۸/

سبز مرہم کمپنی

کارکن و منتظم مخزن الادویہ جھوائی ٹولہ۔ لکھنؤ

پانچ پانچ روپے کے سو خریدار

فوراً مطلوب ہیں

تینوں کتابیں یکجائی خریدنے کو محصولڈاک و فیس ویلیو معاف

یعنی تینوں کتابوں کا ویلیو مع جملہ اخراجات صرف للعہ میں بھیجا جائیگا

(۱) انتخاب اردوئے معلی یعنی مرحوم رسالہ اردوئے معلی علیگڈھ کی گذشتہ دس جلدوں کے بہترین مضامین نظم و نثر کا قابل دید انتخاب مجلد قیمت عہ

(۲) مکتوبات امیر مینائی یعنی منشی امیر احمد صاحب مرحوم لکھنوی کے دلچسپ خطوط کا مجموعہ معہ تصویر و سوانحعمری امیر و موازنہ داغ و امیر حجم ۳۵۲ صفحے مجلد عہ

(۳) تذکرۃ الشعرا حصہ اول مکمل۔ حجم تقریباً ۵۰۰ صفحے مرتبہ حسرت موہانی جس میں تذکرہ شعرا و دیگر مضامین نظم و نثر کے علاوہ دیوان امیر۔ شہیدی۔ تنہا۔ تجلی۔ محمود۔ آتش۔ غافل۔ مائل۔ ہوش۔ مومن۔ تسلیم۔ نسیم۔ رشک۔ عالی۔ عظیم۔ مست۔ مضطر خیرآبادی۔ و حسرت موہانی کے دواوین کا انتخاب بھی بطور ضمیمہ شامل ہے۔ ان میں سے اکثر دیوان ایسے ہیں جو کسی اور جگہ دستیاب نہیں ہو سکتے۔ قیمت عہ

نوٹ۔ طبع ثانی کلیات حسرت موہانی کا دیوان صرف بطور ضمیمہ تذکرۃ الشعرا ملسکتا ہے علیحدہ نہیں ملسکتا۔

المشتہر۔ بیگم حسرت موہانی۔ دفتر اردوئے معلی علیگڈھ سٹی

رعایت بلکہ مفت

کتب موجودہ دفتر انسٹیٹیوٹ پریس علیگڈہ جو ذخیرہ کو ختم کرنے کے لئے حیرت انگیز رعایتی قیمتوں پر بیک کی نذر کیجارہی ہیں محصولڈاک ہر کتاب کا معاف کثرت خریداروں اور تاجروں کے لئے رعایت بالا سے رعایت یہ ہے کہ کم از کم سو روپیہ کی قیمت کی کتابوں کے آرڈر پر علاوہ جملہ مصارف کی معافی کے ۲۵ فیصدی کمیشن بھی ملیگا۔ مفصل فہرست (جو بالکل بلا قیمت روانہ کی جاتی ہے) اس کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ عمدہ اور دلچسپ کتابوں کا ایسا نادر اور ارزاں مجموعہ کسی اور جگہ دستیاب نہیں ہو سکتا۔ فرمائشیں اور خط و کتابت کے لئے پتہ:۔

منیجر صاحب انسٹیٹیوٹ پریس علی گڈہ

اردو میں عربی

اگر آپ اردو زبان میں کامل مہارت پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اردو میں عربی خریدیئے کہ اس کے مطالعہ سے آپ تھوڑی ہی مدت میں ادب اردو پر اچھی طرح قادر ہو جائیں گے' طلبا اور اخبار بین اصحاب کیلئے یہ کتاب خصوصیت سے مفید ہے' قیمت مجلد ۵ر غیر مجلد ۴ر علاوہ محصولڈاک۔

ترجمہ آموز حصہ اول: اردو سے فارسی اور فارسی سے اردو ترجمہ سکھانے کی بہترین کتاب' یہ کتاب تمام ہندوستان کے مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ قیمت ۵ر

ترجمہ آموز حصہ دوم: اس کتاب میں اردو سے فارسی اور فارسی سے اردو میں عبارتوں کا ترجمہ کرنا سکھایا گیا ہے' قیمت ۴ر

مینول آف پرشین ٹرانسلیشن: فارسی سے انگریزی اور انگریزی سے فارسی ترجمہ سکھانے والی بہترین کتاب ہے۔ اس کتاب میں فارسی کے وہ تمام الفاظ اور محاورات بھی مندرج ہیں جو آج کل ایران میں بولے جاتے ہیں قیمت ۱۰ر علاوہ محصولڈاک

علاوہ مندرجہ بالا کتب کے ہمارے ہاں سے ہر قسم کی کتابیں دستیاب ہو سکتی ہیں ۲۰ جلد سے زائد کے خریدار کو معقول کمیشن دیا جائیگا۔

المشتہر

منیجر اورینٹل بک ڈپو ۴۸ مفتی اسٹریٹ شہر میرٹھ

دو روپیہ کی ادویات

مفت نذر

دو روپیہ کی ایک یا زیادہ ادویات جیسا کہ خریدار پسند فرماویں طبی اخبار دیش کی سالانہ قیمت [illegible] مفت نذر

کیجاتی ہیں **ہندوستان بھر میں صرف دیش اپکارک ہی ایک ہفتہ وار طبی اخبار ہے**

اور باوجود ہفتہ وار ہونے کے کثیرالاشاعت ہے جن اصحاب کو علم طب سے ذرا بھی محبت ہے

جو اپنی اور اپنے کنبے کی ذرا بھی پروا کرتے ہیں جو بیمار ہو کر علاج کرنے سے بیمار نہ ہونا بہتر سمجھتے ہیں جن

کو اسرار سینہ معلوم کرنے کی خواہش ہے اور جنکو علم کشتہ جات کا شوق ہے جو گھر بیٹھے دیش اپکارک میں آل

انڈیا کے اعلیٰ سے اعلیٰ حکما کی رائے حاصل کرنا چاہتے ہیں اور بلا فیس علاج کرانا چاہتے ہیں۔ جو ہر مرض کے مجرب اور

بے حد مفید نسخہ جات حاصل کر کے نیم حکیموں اور اشتہاری چالوں سے بچنا چاہتے ہیں جنکو ویدک یونانی اور

ڈاکٹری کے راز جاننے کا شوق ہے غرضکہ علم طب کی کسی بھی شاخ سے جنکو پیار ہو وہ دیکھتے ہی اس کے خریدار

بن جاتے ہیں نمونہ مفت منگائیے سالانہ قیمت [illegible] ششماہی [illegible] سہ ماہی ۱۲ [illegible] ششماہی اور سہ ماہی کیواسطے کوئی

نذرانہ نہیں ہے سالانہ قیمت [illegible] ادا کرنے پر [illegible] کی دوائی [illegible] مفت نذر کیجاتی ہیں مثلاً آپ سال

کی قیمت [illegible] کرنے کے واسطے لکھیں اور دو روپیہ کی قیمت کی ادویات ساتھ لکھ دیں تو وی پی صرف [illegible]

محصول کا ہوگا اور قیمت ادویات دو روپیہ سے زیادہ ہو تو بقایا وی پی میں شامل ہوگی اس حساب سے آپ

ہماری مشہور و معروف دوائی **امرت دھارا** قیمتی [illegible] **صرف** [illegible] **میں حاصل کر سکتے ہیں**

یعنی دیش اپکارک کی سال کی قیمت اور امرت دھارا کا وی پی کرنے کے واسطے لکھیں تو [illegible]

[illegible] امرت دھارا [illegible] مفت نذر کیجاتی ہے اور محصول کا وی پی ہوگا [illegible]

نذر ہم [illegible] خریداروں کے ساتھ [illegible] ادویات کو [illegible] دینے کے واسطے مقرر کی ہے ورنہ طبی اخبار پر

[illegible] کرنی پڑتی ہے [illegible] اسکی قیمت کچھ بھی نہیں دیش اپکارک ایک [illegible] اعلیٰ اخبار

ہے آپ اس [illegible] کی [illegible] **ملنے کا پتہ**

مینیجر کارخانہ امرت دھارا لاہور

نوٹ :- ڈاکٹر [illegible] [illegible] کی [illegible] ہے اس [illegible] لکھ کر
[illegible] کے نام [illegible] پیٹنٹ [illegible] بھیجی جاتی ہے

وقت پر علاج [illegible] درست [illegible] بچنے کیلئے وقت سے پہلے ایک صلاح دیتے ہیں

[illegible] کی مجرب دوا

ڈاکٹر [illegible] کی [illegible] علاج [illegible] ہے اس [illegible] پیتے [illegible] جو [illegible] وہاں سے بچنے کیلئے [illegible] حرن کا [illegible] منگوا کر اپنے [illegible] پاس رکھیں [illegible] اپنے [illegible] سے [illegible] آئی حرق کا فوری [illegible] تمام ہندوستان [illegible] جاتی ہے [illegible] کے اور [illegible] کیلئے [illegible] ایک [illegible] ایک [illegible] آنہ [illegible] فی شیشی [illegible]

[illegible] کی مجرب دوا

ڈاکٹر [illegible] کی [illegible] بہت [illegible] کا [illegible] ہوتا [illegible] کا [illegible] ہوتا ہے ڈاکٹر [illegible] کی [illegible] کا [illegible] کرنے کا [illegible] ایک [illegible] اس میں [illegible] کی اور [illegible] لگانے کی [illegible] کافی [illegible] کھانے کی دوا [illegible] لگانے کی دوا [illegible] آنہ [illegible]

ڈاکٹر [illegible] کا [illegible]

[illegible] موچ چوٹ [illegible] کمر کولہا گردن وغیرہ میں درد ہو تو اس کی [illegible] اور مسوڑھے کے درد کو بھی یہ فائدہ [illegible] آنہ [illegible]

ڈاکٹر [illegible] کمپنی [illegible] تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

مئی ۱۹۱۷ء

تمدن

معاشرتی۔ تمدنی۔ ادبی۔ فلسفی۔ اخلاقی۔ تاریخی اور علمی مضامین کا مخزن

ایڈیٹر ایم اے قاری (علیگ) دہلوی خلف اکبر جناب قاری
محمد سرفراز حسین صاحب (علیگ) عزمی دہلوی سیاح جاپان و انگلستان

فہرست مضامین

پبلشر محمد عباس حسین قاری — نادرن انڈیا پرنٹنگ پریس لکھنؤ میں چھپا — پرنٹر نواب علی
قیمت سالانہ ۳ر — مقام اشاعت نیا گاؤں لکھنؤ — نمونہ کے پرچہ کی قیمت ۵ر

کیا آپ کی لائبریری ان کتابوں سے خالی ہے؟

یادگار سعدی - یعنی سعدی شیرازی علیہ الرحمہ کی سوانحعمری اور ان کی جملہ اخلاقی تصانیف نثر کا اردو خلاصہ اور ناصحانہ اشعار و حکایات کا انتخاب - قیمت ۸ر

حیات حافظ - جسمیں لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی کے حالات زندگی بیان کیے گئے ہیں اور انکی شاعری پر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے قیمت عمر

بنت الرسول صلعم - سیدۃ النساء حضرت فاطمہؓ کی مکمل لائف اس کتاب کو حضرت سیماب اکبرآبادی نے لڑکیوں اور مستورات کے لیے لکھا ہے - حجم ۹۴ صفحات قیمت رعایتی ۵ر

جہاں آرا - شاہجہاں بادشاہ کی فاضل بیٹی جہاں آرا بیگم کی سوانحعمری - اسکے مارل سوشل اور پولیٹیکل کارنامے - مورخین یورپ کی نکتہ چینی پر محققانہ نظر - کاغذ وغیرہ عمدہ قیمت رعایتی ۸ر

مشاہیر عالم - اس عقد ثریا میں ان مشاہیر عالم کے اسمائے گرامی منسلک ہیں جن کی اولوالعزمیاں طرح طرح کے کارہائے نمایاں کے متعلق آسمان شہرت پر چمک رہی ہیں - قیمت ۸ر

البرامکہ - سوانحعمری خلیفہ ہارون رشید ... مقدمہ ... منتظر دار الحکومت ... عدد ...

قدیم ہندوستان کی تہذیب ... ہندوستان کی ... تاریخ ... نیشنل ...

گلستان عرب غنچۂ حج - اس کتاب میں قرآن شریف و حادیث مبارک سیر و تواریخ سے مکہ معظمہ، کعبہ مقدسہ، مدینہ منورہ اور عرب کے تاریخی حالات بہت تحقیق و تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں - قیمت ۱۰ر

روزنامہ مصر و شام و حجاز - خواجہ حسن نظامی کا مشہور و معروف سفرنامہ جس میں آپ نے مقامات مذکورہ کے عجیب و غریب حالات تفصیل کے ساتھ قلمبند فرمائے ہیں اردو زبان میں آج تک ایسا دلچسپ سفرنامہ شائع نہیں ہوا ہے مجلد عہ

عالم خیال - (با تصویر) حضرت شوق قدوائی لکھنوی کی چار بے بدل اور بے اضافت نظموں کا مجموعہ ایسی دلچسپ اور معنی خیز نظمیں اردو زبان میں اس سے پہلے نہیں شائع ہوئیں اسکے ساتھ چار دیباچے بھی ملک کے مشہور اہل قلم کے شامل ہیں جو نظم کی خوبیوں پر روشنی ڈالتے ہیں اور ان کی رائے ہے کہ اردو تو اردو اور مغربی زبانوں مثلاً انگریزی وغیرہ میں بھی اس پایہ کی نظمیں موجود نہیں قیمت علاوہ محصولڈاک ۲ر

الماس - سوئیں ٹرنیسی کے ناول کنگ آف ڈائمنڈس کا اردو ترجمہ نہایت دلچسپ اور دیدہ زیب قیمت عہ

آخر نقاب الٹ گیا - ہیڈن ہل کے ناول دی ماسکڈ ایٹ لاسٹ کا اردو ترجمہ ایک ایک سطر اور ایک ایک لفظ تڑپا دینے والا ہے قیمت عہ

افسوس - بالکل سچی سرگذشت اور تاریخی نسانہ غدر ۱۸۵۷ء کے ایک واقعہ کی دردناک تصویر قیمت علاوہ محصول ۱۲ر

چاک گریباں - رینالڈ کے ایک دلچسپ انگریزی ناول کا ترجمہ حجم تقریباً ساڑھے تین سو صفحہ ... نہایت ... کتاب قیمت علاوہ محصولڈاک عہ

ملنے کا پتہ

دفتر "تمدن" نیا گاؤں لکھنؤ

تمدن
لکھنؤ

تمدن

بسلسلہ اشاعت گزشتہ

تمدن کا پہلا زینہ سیرت اور کیرکٹر ہے سیرت اور کیرکٹر بے سامانی کی حالت میں بھی ایک سامان ہے سیرت ایک ضابطہ ہے جو تمدن کو ایک صحیح رکھتا ہے کوئی تمدن اس وقت تک صحیح یا اعلیٰ پیمانہ کا تمدن نہیں ہوسکتا جب تک اس میں وہ نہ ہو کیونکہ یہی وہ چیز ہے جو ایک تمدن کو صحیح معنوں میں تمدن بناتی اور اس سے ضبط و ربط اور ان کو بالا کرتی ہے۔ تمدن ایک ترتیب چاہتا ہے اور ترتیب کا منارہ سیرت اور کیرکٹر ہی ہے کہ ترتیب ہی سے سیرت اور کیرکٹر کی نوبت آتی ہے اور ایک صحیح ترتیب ہی سیرت اور کیرکٹر کا پتہ دیتی ہے۔

تمدن کب بنتا ہے جب ایک باترتیب سیرت اور کیرکٹر بنتا ہے۔ تمدن کب بگڑتا ہے جب ترتیب میں گڑبڑ مچتی اور جب سیرت اور کیرکٹر بگڑتا ہے

تمدن سے مراد صرف بڑے بڑے شہروں اور قصبات کا آباد ہونا یا اُن میں بجلی سے روشنی اور واٹر ورکس کا لگا یا جانا ہی نہیں بلکہ اس کی بڑی بھاری نشانی سیرت کی خوبی اور سیرت کی مضبوطی

سب سے پہلے ایک دکاندار مختلف اشیاء سے اپنی دکان کو سجا سکتا ہے مگر اس کی دکان کی شہرت اور عزت یا اعتبار اس صورت میں ہو سکتا ہے

جب لوگ اس پر اعتماد کرتے ہوں

حسن سیرت سے ایک اعتماد قائم ہوتا ہے اور سیرت کی کمزوری سے اعتماد باقی نہیں رہتا۔

تمام متمدن اقوام ایک احترام اور ایک عزت رکھتی ہیں اور ایسے احترام و عزت کا استدلال ان کے تمدن یا خوبی تمدن سے کیا جاتا ہے اور کوئی تمدن یا حسن تمدن سیرت کی خوبی اور مضبوطی کے سوائے ایک علمی مغالطہ ہے۔

تمدنی زندگی کے واسطے وسائل ذیل ایک اصولی یا ابتدائی وسائل ہیں:۔

(الف) قدرتی موثرات و اسباب

(ب) طبعی قوتیں اور دماغی تصرفات

(ج) تعلیمی و تمدنی اثرات

انسان کی ہستی خود ایک ایسی ہستی ہے جو بجائے خود ایک متمدن مجموعہ کا ثبوت دیتی ہے تمدن میں کیا ہوتا ہے مختلف اثرات اور مختلف جذبات کا عملی رنگ میں ایک خاکہ اگر ہم غور کریں گے تو پتہ لگ جائیگا کہ انسان کی ذات میں مختلف قوتوں اور مختلف جذبات کی وجہ سے ایک مدنیت ہو ساری مخلوق کے مقابلہ میں انسان ہی ایک ایسی ہستی ہے جو اپنے اندر اس مواد میں سے بھی سب کچھ رکھتی ہے جو دوسری مخلوق کے حصہ بخرہ میں آ چکا ہے۔

یہ کہنا کہ صرف انسان ہی نظام معاشرت رکھتا ہے ایک غلطی ہے۔ انسان کے مقابلہ میں دوسری موجودات بھی نظام معاشرت رکھتی ہیں۔ دیگر زندہ مخلوق کے سلسلہ معاشرت کا نام بھی نظام معاشرت ہی رکھا جا سکتا ہے۔ البتہ جو مخلوق ہمارے محاورے میں زندہ نہیں کہی جاتی اس کی کیفیت اور حالت کو معاشرت سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا مگر ان کی کیفیت اور حالت بھی کچھ نہ کچھ ہوتی ہے۔

معاشرت یا نظام معاشرت کا تخیل صرف افعال سے تعبیر پاتا یا افعال سے متمیز ہوتا ہے۔ یہ غیر

زندہ مخلوق سلسلہ افعال نہیں رکھتی۔

ہمارے گردوپیش ہر ایک قسم کی جس قدر مخلوق ہے وہ سب کی سب کسی نہ کسی رنگ میں سلسلہ افعال رکھتی ہے دیکھو زمین و آسمان آفتاب و ماہتاب سیارے ستارے نباتات اور جمادات کا سلسلہ افعال کیسا باضابطہ اور وسیع ہے اور ان کے افعال جاریہ پر اس کائنات کی بہبود اور بہتری کا کس قدر اور کہاں تک مدار ہے۔ اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ

تمدن سے مراد افعال انسانی کا وہ سلسلہ ہے جو وقتاً فوقتاً اس کی زندگی میں اس سے مختلف نوان سرزد ہوتے رہتے ہیں۔ اگر ایسے افعال کی رفتار اچھی ہے تو تمدن اچھا ہوگا اور اگر رفتار اچھی نہ ہوگی یا اس داغ بیل میں کوئی نقص ہوگا تو حسن تمدن باقی نہیں رہیگا۔

مذہب فلسفہ سوسائٹی۔ اخلاق۔ قانون۔ سیاست اور ضمیر بالاتفاق مختلف طریق سے حسن افعال پر زور دیتے ہیں۔ ہر ایسی طاقت یہی چاہتی ہے کہ انسان کے افعال اور خیالات اس دایرہ سے باہر نہ ہوں جو حدود حسن معاشرت سے خارج ہے بالفاظ دیگر دنیا اور دین کے سب قوانین معاد اور معاشرت کے ضوابط کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان حسن معاشرت کا وارث ہو۔

حسن معاشرت کیا ہے حسن اخلاق، حسن تصرفات اور حسن تعلقات انسانی تمدن کیا ہے وہ باتیں جن کا ذکر ہم نے اسی موقع پر کیا۔

وہی چند باتیں ہمارے انسانی تمدن کا خمسہ ضروریہ ہیں اور ان ہی باتوں پر تمدن انسانی کا زیادہ تر مدار ہے۔

یہ خمسہ ضروریہ دوسری زندہ مخلوق میں اس انتظام سے نہیں پایا جاتا جس انتظام سے انسانوں میں پایا جاتا ہے۔ اور نہ دوسری مخلوق کو اس ضروریہ کی کوئی ایسی ضرورت ہی ہے۔

انسان کو معاشرتی پہلو سے پیدا ہوتے ہیں ان امور اور ان وسائل کی ضرورت پڑتی ہے۔ ان وسائل معاش اور معاد کی جن کا تفصیلی ذکر پیشتر ہو چکا ہے۔ اور جو

ہمارے اور حسن تمدن کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں۔ جن کا خلاصہ ہماری صحیح اور مضبوط سیرت ہے۔ یہی چٹان ہے جو تمدن کی چٹان ہے۔

دوسری زندہ اور غیر زندہ مخلوق یہ ضرورتیں نہیں رکھتی ہے ان کی ایسی ضروریات کی قدرت ایک بڑی حد تک خود کفیل ہو چکی ہے۔ ان امور بالا کے تتمہ کے واسطے انسان کو بالخصوص ضرورت ہے۔

(۱) حسن تدبیر کی۔

(۲) حسن خیال کی

(۳) حسن انتخاب کی

(۴) حسن نتیجہ کی

یہ اربعہ ضروریہ وہ اربعہ ہے جو انسانی زندگی کے تمام نشیب و فراز اور مشکلات کا حساب کتاب ایک بڑی حد تک پورا کرتا ہے اگرچہ اکثر مراحل میں یہ اربعہ بھی نہیں لگتا اور باوجود اس اربعہ کے بھی انسان گھاٹے اور مشکل میں رہتا ہے لیکن پھر بھی اس کی بدولت بہت کچھ حل مشکلات ہو جاتا یا ہو سکتا ہے

ہماری ہمسایہ مخلوق اس اربعہ ضروریہ سے بھی مستغنی ہے۔ قدرت خود ان کی کفیل ہے اور ان کی زندگی ان ضروریات سے آزاد ہے۔

کبھی کبھی تہذیب اور تمدن یا حسن تمدن کو ایک ہی سمجھا جاتا ہے اگرچہ ان دونوں میں ایک قسم کی مناسبت ہے مگر فرق بھی ہے کچھ ہرج نہیں کہ ایک درجہ کی تہذیب کے ہوتے ہوئے بھی حسن تمدن ہو کیونکہ تہذیب میں بعض اوقات اس قسم کی تخصیصیں اور قیدیں لگ جاتی ہیں کہ حسن تمدن باقی نہیں رہتا یا لازمی نہیں کہ تہذیب کی ہر ایک صورت مستحسن ہی ہو یورپ کی موجودہ تہذیب میں اس وقت بعض ایسی زیادتیاں اور ایسی ناشائستہ تحریکات داخل ہو گئی ہیں کہ لوگ اس سے تنگ ہی نہیں آ گئے ہیں بلکہ ان کا ازالہ بھی چاہتے ہیں یورپ کی موجودہ زندگی اس وقت بشری خود غرضی اور انسانی آسائشوں سے کچھ درجہ بڑھ گئی ہے بعض وقت ایسی تہذیب دیکھا گیا ہے جو حسن تمدن کے پہلو سے ایک تلخ طبیعت انسان

نہیں چاہتا انہیں پا سکتا۔

حسن تمدن کی بڑی بھاری شرط بہادرانہ قناعت اور ضبط ہی ہے لیکن اس ضبط تہذیب ہی سے بعض وقت ایک قسم کی بے ضبطی بے لگامی اور طلب رتی پائی جاتی ہے اسی حسن بے لگامی اور بے ضبطی حسن تمدن کے حق میں ایک ٹھوکر ہی نہیں ہوتی بلکہ ایک زہر بھی ہوتی ہے تمدن اور حسن تمدن ایک سکون اور استقلال چاہتا ہے لیکن تہذیب بعض وقت حرکت اور تذبذب چاہتی ہے جس طرح تمدن بعض وقت گوشہ اور تصور ہی کو چاہتا ہے۔ اس طرح قناعت اور سکون ہی اس کی ایک خواہش ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ اس زمانہ میں وہی تمدن یا وہی حسن تمدن پسند کیا جاتا ہے جو اپنے ساتھ ایک بے چینی بھی رکھتا ہو لیکن صحیح بات یہی ہے کہ صحیح تمدن بے چینی کے منافی ہے جس تمدن میں بے چینی ہے وہ حسن نہیں رکھتا اور جو تمدن حسن نہیں رکھتا اس میں مدنیت کی کوئی فضیلت نہیں ہوگی۔ تمدن کے لیے سکون لازمی ہے ہم یہی کہونگا کہ صحیح تہذیب بھی خواہان سکون اور استقلال ہے لیکن جوں جوں تہذیب کی شاخیں اور امنگیں رفتہ رفتہ بڑھتی ہیں ووں ووں سکون اور استقامت کم ہوتی جاتی ہے۔

تم اعلیٰ درجہ کے مہذب ممالک اور مہذب اقوام میں جا کر دیکھ لو کہ سکون اور استقامت دن بدن کم ہو رہی ہے ہر متنفس یہی چاہتا ہے کہ زندگی کی ضروریات پر صرف اس کا قبضہ ہو اور اس میں اور کوئی دست انداز نہ ہو۔ یہ ایک ایسی خواہش ہے جو اگرچہ ظاہر میں تو ایک تسکین دہ اور خوشی کا موجب ہے لیکن دراصل اس میں نہ تو طمانیت ہوتی ہے اور نہ تسکین بلکہ ایک مضطربانہ شغل رہتا ہے ہر شخص اپنے خیالات اور اپنی خواہشات کے باعث ہر وقت متردد اور مضطرب رہتا ہے گو ظاہر میں ہر ایک قسم کا سامان آسائش نظر آتا ہے۔ مگر دل دماغ میں طمانیت خوشی اور سکون نہیں ہوتا۔

ہر شخص زندگی کی دوڑ میں سب سے آگے نکلنا چاہتا ہے اور اگر پیچھے رہ جائے تو اس کا دل ہمیشہ آگے بڑھنے کے خواب دیکھتا رہتا ہے اگرچہ اس خواہش کا شروع فطرت کے ہی ماتحت

ہوتا ہے مگر جب رفتہ رفتہ یہ سوزش تہذیب بڑھ جاتی ہے تو خود ایک مہذب پر بھی معاملہ مشکل ہو جاتا ہے۔ کیا کسی ایسے گھوڑے کے واسطے جو گھوڑ دوڑ میں بازی لے چکا ہو یہی بہتر ہے کہ ہر وقت دوڑتا ہی رہے کبھی بھی دم نہ لے۔ اگر تم غور سے دیکھو گے تو سو میں سے دو چار آنکھیں ہی مطمئن اور شاکر نظر آئیں گی اور دو چار دل ہی صابر اور قانع ہونگے بے شک یہ گرم جوشی تعریف کے قابل ہے اور اس دوران میں ہی سے کچھ نہ کچھ پھل ہی ملتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی جو بے چینی ہمیشہ لاحق رہتی ہے اس کی تکلیف بھی کم نہیں ہوتی۔

زیادہ تر مشکل یہ ہے کہ تمدن اور حسن تمدن کے ساتھ تو نہ صرف تسکین بھی رہتی یا رہ سکتی ہے لیکن فرط تہذیب کی صورت میں وجدانی سکون اور ضمیر کی تحمل و صبر کا کوئی پایہ باقی ہی نہیں رہتا

جب سستی اور ناشائستگی کے ساتھ دل میں ایک بے چینی سی جوش زن ہوتی ہے تو پھر رفتہ رفتہ اس کے اظہار سے باز نہیں رہتا۔ اور آخر راز کھل جاتا ہے۔

مشرقی تمدن اور حسن تمدن کے ساتھ فطری خیالات بھی شامل رہتے ہیں انسان تمدنی پیرایہ میں یا جلوت میں رہ کر خلوت میں بھی ہو جاتا ہے اور اس سے اس کی طمانیت کم نہیں ہوتی بلکہ سکون اور خوشی و طمانیت کا اس صورت میں کچھ اضافہ ہی ہوتا ہے۔ مگر فرط تہذیب میں یہ تسکین وہ راستہ ہی بھول جاتا ہے اور انسان رفتہ رفتہ اس سے ایسا بیگانہ یا بیزار ہو جاتا ہے کہ اس کی نگاہوں میں اس کی کوئی قدر و منزلت ہی باقی نہیں رہتی۔

فرط تہذیب میں یہ ایک ایسی کمی ہے کہ جس سے تمدن اور تمدن کی خوبیاں ہی دور اور مدھم نہیں پڑ جاتیں بلکہ اس سیرت اور کیریکٹر کی آب میں بھی فرق آ جاتا ہے جس پر تمدن اور حسن تمدن کا مدار ہے۔ اور جو اس کا مایہ ناز ہے۔ یوں تو ہر تہذیب تمدن کی حامی یا تمدن کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس کی بعض صورتیں تمدن اور حسن تمدن کے واسطے سخت تکلیف دہ ہیں۔

واقف آن گل ز جفا در دل من خار شکست
من ازان خار بسے گلہا کہ بدامن کردم

علم دولت کا محتاج ہے یا دولت علم کی؟

(از جناب عبدالمبین صاحب یقین (بھوپال))

علم کہتا تھا کہ دولت ہیچ ہے ۔۔۔ میرے ہی باعث ہے سب مال و زر
میں نے مالا مال سب کو کر دیا ۔۔۔ اپنی دولت کے خزانے کھول کر
میں نے تاثیرات اشیا سے کیا ۔۔۔ کل جہاں کو ہر طرح سے باخبر
میں نہ ہوتا گر نہ پا سکتا کبھی ۔۔۔ کوئی بھی دنیا میں ہرگز سیم و زر
ہر طرح دولت مری محتاج ہے ۔۔۔ میں نہیں محتاج دولت کا مگر
صنعت و حرفت کا ہے مجھ سے وجود ۔۔۔ میرے ہی باعث سے ملے لعل و گہر
میرے دم سے ہیں ساری ایجادات میں ۔۔۔ اور ہے ہر چیز پر میرا اثر
دولت دنیا ہے کیا؟ میری کنیز ۔۔۔ میرے آگے ہیچ ہے گنج گہر
سب سے اچھی دولت علم و عمل ۔۔۔ صرف سے کم ہو نہ جس کا خطر
سن کے یہ دولت نے باتیں علم کی ۔۔۔ پوچھا کیوں غصہ ہے میرے حال پر
میں تو کونے میں چھپی بیٹھی ہوں خود ۔۔۔ آپ کے بے ڈھب یہ تیور دیکھ کر
فخر ہے مجھ کو کنیزی آپ کی ۔۔۔ آپ کا احسان ہے بیشک خلق پر
آپ نے تاثیر اشیا سے کیا ۔۔۔ واقعی سارے جہاں کو باخبر
قدر کرتی ہوں میں بے حد آپ کی ۔۔۔ آپ کی عظمت ہے مجھ پر جلوہ گر
میں اگرچہ آپ کی مداح ہوں ۔۔۔ آپ بھی رکھئے عنایت کی نظر
میری گر توہین فرمائیں گے آپ ۔۔۔ آپ کی عظمت نہ ہوگی اس قدر
آپ کا میرے سبب سے ہے فروغ ۔۔۔ میرا احسان ہے بہت کچھ آپ پر
میرے ہی باعث سے ہے تعلیم عام ۔۔۔ اور کتابیں چھپ رہی ہیں اس قدر
کالج اور اسکول میرے دم سے ہیں ۔۔۔ میں نہ ہوتی تو نہ آتے یہ نظر
تھا حصول علم اک امر محال ۔۔۔ فیس کالج میں نہ دی جاتی اگر
علم کی ہوتی اشاعت کس طرح ۔۔۔ گر نہ ملتا عالموں کو مال و زر

گرچہ ہے علم و ہنر ہی پر وقار ہے مگر مجھ سے تہی سب علم و ہنر
جس قدر عالم ہیں سب محتاج ہیں اور ہے حاجت روا یہ مال و زر
کیوں ہو کہ وہ اللہ ہے انصاف دوست اور سب پر اس کی ہے یکساں نظر
دولتیں دونوں جو دیتا ایک کو تو بہت ہی ظلم ہوتا خلق پر
جاہلوں کی زندگی دشوار تھی عالموں کو ملتی دولت بھی اگر
پس جسے دیتا ہے دولت علم کی اس کو وہ دیتا نہیں مال و گہر
اور نہیں دیتا ہے جس کو علم و فضل بخش دیتا ہے وہ اس کو سیم و زر
تاکہ دونوں خوش ہوں اپنی اپنی جا اور ہوں محتاج بھی باہم دگر
اس کی دونوں پر ہے یکساں رحمت اور دونوں پر عنایت کی نظر
سرپرستی کرتے ہیں وہ علم کی جن کو دیتا ہے خدا مال و گہر
صاحب ثروت جہاں میں ہیں جو لوگ ان کے ہیں محتاج عالم سر بسر
اپنی دولت کو نہیں پروائے علم علم ہے محتاج دولت جس قدر
ملتی ہے دولت تو بے تحصیل علم علم بے اس کے نہیں آتا مگر
روشنائی اور قلم کاغذ کتاب کوئی دے سکتا نہیں بے نقد و زر
جاہلوں سے جن کو نفرت ہے تو وہ شوق سے فاقے کریں گھر بیٹھ کر
لیکن ایسا ہو نہیں سکتا کبھی کام میں بھی ہیں خدا کے عدل پر
علم و دولت جمع ہو سکتے نہیں کیونکہ ہے نادر سے ہمدادگر
علم و دولت دیکھ سے ہم نے سدا اور رکھا اس کو اچھی طرح پر
صاحب ثروت کو ہے انکی تلاش رکھتے ہیں جو دولت علم و ہنر
اور اہل علم جو دنیا میں ہیں مالداروں سے ہیں وہ محتاج تر
ان سے تنخواہ اور وظائف لیتے ہیں اور عطایات اور جاگیرات و زر
ایک محتاج ہے جب دوسرے کا لازمی عظمت بھی ہے باہم دگر

علم یہ تقریر سن کر چپ ہوا
اور ندامت سے اٹھایا پھر نہ سر ۔

شادی خانہ بربادی

بیٹا بیٹی کی شادیاں قریب ہیں۔ پرسوں منگنی کی رسم تھی۔ تمام کنبے والے شریک تھے۔ خوب دھومیں رہیں۔ ناچ گانا ہوا فقط منگنی کی رسموں میں ہزاروں روپیہ خرچ ہوگیا۔ ان رسوم کی ادائگی میں بیگم صاحبہ نے زیور بھی گرو میں رکھوا دیا۔ سب سے پہلے بیٹے کی شادی قریب ہے۔ آج سے دو ہفتے باقی ہیں۔ میاں بیوی رات کو کمرہ میں لیٹے ہوئے ہیں۔ بیوی صاحبہ خیالی پلاؤ کی دیگیں اتار رہی ہیں۔ میاں پریشان۔ کہ یا اللہ کیا ہوگا؟ بیوی صاحبہ شادی کا پچاس ہزار تخمینہ کر رہی ہیں گھر میں ایک پیسہ نہیں۔ دوسو روپے مہینہ سود میں جاتا ہے۔ لیکن مدتوں میں خدا نے یہ دن نصیب کیا ہے۔ ساماں دکھانے کا موقع ملا ہے۔ برادری۔ کنبہ۔ رشتہ۔ عزیز و اقارب کی دعوت۔ دوست آشناؤں کے بلانے اور تواضع کرنے کا وقت آیا ہے۔ اگر اس وقت منہ چھپا یا چپ چاپ شادی کردی۔ بہو کو گھر میں لا بٹھایا۔ اور ناچ گانا۔ دیگوں کی کھڑکھڑاہٹ نہ ہوئی۔ پانچ دس دن تک مجلس گرم نہ رہی تو ناک کٹ جائیگی۔ بدنامی ہوگی حیثیت پر بٹہ لگ جائیگا۔ عورتیں گری ہوئی نگاہ سے کنبہ رشتہ میں آنکھیں ملا کے بات کرنے کے قابل نہ رہونگا۔ ہم چشموں میں ذلت ہوگی۔ ہماری عزت نہ کرینگے۔ غرضکہ ادنیٰ ادنیٰ لوگ تک نظر حقارت سے دیکھنے لگینگے۔ یہ تمام عزت جو آپ کمائی ہوئی ہے یہ سب مٹ جائیگی۔ یہ لٹیا جو بڑے گہرے پانی میں مدت سے تیر رہی ہے ڈوب جائیگی۔ اکلوتا بیٹا ہے۔ خدا خدا کرکے اب وہ دن نصیب ہوا ہے کہ میرے دل کی ٹھنڈک میرے جگر کے ٹکڑے کی شادی خانہ آبادی کا وقت آیا ہے۔ مدت سے آرزو تھی کہ اس کے سر پر سہرا دیکھوں عرصہ سے تمنا تھی کہ اس کی شادی اس طرح کروں کہ سارے شہر میں نام ہو جائے۔ ماشاء اللہ لڑکا بھی ساڑھے پانسو کا پچھلے مہینہ صدر منصرف ہوا ہے۔ اس وقت جو کچھ خرچ کروں تھوڑا ہے لیکن مشکل تو یہ ہے کہ اس وقت کوڑی پاس نہیں۔ قرض ملنے کی امید نہیں سب تمنائیں خاک

میں مل جاتی ہیں۔ آرزوؤں کا خون ہو رہا ہے۔ اے خدا ایسی زندگی سے تو موت دیدے۔ یا تو پیدا ہی نہ کیا ہوتا۔ اگر پیدا کیا ہے تو روپوں کی پوٹلیاں۔ اشرفیوں کی تھیلیاں باندھکر پھینکدے۔ سنتے ہیں تو بڑا کارساز ہے۔ اس وقت اپنی کارسازی دکھا۔ لوگ کہتے ہیں۔

"خدا خود میسر سامان است ارباب توکل را"

"تو رحیم و کارساز ہے۔ میری بگڑی عزت کو بنا۔ اور کنبہ رشتہ میں سرخرو کر۔"

میاں نے اس دریائے فکر سے بہت دیر کے غوطہ کے بعد سر نکالا لبوں کی مہر خاموشی توڑی۔ اور بیگم صاحبہ سے سلسلہ گفتگو شروع کیا لیکن بیگم صاحبہ نے جواب نہیں دیا سمجھے کہ شاید بیوی سو گئیں لیکن بیوی اور تباہ کن خیالات کے بحر عمیق میں پڑی ڈبکیاں کھا رہی تھیں جب اپنے تخمینوں شادی بیاہ کی دعوتوں مہینہ بھر کے جلسوں کے اخراجات کا اندازہ لگا چکیں اور خیالی پلاؤ کی دیگوں کو اتار تو میاں سے اس طرح گویا ہوئیں "کیوں کیا ہے"

میاں ۔ "کیا تم جاگتی ہو۔ میں سمجھا تھا شاید سو گئیں۔"

بیوی ۔ "ہاں میں وحید (بیٹے) کی شادی کے اخراجات کا اندازہ کرتی تھی۔ کوئی پچاس ہزار خرچ ہوگا۔ اور شاید اس سے زیادہ لگ جائے۔ کیونکہ تخمینہ سے خرچ ہمیشہ زیادہ ہوا کرتا ہے۔"

میاں ۔ تم نے تو سٹی گم کر دی۔ میں خود اسی ادھیڑبن میں تھا پچیس ہزار کا اندازہ کیا تھا لیکن تم پچاس ہزار کہتی ہو۔ بھلا اتنا روپیہ کہاں سے آئیگا۔ اس وقت کون دیگا؟ مانگتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ کئی ہزار کا پہلے قرض ہوا تھا۔ اب ان کی شادی پر پچاس ہزار قرض لیا جائیگا تو جو کچھ جائداد کی آمدنی ہے۔ وہ سب سود میں جائیگی۔ بالآخر فروخت کرنی پڑیگی پھر صرف تنخواہ باقی رہیگی۔ جاگیر کی آمدنی تو قیصر جہاں کے لئے وقف کر دی ہے۔ وہ ان کی شادی میں تمام ہو جائیگی۔ اس وقت بیس پچیس ہزار بھی نہیں معلوم کیونکر اور کہاں سے ملے۔ کپڑا تو خیر قرض آ جائیگا۔ رہا زیور سو یہ کچھ نقد اور کچھ قرض ہو جائیگا۔ اب صرف اوپر کے

اخراجات ناچ رنگ کے جلسوں اور دعوتوں کیلئے روپے کی ضرورت ہے۔ اگر تم راضی ہو تو کل مہاجن کو بلا کر بیس ہزار روپیہ اور قرض لیلوں۔ اگر اور ضرورت ہوگی تو کسی دوسرے سے لے لیا جائے گا۔

بیوی ان باتوں پر ناک بھوں تو چڑھا رہی تھیں۔ اور میاں کے انداز سے سمجھ گئی تھیں کہ شاید اخراجات میں کمی کریں گے۔ اس لئے اپنی جہالت کی وجہ سے نکتہ چینی و خورده گیری بھی کرتی جاتی تھیں۔ جونہی بیس ہزار کا نام سنا اچھل پڑیں شدت غضب سے بے اختیار ہو گئیں۔ اور کچھ بڑبڑانے لگیں۔ اودھر میاں حیران پریشان کہ الٰہی یہ کیا آفت نازل ہوئی۔ میاں غریب بیوی کے اس غصہ اور بگڑنے پر دم بخود ہو گئے۔ اور بیوی نے یوں بکارنا شروع کیا۔

"ہائے افسوس! میرے ماں باوا نے میری تقدیر کس گھر میں پھوڑی۔ بڑے دن میں خدا نے یہ دن دکھایا کہ مدتوں کی آرزوئیں پوری ہوں۔ چار کنبے والے گھر پر آئیں گے سنیں اور سہرے گائے جائیں۔ مگر تمہارا یہ ہے کہ خرچ کے نام سے دم فنا ہوا جاتا ہے۔ خدا رکھے وحید صدر منصف ہے۔ اس کی حیثیت کو دیکھو۔ اپنی عزت کا خیال کرو۔ اس کے سوا ہم کو دیکھنا ہی کیا ہے آج زندہ ہیں کل مر جائینگے لیکن یہ نام تو ہوگا۔ کہ بیٹا بیٹی کی شادی پر کچھ خرچ نہیں کیا۔ منحوس کلنک تھے۔ آخر کچھ عزت کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ کل کسی سے آنکھ اٹھا کر بات کرنے کی بھی جگہ ہونی چاہیئے۔ دنیا میں انسان کو بیٹا بیٹی کی شادی کے سوا دیکھنا ہی کیا ہے۔ ذرا تو سوچو۔ غور کرو خیال کرنیکی جگہ ہے بیس ہزار میں میں کس کس کی ناک میں دھجی دونگی۔ اگر شادی کرنی منظور ہے۔ اور اس میں مجھکو بھی شریک رکھنا ہے تو دل کھولکر خرچ کرو۔ ورنہ میرا دور سے سلام ہے۔ اس سکتے بلکتے خرچ سے بندی باز آئی۔"

میاں۔ میں نے تو تم سے صلاح لی تھی مشورہ کیا تھا۔ مگر تم آپے سے باہر ہو گئیں۔ ذرا میری مشکلات کو بھی تو دیکھو۔ کتنا قرضدار ہو گیا ہوں۔ میرا خود ہی جی چاہتا ہے کہ سارے شہر میں نام ہو۔ کل شہر کے ہندو مسلمانوں کی دعوت ہو۔ دور دراز سے نامی طوائفیں آئیں۔ اور کم از کم ایک مہینہ

میں ملی جاتی ہیں۔ آرزوں کا خون ہو رہا ہے۔ اے خدا ایسی زندگی سے تو موت دیدے۔ یا تو پیدا ہی نہ کیا ہوتا۔ اگر پیدا کیا ہے تو روپوں کی پوٹلیاں۔ اشرفیوں کی تھیلیاں باندھکر پھینکدے۔ سنتے ہیں تو بڑا کارساز ہے۔ اس وقت اپنی کارسازی دکھا۔ لوگ کہتے ہیں۔

"خدا خود میر سامان است ارباب توکل را"

"تو رحیم و کارساز ہے۔ میری بگڑی سوت کو بنا۔ اور کنبہ رشتہ میں سرخرو کر"۔

میاں نے اس دریائے فکر سے بہت دیر کے غوطہ کے بعد سر نکالا لبوں کی مُہر خاموشی توڑی۔ اور بیگم صاحبہ سے سلسلہ گفتگو شروع کیا لیکن بیگم صاحبہ نے جواب نہیں دیا سمجھے کہ شاید بیوی سو گئیں لیکن بیوی اور تباہ کن خیالات کے بحر عمیق میں پڑی ڈبکیاں کھا رہی تھیں جب اپنے تخمینوں شادی بیاہ کی دعوتوں عقیقہ بھہ کے جلسوں کے اخراجات کا اندازہ لگا چکیں اور خیالی پلاؤ کی دیگوں کو اتارا تو میاں سے اس طرح گویا ہوئیں "کیوں کیا ہے"

میاں - "کیا تم جاگتی ہو۔ میں سمجھا تھا شاید سو گئیں"۔

بیوی - "ہاں میں وحید (بیٹے) کی شادی کے اخراجات کا اندازہ کر رہی تھی۔ کوئی پچاس ہزار خرچ ہوگا۔ اور شاید اس سے زیادہ لگ جائے۔ کیونکہ تخمینہ سے خرچ ہمیشہ زیادہ ہوا کرتا ہے"۔

میاں - تم نے تو سخت گم کر دی۔ میں خود اسی ادھیڑبن میں تھا پچیس ہزار کا اندازہ کیا تھا لیکن تم پچاس ہزار کہتی ہو بھلا اتنا روپیہ کہاں سے آئیگا۔ اس وقت کون دیگا؟ مانگتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ کئی ہزار کا پہلے قرض ہوا تھا۔ اب ان کی شادی پر پچاس ہزار قرض لیا جائیگا تو جو کچھ جائداد کی آمدنی ہے۔ وہ سب سود میں جائیگی۔ با آخر فروخت کرنی پڑیگی پھر صرف تنخواہ باقی رہیگی۔ جاگیر کی آمدنی تو قیصر جہاں کے لئے وقف کر دی ہے۔ وہ ان کی شادی میں تمام ہو جائیگی۔ اس وقت میں پچیس ہزار بھی نہیں معلوم کیونکر اور کہاں سے ہے۔ کپڑا تو خیر قرض آجائیگا۔ رہا زیور سو یہ کچھ نقد اور کچھ قرض ہو جائیگا۔ اب صرف اوپر کے

اخراجات ناچ رنگ کے جلسوں اور دعوتوں کیلئے روپے کی ضرورت ہے۔ اگر تم راضی ہو تو کل مہاجن کو بلا کر بیس ہزار روپیہ اور قرض لیلوں۔ اگر اور ضرورت ہوگی تو کسی دوسرے سے لیا جائے گا۔

بیوی ان باتوں پر ناک بھوں تو چڑھا ہی رہی تھیں۔ اور میاں کے انداز سے سمجھ گئی تھیں کہ شاید اخراجات میں کمی کریں گے۔ اس لئے اپنی جہالت کی وجہ سے کٹھ حجتی اور خود گیری بھی کرتی جاتی تھیں۔ جونہی بیس ہزار کا نام سنا اچھل پڑیں۔ شدت غضب سے بے اختیار ہو گئیں۔ اور کچھ بڑبڑانے لگیں۔ اُدھر میاں حیران پریشان کہ الٰہی یہ کیا آفت نازل ہوئی۔ میاں غریب بیوی کے غصے اور بگڑنے پر دم بخود ہو گئے۔ اور بیوی نے یوں پکارنا شروع کیا۔

"ہائے افسوس! میرے ماں باپ نے میری تقدیر کس گھر پھوڑی۔ برسوں میں خدا نے یہ دن دکھایا کہ مدتوں کی آرزوئیں پوری ہوں۔ چار گھنے والے گھر پر بیٹے بیٹی کے سہرے گانے جائیں۔ مگر تمہارا لپ ہے کہ خرچ کے نام سے دم فنا ہوا جاتا ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے کچھ نہ کچھ سے اس کی حیثیت کو دیکھو۔ اپنی عزت کا خیال کرو۔ اس کے سوا ہم کو دیکھنا ہی سب آج زندہ ہیں کل مر جائیں گے لیکن یہ نام تو ہوگا۔ کہ بیٹا بیٹی کی شادی پر کچھ خرچ نہیں کیا۔ یہ کنگلے تھے۔ آخر کچھ عزت کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ کل کسی سے آنکھ اٹھا کر بات کرنے کی بھی جگہ چاہیے۔ دنیا میں انسان کو بیٹا بیٹی کی شادی کے سوا دیکھنا ہی کیا ہے۔ [illegible] کرنے کی جگہ ہے بیس ہزار میں کس کس کی ناک میں دم [illegible] شادی کرنی منظور ہے۔ اس میں مجھ کو بھی شریک رکھنا ہے تو دل کھول کر خرچ کرو۔ ورنہ میرا [illegible] [illegible] سے بندی [illegible]"

میاں۔ میں نے تو تم سے صلاح لی تھی۔ مشورہ کیا تھا۔ مگر تم آپے سے باہر ہو گئیں۔ ذرا مشکلات کو بھی تو دیکھو۔ کتنا قرضدار ہو گیا ہوں۔ میرا خود ہی جی چاہتا ہے کہ سارے شہر کے ہر کل شہر کے ہندو مسلمانوں کی دعوت ہو۔ دور دراز سے نامی طوائفیں آئیں۔ اور کم از کم ایک

تک عیش و نشاط کی مجلسیں گرم رہیں لیکن مجبور ہوں کیا کروں مہاجن سے ہر چند کہا۔ مگر اُس نے ٹکا سا جواب دیدیا۔ اور ایک پیسہ دینے پر راضی نہوا

بیوی۔ تم نے تو منگنی کے وقت بھی اسی طرح ایڑیاں رگڑی تھیں۔ ہمارا تو روپیہ خرچ کرتے جب دم نکلتا ہے عزت و آبرو سے بڑھکر روپیہ عزیز نہیں ہوتا۔ دنیا میں سب سے بڑی چیز ناک ہے۔ اگر ناک ہی نہوگی (اور وہ کٹ جائیگی) تو پھر جینا نہ جینا برابر ہے۔ یہ ایسے وقت ہیں جن میں عزت و آبرو کا خیال ضرور رہنا چاہئیے۔ اگر تم کو نکٹا بننا ہے۔ تو بنو۔ قبل سارے کنبے والوں کے سامنے نکو بن جانا۔ بندی تو اپنے میکہ جاتی ہے۔ سب سے بڑی مصیبت تو مجھ پر ہے عورت ذات ہوں ہمیشہ اس میں کٹی ہو جاؤنگی۔ کنبہ میں میری ناک نہ رہیگی۔ عزیز و اقارب کے سامنے مجھکو ذلیل ہونا پڑیگا۔ تم بعزت بنجاؤ۔ ذلیل ہوجاؤ۔ بدنامی کی پروا نہ کرو لیکن میرا دل تو ایسا نہیں ہے۔ اور مجھکو اپنی عزت کا خیال ہے۔ اگر عزت نہوگی اور زندگی ہوئی تو کیا ہوگی عزت آبرو کے سب گاہک ہیں۔ ورنہ کوئی تھوکتا بھی نہیں۔ اور گھر تو میرے دم سے ہے تم کو کون پوچھتا ہے۔ عزت تو ساری میری ہے۔ سارے کنبہ والوں میں مجھ پر لعنت ملامت ہوگی۔ مہاجن کیوں نہیں دیتا؟ خود جیبھی پوچھی۔ کیا اس کا کچھ مار لیا ہے۔ مہینے سوا مہینے چلا جاتا ہے۔ پھر کیوں اس موئے کی جان نکلتی ہے۔ قرض کی ماں مری ہے۔ قرض تو دینا ہے لیکن تم ہی نے ڈھیل ڈال رکھی ہے۔ اگر اس سے کہو۔ اور صاف صاف کہو تو وہ کیوں نہ دیگا کبھی اس کا لیکر دیا نہیں۔ آخر ہے کیا وجہ۔ جو وہ ہمارا قرض دینے سے انکار کرتا ہے۔

میاں نے ان باتوں کا کچھ جواب نہیں دیا۔ اور دبی زبان سے "جواب جاہلاں باشد خموشی" کہکر کروٹ بدل لی۔ اور تھوڑی دیر میں خراٹے لینے لگے۔

بیوی نے پھر حساب کتاب کے دفتر کو کھولا۔ اور اسی ادھیڑ بن میں ۲ بج گئے۔ خوابِ غلطاں پیچاں میں وہ بھی سو گئیں۔

دوسرے دن بیوی نے اتار چڑھاؤ دیکر میاں کو شیشہ میں اتار لیا ...

قرضہ کا بندوبست کرکے چھوڑا۔

خوب دھوم دھام سے شادی ہوئی۔ ڈومنیوں نے گائیں۔ مہینہ بھر تک ناچ گانوں کے چرچے رہے۔ کنبہ [illegible] والوں نے خوب دھومیں اڑائیں اور واہ واہ کی۔ بیوی ان باتوں کو سن کر خوب چونکیں۔ اگرچہ کنبہ والوں میں بہو کی تعریف ہوئی اور ناک کٹوں بڑھ گئی۔ لیکن جب اس شادی کے ختم ہونے کے بعد ہی قرضداروں کے تقاضے شروع ہوئے۔ نالشوں کا بازار گرم ہوا۔ ساری جائداد تباہ ہوئی۔ گاؤں نیلام کر دیئے گئے۔ اور تنخواہ کا ایک حصہ قوت بسری کے لئے ملنے لگا۔ اب فاقوں کی نوبت آگئی۔ ہر وقت میاں بیوی میں لڑائی رہنے لگی۔ آرام کی زندگی ختم ہو گئی اور تلخی کو چھوڑ گئی۔ اور تنگی کی تنگی الگ رہی۔ نئے بیوی کا مزاج گرم ہے تو دونوں چشموں میں ذلت کی وجہ سے میاں کا [illegible] بیٹھے۔

[illegible] اس شادی سے گھر کی بھی [illegible] کیا حال کیا ہوا ہے۔ اور یہاں بھی وہی کوفت وہی خیر ہے۔ شادی کے تھوڑے دن بعد سے ہی چشمک شروع ہوئی ہے اس عرصہ میں بیگم صاحبہ کئی بار میکے بھی رہ آئی ہیں۔ کل پھر تشریف لے گئی ہیں۔ دونوں ناراض ہیں۔ میاں کو بیوی کی صورت [illegible] پسند نہیں۔ بیوی کو میاں کی ادائیں مرغوب نہیں۔ جس دن سے شادی ہوئی ہے [illegible] ایک دن بھی چین آرام سے نہیں گذرنے دیا۔

[illegible] میاں صفائی پسند تعلیم یافتہ نئی روشنی [illegible] فریفتہ۔

نتیجہ یہ ہوا کہ بیوی نے (میاں کی بے اعتنائی اور تنک مزاجیوں کی وجہ سے) میکے میں رہنا [illegible] میاں نے [illegible] کے ساتھ تعلقات پیدا کر لئے۔ جائداد تو تباہ ہو ہی چکی تھی [illegible] گیا گھر میں جھاڑو دھر گئی۔ عیاشی نے اور بھی زیادہ قرضدار کر دیا۔ طرح طرح [illegible] میں مبتلا ہو گئے۔ جس کے باعث روزگار بھی جاتا رہا۔ اور پیسہ پیسہ کو محتاج

یہ جو کچھ آپ کی آنکھیں دیکھ چکی ہیں معاشرت کی خرابی ہے۔ رسم و رواج کا خونی ہاتھ ہر شخص کا گلا گھونٹتا ہے۔ تاکہ ہر جگہ ہوشیار ذلیل و رسوا اور تباہ کرتی ہے۔ اللہ جل شانہ نے صاف ارشاد فرمایا ہے ولا تبذر تبذیراً۔ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطان لربہ کفوراً لیکن اس خداوند اصول کو کوئی نہیں دیکھتا۔ اور ہر شخص نام و نمود پر مرتا ہے۔ ہندوستان کا کوئی آدمی۔ خواہ مولوی ہو یا مفتی۔ عالم ہو یا فاضل۔ حافظ ہو یا صوفی۔ مغربی اثر پذیر ہو یا دقیانوسی (غرض) کوئی گھر ایسا نہیں جو شادی بیاہ وغیرہ رسموں پر اپنی چادر سے زیادہ ہاتھ پاؤں نہ پھیلائے کسی کے ہاں زیادہ ارمان نکلتے ہیں کسی کے ہاں کم لیکن محفوظ ایک نہیں۔ ہندوستان کی تباہی و محتاجی کا سب سے بڑا عنصر رسم و رواج کی پابندی۔ اور احکام شریعت کے خلاف عمل ہے کسی دل میں پابندی رسوم کے آگے مذہب کا مطلق خیال نہیں۔ بلکہ رسم و رواج کے محاذی اگر قرآن و حدیث بھی ہو تو ہیچ سمجھا جاتا ہے اور کچھ پروا نہیں کی جاتی اگر ہم کو دنیا میں رہنا ہے اور انسان بنکر اشرف المخلوقات کے تخت پر بیٹھنا ہے تو اپنے ایک ہاتھ میں قرآن و مذہب کو رکھیں اور دوسرے ہاتھ میں دنیا کو ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ اپنی زندگی کو مذہبی زندگی بنا دیں جس سے دین و دنیا کے فوائد حاصل ہوں۔ اگر ہم کو اپنی اصلاح کرنی ہے۔ زندگی کی غرض و غایت کو سمجھنا۔ کچھ ہو کر رہنا اور کرکے دکھانا ہے تو کلوا واشربوا ولا تسرفوا۔ کو اپنا نصب العین بنا لیں۔ دولت کے بہترین مصارف پر نظر ڈالیں۔ جا و بیجا کا خیال کریں تو ہم بھی اس لائق ہو سکیں گے کہ ہمارا نام زندہ اقوام کی فہرست میں لکھا جائے۔ ورنہ غلامی اور محکومیت ہو گی۔ اور ہم۔

راہ ترقی میں سب سے پہلے جس چیز کے ترک کرنے کی ضرورت ہے وہ رسم و رواج اور تقلید کی بندشیں ہیں۔ قوموں کی تباہی و بربادی کا پیش خیمہ تقلید و پابندی رواج ہے اس لئے ضرور ہے کہ ہم اس پابندی سے آزاد ہونے کی کوشش کریں لیکن افسوس ہے کہ اس طرف کسی کو خیال نہیں بلکہ قوم کے لیڈر بھی (جو دعوے اصلاح کرتے ہیں) اسی قید خانہ میں مقید نظر آتے ہیں وہ قوم کیسے ترقی کر سکتی ہے جس کے مصلح خود مریض ہوں جن میں قال زیادہ ہو اور حال کچھ نہیں۔

وہی وجود جو ایک وقت اسٹیج پر جامۂ اصلاح پہنے کھڑا تھا۔ اور اس کی زبان نصیحت و اصلاح اور ترقی پر چل رہی تھی۔ دوسری دفعہ عمل کے وقت خود قابلِ نصیحت نظر آتا ہے۔

ہماری سب سے بڑھ کر بدنصیبی جو ہے وہ یہ ہے
کہ بے پروا ہیں وہ بھی قوم کے جو آج ہیں لیڈر

میرے ایک مشفق دوست بھی بڑے لکچرار سپیکر ہیں۔ ان کی زبان ہمیشہ اصلاحِ معاشرت۔ قومی مرثیوں اور وعظ پر چلا کرتی ہے لیکن جب خود ان کے ہاں شادی ہوئی تو بارہ دن تک دعوتیں ہوئیں۔ اور ناچ گانے کی مجلسیں گرم رہیں میں بھی مدعو تھا۔ اور میرا خیال تھا کہ ان کی ایک زبان ہوگی۔ اور وہی جسم جس کی زبان پر اصلاح اصلاح تھی عمل بھی ویسا ہی ہوگا لیکن مشاہدہ نے یقین دلا دیا کہ وہ محض قال تھا جس میں دوسروں کو نصیحت تھی اور خود کو فضیحت۔ دوسروں پر اصلاح معاشرت کی تلقین تھی اور وہ خود ترقی کی بنیادوں کے کھوکھلا کرنے میں کوشاں۔ افسوس۔ میں نے ان سے عرض کیا "مہربان من۔ اب وہ تقریر کہاں گئی۔ جو اصلاح معاشرت پر پُرزور الفاظ میں مرعوب کرنے والے لہجہ میں دی جایا کرتی تھی۔ اب وہ خیالات کس کونے میں محبوس ہیں جو دوسروں کو آسمان ترقی کا ستارہ بننے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ اب وہ علم کس تنگ زندان میں مقید ہے۔ جو دوسروں کیلئے ناصح و واعظ اور خود کے لئے باعث فضیحت ثابت ہوا۔ اب وہ اقتصادیات و فلسفہ کے اصول دماغ کے کس کونے میں معتکف بیٹھے ہیں جن کی بعض بعض باتیں اکثر کانفرنس کے اسٹیج کی طرف سے گوش زد ہوتی تھی۔ بہت اصلاح اصلاح کے پھریرے تھے۔ اب کیوں تدبیر اصلاح نہیں۔ بہت دوسروں کی حالت پر مرثیے پڑھتے تھے۔ اب آپ کی حالت ایسی ہوگئی کہ آپ کے منصوح آپ پر مرثیہ خوانی کریں۔ کیا یہی تدبیر ہے جس سے فلاح ممکن ہے۔ کیا یہی وہ عمل ہے جس کی قوم کو تعلیم دی جاتی تھی۔ کیا یہی زبان کے ان جواہر ریزوں کا ماخذ ہے جو ملک و قوم کی ترقی کے واسطے معدن دماغ سے برآمد کئے جاتے تھے۔ کیا آپ کو آکسفورڈ کالج کے لکچراروں نے یہی اصول تلقین کئے تھے کہ تم اپنے کردار کو گفتار سے ہمیشہ مختلف رکھنا۔ کیا آپ اپنے اس عمل کو انسان کے لئے طرۂ افتخار یقین کرتے ہیں۔ کیا آپ کو آپ کی گون عالیت

دوستدار فضیلت یہ باور نہیں کراتی کہ آپ سے اس کردار کا آپ کی بدنصیب دو... خاندان قوم پر کیا اثر پڑیگا۔ کیا یہی وہ انتہائی تدبر و تعقل کی تعلیم ہے جو اس وقت میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں؟" فرمایا کہ "یہ سب کچھ بجا ہے۔ لیکن مجبور ہوں کہ گھر والی نے ایک نہ سنی ہر چند سمجھایا لیکن میری سب تقریر بیکار گئی۔ اور مجھکو رسم و رواج کی پابندی کرنی پڑی۔ اگرچہ چند روز کا قرضدار ہو گیا۔ لیکن ایسے بھی کنبہ والوں اور رشتہ داروں کی زبان پر یہی ہے کہ امید کے موافق شادی نہیں کی عزت کا کچھ خیال نہیں ہے۔ کنجوسی کی۔"

تعلیم یافتہ میاں کا حال بیوی کے ہاتھوں مجبور ہونے میں آپ کی آنکھوں نے دیکھ لیا۔ نظر بریں حالات ہم کو اپنا فرض سمجھنا چاہیئے۔ کہ اپنی گھر والیوں کو عاقبت اندیش بنانے کی کوشش کریں۔ اور اس لائق بنائیں کہ ہمارے ساتھ وہ بھی اصلاح و ترقی میں کوشاں ہوں اور ان کی نظریں ہمیشہ "ولا تبذر تبذیرا" پر رہیں۔

خاندانوں کی بربادی۔ دولت و جائداد کی تباہی میں سب سے بڑا جو عنصر کام کر رہا ہے۔ وہ عورتوں کی جہالت، کم عقلی۔ اور (نتیجہ غلامی) خیال ناک ہے۔ اگر عورتوں کو تعلیم دلوائی جائیگی تو اس کا لازمی نتیجہ ہوگا کہ ہندوستان بھی جو اب خوشحالی اور فارغ البالی میں محتاج و لاچار فقیر بنا ہوا ہے اس کا ہر فرد بشر متمول ہو جائیگا۔

عورتوں کی تعلیم کا یہ نتیجہ جس کو بار بار دہرایا جا چکا ہے یہ ہوگا کہ ہماری معاشرت درست ہوگی۔ گھر کا منتظم بیوی سے زیادہ کوئی نہیں ہوتا۔ جبکہ بیوی میں اتنی قابلیت ہی نہ ہوگی تو انتظام کیا کریگی؟ معاشرت کیسے درست کریگی؟ گھر کے ماہواری خرچ کا کیونکر حساب اور نقشہ بنائے گی؟ اولاد کو کیسے عمدہ اصول پر تربیت دیگی؟ بارہا دیکھا گیا ہے کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ جو ہیں ان کی تربیت خراب ہوئی تھی ان کی نہ معاشرت ہی درست ہے نہ اخلاقی حالت۔ اس سے ہم کو اپنے واسطے اور ملک و قوم کی ترقی کے واسطے ضرورت ہے کہ جہانتک اسلام حکم دیتا ہے۔ طبقہ اناث کو آزادی دیں اور تعلیم نسواں کے معاملہ میں عملی کوشش کریں۔ تاکہ رسم و رواج کا ڈاکو ہلاک ہو اور ہندوستان کی دولت

ما ہوگا اوران کی زبان پر دست کند اسعد را بسود اسے آزاد۔

ہر قوم کی ترقی اس کے طبقۂ نسواں کی لیاقت وقابلیت پر منحصر ہے۔ جبکہ چراغ میں تیل ہی نہ ہوگا تو روشنی کیسے ممکن ہے۔ مشاہدہ شاہد اور تجربہ گواہ ہے کہ عورتیں رسم و رواج کی ادائگی اور اپنے عزائم میں بڑی مستقل مزاج ہوتی ہیں۔ اور اس معاملہ میں مردوں کی کچھ پروا نہیں کرتیں۔ جب ان کو تعلیم دلوائی جائیگی۔ ان کے سامنے خطیب (عورتیں) خطبہ دینگی۔ یعنی علی ملک ہزاروں متمول خاندانوں کی تباہی کے واقعات سنائے جائینگے۔ آغاز اسلام کی معاشرت سے ان کے دل و دماغ کو آشنا کردیا جائیگا۔ یوروپ و امریکہ کی مثال عدل و انصاف اور مساوات ابتدائی حالت کا فوٹو دکھایا جائیگا تو ان کو بھی ترقی کا شوق ہوگا۔ مسلمانوں کو حقیقی مسلمان بنانے کی خواہش ہوگی۔ اور سنت نبوی کی پیروی کی امنگ۔ انہی کی مدد سے ہماری ہیئت اجتماعی درست ہوگی۔ اور جمہوری کو تقویت۔ انہی کے غور و فکر سے ہماری داخلی و خارجی انتظامات درست۔ اور علمی و تمدنی حالت عمدہ و بہتر ہوگی۔ انہی کی توجہ کی وجہ سے ہمارے معارف مذہبیہ کا حلقہ وسیع اور مذاکرہ دینیہ کا دائرہ حاوی ہوگا۔ یہ عورتوں کی جہالت ہی کا نتیجہ ہے کہ شادی کے بعد بہت کم ایسے تعلیم یافتہ ہوتے ہیں جن کو علمی زندگی کا شغف رہا ہے ورنہ پیچ در پیچ دراز زلفوں کے اسیر ہو کر علمی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور قومی امور سے قطع تعلق کر لیتے ہیں۔ جب لڑکیاں بھی تعلیم یافتہ ہونگی۔ ان کو بھی اپنی ترقی کا خیال ہوگا تو علاوہ ان کی توجہ کے لاکھوں روپیہ جو فضول رسم و رواج کی نذر ہوتا ہے۔ بربادی سے محفوظ ہو کر بیت المال کی زینت ہوگا جس سے ہماری مفلس و فلوک الحال قوم اپنی تعلیمی حالت درست کر سکیگی۔ اور تعلیم یافتہ افراد جو قلت معاش کی وجہ سے اکتشافات علمیہ سے مجبوراً درخدمات قومی سے محروم رہتے ہیں ضروریات منزلی و بیرونی کے انتظام داخلی سے فارغ ہو کر خدمت قوم و ملک میں مشغول ہونگے۔ ملک میں سینکڑوں ایسی تصانیف ہیں جن کو مصنف بوجہ ناداری طبع نہیں کرا سکتے جب دولت اسراف بیجا سے محفوظ رہیگی تو وہ علاوہ سینکڑوں علم دوست حضرات کی مدد کے قومی ترقی کا باعث ہوگی جس میں ہزاروں انجمنیں پیدا ہوئیں اور بے کسی ہوئی رخصت ہوئیں۔ فقط

"حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے کملا گئے"

قوم کے ہزاروں لاکھوں مسکین غریب یتیم، لاوارث ایسے ہیں جن کو علم کا شوق ہے لیکن مجبور ہیں کہ محتاج ہیں کسی کی مدد کے خواستگار ہیں، مگر افسوس کہ کوئی ان سے ہمدردی نہیں کرتا۔ اور وہ بیچارے اپنے ذوق علمی کو دل ہی میں لئے زیر خاک دفن ہو جاتے ہیں۔ اور بجائے اس کے شادی کی فضول رسموں میں دولت خرچ کی جاتی ہے اور تباہی کے وقت یہ کہا جاتا ہے "گھر والی نے ناک میں دم کر دیا" اگر تعلیم نہ دی۔ اور آزادی سے محروم رکھا تو ابھی دیکھا کیا ہے؟ آنکھیں وہ منظر دیکھنے والی ہیں جو چشم فلک نے بھی کبھی نہ دیکھا ہو۔

وقت ہے اور ہماری ترقی کیلئے بہتر ذریعہ یہ ہے کہ طبقہ نسواں کو آزادی دیدیں۔ تاکہ ان کی گود سے ہر لڑکا گوکھلے و تلک۔ حالی و نذیر۔ سید و محسن۔ وقار و اقبال، ظفر و کلام۔ حسرت و نعمان پیدا ہو۔ اور ہر لڑکی سروجنی نائیڈو۔ ماری کوری۔ اسٹ اسٹون۔ میڈم میرکور۔ اینی بسنٹ و حمیدا عنصمہ والعار و حفیہ پیدا ہو اور ہماری درماندہ قوم کو اپنے بل بوتے پر کھڑے ہونے کے لائق بنانے میں سرگرم و منہمک ہو ورنہ بغیر آزادی نسواں کے ہمارا یہ خیال محض بے سود۔ اور اس بیوقوف و نادان بڑھیا کا سا ہوگا جو اپنے ضعیف دست و پا اور ناتواں و کمزور اعضا پہ افسوس کر کے جوانی کے دن یاد کرے ٭

خاکسار

زاہد غفرلہ

دیوان حسرت موہانی

مکمل، حصہ اول و حصہ دوئم مع ضمیمہ یعنی ۱۸۹۴ء سے ۱۹۱۶ء تک کا کلام۔ قیمت صرف بارہ آنہ

مینجر "تمدن" نیا گاؤں لکھنؤ

سوسن

(از سید محمد اسمٰعیل صاحب رسا ہمدانی گیاوی)

اک دن جو مضطرب ہوا پہلو میں دل مرا　　　جی چاہا چل کے کیجئے نظارہ باغ کا
سیر چمن سے دل مرا بشاش ہوگیا　　　سبزہ کی وہ مہک تھی گلستان کی وہ فضا

سوسن پہ صحن باغ میں جوبن غضب کا تھا
رنگ اسمیں ہو بہو مسی مالیدہ لب کا تھا

سوسن سے بڑھ کے پھول چمن میں شباب میں　　　ہیں دس زبانیں اک دہن لاجواب میں
سایہ ہے زلف یار کا جام شراب میں　　　یا سنبلہ کا عکس پڑا آفتاب میں

رکھدی زبان آہو نے نیلم کے جام میں
یا کاسنی کا پھول لگایا ہے دام میں

اے عندلیب یوں نہ چہک ہوشیار ہو　　　ڈر ہے کہ راز گل نہ کہیں آشکار ہو
خاموش رہ زیادہ نہ اب بیقرار ہو　　　ہردم برنگ ابر نہ یوں اشکبار ہو

سوسن زبان دراز ترا راز کہہ نہ دے
گلچیں سے سارا حال یہ غماز کہہ نہ دے

آہستہ صحن باغ میں چلتی ہے کیوں صبا　　　غنچہ چٹک کے زور سے دیتا ہے کیوں صدا
دل چاک ہے لبوں پہ گلو نے نہیں نکا　　　بلبل چمن میں رہتی ہے پھولوں سے کیوں جدا

سوسن نے سارا گلشن چمن کو ڈرا دیا
فطرت نے باغ میں ہے یہ خنجر لگا دیا

سوسن زباں دراز اگر ہے ہوا کرے　　　چالاک حیلہ ساز اگر ہے ہوا کرے
غماز چالباز اگر ہے ہوا کرے　　　بلبل کو احتراز اگر ہے ہوا کرے

صورت ہے دلفریب تو سیرت غضب کی ہے
تصویر یار کے مسی مالیدہ لب کی ہے

ہند بنت عتبہ رض

عرب جاہلیت میں جو فضائل مردوں کے زیب و زینت کا باعث تھے ان میں عورتیں بھی نسبت اشتراک رکھتی تھیں۔ مردوں کی طرح وہ بھی دماغ رکھتی تھیں اور اس میں عقل و دل رکھتی تھیں اور اس میں جذبات۔ زبان رکھتی تھیں۔ اور اس میں نطق۔ غرض یہ کہ بحیثیت مجموعی اگر وہ مردوں کے ہم پلہ نہ تھیں۔ تو کوئی بڑا امتیازی فرق بھی نہ تھا۔ مرد اگر اپنی لسانی سے دلوں میں ہیجان پیدا کر دیتے تھے تو عورتیں بھی اپنی تقریر سے اُن کے جذبات میں ایک تلاطم بپا کر دیتی تھیں۔ ان کے "رزمیہ اشعار" اگر ایک مرد کو صف شکن بنا دیتے تھے تو ان کی رجز خوانی بھی اس کو اپنی جان پر کھیل جانے کے لئے مستعد کر دیتی تھی۔ ان کے آگے لوہا پانی تھا۔ تو ان کے آگے پتھر موم۔ ان کو اگر سیف زبان کے بل پر تسخیر عالم کا دعوے تھا۔ تو ان کی دلاویز گفتگو بھی مسحور کر لینے کی مدعی۔ وہ اگر اپنی عقل و دانش سے تل اوٹ پہاڑ دیتے تھے تو یہ اپنی فہم و ذکا سے اس کی تہ تک پہنچ جاتی تھیں۔

بہر حال صنف قوی کی طرح یہ بھی عقیل، فہیم اور صائب الرائے تھیں۔ ان میں بصیرت و دانائی تھی۔ وہ اپنے ہونیوالے انجام پر خوب غور کر لیتی تھیں۔ اور اس کے بعد نتیجہ نکال کر رائے قائم کرتی تھیں۔ اور اس قسم کی ایک نہیں تاریخ پر نظر کیجئے تو ایسے اصحاب ہزاروں خواتین ایسی پائیں گے جو اپنے افعال، اعمال، اپنی حسن تدبیری اور انتظام، اپنی بہادری اور شجاعت اپنی گویائی اور طاقت کے باعث اس کی زینت کا سبب ہیں۔ ان ہی خواتین میں ایک لطیف فرد "ہند بنت عتبہ" ہیں۔ جو اپنی فکر رسا اور نازک خیالی، اپنی طباعی اور ذہانت اپنی اولوالعزمی اور لیاقت کی وجہ سے ان تمام خوبیوں کا مجموعہ تھیں۔ اس وقت میں صرف ان کی مآل اندیشی کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔ جس سے ان کے جزرس ہونے کا اچھی طرح پتہ چلتا ہے۔ جب ان کے والد نے ان کی شادی کے متعلق ان سے دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں اس وقت تک اس

معاملہ میں اپنی کسی رائے کا اظہار نہیں کرسکتی۔ جب تک کہ میں اس منتخب شخص کے حالات سے نہ مطلع ہولوں جس کے ساتھ میری آیندہ زندگی اور مسرت وابستہ ہونیوالی ہے۔ ان کے والد نے کہا کہ وہ دو شخص ہیں جو تمہاری شادی کے خواہشمند ہیں۔ ان میں ایک تو ذی ثروت۔ ذی عزت اور وسیع المعاش ہے اگر تم اس کی اطاعت کروگی تو وہ تمہارا حلقہ بگوش رہیگا۔ اگر اس سے بچوگی تو تمہاری حیثیت بانو کی ہوگی۔ اس کے گھر بار اس کے مال و دولت سب پر تمہارا قبضہ اور تمہاری ہی حکومت ہوگی۔

دوسرا شخص وجیہ اور عالی شان ہے۔ نسب کے لحاظ سے فضل اور عقل و دانش کے اعتبار سے ممتاز ہے۔ طبیعت غیور ہے۔ بڑے سے بے خبر نہیں ہوتا۔ اپنے گھر والوں پر اپنا رعب قائم رکھتا ہے۔ ہند نے کہا پہلے شخص کے ساتھ تو عورت کی زندگی برباد ہوجائیگی۔ اگر اس میں سرکشی پیدا ہوگئی تو نرم نہیں ہوسکتی۔ اور جب اس کا شوہر خود اس کی اطاعت کریگا۔ تو وہ اس کے زیر اثر نہیں رہ سکتی اور نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ بے خوف اور من مانی جو چاہیگی کرسکے گی۔ اگر اس سے کوئی اولاد پیدا ہوئی تو احمق ہوگی اور اگر سمجھدار ہوگی تو عقل سے۔ غرض میں ہرگز ایسے شخص کے ساتھ شادی نہ کرونگی۔ اور آپ کی مہربانی ہوگی اگر آپ اب میرے سامنے اس کا نام بھی نہ لیں گے ہاں دوسرا شخص البتہ ایک شریف اور پاکدامن عورت کے لئے موزوں شوہر ہے اور میں ایسے اخلاق والے شخص سے شادی کرنا پسند کرتی ہوں۔ لیکن اب یہ بتا دیجئے کہ یہ ہیں کون؟ ان کے والد نے کہا وہ "ابو سفیان" ہیں۔ چنانچہ انہیں کے ساتھ ہند کی شادی ہوگئی۔ اور ان سے حضرت معاویہؓ پیدا ہوئے جو سلطنت بنو امیہ کے بانی مبانی تھے۔ شادی کے بعد یہ اپنے شوہر ابو سفیان کے ساتھ جنگ احد میں بھی شریک تھیں جس طرح یہ عقلمند تھیں۔ اسی طرح ایک قوی دل بھی اپنے پہلو میں رکھتی تھیں۔ اس جنگ میں جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے تو یہی تھیں جنہوں نے ان کا جگر چبا ڈالا تھا اور ان کا مثلہ بنایا تھا۔ اس جنگ میں یہ اپنے قومی جوش میں مسلمانوں سے لڑنے کے لئے اپنے آدمیوں کو جنگ پر

ابھارتی تھیں اور رجزیہ اشعار پڑھ پڑھ کر ان کے دلوں میں قومی حمیت کو برانگیختہ کرتی تھیں۔ خود اور بہت سی عورتوں کے ساتھ یہ پڑھتی جاتی تھیں اور ان کو ہمت دلاتی تھیں

نحن بنات طارق ۔ نمشی علے النمارق
ان تقبلوا نعانق ۔ او تدبروا نفارق
فراق غیر وامق

فتح مکہ کے بعد یہ مسلمان ہوئیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔

جس طرح پہلے اسلام کی دشمن تھیں۔ اسی طرح بیعت کے بعد اس کی دوست ہوگئیں۔ اپنے بتوں کو توڑ دیا۔ اور کہا کہ تم نے مجھے بہت دنوں تک فریب میں رکھا۔ جس وقت آنحضرت صلعم ان سے بیعت لے رہے تھے اور بیعت کے متعلق ہدایات فرماتے تھے۔ تو یہ بھی نہایت متانت اور ہوشمندی سے جواب دیتی تھیں جس سے ان کی ذہانت اور حاضر جوابی کا بہت اچھی طرح پتہ لگتا ہے جس وقت یہ آنحضرت صلعم سے بیعت کرنے کے لیے آئیں۔ منہ پر نقاب پڑا ہوا تھا۔ بیعت کر چکنے کے بعد نقاب اٹھا دیا اور کہا یا حضرت میں ہند بنت عتبہ ہوں۔ پہلے میں سب سے زیادہ آپ کے خیمہ کی ذلت و رسوائی چاہتی تھی لیکن اب مجھے سب سے زیادہ محبوب آپ کا خیمہ ہے۔

ان سب واقعات سے ان کی لیاقت، ذہانت، شجاعت، آل اندیشی، صائب الرائی کا کافی اندازہ ہوتا ہے۔

قمر المحسن

ضروری گذارش "تمدن" بلا طلب جن حضرات کی خدمت میں نمونتہ یا کسی عزیز دوست کی تحریک سے پہنچے براہ کرم فوراً اپنے ارادہ خریداری سے مطلع فرمائیں ورنہ خاموشی رضامندی سمجھی جائیگی اور دوسرے ماہ میں ان کا نام درج رجسٹر کر کے تیسرے ماہ کا پرچہ بذریعہ وی پی بھیجا جائیگا جس کا وصول کرنا ان کا قومی اور اخلاقی فرض ہوگا۔ منیجر

جلوۂ حسن

اے حسن کی مورت۔ اے خوبصورتی کی دیبی۔ اے رشک پیلے۔ جو تجھ کو دیکھ لیتا ہے وہ مجنوں ہو ہی جاتا ہے۔ تیرے کیسے کیسے دلفریب نام ہیں۔ مہ وش، مہ طلعت، لعبت چین، بت سیمیں، صنم دلربا، گل رخسار، شمعرو اور سیم تن، نازنین، سنگدل، بے مہر کے القاب بھی کیسے دل آویز ہیں، ہاں ہم تجھ سے ایک صادق المحبت کو عشق ہے۔ کیوں ہے؟ تیری عصمت کی وجہ سے ایک شاعر کے خیال میں تیرا دہن نہ ہونا اس بات کا شاہد ہے کہ تو نے کبھی بات چیت نہیں کی تیری کمر نہ ہونا اس امر کا گواہ ہے کہ کوئی تجھ سے ہم آغوش نہیں ہوا۔ تیرا وصل میسر نہ ہونا تیری عصمت مآبی کے سوا اور کیا سبب ہو سکتا ہے؟ اے وفادار معشوق! بے شک اس لحاظ سے حور وش کہلانا تیرا حق ہے کہ لم یطمثھن انس قبلھم ولا جان۔ بیشک قمر طلعت کہنا تیرے لئے سزاوار ہے۔ کہ چاند کی طرح کسی کے ہاتھ نہیں آتا۔ بیشک تو قابل قدر کیا قابل پرستش اس وجہ سے ہے کہ عصمت کی دیبی ہے۔ تجھے یونہیں بت نہیں بتایا گیا نہ بلاوجہ بت سیمیں، صنم دلربا، لعبت چیں تجھے نہیں کہتے ہیں۔ بے سبب گل رخسار، گلرو کے نام سے تو موسوم نہیں ہے۔ تجھ میں خودداری کا وصف، حیا کا رنگ، وفا کی بو ہے۔ تو اس قابل ہے کہ بت کی طرح تری پرستش کی جائے۔ مگر تیری پرستش کے لائق وہ دل نہیں جس میں تیری محبت کا نقش فی الحجر نہ ہو۔ اس کو تیرا عشق نہیں جو پروانہ کی طرح جل کر اپنے کو فنا کرنے کے لئے آمادہ نہ رہے۔ جن کے دلوں پر تیرا رنگ نہ چڑھے۔ جن کے دماغوں میں بوئے وفا نہ ہو۔ وہ تیرے عاشق نہیں حیوان مطلق ہیں کہ "ہر دم بر گلے دیگر سرایند" بیشک تو ایسے عشاق کے حق میں سنگدل ہے۔ ان کے ساتھ بے وفائی عین وفاداری ہے۔ یہ تیرے عاشق کیوں ہونے۔ خود غرض ہیں۔ ہوس باز ہیں۔ تجھے بدنام کر دیتے ہیں۔ اگر ایسے بوالہوس عشاق کا کوئی

وفادار معشوق ہے۔ تو وہ معشوق اور باعصمت معشوق نہیں ہے۔ ایسے حسین کو عورت کیوں کہیں جو دو رخ کا شعبدہ ہو ہوس بازی کا کام عشق نہیں ہے من عشق وعف وکتم ومات فقد مات شہیدا۔

قابل قدر وہی حسن ہے جس میں عصمت کی چاشنی ہو۔ جو ناز جبین کی پیشانی پر چڑھ نہیں کر چکے۔ ورنہ بہت سے خوبرو موذی جانور اور خوبصورت درندے ہیں کہ ان کو اگر کوئی چاہے تو اس کے آگے جاوے۔ عشق مجازی سے عشق حقیقی حاصل ہوتا ہے المجاز قنطرۃ الحقیقۃ مگر عشق سچا اور پاکبازانہ ہو بہت سے واقعات گذرے ہیں جن سے مجازی حقیقی عشق کی کراماتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ اور جھوٹے عشق کی ذلتوں کے افسانے بھی سنے گئے اور دیکھے جاتے ہیں۔ اس پر بھی اگر کوئی حسن کو عفت کی نظر سے نہ دیکھے۔ تو دنیا اس کو ذلت کی نظروں سے دیکھیگی۔ ایک صادق القلب عفت فروش حسن کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا قیس نے لیلے کے سوا کسی کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھا۔ کوہکن نے شیرین ہی کے عشق میں سر پھوڑ کے جان شیرین دیدی۔ حضرت یوسفؑ نے زندان کو زلیخا کی عشرت سرا پر ترجیح دی حضرت سلیمانؑ وبلقیس کا سچا عشق دنیا میں قابل ستائش ہے۔ جو لوگ ہوس بازی میں مبتلا ہوتے ہیں بدنامی کے سوا ان کے ہاتھ کچھ نہیں آتا۔

سید غلام مصطفےٰ ذہین

آپ گھر بیٹھے انگریزی سیکھ لیجئے

اگر آپ انگریزی زبان جلدی عمدہ طور سے اور آسانی کے ساتھ سیکھنا چاہتے ہیں تو فوراً ٹنڈن صاحب کا انگلش ٹیچر پڑھیے اس کی جانچ سررشتہ تعلیم کے بڑے بڑے افسروں نے نہایت غور سے کی ہے اور اعلیٰ رائیں تحریر فرمائی ہیں یہ کتاب اس شرط پر فروخت ہوتی ہے کہ اگر تمام انگلش ٹیچروں سے عمدہ اور مفید نہ ہو تو قیمت واپس اور کتاب مفت۔ قیمت صرف ایکروپیہ ۸ محصول ۳ دو جلد ونیز محصول معاف۔ ملنے کا پتہ

مینیجر کارخانہ ٹنڈن برادرس ۹ آگرہ شہر

خدا اور خدائی

ناظرین تمدن واقف ہیں کہ جناب سید علی صاحب آشفتہ نے عرصہ ہوا تمدن میں شعراء عرب کے سالانہ مشاعرے کا مفید سلسلہ شروع کیا تھا مگر جب سے جناب آشفتہ صاحب دہلی جاکر جناب حاذق الملک حکیم اجمل خاں صاحب کے حلقۂ تلامذہ میں داخل ہوئے اُس وقت سے آپ نے اپنے اس مفید سلسلہ کو ملا خواجہ الیاس صاحب کے سپرد کردیا جو اس وقت تک نامکمل ہے۔ گو آپ کی مصروفیتیں آپ کو مضمون نگاری کے علمی شوق کو جاری رکھنے کی بہت کم اجازت دیتی ہیں تاہم آپ نے "تمدن" کو قلمی امداد دینے کا پختہ وعدہ کیا ہے اور اس وعدہ کے ایفا میں ذیل کا مضمون اشاعت کے لئے بھیجا ہے۔ ایڈیٹر

بظاہر یہ دو لفظیں ہیں جو اپنی آغوش میں دین اور دنیا کا فلسفہ لئے ہوئے ہیں نہ جانے ان سادی لفظوں میں کیا کیا دقائق قدرت مضمر ہیں جن میں ارباب بصیرت کی نظریں ڈوبی ہوئی ہیں۔ عالم کی مایۂ ناز عقلیں ان ہی مختصر لفظوں کی ترجمانی میں صفر محض نظر آتی ہیں۔ مدعیان تکلم کے لبوں پر مہر سکوت اگر لگ جاتی ہے تو اسی اجمال کی تفصیل میں۔ آسمان کمال سے تارے توڑنے والی فکریں اگر بھٹکتی ہیں تو اسی رہگذر میں۔ ارباب بصیرت قدم و حدوث علت و معلول واجب و ممکن جوہر و عرض خالق و مخلوق حقیقت میں یہی وہ چند الفاظ ہیں جن میں کونین کی ہستی کا فلسفہ مضمر ہے دنیا کے تمام مذاہب کے اختلافات کے اصول موضوعہ بلکہ مبادی اصول ان ہی انے گنے چند لفظوں میں پوشیدہ ہیں۔ یہ بسیط موضوع اس سے کہیں زائد محتاج تفصیل ہے جسقدر بھی اس میں خامہ فرسائی کی جائے لیکن میں اس وقت

ناظرین کی خدمت میں اُسیقدر پیش کرسکتا ہوں جتنا مجکو اپنے زمانۂ طالب علمی میں موقع ہے۔

ناظرین سب سے پہلے میں اُس مسئلہ کو پیش کرتا ہوں جو درحقیقت میری رائے میں اختلاف کا سب سے زائد قوی عنصر ہے اور وہ مسئلہ مسئلۂ حدوث وقدم عالم ہے۔ جہاں تک مجھ سے ممکن ہوگا نہایت نیک نیتی اور اجمال کے ساتھ اس مسئلہ پر روشنی ڈالوں گا۔

حضرات! اس میں کوئی شک نہیں کہ سلسلۂ ذوی العقول میں بہترین وہ طبقہ اور گروہ خیال کیا جاتا ہے جس نے دقائق فطرت اور عجائبات قدرت وحکمت پر اس خیال سے گہری نظریں ڈالی ہیں کہ خدا کی دی ہوئی یا فطرت کی ساختہ قوتوں سے اس ہستی کے جلیل القدر راز کو احساس کی روشنی میں لے آئیں تاکہ اصل تکون کے فرائض متعلقہ کی پوری طور سے نگہداشت کی جاسکے اور جو جامہ قامت ہستی کے لیے مناسب ہو وہی قطع کیا جائے۔ چنانچہ قریب قریب ہر گروہ وملت نے بقدر فکر اور بلحاظ اسباب وقرائن یا مشاہدات اور قیاسات بلکہ ہر ممکن طریقہ سے اس میں سرگرمی کی ہے اور اپنی اپنی تحقیق کے مطابق اس دشوار گذار اور پیچیدہ وادی میں صحیح سے صحیح اور مستقیم سے مستقیم جادے تلاش کیے ہیں بس میری رائے میں ان ہی راستوں پر چلنے کا نام مذہب ہے اور درحقیقت یہی فلسفۂ مذہب ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا میں انسان سے زائد وسیع تعلقات اور کسی مخلوق کے لیے نہیں ہیں۔ لہذا اس کو اپنی طرز معاشرت کے لیے ایک صحیح معیار عمل اور ایک موثر قانون بنانے کی عقلاً ضرورت اور سخت ضرورت تھی کیونکہ آیندہ کی تمام ترقیاں اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو اسی پر موقوف تھیں تمام اس سے کہ وہ مادی ہوں یا روحانی۔ اور بیدا سیلیے کہ آزادیوں کی رفتار اعتدال سے بڑھنے نہ پائے اور ایک ایسے معتدل اور مصلح قاعدہ کے زیر اثر ہو کے آگے قدم بڑھائے جائیں جو مستقبل کی ترقی میں کمزوری

نہ پیدا ہونے دے اور انسان کے صحیح جادوں سے قدم نہ بھٹکیں۔ اور یہ سوائے مذہبی قوانین کے اور دوسرے طریقوں میں ممکن نہ تھا۔ چنانچہ اسی ضرورت نے دنیا میں مختلف مذہب اور طریقے قائم کردیے اور ایسا ہونا بھی چاہئے تھا۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ متناقض اور متضاد چیزیں کبھی ایک نہیں ہوسکتیں اور نہ کبھی اُن میں سے ہر ایک صحیح ہوسکتی ہیں۔ لہذا اختلافات اور تلاش حق میں مختلف تحقیقات سے جتنے بھی دنیا میں مذہب بنائے ہیں اُن میں سے اگر صحیح ہوسکتا ہے تو صرف ایک مذہب ہاں یہ ممکن ہے کہ بعض بعض مسائل اپنے اپنے مقام پر صحیح و درست ہوں لیکن اُن کا تصادم غلط کیا گیا ہے جن سے نتائج صحیح نہیں پیدا ہوسکے۔ میرے خیال میں یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کو قریب قریب ہر فرقہ اور مذہب پورے طور سے جانتا ہے اور سمجھتا ہے لیکن افسوس پھر بھی تعصب کے ہاتھ نے آج تک کبھی ایسا موقع نہیں دیا کہ دنیا کے تمام ملل و مذاہب کے ارباب حل و عقد مل کر نہایت نیک نیتی کے ساتھ اپنے اپنے اصول کو دوسروں کے اصول کے ساتھ تعقل کی کسوٹی پر کسیں اور پرکھنے کے بعد اچھائیوں کو اچھائیاں اور برائیوں کو برائیاں سمجھ کے ایک صحیح مذہب کا انتخاب اس غلط مبحث سے کریں۔ بہرحال میں اس خیال کو ایک لاحاصل اور بے ثمر سمجھ کر ترک کرتا ہوں اور حسب الحکم جناب قاری سرفراز حسین صاحب قبلہ نبیہ مجددہ اس وقت فلاسفۂ قدیم کے مذہبی خیالات کو جو درحقیقت بنیاد ان کے ہیں فلسفہ اسلام کے مقابل میں پیش کرتا ہوں اور فیصلہ ناظرین کی بصیرت و انصاف کے سپرد ہے۔

مسئلہ حدوث و قدم

ناظرین قریب قریب تمام مذہب و ملل جہاں تک میرا خیال ہے فلاسفۂ اسلام کی طرح اس بات کے قائل ہیں کہ سوائے ذات اقدس الٰہی کے جتنی چیزیں عالم

سب حادثات زمانیہ ہیں چنانچہ بہت سے فرقے اسکے قائل ہوئے ہیں کہ عالم اول مخلوق ہے سب سے پہلا حادث ہے پیدا کرنے والے نے اُس وقت اسکو پیدا کیا ہے جس وقت سوائے ذات بحت یا صرف ذات مطلق کے اور کچھ نہ تھا بلکہ اکثر ائمہ حکمت اور سرداران فلاسفہ کا بھی یہی مذہب ہے جیسے حکیم تالیس[۱] حکیم انکساغورس حکیم انکسیمانس حکیم فیثاغورث حکیم انبادقلس حکیم سقراط حکیم افلاطن وغیرہ کے اور علاوہ ان حکما کے اور بھی دو تین گروہ ہیں جو اسی مذہب کے قائل ہیں ان حکما کے عہد تک عالم کو کسی نے قدیم نہیں مانا تھا کہ زمانہ نے ورق اُلٹا اور تدبُّر کی آندھیاں اُٹھیں اور ارسطالیس پیدا ہوا یہ پہلا شخص ہے جس نے مسئلہ قدم عالم کی بنیاد قائم کی ہے سب سے پہلے اس نے تحقیق کیا کہ عالم قدیم ہے اور اولیٰ الحرکات ہے اسی نے علت میں بھی قسمیں مقرر کی ہیں علت اولی اور علت ثانوی - اس نے اپنے تحقیق کردہ مذہب بلکہ ساختہ مذہب پر قیاسات اور ظنیات سے بڑی زبردست دلیلیں قائم کرنا شروع کیں یہاں تک کہ اسکے مذہب کا اثر پھیلنا شروع ہوا اور ابتدا اسکے پڑھنے کی اسی کے حلقۂ تلامذہ سے ہوئی چنانچہ حکمِ ازفرودیسی اور تاسطیوس اور فرفوریوس اسی کے قائل ہو گئے ہرقلس نے ایک کتاب جو افلاطون کی طرف منسوب ہے اسی مسئلہ پر تصنیف کی ہے اس میں ارسطالیس کے مذہب پر پوری روشنی ڈالی ہے - خیر بالاختصار یہ کہ اہل اسلام کا عقیدہ اس مسئلہ میں اس وقت تک یہی ہے کہ سوائے ذات وصفات اقدس الٰہی کے اور کوئی چیز قدیم نہیں ہے - اور اہل اسلام میں بھی فرقۂ امامیہ چونکہ صفات کو زائد علی الذات نہیں مانتا اس واسطے سوائے ذاتِ اقدس الٰہی کے صفت قدیم میں

[۱] حکیم تالیس حکیم انکساغورس حکیم انکسیمانس یہ حکما حکمائے ملطیہ سے ہیں حکیم فیثاغورث حکیم انبادقلس حکیم سقراط حکیم افلاطن یہ حکما اثینہ اور یونان سے ہیں -

اور کسی کو بھی نہیں مانتا۔

اسی طرح مسئلۂ عالم اسکے متعلق بھی اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ عالم بالذات و بالصفات دونوں طرح حادث ہے۔ اہل اسلام کے علاوہ اور بھی کچھ ملتیں اسی کی قائل ہیں اور بعض قدماء فلاسفہ بھی۔ لیکن ارسطالیس اور اس کے زیر اثر ایک گروہ قدماء فلاسفہ کا اور متاخرین سے ابی نصر فارابی اور شیخ الرئیس بوعلی سینا عالم کے قدیم الذات اور صفات نہ ہونے کے قائل ہوئے ہیں چنانچہ ابی نصر فارابی اور شیخ الرئیس آسمانوں کے قدیم الذات اور صفات ہونے کے مدعی ہیں اور حرکات افلاک اور اوضاع افلاک میں قدم نوعی تسلیم کرتے ہیں اور سلسلۂ عناصر میں ہیولائی عناصر (مادۂ عناصر) کو قدیم مانتے ہیں لیکن صرف شخصیۃ کے ساتھ قدم کے قائل ہیں اور صورت نوعیہ کو قدیم بالجنسیۃ اور صورت جسمیہ کو قدیم بالنوعیت مانتے ہیں۔

ارسطو کے پہلے جو گروہ حکما کا گذرا ہے جس نے عالم کا قدیم بالذات اور حادث بالصفات ہونا ثابت کیا ہے اس گروہ میں پہلا شخص طالیس ملطی ہے اسکے بعد انکسا غورس اور فیثا غورث اور سقراط اور ثنویہ کے چاروں فرقے مانویہ دیصانیہ مرقونیہ ماہانیہ سب شامل ہیں لیکن اس گروہ میں بھی آگے چل کر اختلاف ہو گیا ہے اور ایک عالم کے جسم ہونے سے انکار کیا ہے پہلا فرقہ جو جسمیت عالم کا قائل ہوا ہے اس میں پھر اختلاف ہوتا ہے اور حکیم طالیس اس بات کا قائل ہوتا ہے کہ عالم کی حقیقت جسم مائی ہے کیونکہ بیشمار مختلف صورتوں کے قبول کا مادّہ اسکے نزدیک سوا پانی کے اور کسی شئے میں نہیں ہوسکتا چنانچہ عالم کے وجود کی شان نزول اسکے نزدیک یہ ہے کہ کچھ حصہ پانی کا جم کر زمین بن گیا اور سب سے پہلے زمین نے ہی کل وجود اختیار کی اور کچھ حصہ لطیف ہو کر ہوا بنا اور پھر پانی کے باہمی جزو ہوا کے ٹکرانے سے آگ پیدا ہوئی اور آگ سے دھواں پیدا ہوا اور

دھویں سے آسمان بنا۔ بظاہر یہ خیال ہوتا ہے کہ طالیس نے اس مذہب کے اختیار کرنے میں توراۃ سے استنباط کیا ہے کیونکہ اُس میں ایک آیت مورخین لکھتے ہیں اسی موضوع پر موجود ہے جس کا عربی میں یوں ترجمہ ہو سکتا ہے۔

ان اللہ خلق جوہرۃ فنظر الیہا نظر الہیبۃ فذابت اجزائہ فصارت ماء ثم ارتفع بخار کالدخان فخلق منہ السموات وظہر علی وجہ الارض زبد فخلق منہ الارض ثم ارساہا بالجبال۔

اور حکیم انکسیمانس اس بات کا قائل ہوا ہے کہ عالم کی اصل و حقیقت (ہوا) ہے چنانچہ وہ اپنے خیالات کی یوں ترجمانی کرتا ہے کہ لطافت ہوا سے آگ پیدا ہوئی اور کثافت ہوا سے پانی اور زمین۔ اور ایک گروہ کا خیال ہے کہ حقیقت عالم دُھواں ہے (دخان) لطافت سے آگ اور ہوا حاصل ہوئی اور کثافت سے پانی اور مٹی اور حکیم انبذقلیطس کی رائے میں حقیقت عالم نار (آگ) ہے اُس کا خیال ہے کہ تمام عالم اور موجودات عالم کا وجود (تکون) کثافت نار سے ہے اور ایک فرقہ ان ہی فلاسفہ میں سے قائل ہے کہ تکون خلقت عالم جوہر محبت سے ہوا ہے جوہر محبت نے جوہر کلّی میں نفوذ کیا اور اشیا پیدا ہونے شروع ہو گئے۔

حکیم انکساغورس اسکی رائے ان سب کے علاوہ ہے اس کی تحقیق میں عالم اجسام غیر متناہیہ کا مجموعہ ہے جس میں ہر نوع کے کروڑوں چھوٹے چھوٹے اجزا باہم متصل ہیں جس طرح گوشت میں یا روٹی میں ہوتے ہیں جس مقام پر یہ کثرت سے مل جاتے ہیں اس تصادم میں جس نوع کے اجزا کی مقدار زیادہ ہوتی ہے اسی نوع کا جسم بن کے موجود ہو جاتا ہے اور بظاہر یہ خیال ہوتا ہے کہ ایک نئی چیز کتم عدم سے بزم شہود میں آ گئی طبقۂ حکما میں میرے خیال میں یہی وہ شخص ہے جو اختلاط میں امتزاج اور عناصر میں استحالہ کا قائل نہیں ہے اسکے ساتھ اسکے تابعین بھی ہیں ایک اور

طبقہ ہے حکمات جو یہ خیال کرتا ہے کہ عالم مختلف الانواع اجسام کا مجموعہ تھا اور مادی ازل میں ایک جگہ ساکن تھا۔ جب [illegible] اس کو حرکت دی تو یہ عالم موجودہ اس صورت موجودہ پر بن گیا۔

حکیم دیمقراطیس کا خیال ہے کہ سب مذاہب غلط ہیں۔ اصل و حقیقت میں عالم کے وہ بے شمار اجزا ہیں جو بہت چھوٹے چھوٹے اور گول گردی الشکل ہیں اور مانتا مختصر ہو سکتے ہیں کہ [illegible] کسی خارجی [illegible] ان کا ٹوٹنا اور کٹنا ناممکن ہے اور یہ سب دائم الحرکت تھے قبل تکون عالم یہاں تک کہ وہ حرکت کرتے کرتے ایک خاص صورت [illegible] ایک شکل بن گئے تو اس صورت موجودہ پر عالم اُن ہی اجزا کے [illegible] بن گیا [illegible] پہلے آسمان بنا آسمان کے بعد عناصر اربعہ بنے عناصر اربعہ کے بعد آسمانوں نے حرکت کی اور اسی حرکت سے عناصر میں باہم امتزاج پیدا ہوا اور مرکبات موجود ہونے شروع ہوئے مثل نباتات جمادات حیوانات کے۔ فرقۂ ثنویہ کا خیال ہے کہ حقیقت عالم نور اور ظلمت ہے۔ ناظرین کرام تمام اختلافات اُس مذہب سے پیدا ہوئے ہیں جو عالم کو حقیقت میں جسم تسلیم کرتا ہے اسی طرح وہ گروہ [illegible] حقیقت عالم کو جسم نہیں تسلیم کرتا [illegible] اس میں بھی اختلافات ہے اور دو فرقے ہو گئے ہیں۔ ایک فرقہ [illegible] ان کے نزدیک عالم کی شان خالق [illegible] ہے کہ قبل تکون عالم پانچ چیزیں [illegible] قدیم تھیں پہلا خدا دوسرا نفس [illegible] ہیولیٰ۔ چوتھا زمانہ پانچواں خلا۔ [illegible] اور کامل الحکمۃ اور کامل العلم تھا [illegible] فیضان عقل ہے جس طرح قرص آفتاب سے فیضان نور ہوتا ہے اور نفس [illegible] بالکل عدیم [illegible] تھا جب تک کوئی چیز اس سے متصل نہ کر دی جائے [illegible] فیضان حیات نفس ہی سے ہوتا ہے۔ اب عالم کے موجود ہونے کا یہ طریقہ ہوا کہ [illegible] کو ہیولیٰ کی طرف ایک خاص جذب ہوا لذات جسمانی حاصل کرنے کے لیے۔ اور

چونکہ خدا کی شان میں حکمت تامہ تھی نفس کو ہیولیٰ سے متصل کر دیا یہاں تک کہ آسمان پیدا ہوئے اور عناصر تیار ہوئے۔ ہیولیٰ و نفس کے اتصال کے بعد حکیم مطلق یا قدیم اول نے عقل اور ذکا کا فیضان نفس پر اس غرض سے کیا کہ آلام و مصائب کا احساس جسم کو ہوئے اور مفارقت آلام ناممکن ہو جائے۔ یہاں تک کہ نفس نے اس امر کا احساس کیا اور اپنی پہلی آزادی کی طرف مائل ہوا تاکہ آلام سے مفارقت حاصل کرے اور تعلقات جسمانی کی زنجیروں کو توڑنے کی عادت ڈالنی شروع کی اس مذہب کے نزدیک جو فلسفہ ہوتے ہیں نفس عالم اجسام سے بے تعلق ہونے کے بعد اپنی نوعیت سابق پر پہنچ جاتا ہے اور علاحدہ کے لیے باقی رہتا ہے۔ یہ ہیں تمام وہ اختلافات جنکے دیکھنے کے بعد یہ فیصلہ بخوبی ہو سکتا ہے کہ عقل اسلام نے اس مسئلہ کی تحقیق میں کہاں تک کامیابی حاصل کی ہے اور دوسروں کی عقلوں کا پارہ حقیقت کی کشتی ڈگر دیں تک چڑھتا ہے۔ اب ہم صرف ایک مختصر سی دلیل اسلامی نقطہ خیال سے اس مقام پر عالم کے حادث بالذات اور بالصفات ہونے پر قائم کرکے اس بحث کو ختم کرتے ہیں اور ارباب بصیرت کے سپرد محاکمہ چھوڑتے ہیں۔

ناظرین کرام جب خود عالم اور موجودات عالم اصول فلاسفہ کے لحاظ سے یا تو سلسلہ جواہر کی ایک کڑی ہے یا سلسلہ اعراض کی۔ لہذا اس تقدیر پر کوئی بھی موجود جوہر یا عرض کے علاوہ نہیں ہو سکتا یقینی طور پر تمام موجود بھی منحصر جوہریت یا عرضیت میں ہونگا اگر جوہر ہوگا تو کسی محل یا مکان میں ضرور پایا جائیگا یا سکون کی حالت میں یا حرکت کی حالت میں کیونکہ کسی شے موجود کا ان دونوں حالتوں سے خالی ہونا ناممکن ہے۔ اور سکون اور حرکت مانی ہوئی بات ہے خود ان ہی فلاسفہ کی کہ حادث ہیں لہذا عالم بر تقدیر جوہریت سوا حادث ہونے کے قدیم نہیں ہو سکتا۔ اب اگر دوسری صورت عرض یعنی عالم کو مقولہ اعراض سے لیں یہ صورت جوہر سے زائد واضح ہے اسلیے کہ تمام اعراض اپنے موجود ہونے میں ہمیشہ جواہر کے محتاج ہوتے ہیں تو پھر عالم بر تقدیر عرضیت کیوں نہ محتاج ہوگا اور بر تقدیر احتیاج حادث ہونا واضح ہے بہتر یہ ہے کہ دیکھیں کہ فلاسفہ نے اپنے لیے آپ پہلے سے جو ہر یوں کی کمندیں کیسی تیار کر لیں۔

فانظروا یا ارباب العلم بالنظر الصائب ولا تکونوا من الغافلین

آشفتہ لکھنوی

تلاش عیش

بسلسلہ ماہ مارچ ۱۹۱۷ء

افسوس ہے کہ گذشتہ نمبر میں "تلاش عیش" کا سلسلہ شائع نہ ہو سکا۔ اس سے ہمارے اکثر ناظرین کو شکایت ہے۔ منجملہ اور حضرات کے ایک ناظرہ کے طرز عتاب نے ہمیں بہت زیادہ لطف دیا۔ آپ نے جناب عبدالوالی صاحب کے ناول کی تعریف کے بعد تحریر فرمایا تھا کہ "اس ناول سے ایک ماہ کا فراق ہی کیا کم ہے کہ آپ نے ایک نمبر میں اسے بالکل غائب ہی کر دیا۔ اور ناول کے دلدادگان کو نیم بسمل چھوڑ دیا۔ لہذا اس ناول کے سلسلہ کو موقوف نہ کر دیجئے گا"۔ ہم اپنے اور جناب عبدالوالی صاحب کی نسبت ان کی مصروفیت کو ناظرین کی زحمت کا زائد ذمہ دار خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ جناب عبدالوالی صاحب کو اپنے اس اخلاقی فرض کا بخوبی احساس ہے۔ جو ایک مضمون نگار کو مضمون شروع کرنے کے بعد اس کے سلسلہ جاری رکھنے کے متعلق ہوتا ہے۔ امید ہے کہ اب جناب عبدالوالی صاحب تمدن کے ناظرین کا خیال کر کے اس ناول کو باقاعدہ تمدن کے پرچوں میں شائع ہونے کے لئے وقت پر عطا کرتے رہیں گے۔ اور کم از کم صنف لطیف کے ایک گروہ کو دماغی تکلیف دینے کے گناہ کبیرہ کے مجرم نہ بنیں گے۔ ہم اپنے ناظرین کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم اسے ہرگز پسند نہیں کرتے کہ کوئی سلسلہ شروع ہو کر نامکمل چھوڑ دیا جائے۔ مگر بعض اوقات ایسے حضرات سے ہمیں اور ناظرین تمدن کو تکلیف پہنچی ہے جن سے کسی صورت میں بھی اس کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔

رہائی کے پانچ سات مہینہ کے بعد مولوی صاحب کو مخت بخار آیا اور کئی روز تک مولوی صاحب بیمار رہے مگر پڑتے تھے۔ اپنی صحت کا بہت خیال کرتے تھے۔ اس لئے کہ صحت انسانیت

کو اسی حالت میں رکھتی ہے بلکہ اس ڈر سے کہ بیماری باعث موت نہ ہو جائے۔ اصل میں وہ موت سے لرزتے تھے۔ اگر ان سے پوچھا جاتا کہ فوری موت تم پسند کرتے ہو یا دس بیس برس ایڑیاں رگڑنا تو دوسری صورت کو پہلی بات پر ترجیح دیتے۔ وہ جینے کے شائق تھے۔ چاہے کیسی ہی صورت سے ہو۔ وہ اپنی بیماری کو دنیا کا اہم ترین واقعہ سمجھتے تھے اور توقع رکھتے تھے کہ ہر شخص اسے ایسا ہی سمجھے۔ ان کا تمام رنج اور غصہ بیماری کے زمانہ میں دور ہو جایا کرتا تھا۔ اور ہر شخص کے سامنے روتے اور گڑگڑاتے تھے۔ کتنے ہی کسی سے ناراض ہوں اگر بیماری کے زمانے میں وہ آ جائے اور ان کی بیماری کو وہ ہی اہمیت دے جو خود ان کے دل میں ہے تو ان کی ناراضگی فوراً زائل ہو جاتی تھی۔ ان کے اعزا اس موقعہ کو غنیمت سمجھتے تھے۔ اور بیماری کے وقت آ کر ان سے ملاپ کر لیتے تھے

اکبر نے بھی مناسب جانا کہ ماموں سے مصالحت کرے۔ اس لئے فوراً اپنی بیوی کو لے کر مولوی صاحب کے ہاں آیا اور دونو میاں بیوی نے بے انتہا ہمدردی اور محبت کا اظہار کیا اور خلوص کے ساتھ ان کی تیمارداری میں مصروف ہو گئے۔ مولوی صاحب نے بھانجے کے آگے ہاتھ جوڑے اور اپنی خطا معاف کرائی۔ اکبر کی بیوی کو یہ بات پسند نہ آئی اس نے جھنجلا کر کہا۔

"آپ ہمارے بزرگ ہیں۔ ایسی باتیں کیوں کرتے ہیں"

مگر موت کا ڈر مولوی صاحب کو بزدل بنائے ہوا تھا۔ انہیں اس وقت نہ اپنی بات کا خیال تھا نہ اپنے درجہ کا۔ جو چاہتا اپنے قدموں پر ان کا سر رکھوا لیتا۔

اکبر اور ان کی بیوی لطیفن سات آٹھ روز برابر مولوی صاحب ہی کے ہاں رہے۔ اس زمانہ میں حسینہ سے بات چیت کرنے کا لطیفن کو بہت موقعہ ملا۔ اپنے دل کی باتیں اس کو سنائیں۔ اس کے قصے خود سنے حسینہ کی زندگی کو اس نے ایک بے سہارا اور بے غرض زندگی دیکھا۔ اس پر اسے تاسف ہوا جو حسینہ کو احساس نہ تھا۔ اس کو جو تکلیف محسوس ہوتی تھی وہ صرف یہ کہ لذات زندگی سے محروم ہوں میرے میاں کی صحبت نہیں کہیں آنا نہ کہیں جانا نفیس نفیس کپڑے جو بنے رکھے ہیں عمدہ عمدہ زیور جو بنوائے ہیں۔ انہیں کس جگہ پہن کے جاؤں۔ اور کس کو دکھاؤں

کسی وقت گانا سننے کو دل چاہتا ہے۔ کیوں کر سنوں۔ کسی وقت ہنسنے بولنے کو گانے بجانے کو دل چاہتا ہے یہ خواہش کیونکر پوری ہو۔ حسینہ کو ظاہرا عیش کی تلاش تھی وہ اسکی بھوکی معلوم ہوتی تھی۔ بلقیس کا عیش سے پیٹ بھرا ہوا تھا۔ اس لیے جس چیز کے لئے حسینہ کا دل بیقرار ہوتا تھا بلقیس کی نگاہ میں بے وقعت تھا۔ بلقیس کی تعلیم عام عورتوں سے بہت زیادہ ہوئی تھی اور اس کا دماغ بھی عام عورتوں سے مختلف تھا۔ وہ بہت بردبار اور بھاری بھرکم تھی عام لطف کی باتیں اس کے دل کو بہت زیادہ خوش نہیں کرتی تھیں۔ اس کا دل ان اشیاء و عناصر کی تلاش میں تھا جو زندگی کو بہتر بناتے ہیں۔ حسینہ کو دیکھ کر اسے جو افسوس ہوا وہ یہ کہ وہ بیچاری ان باتوں کے واسطے مرتی ہے جس سے خود اس کا دل سیر ہو چکا ہے۔ جو اس کے دل میں کسی قسم کا ولولہ اب نہیں پیدا کرتیں۔ اسکو حسینہ پر اسی قسم کا ترس آتا تھا جیسا کہ ایک پیٹ بھرے کو بھوکے پر آتا ہے۔

بلقیس۔ میں کہتی ہوں حسینہ تمہیں بیکار کی باتوں کا کیوں اس قدر زیادہ شوق ہے

حسینہ:۔ وہ بیکار نہیں ہیں۔ آخر ہم بھی چلتی جان ہوں کیوں نہ چاہے دل

بلقیس:۔ دل چاہنے کو میں برا نہیں کہتی۔ مگر ان کے پیچھے دیوانی اتنی کیوں ہو کہ وہ نہیں ہیں تو زندگی کو برباد کیے ڈالتی ہو۔

حسینہ:۔ اچھا نہ ہی آبادی کی کوئی صورت۔ مجھے بتاؤ تم کہتی ہو کہ ان باتوں کے پیچھے زندگی برباد نہ کروں تو زندگی کو آباد کن باتوں سے کروں۔

انہیں دو باتوں سے درست حال ظاہر ہو گئی۔ بلقیس کا جو خیال تھا صحیح نکلا کہ حسینہ کی زندگی بے غرض اور بے سہارا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو انسانی زندگی کا لازمی جزو سمجھتی ہے۔ اور ان کا نہ ہونا اپنے لئے مصیبت خیال کرتی ہے۔

بلقیس:۔ حسینہ میرا دل چاہتا ہے کہ تمہارے میاں سے تمہارے متعلق میں کچھ گفتگو کروں۔

حسینہ:۔ بس اُن کا نام نہ لو۔ وہ اس قابل ہوتے تو میری یہ حالت ہی کیوں ہوتی میں تو کہتی ہوں کہ دنیا بھر میں اس قسم کا آدمی نہ پیدا ہوا ہے نہ ہوگا۔ دنیا سے نرالا مزاج اور نرالی طبیعت ہے۔ بوڑھے مرد کیا ہوتے نہیں ہیں۔ مگر ان کے ایسے۔ خدا بچائے اللہ پناہ میں رکھے۔

بلقیس:۔ ہاں یہ سب سچ ہے مگر مجھے دیکھنا ہے کہ ان کے دلی خیالات کیا ہیں۔

حسینہ:۔ بہن تم ان سے واقف نہیں میں تو خوب جانتی ہوں۔ انھیں یہ بھی ناگوار ہوگا کہ اس قسم کی گفتگو ان سے کیوں کی جائے وہ اپنے خیالات کیوں بتائیں گے اسی بحث میں پڑ جائیں گے کہ تم ان کی بہو ہو کے ایسے معاملہ کے متعلق ان سے گفتگو کرنے کی جرات کرتی ہو۔

بلقیس:۔ جو کچھ ہو میں تو ضرور یہ قصہ چھیڑوں گی۔ تم بھی بیٹھی رہنا۔ دیکھو کیا باتیں کرتے ہیں۔ آخر مجھے مار تو ڈالیں گے نہیں۔ زیادہ سے زیادہ غصہ کریں گے۔

حسینہ:۔ تمھیں اختیار ہے۔ مگر میں پوچھتی ہوں ان باتوں سے حاصل ہی کیا ہے گفتگو کرکے یا انھیں قائل کرکے ان کا مزاج تو تم پلٹ دو گی نہیں پھر کیا فائدہ۔

بلقیس:۔ میں تو سمجھتی ہوں کچھ فائدہ ضرور ہوگا۔

حسینہ:۔ تو کب یہ باتیں ہوں گی۔

بلقیس:۔ آج ہی شام کو صبح۔ اب طبیعت تو ان کی اچھی ہے۔ شام کو ذرا خوش مزاج بھی ہوتے ہیں۔ میں پہلے تم سے مخاطب ہو کر کچھ کہوں گی جب وہ بیچ میں بولیں گے تو ان سے باتیں چھڑ جائیں گی۔

سہ پہر کا وقت ہوا۔ مولوی صاحب اپنے کمرہ سے نکل کر باہر آئے۔ بلقیس اور حسینہ بھی پاس تخت پر جا کے بیٹھ گئیں۔ اور ادھر اُدھر کی باتیں ہونے لگیں۔

بلقیس:۔ آج تو ماشاءاللہ آپ کی طبیعت کل سے اچھی رہی۔ مگر کھانا آپ نے

بالکل چھوڑ دیا ہے۔ بخار تو اب نہیں ہے پھر بھوک کیوں نہیں لگتی۔

مولوی صاحب: معلوم نہیں کیا وجہ ہے۔ کھانے کی طرف رغبت ہی نہیں ہوتی۔

بلقیس: زبردستی کھائیے۔ بھوک نہ بھی ہو جب بھی نوالا دو نوالے ضرور کھائیے اسی طرح بھوک کھل جائے گی۔

مولوی صاحب: شام کو کوشش کروں گا (حسینہ کی طرف مخاطب ہو کر) سنتی ہو کوئی چیز ایسی پکواؤ جو ذرا رغبت کے ساتھ کھا سکوں (کچھ دیر ٹھہر کے) اگر شان کے خلاف نہو تو باورچی خانہ میں کھڑی ہو جائیے گا۔ ورنہ آدمی اناپ شناپ جو چاہیں گے پکا دیں گے۔

حسینہ: آج معلوم ہوا کہ طبیعت اچھی ہے کیونکہ دل جلانے والی طعن آمیز باتیں شروع ہو گئیں۔

مولوی صاحب: میں نے اس واسطے کہا کہ آجکل کی فیشن ایبل عورتوں میں تو چولھے کے پاس جانا معیوب سمجھا جاتا ہے نا۔

بلقیس کچھ مسکرائی اور حسینہ کی طرف دیکھا حسینہ کا چہرہ غصہ سے سرخ تھا مگر کچھ بولی نہیں۔

مولوی صاحب: (بلقیس سے) تم مسکرائیں کیا۔ کیا میں نے کچھ غلط کہا۔

بلقیس: فیشن ایبل کن عورتوں کو آپ کہتے ہیں۔

مولوی صاحب: آپ ہوئیں ہماری بیوی صاحب ہوئیں۔ یہ ہی آجکل کی فیشن ایبل عورتوں میں سے ہیں۔

بلقیس: مگر میں کھانا پکانا معیوب سمجھتی ہوں نہ بہن حسینہ۔ بلکہ ممانی جان تو کھانے پکانے میں بہت مشاق ہیں۔

مولوی صاحب بات ٹال کے تسبیح پڑھنے لگے ان کو توقع تھی کہ بلقیس ان کی ہاں میں ہاں ملائے گی اس کے ایسا نہ کرنے سے انھیں ذرا سا غصہ آیا۔

بلقیس: ماموں جان آپ خفا نہ ہوں تو آپ سے میں ایک بات دریافت کروں۔

(باقی آئندہ) **عبدالوالی**

فاختہ کا پیغام

پروفیسر غلام محمد صاحب طور ایم۔ اے کے کلام سے ناظرین "تمدن" کبھی کبھی مستفید ہوتے رہتے ہیں۔ آپ مرے کالج سیالکوٹ میں تاریخ کے پروفیسر ہیں اور ایک زمانہ میں ہفتہ وار "گجر" کی ایڈیٹری اور "کامریڈ" اور "ہمدرد" کی سب ایڈیٹری پر فائز رہ چکے ہیں۔ پروفیسر صاحب کی حال میں نئی زندگی شروع ہوئی ہے یعنی آپ کی شادی سید بشیر الدین حسن صاحب وائس پریسیڈنٹ میونسپل کمیٹی (دہلی) کی دختر نیک اختر سے ہوئی ہے۔ ہم دلی سے ایک تاریخ کے پروفیسر اور شاعر کے تعلق پر جناب طور کو مبارکباد دیتے ہیں اور توقع کرتے ہیں کہ بعض دیگر احباب کی طرح جنھوں نے شادی کے بعد ادبی دنیا سے قطع تعلق کر لیا ہے جناب طور پر شادی کا یہ اثر نہ پڑے گا بلکہ امید ہے کہ آپ کی یہ زندگی آپ کے شاعرانہ جذبات کو ابھارے گی اور آپ کو ادبی دنیا کے لیے زیادہ کارآمد بنائے گی۔ ہمارے اس خیال کی تصدیق ذیل کی نظم سے ہوتی ہے جو "تمدن" کے لیے جناب کی نئی زندگی کا پہلا تحفہ ہے۔

ایڈیٹر

ویرانہ دلی میں جو گیا۔ اک فاختہ مجھ سے یوں بولی — پیغام تجھے اک دیتی ہے، سن اے غافل! کوکو میری

یہ ویرانے جو دیکھتے ہو معمور تھے آبادی سے کبھی — یاں شہر بھی تھے باغات بھی تھے بستی تھی کنارے جو میری

گو چرخ فلک کی گردش سے روپوش ہوئی محفل انجم — ہے آج کے دن تک منتظر یہ چشم نظارہ جو میری

شاہوں کے مقابر کو دیکھو۔ عبرت کے مناظر کے دیکھو — اینٹ اینٹ میں قصر جمشیدی ہے دیکھتی آنکھ ہر سو میری

تھا شور جہاں تکبیروں کا ہنگامے تھے جہاں ہزاروں کے — اب عالم ہو ہے چار طرف۔ باقی ہے فقط کوکو میری

میں تیری طرح ہوں صحرائی۔ ہے مشغلہ بادیہ پیمائی — خونابہ دل برسات کرتی ہے، وحشت میں آنکھ وضو میری

نت رنگ نیا ہے دنیا کا۔ مایوس نوا اے بے خبر وا — کہتی ہے یہ کوکو کو میری، کہتی ہے یہ کوکو کو میری

یہ درد آمیز صدا میری جنگل میں دہائے قافلہ ہے

اے طور تباہی امت کو سنا فریاد دردمند ہے جو میری

میر مونس مرحوم

میر نواب صاحب مونس میر خلیق کے چھوٹے فرزند اور میر ببر علی انیس کے چھوٹے بھائی تھے شاعری میں ان کا مرتبہ میر انیس سے کم نہ تھا لیکن گوشہ نشینی نے ان کی شہرت کو مسدود رکھا وضع کے نہایت پابند تھے چوگوشیہ ٹوپی پہنتے جس پر چکن کا کام بنا ہوتا تھا نیچے شلوکہ اوپر جامدانی کا انگرکھا بے گوٹ کی آستین کا۔ روز پوشاک بدلتے تھے ورزش کا نہایت شوق تھا کندھوں تک زلفیں پڑی رہتی تھیں۔

پڑھنے کا انداز ایسا تھا کہ واقعے کی تصویر پیش نظر ہو جاتی تھی۔ یہ بات مشہور ہے کہ میر مونس سے بڑھکر کسی نے مرثیہ نہیں پڑھا ابتدا میں غزلیں بھی بہت کہیں یہ مقطع زبان زد ہے۔

مونس کی گلستاں میں ابھی آنکھ لگی ہے
اے بلبلو یہ شور مچانا نہیں اچھا

انیس کی طرح دبلے پتلے آدمی نہ تھے بلکہ کسرتی بدن تھا مشک گنج میں رہتے تھے مجالس عشرہ ریاست محمود آباد میں پڑھنے جاتے تھے مشہور ہے کہ راجہ امیر حسن خاں صاحب مرحوم مرثیہ گوئی میں آپ ہی کے شاگرد تھے معقول وظیفہ ریاست سے مقرر تھا۔

نواب میر محمد حسین خاں مرحوم بھی ان کے شاگرد تھے ان کے یہاں کی بھی مجلس پڑھتے تھے اور وہیں کے مشاعروں میں بھی شریک ہوتے تھے۔ گھر سے کبھی پیدل نہیں نکلے سہ پہر کو بوچہ پر ہوا کھانے جاتے تھے۔

نواب صاحب کے یہاں مجلس ہر مہینے کی چھبیسویں تاریخ کو ہوتی تھی ہمیشہ یہ صاحب مرثیہ پڑھتے تھے اور صاحب ذوق کا بہت مجمع ہوتا تھا۔

تھے بہت ... مجلس ... میر صاحب ... بات کسی مرثیہ گو میں نہ تھی کہ وہ جو

مہینے کی مجلس میں نیا مرثیہ کہتا ہو - پھر یہ کہ ہر مرثیے کے ساتھ ایک نیا سلام بھی ضرور ہوتا تھا۔ میر صاحب کے مرثیوں کے متعلق تو ہم کسی دوسرے نمبر میں لکھیں گے سردست سلام کی خوبیوں کو پیش کرنا چاہتے ہیں۔

یہ بات تو ان کے خاندان میں مخصوص تھی کہ زبان اور محاورات کا لحاظ مقدم سمجھا جاتا تھا اور اسی سبب سے میر صاحب کا خاندان ممتاز تھا لیکن میر مونس کے سلام میں محاورات کی تہ میں استعارات کی چمک دمک نظر آتی تھی اور یہ بات میر مونس کی ذات کے ساتھ مخصوص تھی ایک سلام کا مطلع ہے۔

جلوہ ہے دل میں حبِّ علیؑ کی شراب کا　　مینائے احمری میں ہے پھول آفتاب کا

اسی طرح ہر شعر میں کوئی نہ کوئی بات استعارات وکنایات میں ضرور ہوتی تھی۔

گوہر نکلتے آتے ہیں دریائے طبع سے　　ہے عین آبرو جو کریں آشنا پسند

مشکل زمینوں میں محاورت اور زبان کو قائم رکھنا مشکل کام ہے مگر مونس کا کلام اپنی خوبیوں کے ساتھ اس راستے کو بھی طے کر جاتا تھا۔

قبر میں خاک شفا پھولوں کی چادر باہر　　مجرئی بوئے ارم پھیلی ہے اندر باہر
دیکھ عبرت سے ذرا گور غریباں کی طرف　　استخواں قبر کے اندر ہیں تو پتھر باہر
باغ عالم میں چلی ہے یہ ہوا خست کی　　غنچے کہتے ہیں کہ مٹھی سے نہ ہو زر باہر

غیر کی مدح کروں شہ کا ثنا خواں ہو کر　　مجرئی اپنی ہوا کھوؤں سلیماں ہو کر

سلامی لطف زباں ہم زباں اٹھاتے ہیں　　مرے سخن کا مزا قدرداں اٹھاتے ہیں

مونس کی کوئی اولاد نہ تھی اپنے بھانجے میر کاظم حسین کو بجائے فرزند پرورش کیا ممبر پر ٹھاٹھ سے بیٹھنا شعر کی تصویر کھینچنا آپ کا خاص حصہ تھا۔

میں خوبصورت نوجوان لیڈی ہوں

نوجوانو! خبردار ہوجاؤ

حسن و خوبصورتی پیدا کرنے والا چہرہ کی رنگت سفید کرنیوالا

پری جمال صابن

جو تمام دنیا میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کرچکا ہے اور جس نے اپنے مفید ہونے کی وجہ سے بڑے بڑے نوابوں وزیروں اور راجاؤں کے سرٹیفکٹ حاصل کئے ہیں۔ فوراً منگا کر استعمال کرو۔ آجکل بہت سے نقلی صابن فروخت ہورہے ہیں۔ ان سے بچنا چاہئے اور ہمیشہ پری جمال صابن خاص ایجاد کردہ حکیم **محمد یعقوب خان دہلی** یاد رکھیں۔ یہ صابن تازہ تازہ نفیس خوشبوؤں سے تیار کیا جاتا ہے کالا رنگ کملایا ہوا چہرہ صرف سات روز ملکر نہانے سے گلاب کی پتی کی مانند خوبصورت اور مخمل کی مانند ملایم ہوجاتا ہے۔ خوشبو صابن کی اس قدر عمدہ اور تیز ہے کہ نہانے کے چند پہر عطر اور لونڈر ملنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ یہ صابن چہرے کے تمام داغ و دھبے، چھیپ، کیل، جھائیاں۔ مہاسے دور کرکے چہرہ کو خوشنما بنا دیتا ہے۔ شنجرف کی سی سرخی نظر آنے لگتی ہے قیمت بھی معمولی ہے۔ فی بکس تین ٹکیہ معہ ایک فلیش اپیل صابن دانی صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ

پری بہار ہیر آئیل

یہ سر میں لگانے کا خوشبودار تیل پری بہار ہیر آئیل بالوں کو خوشنما بنا دیتا ہے۔ یہ لمبے و خوبصورت بال عورتوں و مردوں کے حسن و جمال میں ترقی دیتے ہیں۔ روح خوش ہوتی ہے۔ بالوں میں نرمی سیاہی و چمک پیدا کرکے بالوں کو لمبا اور ریشم کی طرح ملایم کردیتا ہے۔ فی شیشی ۸ تولہ ایک روپیہ (عہ)

ملنے کا پتہ

مالک دواخانہ نور تن دہلی بازار عطر اتش خانہ

کھوئی ہوئی جوانی کی تلاش

بے سود ہے۔ اگر تم "چندر کلا" کے استعمال سے غافل ہو۔ مایوسی کی تاریکی میں "چندر کلا" چراغ کا کام دیگی
اٹھتی جوانی کے جوش میں جو لوگ اپنے ہاتھوں اپنی مردی کو تباہ کر چکے ہیں۔ جن کے اعضائے رئیسہ کمزور رہتے
ہیں۔ دل ذرا سی بات میں دھڑکنے لگ جاتا ہے۔ تنہائی پسند آتی ہے عورت سے ڈر لگتا ہے۔ حافظہ کمزور
دماغ پریشان اور خیالات منتشر رہتے ہیں۔ بصارت گھٹ گئی ہے۔ اور سر میں چکر آتے ہیں۔ غذا
جزو بدن نہیں بنتی۔ بدن سوکھتا جاتا اور سستی چھائی رہتی ہے۔ چہرے کی رونق گھٹ گئی ہے جریان جریج پتلا
پڑ گیا ہے اور جریان یا احتلام کی شکایات سے پیچھا نہیں چھوٹتا۔ آئیں اور

زمانہ حال کی بہترین قوت بخش دوائی "چندر کلا" کا استعمال کریں

جس کی برکت سے ابتک ہزاروں زندگیاں موت کے منہ سے بچائی جا چکی ہیں۔ یہ اوپر کی جملہ شکایات کا
بہتر سے بہتر اس لئے سستے سے سستا علاج ہے۔ جو آجتک طبی دنیا کو معلوم ہوا ہے گویا "چندر کلا"
کا وجود طبی دنیا میں آیورویدک کی ایک عظیم الشان فتح ہے۔ اسکے استعمال سے وہ مایوس العلاج بھی
از سر نو جوانی کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ جو اشتہاری دواؤں پر اپنی دولت برباد اور صحت تباہ کرکے
زندگی کو وبال جان سمجھ چکے تھے۔ اگرچہ یہ رفتہ رفتہ اپنا اثر دکھاتی ہے لیکن وہ یقینی طور پر مستقل ہو رہا ہو
جبکہ چاروں طرف مایوسی چھا رہی ہو۔ تو چندر کلا اپنا معجزہ دکھائیگی قیمت فی شیشی (۳۲ ٹکیہ) ایک روپیہ

دنیا کیا کہتی ہے؟

بہت فائدہ ہے آپکا چندر کلا استعمال کر رہا ہوں نسبت پہلے کے بہت فائدہ ہے مغز میں طاقت آ رہی ہے۔ دل بھی برقرار ہوتا جاتا ہے۔ جریان بھی کم ہے۔ (موتی راج شہر پنجور)

روگ جاتا رہا میرے دوست کو چندر کلا سے بڑا فائدہ ہوا ہے آپکی مہربانی سے اُن کا روگ جاتا رہا۔ (جگت نارائن بازار چاندنی چوک شہر دہلی)

اپنے ہاں کے کسی مشہور سوداگر یا دوائی فروش سے طلب کرو یا براہ راست

کارخانہ آیورویدک فارمیسیوٹیکل کمپنی لمیٹڈ ہٹی بازار لاہور سے منگاؤ

طاقت کی دوا

ناطاقتی کی ایسی کونسی شکایت ہے جو اس دوا سے دور نہ ہو

قیمت ۴۰ گولیوں کی ایک روپیہ

آپ کا جسم

ایشور نے روز مرہ ادویات کا امتحان کرنے کے واسطے نہیں بنایا ہے ایسا کرنے سے ممکن ہے کہ آپ کو ایسا مہلک مرض ہو جائے جس سے پیچھا چھڑانا قریب قریب قطعی ناممکن ہو چنانچہ آپ کو مناسب ہے کہ ناممکنات پر یقین نہ کر کے ہمارے یہاں سے ۲۲ سال کی آزمودہ بنا افیون کی دوا سدھا سندھو کو استعمال کیجئے اس سے کف. کھانسی. سفید پتوں [illegible] زینار پیٹ کا درد قے بھی متلانا. اطفال کے ہر [illegible] دست وغیرہ وغیرہ [illegible] ایک ہی دن میں شفا ہو جاتے ہیں. یہ دوا خوش ذائقہ خوشبودار ہے قیمت فی شیشی ۱۰ محصول ڈاک ایک تا چار شیشی [illegible]

بال سدھا

اگر آپ کو اپنے بچوں کو خوش جسم اور تندرست بنانا اور روز مرہ [illegible] سے پیچھا چھڑانا ہو تو [illegible] مقدار دوا کو منگا کر استعمال کیجئے ایک شیشی ایک ماہ کے واسطے کافی ہے قیمت فی شیشی ۱۲ محصول ڈاک [illegible] [illegible] کی دوا. بلا جلن و تکلیف کے داد کو جڑ سے کھونے والی اگر کوئی دوا ہے تو یہی ہے. قیمت فی شیشی ۴

نئے سال کا کلینڈر تیار ہے کارڈ آنے پر مفت ارسال خدمت ہوتا ہے ۔

سکھ سنچارک کمپنی متھرا

قابلِ دید کتب

کتب ذیل کی قیمت میں انتہائی تخفیف کردی گئی ہے اور انمیں سے بیشتر کسی دوسری جگہ اس قیمت پر دستیاب نہیں ہوسکتیں

ناول

نادلہائے قاری: قاری محمد سرفراز حسین صاحب عزمی دہلوی (علیگ) کے اخلاقی ناول سعید سعادت شاہد رعنا جو دوبارہ چھپکر قدر دانوں کے ہاتھوں میں پہنچ چکے ہیں۔ اب ایک مجموعے کی صورت میں چھپوائے ہیں ۴۰۰ صفحہ کی مجلد کتاب جو نہایت عمدہ ولایتی کاغذ پر چھاپی گئی ہے۔ اور جسمیں مصنف کی ایک تصویر بھی شامل ہے قیمت عہ

ثالث بالخیر: ایک ترکی ناول کا ترجمہ مترجمہ سید سجاد حیدر صاحب بی۔ اے ۱۲؍

نیرنگیٔ دہر: مجیدہ بیگم کے مصائب اور وفاداری کی داستان شریف النفس کی کج ادائیوں کا انجام مصنفہ منشی عبدالغفور صاحب بی۔ اے ۸؍

گودڑ کا لال: ایک نہایت دلچسپ اخلاقی تعلیمی اور معاشرتی اصلاح کا طبعزاد افسانہ جس میں ایک ہندوستانی خاندان کی حسن معاشرت کو نہایت خوبی سے قلمبند کیا گیا ہے مصنفہ ڈپٹی نذیر احمد صاحب مرحوم محمد فضل صاحب بی۔ اے حصہ اول و دوم صفحات ۹۴۶۔ قیمت ۳؍

روح لیلےٰ: اس کتاب میں عجیب روحانی مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایک شخص ایک مردہ لڑکی کی روح کو اس کی وفات کے وقت الیا محبوس کرتا ہے کہ وہ جسم کے ساتھ وابستہ رہتی ہے۔ اور وقتاً فوقتاً اس کو زندہ کرکے اس کے ذریعہ بہت سے روحانی مسائل کے حل کرنے کا کام نکالتا ہے۔ ۲۷۶ صفحہ ۸؍

تمنائے دید: مصنفہ مرزا محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی قابل دید کتاب ہے ۱۰؍

رومۃ الکبریٰ کی آتشزدگی: یعنے نیرو قیصر روم کے زمانہ کے ایک دلچسپ تاریخی واقعہ۔ قابل ملاحظہ ناول مجلد ۱۰؍

حکایات دلچسپ: یہ ان حکایات کا اردو ترجمہ ہے جن کو سبائے ناٹک کے مہر منیر اور علم ڈراما کے استاد بے نظیر شکسپیر کے منظوم کھیلوں سے زبان انگریزی کے مشہور و معروف ادیب چارلس لیمب نے اختصار لطافت بار کے ساتھ نثر میں تحریر کیا ہے اور اب یہ حکایات شائقین کی ضیافت طبع کے لئے اردو میں نہایت قابلیت کے ساتھ ترجمہ کی گئی ہیں قیمت عہ

حاجی بغلول: مصنفہ جناب سید سجاد حسین صاحب ایڈیٹر اودھ پنچ ۴؍

احمق الدین ایضاً ۳؍

الوٹپیا: اس ناول میں سر ٹامس مور نے ایک خیالی ملک و قوم کے نظم و نسق کا بیان کرکے اہل انگلستان

کو بیدار کرنا چاہے ۔ ۱۲؍

آولیس :- رومۃ الکبرےٰ کا ایک خاص واقعہ ناول کے پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ نہایت درد ناک و پُر تاثیر قصہ ہے۔ ۸؍

قاسم و زہرا :- منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی اس منظوم ڈرامے کے مصنف ہیں شروع سے آخر تک زبان شستہ خیالات پاکیزہ طرز ادا انتہا کا دلاویز شوخی اور بانکپن کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے۔ نیچرل کیفیات و جذبات میں از سرتا پا ڈوبا ہوا ہے۔ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ ۸؍

انتخاب قوس قزح :- دہلی کی ایک مشہور انشا پرداز خاتون کے زور قلم کا یہ تازہ کارنامہ ہے۔ اسمیں قابل مصنفہ نے اپنے طبقہ کی جانب سے جنس ذکور کی خدمت میں اس غریب کی رائے کو بھی قابل وقعت سمجھکر حاصل کر لیا جایا کرے ۲؍

وصال :- منشی درگا سہائے صاحب مرحوم کی دلکش تصنیف ۔ ۸؍

اتالیق بی بی :- جسمیں شوہروں پر عورتوں کی بے سعی نکتہ چینی اور بیجا شکایتوں کا بہت خاکہ دکھایا گیا ہے ۔ ۸؍

جذبات بھاشا :- بھاشا کے شاعر کا قدرتی مناظر کی تصویر کھینچنا اس کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ خودداری۔ حیا۔ غرور حسن۔ محبت یہ وہ جذبات ہیں جن پر بھاشا کی شاعری کا ستون کھڑا ہے۔ سادی آسان تشبیہات دلوں میں چٹکیاں لے لیتی ہیں۔ جذبات بھاشا میں ملک کے قابل انشا پرداز حضرت نیاز فتحپوری نے ان دوہوں کے معنی بیان کئے ہیں۔ قیمت مجلد ۱۲؍ علاوہ محصول

یادگار دربار اسلام جلد اول :- یعنی حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلعم کے سوانحات عمر صفحات ۲۵۶۔

" " :- جلد دوم جسمیں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہم خلفائے اول و دوئم کے مفصل سوانحات عمر مع فتوحات انتظامات و ذاتی حالات وغیرہ کے پوری تحقیق کے ساتھ قلمبند ہوئے ہیں۔ قابل دید کتاب ہے صفحات ۵۶۷ قیمت ہر دو جلد ۳؎

مکمل محاربات روس و جاپان :- حصہ اول و دوئم قیمت فی حصہ ۲؍

تاریخ مذاہب :- جسمیں مذہب کی ابتدا اور ترقی کا حال اور نیز بڑے مذاہب مثلاً بابی اور اسوریہ مصر اور چین اور دیگر ممالک و اقوام کے مذاہب کی مختصر تاریخ درج ہے ۸؍ مجلد ۱؍

جمیع حالات جاپان :- جسمیں ملک جاپان کی ہر قسم کی حالات مادی، مذہبی، تعلیمی وغیرہ مع جاپان کی ترقی کی تاریخ اور جاپان کے شہنشاہ نامور مدبرین سپہ سالاران و امیر البحران وغیرہ کے حالات درج ہیں مجلد ۸؍

علوم طبیعہ کی تاریخ :- علوم طبیعہ کی ان تمام دریافتوں کا اور ایجادوں کی تشریح جو ساتویں صدی قبل مسیح سے لیکر انیسویں صدی تک وقتاً فوقتاً عمل میں آتی رہی ہیں۔ مسائل کی تحقیقات کے علاوہ یہ بھی بتایا گیا ہے مجلد عمہ

ملنے کا پتہ :- دفتر تمدن نیا گاؤں لکھنؤ

نایاب کتابیں

امہات الامہ ۔ مولوی ڈپٹی نذیر احمد صاحب کی یہ نایاب کتاب بالکل ناپید تھی اب حصہ اول کر چھپا ہے۔ اور ہاتھوں ہاتھ ہدیہ ہو رہا ہے۔ جلدی طلب فرمائیے ورنہ ختم ہو جانے پر افسوس ہوگا قیمت صرف ۱۲؍

یادگار امیر ۔ یہ کتاب امیر مینائی لکھنوی کی مکمل سوانح عمری ہے جسمیں حضرت امیر کی تصویر کے علاوہ داغ اور امیر کے اشعار کا دلچسپ موازنہ درج ہے قیمت صرف چار آنے

الوان نعمت ۔ اس کتاب کے ذریعہ ہر شخص انگریزی ہندوستانی جیسے دل چاہے عمدہ کھانے ولٹھائیاں مربے اچار چٹنیاں وغیرہ بنا سکتا ہے اور کسی خانسامے یا ورچی کی احتیاج نہیں قیمت صرف عہ؍

حیات بعد الموت مر جانیکے بعد روح سے ملاقات اور اُنسے بہت باتیں دریافت ہو سکتی ہیں عہ؍

ندائے غیب یعنے حضرت پیران پیر صاحبؒ کی مشہور کتاب فتوح الغیب کا نہایت عمدہ اردو ترجمہ قیمت ۸؍

گلدستہ داغ ۔ حضرت داغ مرحوم کی تمام مشہور غزلیات کا مجموعہ جو نہایت خوشنما گلدستہ ہے قیمت ۴؍

رہنمائے ریلوے (اردو) ہر شخص کو ریل کے سفر میں اس مفید کتاب کو ہمراہ رکھنا چاہیئے کرایہ ریل اور قواعد ریلوے وغیرہ سب اس میں درج ہیں قیمت صرف ۸؍

گھر کا درزی ۔ جو چیز چاہو کرتہ پاجامہ قمیص کچھ بھی ہو گھر بیٹھے اسکے ذریعہ سی لو یہ کتاب بڑا کام دیتی ہے قیمت ۵؍

زندگی کی بہار (از حکیم محمود خان صاحب دہلوی) جس میں کل کیفیت عیش و عشرت اور مرد و عورت کے تمام مفصل حالات مع علاجات درج ہیں قیمت عہ

الفاروق ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات ۔ آپ کے فتوحات اس کتاب میں درج ہیں ۔ از علامہ شبلی قیمت صرف دو روپے آٹھ آنے

ذکر خیر ۔ اس کتاب میں حضرت سائیں توکل شاہ صاحبؒ انبالوی جو اس آخری وقت کے ایک مشہور بزرگ تھے ۔ ان کے تمام حالات و ملفوظات اوراد و مجرب عملیات وغیرہ درج ہیں قیمت صرف ۴؍

اور انکے علاوہ ہر قسم کی کتابیں دہلی کی مشہور چیزیں اس پتہ پر طلب فرمایئے **دفتر مکتبہ عمانیہ دہلی**

وقف نسخہ شاملات ۲۲۸ ۱۸×۱۲

"ابن مسلم"

ادبی دنیا جوش سے عرصہ سے بخوبی واقف ہے تعارف مزید تحصیل حاصل ہوگی! آپکے مضامین اعلیٰ رسائل واخبارات میں نام پاچکے ہیں! ندرت تحریر، معنی آفرینی، سلاست زبان، ادق مسائل کو چٹکیوں میں حل کردینا آپ کی طبیعت جدت پسند کا خاص حصہ ہے جو مسلم ہے اور مقبول ہے! شائقین کلام کو صرف اسقدر بتادینا کہ "ابن مسلم" حضرت جوش کی فکر بلند کا نتیجہ ہے۔ "ابن مسلم" ایک ناول ہے اور تاریخی ناول، عشق ومحبت کا افسانہ ہے، خاندان برامکہ کی بنیاد ہے، تاریخ اسلام کا ایک ورق ہے! ایک اور مکمل قصہ ہے جس میں ذیل کے کیریکٹر ہیں۔

عبدالرحمن بن مسلم اس ناول کا ہیرو ہے، نہایت سچا مسلمان ہے، بہادر ہے، نوجوان ہے، فوجی افسر ہے، اور دنیا دیکھ چکا ہے! شیریں پر مفتون ہوتا ہے، رقابت کا نہایت سچائی اور دلیری کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے، الفت محبوب کو محبت راسخ میں تبدیل کرنے کیلئے شادی میں حائل ہوتا ہے، خلوت کی بلا کی گھڑیاں جذبہ محبت صحیح کو کبھی بھی جذبہ حیوانی نہ بنا سکیں! وہ لڑتا ہے، وہ قید ہوتا ہے، وہ گرم وسرد عشق میں راسخ الارادہ رہتا ہے، اور آخر میں فاتح ایران ہی نہیں فاتح محبوب بنتا ہے! شیریں جا کر خود بخود اس کی آغوش محبوب پرست میں آجاتی ہے

شیریں طرخون والئے صغد کی لڑکی ہے اور قید ہو کر حجاج بن یوسف کے سامنے آتی ہے! حسین ہے، دوشیزہ ہے، گرفتاری سے پہلے سے غورک سے محبت کرتی ہے! عبدالرحمن کی محبت کو پہلے جبر وظلم سمجھتی ہے، غورک کو بچانے کیلئے خود گرفتار شادی بنتی ہے! زمانہ کے ساتھ ساتھ طبیعت پر مرتب ہونیوالے اثر روک نہیں سکتی! عبدالرحمن کے جذبہ صحیح کے سامنے اسکا دل اپنا سر جھکاتا جاتا ہے! آخرکار باپ کا قتل اس نوخیز محبت کو مکمل بنا دیتا ہے۔ وہ اول سے آخر تک مشرقی خیال شرم و عزت اور تحفظ عصمت سے معمور رہتی ہے!

غورک ترکی النسل ہے! شیریں پر مرتا ہے! عبدالرحمن سے جلتا ہے! نہایت عامیانہ حرکات کا عامل ہے عبدالرحمن کے بھائی قتیبہ بن مسلم کو دھوکا دیتا ہے! شیریں پر جبر کرتا ہے، طرخون کو مار ڈالتا ہے، محبوب کو قید کرنے سے باز نہیں آتا، خاقان چین کو اکساتا ہے۔ اور عربوں کو چینیوں اور ترکوں سے بھڑا دیتا ہے! [illegible] جذبہ حیوانی میں مرتا ہے!

تاریخی اور تمدنی حالت خلافت بنی امیہ کا دور، خلیفہ عبدالملک کی خلافت، حجاج بن یوسف گورنر کوفہ کی بداعمالی، کوفہ و ایران کی [illegible]، قتیبہ کی فتوحات، اسلام کا عروج بے نظیر! اس سب کے علاوہ ہر باب کا مقدمہ کسی نہ کسی سوشیل یا پولیٹیکل بحث سے مملو ہے! فلسفہ کو دلچسپ بنانے میں کمال ظاہر کیا ہے، گفتگو نہایت برجستہ اور موثر ہے، انداز بیان جوش کا حصہ ہے

"لب لباب" اس ناول میں ایک ایسی چیز ہے جو آج تک کسی اردو کی تصنیف میں نظر نہیں آئی یعنی جذبہ عشق اور مذہب صحیح کا دوش بدوش رہنا، یہی وہ خصوصیت ہے جو اس ناول کو تمام تصنیفات سے ممتاز کرتی ہے۔

ملنے کا پتہ:۔ سورج والی حویلی محلہ رودگران دہلی

سبز مرہم

جو

حکیم محمد رفیق ابراہیم صاحب لکھنوی

"برادر زادہ جناب حکیم حافظ محمد عبدالوالی صاحب مرحوم مغفور" کا ایجاد کردہ ہے تمام جلدی بیماریاں اور زخمہائے خبیثہ۔ پھنسی۔ پھوڑا۔ گلٹی۔ کھجلی۔ تر وخشک بیہ وادِ گنٹھ مالا۔ آتشک کے زخم وغیرہ وغیرہ کے لئے بے مثل دوا ہے۔ جلد بلغمی وسوداوی وردِ دن درد مفاصل۔ نقرس۔ عرق النساء گولا۔ کمر اور شانہ کا درد اور ان تمام کو جو سردی وغیرہ کی وجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ بہت جلد رفع کر دیتا ہے۔ انگریزی دوائیں اس کے سامنے ہیچ ہیں۔

"سبز مرہم" ناگہانی واقعات مثلاً چوٹ اور جلنے وغیرہ کی تکالیف کو فوراً دور کر دیتا ہے ہر گھر میں ایک ڈبیہ ضرور رہنا چاہئے۔ قیمت فی ڈبیہ ۸

سبز مرہم کمپنی

کارکن و منتظم مخزن الادویہ جھوائی ٹولہ لکھنؤ

پانچ پانچ روپے کے سو خریدار فوراً مطلوب ہیں

ان تینوں کتابوں کے یکجائی خرید ار کو محصول ڈاک و فیس ویلیو معاف

یعنی تینوں کتابوں کا ویلیو مع جملہ اخراجات صرف للعہ میں بھیجا جائیگا۔

(۱) **انتخاب اردوئے معلی** یعنی مرحوم رسالہ اردوئے معلی علیگڈھ کی گذشتہ دس جلدوں کے بہترین مضامین نظم و نثر کا قابل دید انتخاب مجلد قیمت عہ

(۲) **مکتوبات امیر مینائی** یعنی منشی امیر احمد صاحب مرحوم لکھنوی کے دلچسپ خطوط کا مجموعہ مع تصویر و سوانحعمری امیر و موازنۂ داغ و امیر حجم ۳۵۲ صفحے مجلد عہ

(۳) **تذکرۃ الشعراء حصہ اول مکمل** حجم تقریباً ۵۰۰ صفحے مرتبہ حسرت موہانی جس میں تذکرہ شعرا و دیگر مضامین نظم و نثر کے علاوہ دیوان امیر۔ شہیدی۔ تنہا۔ عیشی۔ مخمور۔ آتش۔ غافل۔ ناسخ۔ مومن۔ مصحفی۔ نسیم۔ تسلیم۔ رنگین۔ حالی۔ نظیر۔ مست۔ مضطر خیرآبادی و حسرت موہانی کے دیوانوں کا انتخاب بھی بطور ضمیمہ شامل ہے۔ ان میں سے اکثر دیوان ایسے ہیں۔ جو کسی اور جگہ دستیاب نہیں ہو سکتے

نوٹ: طبع ثانی کلیات حسرت موہانی کا دیوان صرف بطور ضمیمہ تذکرۃ الشعراء مل سکتا ہے علیحدہ نہیں مل سکتا۔

المشتہر

بیگم حسرت موہانی دفتر اردوئے معلی علیگڈھ سٹی

دو روپیہ عـہ کی ادویہ

مفت نذر

دو روپیہ کی قیمت کی ایک یا زیادہ ادویات جیسا کہ خریدار پسند فرمائیں طبی اخبار دیش اپکارک کی سالانہ قیمت سے روپیہ ادا کرنے پر مفت نذر کیجاتی ہے۔

ہندوستان بھر میں صرف دیش اپکارک ہی ایک ہفتہ وار اور طبی اخبار ہے

اور باوجود ہفتہ وار ہونے کے کثیر الاشاعت ہے۔ جن صاحب کو علم طب سے ذرا بھی محبت ہے۔ جو اپنی اور اپنے کنبے کی ذرا بھی پرواہ کرتے ہیں۔ جو بیمار نہ ہو کر علاج کرنے سے بیمار ہونا بہتر سمجھتے ہیں۔ جن کو اسرار سینہ معلوم کرنے کی خواہش ہے۔ اور جن کو علم نسخہ جات کا شوق ہے۔ جو گھر بیٹھے دیش اپکارک میں سوال بھیجکر اعلے سے اعلیٰ حکما کی رائے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور بلا فیس علاج کرانا چاہتے ہیں۔ جو ہر مرض کے مجرب اور تیر بہدف نسخہ جات حاصل کر کے نیم حکیموں اور اشتہاری جالوں سے بچنا چاہتے ہیں۔ جن کو ویدک یونانی و ڈاکٹری کے راز جاننے کا شوق ہے۔ غرضیکہ علم طب کی کسی بھی شاخ سے جن کو پیار ہے۔ وہ دیکھتے ہی اسکے خریدار بنجاتے ہیں نمونہ مفت ملتا ہے سالانہ قیمت سے ششماہی عہ اور سہ ماہی ۱۲ ر ہے ششماہی اور سہ ماہی کے واسطے کوئی نذر نہیں ہے۔ سالانہ قیمت تین روپیہ ادا کرنے پر دو روپیہ کی کوئی دوائی یا دوائیاں مفت نذر کی جاتی ہیں مثلاً آپ اخبار کی سال کی قیمت کا وی پی کرنے کے واسطے لکھیں اور دو روپیہ قیمت کی ادویات ساتھ لکھدیں تو وی پی صرف سے روپیہ اور محصول کا ہوگا۔ اگر قیمت ادویات دو روپیہ سے زائد ہو تو بقایا وی۔ پی میں شامل ہوگی۔ اس حساب سے آپ ہماری مشہور و معروف دوائی

امرت دھارا قیمتی (عہ) صرف ۸ ر میں حاصل کر سکتے ہیں

یعنی دیش اپکارک کی سال کی قیمت اور امرت دھارا کا وی کرنے کے واسطے لکھیں۔ نوٹ سے اخبار کے اور عہ روپیہ امرت دھارا میں سے عہ نذر کے منہا کر کے ہیے روپیہ اور محصول کا وی پی ہوگا یہ نذر ہم نے اخبار کے ساتھ ساتھ ادویات کو بھی شہرت دینے کے واسطے مقرر کی ہے۔ ورنہ طبی اخبار پر اتنی محنت کرنی پڑتی ہے کہ سے روپیہ اس کی قیمت کچھ بھی نہیں دیش اپکارک اک نہایت ہی اعلیٰ اخبار ہے آپ اسکو دیکھکر اوروں کی طرح کہیں گے۔

ملنے کا پتہ :- منیجر کارخانہ امرت دھارا لاہور

پلیگ سے کیوں ڈرتے ہو

سوائے اور سب بیماریوں کے اس سے ڈرنے کا سبب یہ ہے کہ آج تک لاکھوں انسان اس موذی عارضہ کے پنجۂ ظلم سے ہلاک ہو چکے ہیں۔ گاؤں کے گاؤں اُجاڑ ہو گئے۔ شہر کے شہر تباہ ہو گئے۔ اسوجہ سے اسکے نام سے ہی دہشت ہوتی ہے۔ پلیگ میں مبتلا ہونیکے بعد پھر کوئی علاج نہیں ہے۔ لیکن بنظر حفظ ماتقدم ڈاکٹر ایس کے برمن کی پلیگ روکنے والی گولیاں منگوا کر ضرور رکھیں۔ ان گولیوں کے استعمال سے جسم کے خون میں کچھ ایسا اثر ہوتا ہے جس سے پلیگ کے کیڑے نہ ٹھہر سکیں۔ اور نہ انکا زہر اثر کر سکتا ہے۔ وقت پر ان گولیوں کے استعمال سے ہزاروں انسان پلیگ سے محفوظ رہتے ہیں۔ آپ بھی غافل نہ رہیں ایک گولی روزانہ ٹھنڈے پانی سے نگل جانا چاہیے بچوں کو نصف یا چوتھائی۔ قیمت ۳۶ گولیوں کی ڈبیہ ۸ ر ۷۲ گولیوں کی ڈبیہ ۱۲ ر محصول ڈاک ایک سے ۴ ڈبیہ تک ۵ ر

دوائیوں کے تیل

مذکورہ ذیل دوائیوں کے تیل کے دو تین بوند پاؤ آدھ سیر دوا کے فائدہ دیتے ہیں اور کوٹنے پیسنے کی تکلیف سے بھی بچتے ہیں اور آسانی سے پی سکتے ہیں۔

(۱) روغن صندل۔ سوزاک کیلیے نہایت درجہ مفید ہے قیمت ۲ ر محصول ایک سے چار شیشی تک ۵ ر

(۲) اجوائن کا تیل۔ قے بدہضمی کی ایک ہی دوا ہے۔ 〃 ۶ ر 〃 〃 〃 〃 ۵ ر

(۳) روغن سونٹھ۔ یہ بھوک بڑھاتا ہے اور ریاح کو خارج کرتا ہے۔ ۸ ر 〃 〃 〃 ۵ ر

(۴) روغن سونف۔ پیٹ پھولنا اور دست وغیرہ کیلئے مفید ثابت ہوا ہے۔ ۴ ر 〃 〃 〃 〃 ۵ ر

(۵) روغن دال چینی۔ یہ دال چینی کے عطر سے نکالا گیا ہے اور یہ چیز نہایت خوشبودار ہے۔ ۱ ر 〃 〃 ۵ ر

(۶) روغن لونگ۔ متلی اور ریاح کو دفع کرتی ہے اور درد شکم و بدہضمی کو مفید ہے 〃 ۴ 〃 〃 ۵ ر

(۷) روغن لیموں۔ ہرے گویا ابھی درخت سے توڑے ہوئے لیموں کا خوشبو دیتا ہے 〃 ۴ ر 〃 〃 ۵ ر

(۸) روغن پیپرمنٹ۔ پیٹ کے درد و بدہضمی اور ریاح کے خارج کرنے میں یہ مشہور دوا ہے۔ ۱۰ ر 〃 〃 ۵ ر

(۹) روغن الائچی۔ متلی اور ہچکی کو بند کرتی ہے اور بھوک بڑھاتی ہے 〃 ۶ ر 〃 〃 〃 ۵ ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

جون ۱۹۱۷ء نمبر ۶

۱۳۳۵ھ

رجب و شعبان

بابت

جلد ۱

تمدن

معاشرتی، تمدنی، ادبی، فلسفی، اخلاقی، تاریخی اور علمی مضامین کا مخزن

ایڈیٹر ایم اے قاری (علیگ) دہلوی خلف اکبر جناب قاری محمد سرفراز حسین صاحب (علیگ) عزمی دہلوی سیاح جاپان و انگلستان

تصویر بیرونس مرحوم

فہرست مضامین

پبلشر محمد عباس حسین قاری

نادرن انڈیا پرنٹنگ پریس لکھنؤ میں چھپا

پرنٹر نواب علی

قیمت سالانہ (للعہ)

مقام اشاعت نیا گاؤں لکھنؤ

نمونہ کے پرچہ کی قیمت ۵ر

کیا آپ کی لائبریری ان کتابوں سے خالی ہے؟

جذبات بھاشا - بھاشا (ہندی) زبان کے بہترین دلکش نازک تخیلات کا مرقع اردو زبان میں ایک بہترین اضافہ بھاشا زبان کے دلکش و دلفریب اشعار کا ترجمہ تشریح اور وہ بھی حضرت نیاز کے دلآویز قلم سے قیمت رعایتی ۸

مصر کی کایا پلٹ - سر آکلینڈ کالون کی مشہور کتاب میکنگ آف ماڈرن ایجپٹ کا ترجمہ مصری معاملات کی نسبت اس سے بہتر اور جامع کتاب ملنا دشوار ہے حجم ۴۲۲ صفحہ قیمت فی جلد عہ

حیات النذیر - شمس العلما مولوی حافظ نذیر احمد خاں صاحب ایل۔ ایل۔ ڈی۔ ڈی۔ او۔ ایل دہلوی کی زندگی کے مفصل حالات اور ان کی مذہبی قومی اور علمی خدمات کا مفصل بیان۔ مرتبہ سید افتخار عالم بلگرامی ختم المارہروی بڑی تقطیع کے ۶۷۵ صفحہ پر کتاب ختم ہوتی ہے قیمت صرف سے، مجلد عہ

فرخندہ آفاق - یہ کتاب راجہ راجایان مہاراجہ چندو لال بہادر شاداں خلد مکاں وزیر اعظم دولت آصفیہ کی تصنیف کا نمونہ ہے جسکو راجہ راجیشور راؤ بہادر اصغر نے فارسی زبان سے نہایت قابلیت کے ساتھ سلیس اور عام فہم اردو میں ترجمہ کیا ہے اس کتاب میں دلچسپ اور سبق آموز حکایات اور نادر نکات کے تذکرے درج ہیں جو قابل دید ہیں حجم ۴۰۰ صفحات قیمت فی جلد ۱۰ مجلد ۱۲

پروفیسر ویمبری کا سفرنامہ خیوہ بخارا ایران و کردستان وغیرہ ۱۲

سلطنت برطانیہ کا مستقبل - یہ اسم بامسمی کتاب ایک جاپانی مدبر کی تصنیف ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے قیمت ۸

روزنامچہ مصر و شام و حجاز - خواجہ حسن نظامی کا مشہور و معروف سفرنامہ جس میں آپ نے مقامات مذکورہ کے عجیب غریب حالات تفصیل کے ساتھ قلمبند فرمائے ہیں اردو زبان میں آج تک ایسا دلچسپ سفرنامہ شائع نہیں ہوا ہے مجلد ۱۲

عالم خیال - (با تصویر) حضرت شوق قدوائی لکھنوی کی چار بے بدل اور بے اضافت نظموں کا مجموعہ ایسی دلچسپ اور معنی خیز نظمیں اردو زبان میں اس سے پہلے نہیں شائع نہیں ہوئیں اسکے ساتھ چار ریویو بھی ملک کے مشہور اہل قلم کے شامل ہیں جو نظم کی خوبیوں پر روشنی ڈالتے ہیں اور انکی رائے ہے کہ اردو تو اردو مغربی زبانوں مثلاً انگریزی وغیرہ میں بھی اس پایہ کی نظمیں موجود نہیں قیمت علاوہ محصول ڈاک ۶

الماس - سوئیں ٹریسی کے ناول کنگ آف ڈائمنڈس کا اردو ترجمہ نہایت دلچسپ اور دیدہ زیب قیمت عہ

آخر نقاب اُلٹ گیا - ہیڈن ہل کے ناول اناسکو ایٹ لاسٹ کا اردو ترجمہ ایک ایک سطر اور ایک ایک لفظ تڑپا دینے والا ہے قیمت عہ

افسوں - بالکل سچی سرگزشت اور تاریخی فسانہ غدر ۱۸۵۷ء کے ایک واقعہ کی دردناک تصویر قیمت علاوہ محصول ۱۲

چاک گریباں - رینالڈ کے ایک دلچسپ انگریزی ناول کا ترجمہ حجم تقریباً ساڑھے تین سو صفحہ قابل دید کتاب قیمت علاوہ محصول ڈاک عہ

ملنے کا پتہ

دفتر "تمدن" نیا گاؤں لکھنؤ



محمد عوص (الدوبى)

تمدن

لکھنؤ

وقفِ حیرت

قرارے نیست رنگ شادی وغم   بہار این چمن دیدیم خزاں ہم

خود قدرت بھی ہماری کوئی ایسی درخواست پیش نہیں کرسکتی جس میں ہمارے عناصر یا ہمارے ذرات نے یہ خواہش کی ہو کہ ہمیں عدم سے وجود میں لاکر اس کائنات میں بھیجا جائے گو ہم معدوم تھے مگر یہ عناصر تو ہوں گے۔ عناصر نہ سہی ذرات ہی سہی کیا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم اس کائنات میں محض اپنی مرضی کے خلاف آئے ہیں بہت اچھا ہم محض نیست تھے۔ اس صورت میں بھی ہماری کوئی مرضی اور کوئی خواہش نہ ہوگی۔

یہ تو ہماری زندگی یا ہماری ہستی کا پہلا سرا ہوا اب دوسرا سرا دیکھیے آئے تو بے مرضی اور بے خبر مگر آنے کے بعد جانے کو دل نہیں چاہتا دل چاہے بھی مگر کس برتے پر نہ تو یہ پتہ ہے کہ کہاں جانا ہے اور کتنے دنوں کی منزل ہے اور نہ یہ کہ یہ سفر کیسا ہے اور کیوں کیا جاتا ہے۔

زآمد و رفت من چہ پرسی
کہ بہ پا آمدم بسر رفتم

آنے کے بعد جو کیفیت ہوتی ہے وہ تو اس بات کی شہادت ہے کہ کسی کا جانے کو دل ہی نہیں چاہتا دونوں جانب کی بے مرضی اور جبر نے حیران سا کر رکھا ہے جس کائنات میں ہم بے مرضی لائے جاتے ہیں کمبخت کا جوبن اور لذت کچھ ایسی ہے کہ صدہا مصائب پر بھی واپسی کو جی نہیں چاہتا اگرچہ مذاہب میں اگلی زندگی کی بابت بہت کچھ کہا گیا ہے مگر نقد چھوڑ کر اس اُدھار پر کون سودا کرے۔ اور یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ

اس شان و شوکت سے ہمارا آنا اس کائنات میں کس غرض سے ہے جدھر نظر کرو اُدھر ہی صدہا بورڈ لگے ہوئے ہیں اور اُن پر ہمارے آنے کی مختلف اغراض لکھی ہیں اور اُن کے ساتھ قیود اور شرطوں کی بھی کمی نہیں۔

سامنے کے بورڈوں میں دوسری زندگی کی بھی کچھ کچھ کیفیات درج ہیں اور وہ بھی مقید اور مشروط ہیں اب انسان کس بورڈ کو صحیح سمجھے اور کس کو فضول اگر یہاں آنے کے پہلے ہمیں یہاں کی شرطوں اور قیود سے واقف کیا جاتا تو شاید ہم اُن میں سے بعض کی ترمیم چاہتے اور بعض میں اضافہ یا سہولت شرطیں اور قیود تو اتنی رکھ دی گئیں اور ہم سے پوچھا بھی نہیں گیا یوم میثاق کا معاہدہ گویا یک طرفہ معاہدہ ہے اس یک طرفہ معاہدہ کی تعمیل بھی زبردستی کرائی جاتی ہے۔

شکستہ خاطر و آشفتہ من ز بے انصافت
کہ شانہ را بہ زلفِ شما درست کند

بیشک ہمیں عقل و فراست اور ضمیر دیا گیا ہے ہماری فطرت بھی سعید بنائی گئی ہے مگر کیا ہم عقل و فراست اور ضمیر کی شہادتوں سے گونہ مطمئن ہیں دنیا میں

ایک عقل تو نہیں اور نہ ضمیر اور فطرت ایک ہے گو تا گوں ہیں کبھی عقول کے فتووں پر بھی غور کیا کبھی یہ بھی سوچا کہ مختلف عقلیں اور مختلف فراستیں کدھر کدھر کشاں کشاں لیے جاتی ہیں اور کیا کچھ مختلف صورتیں پیش ہوتی ہیں - ایک عقل کچھ فتوا دیتی ہے اور دوسری کچھ - لوگ کہا تو کرتے ہیں سو دانا ؤں کی ایک رائے ہوتی ہے - لیکن کیا کوئی عقلمند یہ ضرب المثل مانتا بھی ہے یوں کہو کہ دانا ؤں کی رائیں اکثر مختلف فیہ ہوتی ہیں اور اُن کی تطبیق مشکل ہی سے ہوتی ہے -

وا رہیم یوسفے کہ بہ خواہش نہ دید کس
دردیدہ برگرفتہ نقابش نہ دید کس

اپنی عقل چھوڑ کر دوسروں کی عقل پر بھی بھروسہ کرنا طمانیت بخش نہیں ہے کیا جو لوگ بڑے بڑے وکیل اور بیرسٹر مقدمات میں تجویز کرتے ہیں اور بہت سی جو کھیں اُٹھا کر اُن کا تجربہ اور اُن کی عقل خریدتے ہیں وہ ناکام نہیں ہوتے یا اُنھیں اپنی محنت کا معاوضہ مایوسی کے ساتھ نہیں کرنا پڑتا -

ایک نہیں دو نہیں صدہا معاملات کا شروع پوری عقل اور پورے تجربہ اور مستقیم ارادہ کے ساتھ ہوتا ہے لیکن اُن کا نتیجہ باوجود اسقدر سامان کے بھی جب حسب مراد نہیں نکلتا تو کہنا ہی پڑتا ہے کہ یا تو ہماری عقل اور تجربہ فریب دہ ہے اور یا کوئی دوسری طاقت مزاحم ہوتی ہے -

ما درچہ خیالیم فلک درچہ خیال کارے کہ خدا کند لبشر را چہ مجال

جبر و قدر کی بحث بڑی ٹیڑھی بحث ہے لیکن دنیا میں رہ کر کبھی تو ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہم بالکل مجبور ہیں اور معذور اور کبھی بعض مثالوں اور زندہ نظیروں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی کوشش ہی سب دقتوں کا جواب ہے اور جب اسکے ساتھ ہی یہ بھی سُنتے ہیں کہ کن کی زبانی جو بڑے بڑے حکیم اور فلاسفر ہیں کہ

دنیا میں کوئی شے ناممکن نہیں۔

تو اور بھی کمر او رہمت بندھ جاتی ہے۔ لیکن جب اس کے ساتھ ہی اس فقرہ کی تاویل بھی کچھ اور سنائی دیتی ہے تو طبیعت پھر ایک ضغطہ میں پڑ جاتی ہے۔

واقف از حال دل چہ می پرسی
میشود خوں زود دیا شدہ است

کہنے والے یہ کہتے ہیں کہ

اس فقرہ کا یہ مطلب اور مفہوم نہیں کہ انسان سب کچھ کرسکتا ہے اور اُسکے مقابلہ میں کوئی شے ناممکن نہیں بلکہ یہ کہ قدرت کے مقابلہ میں کوئی بات ناممکن اور ان ہونی نہیں حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے کسی نے کہا کہ انسان مجبور ہے یا قادر۔ حضرت ممدوح نے فرمایا کہ۔

ایک ٹانگ پہ کھڑے ہو جاؤ۔ سائل کھڑا ہوگیا پھر فرمایا دوسری ٹانگ بھی اُٹھالو اب کون اُٹھائے۔ سائل بولا یہ تو ناممکن ہے۔ امام صاحب نے فرمایا اسی سے قیاس کرسکتے ہو کہ انسان کہاں تک قادر ہے اور کہاں تک مجبور۔ امام صاحب علیہ الرحمہ نے بات تو اچھی کہی لیکن اگر یہ کہا جائے کہ انسان دونوں باہیں ایک ایک کرکے اُٹھائے تو باری باری بھی اور ایک دفعہ بھی اُٹھا سکتا ہے یہ بات تو کچھ حیرت میں ڈالتی ہے۔

دنیا میں اکثر مثالیں مجبوری اور معذوری کی دکھائی اور سنائی دیتی ہیں کبھی ہم مجبور بھی ہوتے ہیں اور کبھی قادر بھی شتر اختیارات کی کوئی کل ہی سیدھی نہیں بیٹھتی بہت اچھا ہم قادر ہیں اور قدرت رکھتے ہیں۔

آؤ اب ہم اپنی قدرتوں کا اندازہ تو لگائیں ذرا لگتے ہاتھ اپنی پہلی عمر کے واقعات کو سرسری نظروں سے گن تو جاؤ کتنے ایسے واقعات ہیں جن میں ہم باوجود

انواع و اقسام کی محنتوں اور کوششوں کے بھی ناکام رہے اور کتنے ایسے ہیں جنھیں ہم کامیاب ہوئے ہی اندازہ تھیں اپنی قدرت اور رسائی عقل و فراست کا موازنہ کر دے گا۔

اُدھر دیکھو تو بہت سے لوگ ہم ہی میں سے اپنی تدابیر کے صدقے یا طفیل سے بازی لے جاتے ہیں اور اُنھیں اس پر بہت کچھ ناز بھی ہے اور اس کے ساتھ ہی جب ہم دیکھتے ہیں کہ وہی بعض وقت ایسی ٹھوکر کھاتے ہیں کہ اُن کی تمام دانش اور دوراندیشی حیرت میں رہ جاتی ہے تو ہمیں ایک افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ بات ہی یوں ہی تھی۔

مارا ز بداں خشکا سیتے نیست
خوباں گلہ از شما است مارا

اس منزل پر پہنچ کر ہمارے کانوں میں ہاتف غیبی یہ کہتا ہے کیا تم دبستانِ قسمت بھول ہی گئے ہاں ہاں یاد آ گیا یہاں سب کھیل نوشتہ اور قسمت کا ہے

تسلی کے واسطے یہ ڈھکا ہے تو اچھا مگر اسمیں تو شان قدرت سب کی سب کافور ہوئی جاتی ہے اور عقل و فراست کی بھی کوڑی قیمت نہیں رہتی۔ جب قسمت اور نوشتہ ہی کے ہاتھ سب کچھ ہے تو پھر اس عقل و فراست اور کوشش کی کیا ضرورت ہے خاموش رہ کر بھی وہی ملتا ہے جو مقدر ہے۔

میری تقدیر ہی تدبیر ہے میری

کوشش الگ ہو کر یہ کہتی ہے میں بھی اُس وقت موجود پذیر ہوتی ہوں جب تقدیر ہی میری رہبر ہوتی ہے میں بھی تقدیر کے صحائف میں نقطہ نما چھپا رکھی ہوئی ہوں میں بھی تقدیر کے حکم سے کام کرتی ہوں میری گردن بھی تقدیر کے ہاتھ میں ہے

اور پھر بھی تقدیر پرست ہوں۔ اس پر بھی بہت سی جیتی جاگتی مثالیں مل سکتی ہیں
ان فقروں سے حیرت اور بھی بڑھتی ہے

بہت اچھا جس پر دلیل لائی جا سکے وہی بات صحیح اور درست ہو گی دفعہ براہین اور صحائف دلائل جو دیکھتے ہیں تو کوئی ایسا معاملہ اور کوئی ایسی بحث نہیں نکلتی جس پر کوئی دلیل نہ لائی جا سکے جس طرح عدالتوں میں مدعی اور مدعا علیہ دونوں قانون دلائل اور فیصلے پیش کرتے ہیں اور دونوں طرف سے قانون ہی کی بحث ہوتی ہے اسی طرح قریباً ہر معاملہ پر دلیل لائی جا سکتی ہے ایک جھوٹا مدعی بھی اپنا دعویٰ دلائل اور وجوہ ہی سے ثابت یا پیش کرتا ہے دونوں طرف کے دلائل میں گو کہ کچھ نہ کچھ امتیاز بھی ہوتا ہے اور دونوں کا رنگ جداگانہ مگر امتیاز کے واسطے بھی تو ایک سلیم عقل کی ضرورت ہے اور سلیم عقل بھی ایک نہیں ہوتی۔

ہر گلے را رنگ و بوے دیگر ست

ہر عقل اپنا مرکز جداگانہ بناتی ہے اور ہر فراست کا آشیانہ الگ ہوتا ہے گو کہ عقلیں کہیں نہ کہیں جا کر مل بھی جاتی ہیں اور اُن کا ہدف بھی ایک ہو جاتا ہے مگر عقلوں میں جسقدر اختلافات ہیں اُن سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس گھر میں بھی اتفاق نہیں۔ ایں خانہ ہم اختلاف دارد۔

دیکھو مذاہب میں کیسا اتفاق ہے سب کے سب ایک ہی طرف جھکے جاتے ہیں اللہ میاں جو ایک ہوے اس واسطے مذاہب میں کیوں اتفاق نہ ہو۔ بے شک اللہ ایک۔ لیکن مذاہب کے اتفاق کی ایک ہی کہی یا وجہ ایک ہی منبع ہونے کے مذاہب میں جو کچھ اختلاف ہے وہ چھپا نہیں بالمقابل مذاہب میں کیا آپس میں میں ہی جو کچھ افراتفری ہے وہ بھی کم نہیں۔

دیکھو فلاسفروں اور حکیموں میں کیسا اتفاق ہے نہ تو اُن میں فتوا بازی ہے اور نہ کفر و اسلام کا جھگڑا۔ فلاسفروں اور حکیموں میں بیشک فتوا بازی نہیں مگر انکی تھیوریاں بھی اس قدر مختلف فیہ ہیں کہ خدا کی پناہ۔ اس گھر کو بھی پھوٹ نے ہی ملا رکھا ہے۔

مرا در عشق حکیم دم زدن نیست

چہ گویم آہ یارائے دم زدن نیست

ان مختلف مثالوں سے تو طمانیت اور تسکین کا کہیں پتہ نہیں ملتا اسکا نتیجہ یہ تو تم سمجھ چکے ہو کہ حضرتِ انسان حکماً اس کائنات میں آیا اور حکماً ہی واپس جاتا ہے اس میں اس کا کوئی اختیار نہیں ان دونوں باتوں میں وہ معذور ہے اور اس خیال سے یہی کہنا موزوں ہے کہ وہ مجبور ہے۔

از طپیدن چارہ نبود در جہاں افتادہ را

چوں سپند افتادہ در مجمرہ می گیرد قرار

تو پھر یوں کیوں نہ کہیں کہ انسان کا شروع اور خاتمہ ایک ہی نسبت رکھتا ہے اگر ایک طرف مجبوری ہے تو دوسری طرف بھی معذوری ہے دونوں طرفیں چھوڑ کر دیکھنا چاہیے کہ اُس کا وسط اچھا ہو۔ خیر الامور اوسطہا۔

اوسط بھی انسان کے حصہ بخرہ میں ایسی ہی آئی ہے کہ اُس پر فقرہ خیر الامور اوسطہا صادق نہیں آسکتا اور آتا بھی ہے تو بہت ہی کم یا شاذ و نادر۔

پھر اس کے وسطی زمانہ کا نام کیا ہوا شروع وہ اور اخیر یہ۔ میری رائے میں اس شروع اور اس خاتمہ کے ہوتے یوں کہنا زیادہ ترزیبا ہے کہ

انسان ہمیشہ وقف حیرت رہتا ہے۔

در قفس بسیار ناشاد یم ما

از فراموشان صیادیم ما

بہ کس طرح انسان اور وقف حیرت

اس قدر معلومات پر بھی وہ وقف حیرت ہے دنیا میں جو کچھ ہم عملی ترقی دیکھتے ہیں وہ سب انسان ہی کی مساعی اور تردداتکا اثر اور نتیجہ ہے اگر انسان نہوتا تو اس قدر ترقی بھی نہ ہوتی۔

اس میں شک کرنا گناہ ہی نہیں بلکہ بیوقوفی بھی ہے انسان ہی کی بدولت اس کائنات کو دولت ترقی ملی ہے بے شک دوسری مخلوق بھی بہت کچھ عظمت اور قیمت رکھتی ہے مگر انسان کے سوائے اس دوسری مخلوق سے اور کون کام لیتا یا لے سکتا ہے۔ ایں ہمہ آوردۂ انساں ست۔

لیکن باایں ہمہ وہ وقف حیرت ہے اُس کی حیرت کی رستی کہیں بھی جاکر ختم نہیں ہوتی حیرت ہی میں آتا ہے اور حیرت میں ہی چلا بھی جاتا ہے اور حیرت ہی میں گذار بھی دیتا ہے۔ جنھیں تم ہوشیار دانا۔ بافراست سمجھدار دیکھتے ہو اصل پوچھو تو یہ سب حیرت زدہ ہیں۔

سیماب رشک می برد از بے قراری ام
ایں اضطراب آہ بہ من از کجا رسید

شنا نہیں ہر انسان کوئی نہ کوئی ضبط رکھتا ہے اور ہر ضبط میں کچھ نہ کچھ کشش ہوتی ہے یہ کیا ہے یہ بھی تو ایک حیرت ہی ہے۔ جسے دیکھو حیرت زدہ ہے کبھی اور کاروبار سے فراغت حاصل کر کے سوچو تو سہی کہ تم خود کیا ہو اور یہ جو تمھارے اندر کچھ بول رہا ہے یہ کیا ہے اور تمھاری تمام کامیابیوں اور ناکامیوں کا حشر کیا ہوتا ہے ہزاروں یا صدہا خوشیاں ایک ہی غم سے کالعدم ہو جاتی ہیں۔ سیروں شیرینی کھا کر بھی ایک تھوڑی سی کڑوی شے کے کھانے سے منھ ایسا بدمزہ ہو جاتا ہے کہ معدہ کی شیرینیاں کچھ بھی بدل اور

عالم گیر اثر کو بھی مٹانا چاہتے ہیں۔

کوئی شک نہیں کہ قدیم زمانہ کی تاریخ بھی ہم کو ایسے خیر سلیم الفطرت افراد سے روشناس کراتی ہے لیکن اُن کی تعداد اس زمانہ سے پہلے تو برائے نام رہی ہے ہم ہندوستان و یونان کے اگلے ملحدوں سے ناواقف نہیں ہیں، ہم چینی مذہب کے خدا کے انکار مگر دیوتا پرستی سے بخوبی واقف ہیں، اس دورِ جدید کے دہریوں اور لا ادریوں سے بھی بے خبر نہیں ہیں، اُن کے استدلال اور شکوک کا وزن بھی ہمیں معلوم ہے مگر ہمارا طریق غور قائل اقوال کے اندازے سے مختلف ہے۔ سردست ہم اُن سے اگر وہ تحقیق پسند ہیں اس سے زیادہ کہنا نہیں چاہتے کہ یقین ہمیشہ وجدان کی روشنی سے پیدا ہوتا ہے اُس کے بجھ جانے سے ظلمات اوہام میں ٹھوکریں کھانے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہوتا۔ عام افرادِ انسانی کے خلاف جن چند مشاہدہ پرست اور محسوس پسند افراد کو عارضی اور نمائشی انکار لاحق ہو گیا ہے اُن کی مثال اُس بیمار کی ہے جس نے خود اپنی تندرستی کو تباہی اور ہلاکت میں ڈال دیا ہو مگر اس تصویر کا رُخ جب اُلٹ کر دیکھا جاتا ہے تو وہی اشخاص جو ایک نادیدہ ذات کے نام سے اپنے کانوں پر انگلی رکھتے ہیں اُسے بہ تبدیل الفاظ اور بہ تنقیص صفات نہایت زور کے ساتھ مان رہے ہیں۔ کیا خدا کے انکار پر زبان کھولنے والے نیچر کے عرفانی قوانین کا اقرار نہیں کرتے؟ کیا ان دیکھی ہوئی ہستی سے مکرنے والے غیر محسوس اجزاء لا یتجزیٰ کی تھیوری پیش کرنے کا حق رکھتے ہیں؟

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴) یا اس کا کیا جواب ہوگا، یہی فطری اقتضا تھا جس نے باوجود تعارض دلائل حقیقت پسند فلسفیوں کو بھی ایک بالاتر طاقت ورکے سامنے جھکنے پر مجبور کیا، اور ہمیشہ مجبور کرتا رہے گا یہاں تک کہ جو لوگ عمر بھر انکارِ الوہیت میں نہایت غلو سے کام لیتے رہے اُن کے بھی بعض واقعات ایسے سُنے گئے ہیں کہ مرتے وقت یہ جذبہ فطرت اُن پر مسلط ہو گیا اور وہ صاف صاف کہنے لگے کہ ہم ایک بالاتر طاقت سے پناہ چاہتے ہیں جس کا خیال ہمارے لیے راحت بخش نظر آتا ہے، جس کا تخیل ہماری مایوسی کے لیے ایک زبردست سہارا ہے ؎

جب لیتے ہیں گھیر تری قدرت کے ظہور
منکر بھی پکار اُٹھتے ہیں تجھ کو مجبور

کیا علم ارادۂ الٰہی کے مخالف صفات مادّہ کو ذاتی نہیں مانتے اور صرف ان خواص سے نظم عالم کے عقیدہ کو کھول سکتے ہیں؟ کیا قانون استمرار کے تسلیم کرنے والے حرکت و سکون مادّہ کے ذاتی یا غیر ذاتی ہونے کا قطعی جواب دے چکے ہیں؟ اور کیا مباحث مابعدالطبعیہ تھیوری کے درجہ سے ترقی کر کے دیگر مسائل سائنس کی طرح قطعیات میں داخل ہو چکے ہیں؟

مَیں بہ بانگ دُہل کہنے پر تیار ہوں کہ مخالف اور موافق دلائل کے توازن میں اہل مذہب کا پلّہ منطقیانہ استدلال کی رو سے اکثر بھاری رہا ہے اُس پہ بطریق خود فطرت یہ ضروری اضافہ ہے اور وجدانی تجربات آج بھی پکار کے چیلنج دے رہے ہیں کہ آؤ اور اپنے مرض محسوس پرستی کو دور کر و تو دیکھو گے کہ خدا کا علم تمھاری فطرت کا لازمی نتیجہ ہے تم جس سے بھاگتے ہو وہی تمھارے ساتھ ہے اور چار ناچار تم سے کبھی نہ کبھی اپنی پاک ہستی کا اقرار کرا لیتا ہے تم جس کے وجود میں شک کرتے ہو وہی تمھیں یقین کی روشنی سے منور کر سکتا ہے تم جس مادّہ کو مانتے ہو وہی اس خیال کا طلسم ساز ہے تم جنھیں قوانین قدرت کہتے ہو اُن کا مقنن وہ مدبر اور منتظم ہے جس کے غیر متناہی خواص میں سے چند محدود خواص کی واقفیت تمھارے سائنس و فلسفہ کی کُل کائنات ہے۔ تم نیست سے ہست ہونا محال سمجھتے ہو مگر تم کو جلد معلوم ہو جائیگا کہ ایک حقیقی ہستی ہی تمھارے ظلی وجود کا معدن ہے تم انسانی تکلیف و راحت اور اُس کی زندگی کو وقتی بتاتے ہو مگر تم کو تسلیم کرنا ہوگا کہ خود تم میں خوشی اور راحت تکلیف و مصیبت کے دوامی خزانہ ودلیعت ہیں، اور تمھاری اعلیٰ نوعیت نے خدائے پاک سے بقائے دوام کا ٹھیکہ لیا ہے۔

اے وہ برتر ہستی جس کو ایک قدیم ملحد دہر اور جدید ناسک نیچر کے نام سے پکارتا ہے اے وہ ذات جس کو اصنام پرست اقوام پر جبروت دیوتاؤں کی

طاقتوں اور جلیل القدر اوتاروں کی صورتوں میں مخفی سمجھتے ہیں اے وہ غیر متغیر جس کی تقدیس کی الہامی آواز ایک اٹھارہ سالہ نوجوان کی پاک زبان سے ارض نینوا میں بلند ہوتی تھی اے وہ معبود مطلق جس کی توحید کامل کی گونج نے فاران کے ایک غار سے نکل کر اطراف و اکناف عالم کو ہلا دیا تھا بیشک تیرا لازوال علم صرف یقین والوں کے پاس ہے لیکن عام فطرت انسانی بھی اگر امراض و عوارض سے پاک ہو تو تو اپنی ہستی کی آپ دلیل اور اپنے وجود کی آپ برہان ہے۔ تیری عجیب و غریب شان ہے جو تیرا منکر ہے وہی دوسرے الفاظ میں مثبت ہے جو تجھ سے گریزاں ہے وہی کسی دوسرے نہج سے تیرا خواہاں ہے جو تجھ سے اس وقت آزاد ہے وہی تیرا گرفتار ہے جو تجھ سے آج بے خوف ہے وہی دوسرے وقت تیری بالاتر طاقت کی پناہ ڈھونڈھنا چاہتا ہے۔ جو تیری کبریائی اور کمالات میں اوروں کو شریک بتاتا ہے وہی تیری آغوش رحمت میں چھپنا چاہتا ہے۔

ہندو نے صنم میں جلوہ پایا تیرا   آتش پہ مغاں نے راگ گایا تیرا
دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے   انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا

ثواب علی برق

پشیمانی

پیاسوں پہ کرے گا مہربانی پانی   آتش پہ کرے گا حکمرانی پانی
کیا نار سقر جلا سکے گی واعظ!   خود شرم سے ہو رہا ہوں پانی پانی

سید احمد حسین امجد

خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیجیے ۔ منیجر

بندر

سچ بتا اے نونہال گلستانِ ارتقا سچ بتا اے پیکرِ حیواں وشِ انساں نما
بارگاہ آفرینش میں ترا منصب ہے کیا کیا اثر تاریخ عالم پر ہے تیری ذات کا
عالمِ ایجاد کس حد تک ترا ممنون ہے
یاں تری نشو و نما کا کون سا قانون ہے

ابتدا میں لوگ تیری شان سے واقف نہ تھے تجھ کو نادانی سے مطلق جانور کہتے رہے
عہد میں تہذیب کے تیرے بھی آخر دن پھرے تیرے پوتے ڈاروِن انگلینڈ میں پیدا ہوئے
سب سے پہلے معرفت تیری اُنھیں حاصل ہوئی
عقلِ انسانی اُنھیں کی ذات سے کامل ہوئی

نازش یورپ ہے تیری ذات میموں لاکلام اشرفِ مخلوق ہے اس دور میں تیرا ہی نام
ایشیا لیکن ہے ایسا جہل و وحشت کا مقام اسکو ہے تیری سیادت اور قدامت میں کلام
یہ تو مذہب کی خیالی شمع کا پروانہ ہے
ہے یہی باعث کہ یہ تہذیب سے بیگانہ ہے

ہم کو لازم ہے کہ ہم تجھ سے سبق حاصل کریں معشرت کی تنگ وادی میں ترے پیرو نبیں
تیری پھرتی سیکھ لیں تیری صفائی سیکھ لیں مکر و چالاکی میں بس تیرے ہی چیلے ہو رہیں
دانت ہر دم تیز رکھیں دوسروں کے مال پر
جب وہ لپکا ہو رہے اس ڈال سے اُس ڈال پر

تیری اک اک بات کی تقلید ہم پر فرض ہے جن کو بدنامی کا ڈر ہے ہیں کہاں وہ بزدلے
دیکھ لیں آزادیِ نسواں میں تیرے حوصلے ہاتھ پردہ سے اُٹھائیں آنکھ سے پردہ اُٹھے
اے کہ در عالم نباشد جز تو یکسر پیرِ ما
ذاتِ میمونت چراغ راہ در تدبیرِ ما

سید عابد حسین

الہ آباد بزمانۂ ایسٹ انڈیا کمپنی[1]

الہ آباد کا قلعہ اور اُس کے اندر کی محلسرا شہنشاہ اکبر نے تعمیر کرائی ۱۷۶۶ء میں مسٹر ٹیورنیئر نے اس مقام کو معائنہ کیا اور لکھا کہ "یہ ایک بڑا شہر ہے گنگا جمنا کا یہاں میل ہے۔ یہاں ایک اچھا قلعہ ترشے ہوئے پتھروں کا ہے دُہری خندقیں اسکے گرد ہیں۔ یہی جگہ گورنر کے رہنے کی ہے یہ گورنر ہندوستان کے سرداران اعظم میں سے ہے چونکہ اس کی طبیعت اچھی نہیں رہتی اس لیے دس ایرانی حبیب اُسکی خدمت میں حاضر رہتے ہیں۔ اُسکی ملازمت میں کلاڈیس مال آف بورگس بھی ہے۔ جو طب اور سرجری دونوں کام کرتا ہے۔ بکسر کی لڑائی کے بعد ۱۷۶۵ء میں شجاع الدولہ کو یہ صوبہ الہ آباد ایسٹ انڈیا کمپنی کو دیدینا پڑا۔ کمپنی نے اُس کے بیٹے شاہ عالم کو تخت شہنشاہی پر بٹھادیا۔ اور تیس لاکھ روپیہ سالانہ محاصل ملک سے اُن کا مقرر کردیا۔ لیکن شاہ عالم حفاظت ملک کی نہ کرسکتے تھے لہذا انھوں نے قلعۂ الہ آباد مع محلسرا کے کمپنی کو دیدیا تاکہ کمپنی کی فوجیں اس میں قیام کریں۔ اور خود اپنے درباریوں اور زنان خانے اور لڑکوں کو لے کر بیرون قلعہ چند بنگلوں میں جمنا کنارے قیام پذیر ہوئے۔

مسز کنڈرسلی غالباً پہلی انگلش لیڈی سیاح ہیں جنھوں نے الہ آباد کو دیکھا چنانچہ اگست ۱۷۶۸ء میں مقام الہ آباد سے وہ لکھتی ہیں کہ شاہ مغل ایسی جگہ رہتے ہیں جو کسی طرح اُن کے شاہانہ رتبہ کے قابل نہیں ہے۔ اُسی جگہ وہ اپنی ڈھیلی ڈھالی نمود وعظمت جمائے ہوئے ہیں۔ چند سپاہی ہیں جن کو وہ خود تنخواہ دیتے ہیں بس وہ

---

[1] حسب الارشاد سید عشرت حسین صاحب رئیس الہ آبادی ڈپٹی کلکٹر پرتاب گڈھ یہ مضمون ترجمہ کیا گیا۔ اور جناب مولانا اکبر حسین صاحب اکبر الہ آبادی کے ذریعہ سے ہم کو ملا ہے۔

اتنے ہی ہیں کہ جب شہنشاہ باہر جائیں تو اُن کے ساتھ ہوں زیادہ سے زیادہ ایک پلٹن ہوگی۔ اگرچہ اُن کی وردی انگریزی فیشن کی ہے۔ لیکن نہ ان کی تعلیم تربیت یعنے قواعددانی اچھی ہے نہ اُن کو اچھی تنخواہ ملتی ہے۔ جب کبھی گاہے ماہے شاہ باہر جاتے ہیں تو کُل درباری ساتھ ہوتے ہیں۔ خود وہ ہاتھی پر ہوتے ہیں کبھی شام کو وہ دریا کی طرف جاتے ہیں وہ بہت خوشنما منظر ہے کشتیاں جو نہایت ہی خوبصورت ہیں ان میں جھکا جھک روشنی ہوتی ہے۔ اور موسیقی اگرچہ وحشیانہ ہے لیکن سطح آب پر اچھا سماں بندھتا ہے۔

مسٹر کنڈرسلی صاحبہ نے سات مہینے آگرہ آباد میں بسر کیے۔ ستمبر ۱۸۶۱ء میں شہنشاہ نے انگریزی فوجوں کا ریویو کیا۔ اُس کا حال اُنھوں نے لکھا ہے۔ اگر بمقابلہ سابق کے نمود و عظمت شاہنشاہی کا صرف ڈھانچا رہ گیا تھا تاہم اس انگلش لیڈی پر اسکی بڑی وقعت جمی۔

جھلدار اور زرنگار ہودجوں اور پالکیوں کی بڑی شان وہ بیان کرتی ہیں ہاتھیوں اور گھوڑوں کے جھول اور سازمخملی تھے (اعلیٰ مخمل) اور موتی جڑے تھے چاندی کے پتّر تھے زردوزی کا کام تھا۔ جسمیں جھالریں تھیں۔

مسٹر کنڈرسلی لکھتی ہیں کہ جب ریویو ختم ہوا۔ تو شاہ مغل نے دیوان عام میں جلوس کیا۔ ایسے مواقع میں وہ مسند پر بیٹھتے ہیں۔ وہ ایک مرتفع چبوترہ چھوٹے پلنگ کی بلندی کی ہے۔ اور ایک نہایت اعلیٰ قسم کا قیمتی کپڑا اسپر پڑا ہے۔ اور ایک مستطیل تختہ جسمیں مسند کے گرد ہے اور مسند کی طرف مڑا ہوا ہے۔ شہنشاہ اس مسند پر حسب دستور ملک چارزانو بیٹھتے ہیں۔

سرداران دربار شاہی چاروں طرف حلقہ زن ہوتے ہیں۔ اور اسوقت شہنشاہ سائلوں کی عرضیاں لیتے ہیں۔ اور جنکو عزت حضوری حاصل ہے اُنکی باریابی ہوتی ہے

چنانچہ انگلش افسران فوج بھی شہنشاہ کے حضور میں باریاب ہوئے۔ داخلۂ دیوان کے پہلے وہ افسر ایک دوسرے مکان میں جاتا ہے۔ اسکو موزوں لباس (مسلمانی) پہنایا جاتا ہے جو شہنشاہ کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔ وہ یہ لباس پہن لیتا ہے اور اپنا جوتا دروازہ پر چھوڑ دیتا ہے۔ بعدہٗ دیوان عام میں داخل ہوتا ہے اور تین سلام بجالاتا ہے۔ اور چند اشرفیاں نذر پیش کرتا ہے بموجب حکم شاہی ایک سردار اُس نذر کو لے لیتا ہے پھر کوئی توجہ اس حاضر ہونے والے پر نہیں ہوتی یعنی حضوری اس جگہ قطع ہوجاتی ہے جو لباس اس موقع پر عطا ہوتا ہے وہ بہت وقیع نہیں۔ صرف نمود و نمائش کا ہوتا ہے زردوزی بیلیں ٹکی ہوتی ہیں۔ اور رنگین ریشم یہ کام ململ کی زمین پر ہوتا ہے۔ جس کی خوبی و نفاست معطی لہٗ کے درجہ کے موافق ہوتی ہے۔ سرپیچ مرصع جس سے مقدم حصہ دستار کی تزئین ہوتی ہے اُس میں زمرد الماس لعل جڑے ہوتے ہیں لیکن عموماً یہ جواہر پوری آب کے نہیں ہوتے۔

شاہ عالم کو صرف برائے نام بادشاہ رہنا پسند نہ آیا چنانچہ بہت جلد وہ الٰہ آباد سے چل دیے۔ اور مرہٹوں سے جا ملے۔ بہ تعلق اس کے کمپنی نے اعلان کردیا کہ صوبۂ الٰہ آباد منضبطہ ہوگیا۔ بعدہ کمپنی نے یہ صوبہ بعوض پچاس لاکھ روپیہ کے نواب وزیر اودھ کے ہاتھ فروخت کردیا۔

نواب اودھ نے معاً عمدہ ترین حصہ جو محلسرائے شاہی الٰہ آباد میں تھا۔ لکھنؤ میں منتقل کرلیا۔ حالانکہ یہ امر دو نامور صناعوں یعنی طامس اور ولیم ڈینیل کو سخت ناگوار ہوا۔ یہ دونوں صناع اٹھارہویں صدی کے آخر میں الٰہ آباد آئے تھے۔ اور اُنھوں نے بعض حصص قلعہ الٰہ آباد اور مقابر خسرو باغ کے نقشے تیار کیے تھے۔ ایک مجموعہ نقوش مُثبت کا ان صناعوں نے ۱۸۱۲ء میں مشتہر کیا جس کی ایک کاپی الٰہ آباد لائبریری میں موجود ہے۔ نقشہ ہائے مذکورہ صدر اسی مجموعہ میں شامل ہیں

۱۸۰۱ء میں نواب وزیر نے بعوض ۷۶ لاکھ روپیہ سالانہ کے جو انگو کمپنی کو بعوض اس کے دینا تھا۔ کہ کمپنی نواب وزیر کے ملک کی حفاظت حملوں سے کرنے۔ بشمول اور علاقوں کے الہ آباد کمپنی کو تفویض کر دیا اس وقت سے الہ آباد ایک ضلع کا صدر مقام قرار پایا۔

الہ آباد کے پہلے کلکٹر مسٹر رچرڈ ایمٹی تھے جو جج اور مجسٹریٹ بھی تھے۔ اور ممالک جو کمپنی کے قبضہ میں تھے۔ اُن میں قاعدہ تھا۔ کہ کلکٹر کی خدمت جج اور مجسٹریٹ کی خدمت سے علیحدہ رکھی جائے لیکن آنریبل ہنری ولزلی صاحب نے جو صوبہ جات مفوضہ کے لفٹنٹ گورنر مقرر ہوئے تھے۔ اور جن کا صدر مقام بریلی تھا۔ انھوں نے اس قاعدۂ مروجہ ممالک دیگر کو نئے حاصل کیے ہوے صوبوں کے لئے مناسب نہ سمجھا۔ کیونکہ وہ اب تک اودھ کی حکومت خود اختیاری میں شامل تھے اور لوگ خوگر ہو رہے تھے۔ کہ ایک ہی شخص کے ہاتھ میں کُل اختیارات ہوں۔

انگلستان کے کورٹ آف ڈائرکٹرس نے ہنری ولزلی کے تقرر کو منظور نہیں کیا۔ کیونکہ ان کی رائے میں یہ تقرری خلاف ان قوانین کے تھی۔ جو ہندوستان میں حکومت کمپنی کے متعلق مدوّن ہوے تھے۔

چنانچہ ولزلی مستعفی ہو کر چلے گئے اس کے بعد ممالک مفوضہ میں بھی وہی طریقہ انتظام گورنمنٹ قرار پایا جو بنارس و دیگر مقامات میں نافذ تھا۔

۱۸۰۸ء میں ایڈورڈ گتھرٹ صاحب کا نام کلکٹری الہ آباد پر پایا جاتا ہے۔ ولیم ٹاورسی سمتھ صاحب جج اور مجسٹریٹ تھے۔ اور جان برووڈ اسسٹنٹ رجسٹرار اور ڈی جانسن سرجن تھے۔

۱۸۲۴ء میں بشپ ہیبر الہ آباد آئے وہ لکھتے ہیں کہ کمپنی کے سول ملازموں کے مکانات قلعہ اور شہر سے کچھ فاصلہ پر ہیں وہ مکانات ایک مرتفع سلسلۂ زمین میں بنا

جو گنگا سے جمنا تک ہے۔ یہ مکانات کیا ہیں صرف بنگلے ہیں۔ اور وسعت اور زینت میں ان تمام مکانات سے کم ہیں جو ان صوبوں میں بنے اور سا سٹیشنوں میں اب تک دیکھے ہیں۔ لیکن یہ مقام فرحناک اور صحت بخش البتہ ہے۔

بیشک اس وقت ملازمان کمپنی کو اپنے لیے تیار مکان نہیں ملے اور وہ مجبوری سے ہر قسم کے ایسے ویسے مکانوں میں رہتے تھے۔ بشپ ہیبر صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ یورپین مقیمانِ الٰہ آباد کو ایک پادری (چپلین) کی بہت فکر و ضرورت ہے۔ بشپ صاحب نے ایک پادری تو ان کے لیے مقرر کر دیا۔ لیکن یہ بات بیس سال بعد ہوئی۔ کہ ایک گرجا تعمیر ہوا۔ اس عرصہ میں نماز و دعا یا تو قلعہ میں ہوتی رہی۔ یا بنگلۂ سرکٹ میں۔

مسز فینی پارکس نے جو کتاب "ایک سیاح متجسس مناظر قابل دید کی سیاحت" کی لائق مصنفہ ہیں۔ بہت برسوں تک الٰہ آباد میں قیام کیا ہے۔

اُنھوں نے خوب گرما گرمی سے وہاں کے اُس وقت کے سوشل حالات لکھے ہیں۔ ان کے شوہر کارسی کرافڈ پارک وہاں کسٹم کے کلکٹر تھے۔ وہ اس اسٹیشن میں یکم فروری ۱۸۲۷ء کو داخل ہوئیں۔ اور ۱۸۴۴ء تک اُن کا سلسلۂ قیام قائم رہا۔ پارکس صاحب کا مکان خوشنما کنارہ جمنا پر واقع تھا۔ جو قلعے سے تھوڑے فاصلہ پر تھا۔ ان لوگوں کا ایک آرامگاہ دیہات کنارہ گنگ یعنی پھاپھامئو میں بھی رہا تھا۔ یہیں پر آخر ۱۸۲۹ء تک گورنمنٹ کا بھی ایک بارودخانہ اور ایک راکٹ فیکٹری موجود تھی۔ مسز پارکس نے الٰہ آباد با استثنائے موسم گرما کے بہت عمدہ اسٹیشن سمجھا۔

وہ لکھتی ہیں کہ الٰہ آباد نے ابتدا ہی میں۔ القاب "تنور ہند" "جہنم خرد" پا لیے تھے۔ پہلی جون ۱۸۲۳ء کو وہ لکھتی ہیں کہ سات بجے صبح کو میں گاڑی میں سوار ہو کر جلتی ہوئی بھاڑ میں نکلتی ہوں۔ اور بالکل جلی بھنی مدہوش واپس آتی ہوں۔ اور دو گھنٹوں میں

جو کچھ تسکین ہوتی ہے وہ یہی کہ اُس شدت حرارت میں انگلش ساخت بلیک کارنٹ واٹر کا ایک گلاس مع سوڈا واٹر جس میں خوب برف پڑی ہوئی ہو پی لوں۔ اُن دنوں برف بنانے کے لیے ایک کلب تھا۔

جو راتیں خاموش موسم کی ہوتی تھیں اُن میں برف چھچھلے ظروف میں جو اِس غرض سے بنائے جاتے تھے جمتی تھی اگرچہ ہوا کا درجۂ حرارت ۴۲ سے کم نہ ہوتا تھا برف کی پتلی چادریں ۳ بجے صبح تڑکے جمع کی جاتی تھیں اور ایک گڑھے میں بھر کر کوٹ کر ایک مجموعی تودے میں شامل کر لی جاتی تھیں وسط فروری میں برف سازی بند ہوتی تھی۔ گڑھا آغاز موسم گرما میں کھولا جاتا تھا اور خریداران نامزدہ کو ہر دوسرے دن ۴۲ پونڈ برف دی جاتی تھی اور ذخیرۂ برف عموماً اگست کے تیسرے ہفتہ تک باقی رہتا تھا جیسا کہ لکھا جا چکا ہے۔ فینی پارکس بجز موسم کے اور طور پر الہ آباد کو پسند کرتی تھیں چنانچہ مئی ۱۸۳۲ء میں وہ لکھتی ہیں کہ اس وقت یہاں خوب چہل پہل ہے اور ہندوستان کے خوشنما ترین اسٹیشنوں میں سے یہ ایک اسٹیشن ہے۔ کافی سے زیادہ دعوتیں یعنی ڈنر پارٹیاں ہوتی ہیں اکثر بال یعنی جلسۂ رقص بھی ہوتا ہے کتاب کی سوسائٹی ہے پانچ چھ بلیرڈ ٹیبل یعنی اِنشا گھر ہیں ایک غول کتوں کا ہے کہ چند جن میں تازی ہیں۔ چودہ اسپنسٹر (کنواریاں) ہیں سابق میں تو لوگ کہتے تھے کہ یہ اسٹیشن لائق پسند نہیں لیکن جیسا کہ ہم ہمیشہ خیال کرتے رہے اب تو یہ جگہ نہایت دلچسپ ہو گئی ہے ہمارے ہمسائے کی گویا ایک سوسائٹی قائم ہو گئی ہے جس میں ہم ایسے خاموش زندگی کرنے والوں کے لیے کافی دلچسپی اور چہل پہل ہے۔ بلکہ اُس سے زیادہ اور گپ شپ خوب ہے گو بک بک نہیں ہے۔ میں امید کرتی ہوں کہ لاٹ صاحب محکمۂ بورڈ آف ریونیو اور دیوانی اور فوجداری عدالتوں کو جیسا کہ بعض لوگ ممکن خیال کرتے ہیں بالائی حصۂ ملک میں منتقل کر کے ہم لوگوں

کی راحت میں خلل انداز ہوں گے۔

۱۸۳۳ء میں ایک قانون پاس ہوا جس کے رو سے صوبہ آگرہ کی گورنری قائم ہوئی دوسرے سال مٹکاف گورنر مقرر ہوئے اور اُن کو حکم ہوا کہ الہ آباد کو اپنا صدر مقام ٹھہرائیں چنانچہ بورڈ آف ریونیو اور صدر دیوانی کا یہی مستقر ہوا۔ ۱۸۳۵ء میں اس نئے صوبے کا صدر آگرے کو منتقل ہوا لیکن بورڈ آف ریونیو اور صدر دیوانی ۱۸۴۵ء تک آگرے کو منتقل نہیں ہوا تھا چنانچہ یہ دونوں محکمے آگرے میں بعد غدر تک رہے۔ کتوں کا جو ذکر مسز پارکس نے کیا ہے اُن میں انگریزی پاونڈ (قسم تازی) شامل تھے اُس زمانے میں شکار کھیلنا گویا بڑا خرچ کرنے والا یعنی امیرانہ کھیل تھا۔ جو تازی کتے کلکتے میں جہاز سے اُترتے تھے اُنکے ایک جوڑے کی قیمت ۵۰ پاونڈ (ساڑھے سات سو روپیہ) ہوتے تھے بات یہ ہے کہ گرمیوں میں یہ کتے کم زندہ رہتے تھے اور عملی طور پر ہر سال نیا غول کتوں کا منگانا پڑتا تھا۔

جلسہ ہائے رقص سے ایسی دلچسپی تھی کہ گرم ترین موسم میں بھی منعقد ہوتے تھے ۱۸۳۶ء میں سر چارلس مٹکاف نے جو گورنر سے لفٹنٹ گورنری کے درجہ میں آگئے تھے افسران مقیم الہ آباد کو ایک جلسہ بال کی دعوت دی تھی اُس زمانہ میں برخلاف اس وقت کے افسروں کی تبدیلی بہت کم ہوتی تھی اور چونکہ ۱۸۴۰ء تک انگلش عورتیں حسب دستور حال پہاڑوں پر نہیں جاتی تھیں یورپین لوگ اپنی کوشش اور دولت کا بڑا حصہ اسی میں صرف کرتے تھے کہ انھیں میدانوں کو اپنی راحتگاہ بنائیں ہر ایک کے یہاں بٹیروں کے کھوبنے تھے مرغابیوں کے لیے مکان مع تالاب کے ہوتا تھا۔ اُس مکان میں وہ جانور رکھے جاتے تھے جو جاڑوں میں پھنسائے جاتے تھے۔ اُس وقت فرنیچر کا بہم پہنچنا مشکل تھا اور اکثر یورپینوں کے یہاں ایک یا دو بڑھئی نوکر ہوتے تھے جو برآمدے میں کام کیا کرتے تھے ایک طرف

دونری ایک طرف بڑھی ہے اور میم صاحب کی نگرانی ہوتی تھی۔ مسز پارکس نے
الہ آباد کے ماگھ میلے کا دلچسپ حال لکھا ہے اور نیز ایک دعوت لغن پارٹی کا
جو بیجا بائی معروبہ رانی گوالیار نے ۱۸۳۶ء میں بمقام خسرو باغ منعقد کی تھی اس
جلسے میں دو گینڈوں کی لڑائی دیکھ کر مہمان لوگ بہت محظوظ ہوئے تھے۔ انھیں
میم صاحب نے لارڈ آکلینڈ صاحب کی ۱۸۳۷ء میں الہ آباد تشریف آوری کا
حال لکھا ہے۔ ہزاکسیلنسی کے خدم وحشم کی وسعت کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے
کہ ڈھائی سو ہاتھی اور دو سو اونٹ ساتھ تھے۔ ۱۸۲۹ء سے پہلے الہ آباد میں ہندو
عورتوں کا ستی ہونا کوئی غیر معمولی بات نہ تھی قبل نفاذ قانون امتناع ستی کے
مجسٹریٹ بے اختیار تھا البتہ تا حد امکان وہ ہندوؤں کو سمجھاتا تھا کہ اس
فعل سے باز رہیں۔ مسز پارکس لکھتی ہیں کہ ۷ نومبر ۱۸۲۸ء کو درمیان قلعہ اور
داج گھاٹ کے ایک ہندو عورت اپنے شوہر کی چتا پر چڑھی لیکن جب شعلوں نے
اُس کو لپیٹا تو وہ لکڑی کے کُندوں پر سے کود کر علیحدہ ہوگئی تماشائیوں نے
کوشش کی کہ پھر جبراً اُس کو آگ میں واپس کریں لیکن مجسٹریٹ نے اس
بات کو جائز نہ رکھا مجسٹریٹ نے اُس عورت سے کہا کہ خود اپنے ہی قانون کے
مطابق جب تو چتا سے ایک دفعہ الگ ہوگئی تو پھر دوبارہ نہیں چڑھ سکتی میں اس
بات سے منع کرتا ہوں۔ اب تو ہندو ذات سے خارج ہوگئی لیکن میں تجھکو اپنی
حفاظت میں لیتا ہوں کمپنی تیری حمایت کرے گی اور تو کبھی کھانے کپڑے کی
محتاج نہ ہوگی ۱۸۲۸ء میں اسٹیمروں کی آمد و رفت بذریعہ دریائے گنگ کلکتے
اور بالائے ہند میں قائم ہوئی یہ اسٹیمر الہ آباد تک آتے تھے اس گھاٹ کے نشان
جہاں مسافر اُترتے تھے اب تک موجود ہیں۔ اسی انتظام سے الہ آباد کلکتہ اور
شمالی ہند کے دور دراز مقامات کے درمیان گویا ایک بیچ میں کا گھر ہوگیا۔

مسٹر برل نے گھاٹ پر ایک ہوٹل تعمیر کیا تھا۔ غالباً بالائے ہند میں یہ پہلا ہوٹل کھولا گیا تھا۔

کیسا بانکا

(الف، ہمینس)

ایک لڑکا جلتی کشتی کے تھا تختہ پہ کھڑا ‌ ‌ یہ جگہ وہ تھی جہاں اُسکے سوا کوئی نہ تھا
دے رہے تھے شعلے اُٹھ اُٹھ کے تباہی کا نشاں ‌ ‌ اُڑ رہی تھیں آس پاس اُسکے بہت چنگاریاں

ہو کے بے پروا دلیری سے تھا وہ لڑکا کھڑا ‌ ‌ گویا اس طوفان پر ہے وہ حکومت کر رہا
اک بہادر اور جوشیلا مگر رکھتا تھا دل ‌ ‌ تھا تو بچہ، دیکھیے لیکن ذرا بچہ کا دل

بڑھ رہے تھے آگ کے شعلے دھوئیں کا تھا غبار ‌ ‌ اپنے والد کی اجازت کا اُسے تھا انتظار
باپ اُن مُردوں میں شامل تھا جو تھے نیچے پڑے ‌ ‌ کون دے اُسکو اجازت کون آواز اُسکو دے

یہ کہا لڑکے نے ابا جان اب کیا حکم ہے ‌ ‌ کام جتنے میرے ذمے تھے وہ پورے ہو چکے
لیکن اُسکو کیا خبر تھی باپ اُسکا مر گیا ‌ ‌ اپنے لڑکے کی وہ اب آواز پر بولے گا کیا

پھر کہا لڑکے نے ابا جان حکم ہو جائے گر ‌ ‌ اب بھی جا سکتا ہوں میں اپنی جگہ کو چھوڑ کر
پھٹنے والی گولیوں سے مل گیا اُسکو جواب ‌ ‌ آگ کی تیزی بڑھی شعلے بڑھے اُسپر شتاب

آگ کا پیدا ہوا پیشانی پر اُس کے اثر — کچھ دھواں اُٹھنے لگا اُسکے سنہرے بالوں پر
اُس مقام موت سے پھر بھی نہ وہ ہرگز ٹلا — اور اپنی آنے والی موت کو دیکھا کیا

ایک پُرحسرت دلیری سے کہا پھر زور سے — کیا مرے ابا مجھے اب بھی ٹھہرنا چاہیے
بادبانوں اور ستولوں سے پھر شعلے بڑھے — ہر طرف سے جسم پر اُسکے وہ پھر گرنے بچے

وحشیانہ شان سے اُن کے ہوئی کشتی تباہ — پھر بڑھے جھنڈے کی جانب ڈھونڈھتے ہوئے
اُس بہادر لڑکے کے اوپر بھی شعلے آ گئے — آسماں کے بادلوں کی طرح سے چھا گئے

ایک سخت آواز آئی جیسے بادل کی کڑک — اور تھوڑی دیر میں مدہم ہوئی وسکی چمک
آہ وہ لڑکا کہاں ہے یہ ہوا سے پوچھ لو — دور تک پھیلا دیا ہے جس نے ہر اک چیز کو

بادبان، سُکان، اور ستول جو کشتی میں تھے — کام جو کچھ اُن کے ذمہ تھے وہ پورے ہو چکے
ہوگئی سب سے زیادہ قیمتی جو شے تباہ — ایک بچہ کا وہ دل تھا جو ہوا برباد آہ

قیصر (بھوپال)

آپ گھر بیٹھے انگریزی سیکھ لیجیے؟

اگر آپ انگریزی زبان جلدی عمدہ طور سے اور آسانی کے ساتھ سیکھنا چاہتے ہیں تو فوراً شدن صاحب کا انگلش ٹیچر پڑھیے اسکی جانچ ہر شعبۂ تعلیم کے بڑے بڑے افسروں نے نہایت غور سے کی ہے اور سارٹیفکیٹ روانہ میں تحریر فرمائی ہیں۔ یہ کتاب اس شرط پر فروخت کی جاتی ہے کہ اگر تمام انگلش ٹیچروں سے زیادہ عمدہ اور مفید نہ ہو تو قیمت واپس اور کتاب مفت۔ قیمت صرف ایک روپیہ محصول ۳؍ دو جلد تک محصول معاف ہوگا۔ ملنے کا پتہ:- منیجر کارخانہ شدن برادرس ۹ آگرہ شہر

تلاشِ عیش

بلسلۂ ماہ مئی ۱۹۱۷ء

مولوی صاحب:- آپ کیا دریافت کریں گی؟ میرے خفا ہوجانے کا بھی خیال ہے اسپر جرأت اور بیباکی سے فرماتی ہیں کہ "آپ سے ایک بات دریافت کروں" ہنوز ہے (چمکر) تم لوگوں میں آجکل اسقدر بیباکی کیوں ہے۔

بلقیس:- (آہستہ سے) واعظی تربیت کا نتیجہ ہے۔

مولوی صاحب:- اس جواب کو سُن کر بیتاب ہوگئے قوت مقابلہ ذرا اور کمزور ہوجاتی تو اُگالدان کھینچ کے ماردیتے جسم کے کُل اعضا میں بے تحاشا حرکت پیدا ہوگئی۔ ڈاڑھی کے بال تیر کی طرح ایستادہ ہوگئے اپنے ہونٹوں کو دانت سے چبانا شروع کیا۔ تین چار منٹ اسی حالت بے اختیاری میں گذرے۔ اتفاق سے حسینہ کو یہ کیفیت دیکھکر کچھ ہنسی سی آگئی۔ شاید اسکی وجہ یہ بھی ہو کہ اس نے بلقیس سے جو کہا تھا وہ لفظ بلفظ صحیح ہوا۔ بلکہ مقدار غصہ کی اسکے اندازہ سے بھی زیادہ نکلی۔ یہی بات غالباً محرک تبسم ہوئی ہو۔ کیونکہ اس سے فوراً قبل بلقیس نے اسکو دیکھا تھا اور اسکی نظر بلقیس پر پڑی تھی۔ بہرحال جو کچھ ہوا اس قبیح جرم کی وہ مرتکب ہوگئی۔ اور مولوی صاحب نے عین ارتکاب جرم کے وقت اسے گرفتار کرلیا۔ اب آؤ تو جاؤ کہاں۔ کرسی پر سے کھڑے ہوگئے اور تھراتی آواز میں کہنے لگے "سُنتی ہے بدبخت اگر اس قسم کی بیحیائی کی حرکتیں تجھے کرنا ہے تو میرا گھر اسکے واسطے موزوں نہیں ہے جن شُہدوں کی صحبت میں یہ باتیں سیکھی ہیں اُنھیں کے پاس جاکے رہو۔

چونکہ وہ دونوں عورتوں نے سمجھ بوجھکر مولوی صاحب کو چھیڑا تھا اور جانتی تھیں

کر ان کو غصہ آئے گا اور اپنے آپے میں نہ رہیں گے اس لیے اس نامعقول گفتگو پر جتنا کہ غصہ آنا چاہیے تھا دونوں میں سے کسی کو نہیں آیا۔ بلکہ حسینہ کو ذرا شرارت سوجھی کہنے لگی "میری صحبت کسی کے ساتھ ایک تو ہے ہی نہیں اور اگر کچھ ہے تو ایسی لائق اور فائق عورت کے ساتھ جیسی کہ بلقیس جہاں بیگم ہیں۔

مولوی صاحب:۔ تم ان کو لائق فائق سمجھتی ہوگی اسی سمجھنے ہی کا تو نتیجہ ہے میں تو ان کو .... اتنا کہہ کے چپ ہو گئے اور دوسری طرف مُنہ پھیر لیا۔

بلقیس:۔ کوئی بات نہ معلوم ہو اس کا دریافت کرنا اگر عیب میں داخل ہے تو ماموں جان مجھ سے خطا ہوئی اور مجھے افسوس ہے کہ آپ سے کیوں میں نے کہا۔

مولوی صاحب:۔ بس بہت لیاقت اپنی نہ دکھائیے۔ آپ کے حالات مجھے اچھی طرح معلوم ہیں اسی وجہ سے آپ کا آنا جانا اپنے یہاں مجھے ناپسند تھا۔

بلقیس:۔ تو ماموں جان جس وقت میں آئی تھی اُسی وقت آپ نے کہدیا ہوتا اسقدر توہین کرنے سے کیا فائدہ۔

مولوی صاحب:۔ خیر میں بحث مباحثہ آپ سے کرنا نہیں چاہتا اپنی خوش بیانی اور دلیلیں اُس پاگل پر صرف کیجیے جس کو آپ اُلو بنائے ہوئے ہیں۔

بلقیس چاہتی تھی کہ مولوی صاحب کچھ اور زیادہ کُھلیں تاکہ ان کے دلی خیالات معلوم ہوں کہنے لگی "ماموں جان آپ کیا کہہ رہے ہیں کون پاگل کس کو میں نے اُلو بنایا ہے"

مولوی صاحب:۔ وہ ہی بدنصیب اور بے حیا اکبر۔ جو سب کچھ دیکھتا ہے پھر اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔

بلقیس:۔ خیر آپ کو اختیار ہے انھیں جتنا چاہے بُرا بھلا کہیے۔ مگر مجھے یہ تو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کیا دیکھتے ہیں اور اُن کی سمجھ میں کیا نہیں آتا جو آپ کی سمجھ میں

گیا تھا ہے۔

مولوی صاحب :۔ کیا تم صاف صاف کہلانا چاہتی ہو۔ میں تم جانتی ہو کسی سے ڈرتا نہیں ہوں نہیں بھانڈا کچا چٹھا بیان کر دوں گا۔

بلقیس :۔ مجھے خدا کی قسم کوئی شکایت نہ ہوگی۔ آپ شوق سے بیان کریں بلکہ مجھے بہت اشتیاق اپنے حالات سُننے کا ہے۔

مولوی صاحب :۔ خیر میں بے حجاب نہیں ہوں تمھیں سُنتے شرم نہیں آتی مجھے بیان کرتے شرم آتی ہے۔

حسینہ :۔ تم کو الزام لگاتے اور بدنام کرتے شرم نہیں آتی جب کوئی پوچھتا ہے تو بیان کرتے شرم آتی ہے۔

بلقیس :۔ آخر مجھے معلوم تو ہو کہ میں کیا کرتی ہوں جس کی سزا میں آپ اپنے بھانجے صاحب کو اس قدر بُرا بھلا کہہ رہے ہیں۔ میں تو یہ مناسب سمجھتی ہوں کہ ان کو بھی بلوا لیجیے اور اُن کے سامنے بیان کیجیے تاکہ ان کو بھی تو کان ہوں۔

مولوی صاحب :۔ بے حیاؤں پر کوئی تعلیم اور کوئی تنبیہ کارگر نہیں ہو سکتی۔ میرا اگر بس چلے تو آج کل کے جتنے لونڈے اور تعلیم یافتہ عورتیں ہیں سب کو تہ تیغ کر دوں۔

اس گفتگو کے بعد یکایک مولوی صاحب خاموش ہو گئے۔ بلقیس نے کوئی بات کہی بھی تو اس کا جواب نہ دیا۔ دس پانچ منٹ کی خاموشی کے بعد مولوی صاحب کے چہرہ پر ایسا معلوم ہونے لگا کہ کوئی بات کہنا چاہتے ہیں مگر کہہ نہیں سکتے اس لیے رُکتے ہیں۔

بلقیس نے اس مضطرب حالت کو دیکھا اور پہچان لیا۔ اس کا مقصد تو یہی تھا کہ ان کی زبان سے اپنے متعلق کچھ کہلائے آہستہ سے بولی ماموں جان آپ کچھ کہنا

چاہتے ہیں۔ مگر کوئی خیال آپ کو روک رہا ہے

مولوی صاحب:۔ یہ کیا معنے۔ میں کیا آپ سے ڈرتا ہوں۔ خدا کی شان۔ یہی تو میں کہتا ہوں کہ تم لوگوں کے دماغ چل گئے ہیں اپنے کو کوئی چیز سمجھنے لگے ہو۔

بلقیس:۔ نہیں ماموں جان بھلا آپ مجھ سے کیوں ڈرنے لگے۔

مولوی صاحب:۔ نہیں تو آپ کے شوہر نامدار کا مجھے خوف ہے کہ زبان سے آپ کے سامنے بات نہیں نکلتی۔

بلقیس:۔ دنیا میں ہزاروں خیال ہزاروں باتیں ہوتی ہیں کیا ڈر ہی ایک چیز ہے جس کی وجہ سے آدمی کوئی بات نہ کہے۔ کوئی مصلحت ہوگی۔

مولوی صاحب:۔ مصلحت جو ہے وہ یہ ہے کہ آپ ایسی فیشن ایبل عورتوں کے حالات اپنی بیوی کے سامنے بیان کرکے ان کا دماغ خراب نہ کروں

بلقیس:۔ تو کیا وہ ایسے حالات ہیں کہ ان کا بیان بھی زہر کا اثر رکھتا ہے۔

مولوی صاحب:۔ یقیناً

بلقیس:۔ تو پھر بیشک نہ بیان کیجیے"

اس کے بعد پھر سکوت کا عالم ہو گیا ہر شخص خاموش تھا خیالات ہر دماغ میں موجود تھے مگر زبان تک نہ آتے تھے۔ اس آخری سکوت کو مولوی صاحب نے اپنی بیوی سے مخاطب ہو کر توڑا کہنے لگے " آپ نے اپنی دوست صاحبہ سے اس زمانہ میں تھیٹر کے حالات تو خوب سُنے ہوں گے ہماری بہو صاحبہ تو تھیٹر کی بہت شائق ہیں۔

بلقیس:۔ نہیں اب تو میں نہیں جاتی پہلے بیشک بہت جایا کرتی تھی۔

مولوی صاحب کو یہ جواب سن کر سخت حیرت ہوئی اُن کا خیال تھا کہ تھیٹر کا لفظ سن کے بلقیس چوکنا ہوگی اور جواب دیتے اسے کچھ نہ بنے گا وہ سمجھتے تھے کہ تھیٹر کا جانا اس درجہ کا گناہ نہیں ہے کہ کوئی عورت اس الزام کو اپنے متعلق سُنے اور آنکھ چار کرسکے بلقیس سے

جواب سے ان کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ سیدھے اُٹھ کے باہر چلے گئے۔ شب کو باہر ہی کھانا کھایا اور باہر ہی سوئے۔ گھر میں اس وقت تک نہ آئے جبتک کہ بلقیس چلی نہ گئی۔

رات کو حسینہ اور بلقیس کے درمیان ان نئے واقعات پر خوب بحثیں رہیں بلقیس کے واسطے یہ واقعات ایک قسم کی ندرت اور لطف رکھتے تھے لیکن حسینہ کی خواہش تھی کہ تھیٹر کا حال بلقیس سے سنے۔ مولوی صاحب اور ان کے انداز و باتیں اسکے واسطے کوئی نئی چیز نہ تھیں۔ تھیٹر کے حالات سے وہ بالکل ناواقف تھی۔ اسکو بیچینی پیدا ہوئی کہ کوئی اس سے سن و عن بتائے کہ تھیٹر میں کیا ہوتا ہے بلقیس ٹالتی تھی کیونکہ حسینہ کے میاں کی باتیں وہ ابھی سن چکی تھی کہ وہ اسے کیا سمجھتے ہیں۔

بلقیس: تھیٹر کا حال سننے سے تم کو کیا فائدہ سنو گی تو للچاؤ گی وہاں جانے کی خواہش ہو گی ایک اور بلا اور تکلیف اپنے ہاتھ سے مول لیتی ہو تم کو میں دیکھتی ہوں کہ للچانے کی عادت ہو گئی ہے۔

حسینہ :۔ اچھا اب تو عادت ہو ہی گئی ہے۔ تکلیف مجھکو ہو گی تمھیں تو ہو گی نہیں۔ تم بتاؤ تو کہ وہاں کیا ہوتا ہے۔

بلقیس :۔ تم میں بہت بچپنا ہے تم چاہتی ہو کہ تمھارے میاں میرا یہاں آنا جانا بند کر دیں۔

حسینہ :۔ تم کہو یا نہ کہو وہ یہ ہی سمجھیں گے کہ تم نے سب بیان کیا ہو گا۔ بلقیس کو حسینہ نے مجبور کر کے سب حالات مفصل پوچھے یہاں تک کہ بہت سے تماشوں کے پورے قصے بھی اس کی زبان سے سن لئے۔

(۵)

واقعی بلقیس نے جو کہا تھا وہ بالکل سچ ہوا حسینہ کو تھیٹر دیکھنے کی خواہش پیدا ہوئی اور تکالیف میں یہ ایک نیا اضافہ ہوا دن رات یہ ہی خواہش تھی کہ کس طرح میں تھیٹر کے

تماشے دیکھوں مہینوں اسی خیال میں رہی۔ ایک روز گھر کی ایک ماما اپنے لڑکے کی شکایت کرنے لگی " بیوی میں کیا کہوں اسکی کیا حالت ہے جو کچھ کماتا ہے سب تھیٹروں میں خرچ کر ڈالتا ہے اس کی بیاہ شادی کیا کروں "

حسینہ: تو کیا روز تھیٹر جاتا ہے۔

ماما:۔ جی ہاں بیوی کوئی دن ناغہ نہیں جاتا۔ آندھی جائے پانی جائے اسے جانا فرض ہے

حسینہ:۔ تو نصیبن وہاں کیا ہوتا ہے کہ سب لوگ اس کے [illegible] ایسے مرے جاتے ہیں تم کبھی گئی ہو۔

ماما: بیوی میں دو دفعہ گئی ہوں کیا خوشی سے گئی تھی گھوٹا گھسیٹ کے لے گیا کہ چلو اماں تمہیں تھیٹر دکھلا لائیں۔

حسینہ: تو تم نے کیا دیکھا۔

ماما۔ بیوی سچ بات تو یہ ہے کہ بیشک دیکھنے کے قابل چیز ہے میں کیا بیان کروں کہ کیا کیفیت ہوتی ہے مگر ہم غریب آدمیوں کے لیے روز روز کے یہ شوق کس کام کے۔

حسینہ:۔ تو نصیبن ہمیں بھی ایک دن تھیٹر دکھلا لاؤ۔

ماما:۔ وہ دئی بیوی آپ کیونکر جائیں گی۔ میاں سن لینگے تو مجھے زندہ چھوڑیں گے۔

حسینہ: میرا بھی تھیٹر دیکھنے کو بہت ہی دل چاہتا ہے۔ کسی طرح مجھے لے جا کے ایک دفعہ دکھلا لاؤ۔

ماما۔ اے ہے بیوی یہ میرے مان کی بات نہیں ہے۔

حسینہ:۔ تو اُن کو خبر تھوڑی ہوگی۔

ماما:۔ تو آپ باکسطرح سکتی ہیں۔ باہر کے مکان میں تو میاں سوتے ہیں ڈولی یا گاڑی کیونکر آ سکتی ہے

حسینہ: نصیبن تم اگر وعدہ کرو تو میں ترکیب سوچ لوں گی۔

(باقی آئندہ)

عبد الوالی

ارشد جدید

ذیل کی نظم اصرار کے بعد جناب ارشد تھانوی سے جن کی نظمیں "تمدّن" میں ہمیشہ ناظرین بھلی رہتی ہیں حاصل ہوئی ہے۔ آپ اور نجیل نظمیں لکھنے کے علاوہ ہندوستان کی واحد انگریزی شاعرہ سروجنی نائڈو اور سر رابندر ناتھ ٹیگور ہندوستان کے قابلِ فخر شاعروں کی دلکش نظموں کا دلچسپ دل آویز ترجمہ کرنے میں خوب دسترس رکھتے ہیں۔ ذیل کی نظم ہمارے تعارف سے مستغنی ہے اور ہم سے زیادہ وہ خود اپنے عالمِ وجود میں آنے کی کیفیت بیان کر رہی ہے۔ جناب ارشد کو کسی چیز کی تلاش تھی وہ حاصل ہو گئی۔ کس کی تلاش تھی؟ اور کیا حاصل ہوا۔ شریکِ زندگی کی تلاش تھی۔ راحتِ زندگی کو آپ نے لکھنؤ میں ڈھونڈھ نکالا۔ ہمیں اس موقع پر جناب ارشد کو مبارکباد دینے کے علاوہ نظم کو دیکھنے کے بعد خاتون ارشد کو بھی مبارکباد دینی چاہیے کہ انھوں نے ایک ہفتہ کی مدت سے کم میں اپنے متلاشی پر اتنا اثر قائم کر لیا۔ ارشد صاحب کا شادی ہونے کے چند یوم بعد اپنے نئے جذبات کو نظم کر دینا اچھا شگون ہے جس سے ہمیں توقع ہے کہ خاتون ارشد آپ کی شاعری میں بھی معین و مددگار ثابت ہوں گی۔ جناب ارشد نے نظم کا عنوان تجویز نہیں فرمایا تھا، اور یہ کام ہمارے سپرد کر دیا تھا پہلے اس کا عنوان "میں" اور وہ تجویز کیا گیا تھا مگر ہمارے کرم دوست جناب ارشد نے اس عنوان پر ایک دوسری اور اس سے زیادہ اچھی نظم عنایت کرنے کا وعدہ کیا اور اس لیے اس نظم کا عنوان اس وجہ سے کہ شادی ہو چکنے کے بعد کے ارشد کا ناظرین سے تعارف کراتی ہے "ارشد جدید" تجویز کیا گیا ہے۔ سہم

ارشد صاحب اور خاتون ارشد کو مبارکباد دیتے ہیں اور خاتون ارشد سے التجا کرتے ہیں کہ جناب ارشد میں شاعری کو ترقی دینے کے علاوہ خود بھی اپنے صنف کے حقوق پر کچھ لکھا کریں۔

میں کہ سرگشتۂ جذبات رہا کرتا تھا — وقفِ نیرنگِ خیالات رہا کرتا تھا
اپنی ہستی میں کمی ہوتی تھی محسوس مجھے — جستجو میں ہمہ اوقات رہا کرتا تھا

رنجِ تنہائیِ مطلق نے ستا رکھا تھا — کس مپرسی تاثر نے گھٹا رکھا تھا
ایک بےچینی سی ہر وقت رہا کرتی تھی — جس نے لبریزِ صد اندوہ بنا رکھا تھا

تشنۂ شرح تھے اوراقِ کتابِ ہستی — یعنی تعبیر کا محتاج تھا خوابِ ہستی
دن گذرتے تھے عجب طرح کی بےلطفی میں — کوئی تاثیر نہ رکھتی تھی شرابِ ہستی

بیدلی ہائے طبیعت سے پریشاں میں تھا — فرطِ بیمزگیِ احساس سے حیراں میں تھا
دل میں خواہش کسی پُر کیف تغیر کی تھی — کیا کہوں آہ کہ کس چیز کا جویاں میں تھا

وہ جنھیں پیکرِ سرشارِ محبت کہیے — ہستیِ محرمِ اسرارِ محبت کہیے
دیکھ کر جن کی اداہائے بہار آگینی — نو دمیدہ گلِ گلزارِ محبت کہیے

ہاں وہی، زندہ ہوئی میری تمنا جن سے — ہاں، وہی، حشر ہے جذبات میں برپا جن سے
ہاں وہی آرزوؤں کا جو مری مرکز ہیں — ہاں، وہی، ہو گئی جنت مری دنیا جن سے

پالیا میں نے انھیں رنگِ محبت بن کر — مل گئے وہ مجھے بیداریِ قسمت بن کر
آ گئی ہاتھ مرے دولتِ جاوید ارشد — یوں رہے میرے خیالات حقیقت بن کر

شکر صد شکر کہ حاصل ہے وہ دورانِ سعید — جس کی ہر رات شبِ قدر ہے ہر روز ہے عید
الحمد ہر آن چیز کہ خاطر میخواست — آخر آمد ز پسِ پردۂ تقدیر پدید

اقلیدس کی فاتحہ[1]

ہر کمالے را زوالے! اقلیدس کی تحریر اپنے کمال کی معراج پر پہنچی ہوئی تھی۔ اب اسکا زوال آ گیا۔ دنیا میں کوئی کتاب اس کے برابر ڈھائی ہزار برس تک درس و تدریس میں جاری نہیں رہی۔ جیومیٹری یعنی علم ہندسہ کا دوسرا نام ہی اقلیدس تھا۔ جیومیٹری اور اقلیدس ہم معنے سمجھے جاتے تھے۔ ہر چند مہندسین اعظم نے کوشش کی اور بڑا خون جگر پیا کہ اقلیدس کی ترتیب اور ترکیب کو بدل کر اسے پھر بنائیں مگر اس میں وہ کامیاب نہیں ہوئے۔ مگر اب زمانہ کا انقلاب ایسا ہوا کہ علوم مروجہ زمانۂ حال کے لیے اقلیدس کافی نہ تھی کہ اسکے ذریعہ سے اس کے تمام مسائل بیان کر دیے جائیں۔ اس لیے اقلیدس میں ایجادوں کی ضرورت ہوئی۔ اور ان ایجادوں نے اقلیدس کی فاتحہ پڑھ دی۔ اب وہ اقلیدس نہیں رہی۔ بلکہ جیومیٹری ایک جدا سائنس ہو گیا۔ اقلیدس کے استدلال کا طریقہ جس سے ذہن میں استقامت پیدا ہوتی تھی جاتا رہا۔ بلکہ وہ علمی استدلال کے بجائے عملی ہو گیا۔ کیا اس [illegible] وغیرہ وہ علوم پڑھائے جانے لگے۔ اب وہ صنعت و حرفت کے کاموں میں مستعمل ہونے لگی قدیمی استدلال سے کچھ بحث نہیں رہی۔ دنیا میں سب چیزوں کو فنا ہے۔ خدا کی ذات کو بقا ہے۔ اقلیدس کی موت ڈھائی ہزار برس بعد آئی۔ وہ اس درازی عمر میں اور علوم کی کتابوں پر سبقت لے گئی۔

آفتاب

کہتے ہیں کہ دروغ کو فروغ نہیں ہوتا لیکن دروغ گو کو بھی ہزاروں برس تک وہ فروغ

---

[1] یہ مضامین جناب مولوی محمد حسین صاحب محوی نے شمس العلما مولانا ذکاء اللہ مرحوم دہلوی کے قلمی غیر مطبوعہ مسودہ سے جو تبرکاً آپ کے پاس محفوظ ہے ہم کو مرحمت فرمائے ہیں جس کے لیے ہم جناب محوی کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ایڈیٹر

رہتا ہے کہ روشنی اس کے آگے فروغ نہیں پا سکتی۔ چنانچہ یہ حال آفتاب اور اُسکے نقدوں کا رہا کہ دنیا کو یقین رہا اور سب سمجھا کیے کہ ذرّوں میں درخشانی آفتاب پیدا کرتا ہے حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے محققین علوم طبعیہ نے بڑی تحقیق و تدقیق سے ثابت کیا ہے کہ اگر کسی ظرف یا کسی مکان میں سے ذرات نکال لیے جائیں اور ان میں آفتاب کی کرنیں داخل کی جائیں تو وہ روشن نہیں ہو سکتیں۔ آفتاب کی کرنیں مثل حرارت کی کرنوں کے تاریک ہوتی ہیں۔ ذرّے ان کو منعکس کر کے روشن کرتے ہیں۔ ہمارے بیان کو اکثر آدمی غلط جانینگے کہ وہ آفتاب کو ذرّوں سے چمکاتے ہیں۔ اور اُس کو خاک میں چھپاتے ہیں مگر محقق عالم اسکو سچ جانیں گے کہ خاک کے ذرّے آفتاب کو روشن کریں تو کیا تعجب ہے۔

مضامین قاری

یعنی قاری محمد سرفراز حسین صاحب عزمی دہلوی (علیگ) سیاح جاپان و انگلستان کے اُن معرکۃ الآرا مضامین کا مجموعہ جو ہندوستان کے مشہور اخبارات میں شائع ہو کر ملک و قوم سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں ایک کتاب کی صورت میں چھپ کر تیار ہیں۔ ان مضامین کا زیادہ حصہ قومی اور اسلامی معاملات سے متعلق ہے اور یہ غیر ممکن ہے کہ ایک مرتبہ بھی پڑھنے کے بعد دل متاثر نہ ہو۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ خود ہی ملاحظہ کرنے کے بعد یہ طے کر لینگے کہ مسلمانوں کے لیے ان مضامین کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ کتاب میں مصنف صاحب موصوف کی تصویر بھی شامل کر دی گئی ہے لکھائی چھپائی نہایت عمدہ صفحات ۲۰۰ مجلد قیمت علاوہ محصول ڈاک عہ ایک روپیہ

(درخواست خریداری جلد ارسال کیجیے ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا ہوگا) **منیجر تمدن بک ایجنسی نیا گاؤں لکھنؤ**

چند تعریفیں

شوق

رنگ گُل ہو کے یاسمن میں رہوں بوئے گُل ہو کے نسترن میں رہوں
آسماں پر کھلوں شفق ہو کر خونِ دل ہو کے تن بدن میں رہوں
موجِ گیسو سے یار بن جاؤں سادگی ہو کے بانکپن میں رہوں

عصیاں

طاقت گریز کی نہ رہی اپنے سایہ سے آغوش میں گناہ کے میں تھک کے سو گیا
سمجھا تھا جس کو غیر وہ ہمزاد تھا مرا عصیاں کا بار پھول سے بھی ہلکا ہو گیا

حجاب

یاسمن چھپ کے اگر پردہ میں رہوے بو کے پھریں اُڑتے نہ پھر پرے بھی اگر شبو کے
رنگ کی موج میں پوشیدہ رہے لالہ بھی ساحلِ زمزمہ پر غنچہ پھرے نالہ بھی
ڈھونڈتا پھرتا ہے جس شے کو کبھی اس کا نشان عقل کی بھول بھلیاں میں نہ پائے انساں

اُمید

شبنم میں نمایاں ہیں بہت سے ارماں اک قطرہ میں پنہاں ہیں تلاطم کے نشاں
ہو خاور زندیں کے شعاعوں کی نذر اک لمحہ کو یہ قطرہ ہے اُس کا زنداں
صحرا میں ہے مایوسی کے اک نخلستاں سیراب کرے کب یہ سُراب اے ناداں

یاس

برگِ گُل رقص کناں بادِ صبا میں پیہم رنگ و بو مائلِ پرواز بشکلِ شبنم
صبحِ صادق کی کرن مطلعِ مشرق میں چھپا شمع خاموش تھی محفلِ عشاق و صنم

حیاتِ حالی - یعنی شمس العلما خواجہ الطاف حسین صاحب حالی مرحوم کے باتصویر حالاتِ زندگی - قیمت ۲؎

یادۂ آرزوے وصل بہ مینائے الم نشۂ یاس ہے اور آرزوؤں کا ماتم

مسرت

سینۂ موجِ بحر پہ ایک حباب آب ہے خواب میں ایک خواب ہے جسمیں کہ پُرآب ہے
چشمِ صبا میں عکس ہے روئے خیالِ یار کا چہرۂ اشکِ گرم پہ شبنمی ایک نقاب ہے

قندیل

رقصِ بے جان میں سایہ ہے فریبِ نظار جس کی حرکت میں نہیں جان کا ذرہ بھی سراغ
رمسیم تازہ تریں سایہ نظر آتا ہے کاغذی ظرف میں قندیل کے روشن ہے چراغ

چینی فانوس

یوں تو ہے فانوسِ چینی میں بھی اک اندازِ نو ہر لمحہ ہے سامنے تصویر کا اک رازِ نو
صورتیں سایہ کی طرح دمبدم رقصاں ہیں بے خبر نظارہ محو جون چشمِ گل حیراں ہیں

حقیقت

چشمِ حیرت محوِ نورِ شعلۂ شمع حجاب اور بصیرت محوِ مرأت جسمیں ہے اک عکسِ خواب
بطنِ رنگ و بوئے گل، برگ و ثمر از بس ہے خاک اور چشمِ عقل پر ہے ظلمتِ شب کی نقاب
ایسی قسمت کب ہے انساں کی کہ ہووے باریاب ہر سوال اثبات کا پاتا ہے نفی میں جواب

سازِ کائنات

ہے کائنات عجب ساز اک رباب صفت کرشمۂ سحرِ نغمہ خلق سر تا سر
ہزار تارِ عناصر سے سینہ پر جس کا ہر ایک لرزشِ رگِ جان میں رقص سحر اثر
ہر ایک تار میں خوابیدہ زیر و بم ہیں ہزار جگا لے زمزمہ وہ رکھتا ہو جو اس کی خبر
ہے زیب جن کی سرانگشت زخمۂ اسرار وہ رازِ نغمہ سے و لرزش پھرتے ہیں در در
پیرِ ترنمِ قدرت کی ہے عجب پرواز کہ جسمیں برق کے شعلے ہیں اور ازل کے شرر
حریفِ نغمۂ ہستی ہے ساز کی آواز کہ جسکے رقص میں مسطور ہیں قضا و قدر

اسیر زمزمہ الوان و بوئے غنچہ و گل — ہیں پا بہ حلقۂ نغمہ تمام برگ شجر

رگ خیال پہ نشتر کا کام کرتی ہے — جو رازدار کی پڑتی ہے اک غلط بھی نظر

فضا خموشیِ سازِ جگر ہے جس میں ہزار — نئے سرود و طرب کی چھپی ہوئی ہے خبر

تصورِ عدم آباد ہی ہے منزل زا
وگرنہ ہستیِ عالم ہے ایک راہ گزار

آصف علی

کلی

"غنچہ نادمیدہ کو دور سے مت دکھا کہ یوں"

شجرِ ہستی کی امید، ثمر کے بقا کی نوید، پھول کی آرزو کا راز، رنگ و بو کے مضمون کا اعجاز، بادِ صرصر کے نشتروں کی مراد، شبنم کی سرق ریزی کی داد، ستاروں کی شب بیداری کا انعام، بلبل کے زمزمون کا انجام، کائنات عالم کے راز کی سر بہ مہر نشانی، قدرت کی خودداری اور خود نمائی کی کہانی، کلی عالم موجودات کا ایک لاثانی کرشمہ اور دنیائے امکان کا لاجواب معمہ ہے۔

دیکھنے میں تو پانچ سات پنکھڑیاں ہیں جو سر جوڑے شرمائی لجائی کھڑی ہیں مگر سحر فطرت کی کیا کیا نیرنگیاں ان میں چھپی ہوئی ہیں جب تک ان کی آنکھ کھلے گی نہ معلوم ہوگا۔ ادھر نسیم سحری نے انھیں جھنجوڑا ادھر شبنم نے منھ پر ٹھنڈے ٹھنڈے چھینٹے دیے۔ سورج کی کرن کے نمودار ہونے سے پہلے ان کی آنکھ کھلی۔ گھر بھر مہک گیا۔ باغ معطر ہوگیا۔ رنگیں غبار اڑنے لگا۔ رنگ آنکھوں میں کھبنے لگا۔ جدھر دیکھو رنگ و بو بے پرواز کھوئے اڑ رہے ہیں۔ بو کی لپٹیں اس طرح اڑ رہی ہیں

جیسے پرندوں کے غول اور رنگ اس طرح کھل رہا ہے جیسے بچوں کا قہقہہ۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ پھول سے بچے آپس میں بیٹھے کھیل رہے ہیں اور ذرا ذرا سی بات پر کھلکھلا کھلکھلا کر ہنس دیتے ہیں۔ سورج نکل آیا اور اس کی سنہری کرنیں پھولوں کو گود میں کھلانے لگیں۔ ان کے شبنم آلود رخساروں کو بوسے دے دے کر تازگی لوٹ لی آفتاب اب سوا نیزہ پر ہوگا۔ تمازت بڑھ چلی۔ نازک پنکھڑیاں کمھلانے لگیں۔ ادھر سورج کی کرنیں ادھر شہد کی مکھیاں اور اگر ان دونوں سے بھی شاید جانبری ہو تو گلچیں موجود ہے۔

ہے عدم میں غنچہ محوِ عبرت انجام گل
اک جہاں زانو تامل در قفائے خندہ ہے

دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ پھول ہنس رہے ہیں کھلکھلا رہے ہیں۔ مگر شاعر کہتا ہے کہ وہ کلیاں جو ابھی عالم ہستی میں نہیں آئیں پردہ عدم کے پیچھے آنکھوں سے چھپی بیٹھی ہیں اور یہ تماشا دیکھ رہی ہیں۔ اور رہ رہ کے کہتی ہیں۔ ہے ہے کون اس عالم ہستی میں جائے۔ لو ایک کھلنا کیا تھا مصیبت تھی۔ ادھر پھول کھلا اور ادھر ایک دنیا جہان اس کا دشمن ہوا۔ کوئی آیا اور اس نے بیدردی سے ادھ کھلی کلی ہی کو جھٹک لیا کہیں لوگ توڑ توڑ کر بیچ رہے ہیں تو کہیں کوئی سوئیاں چبھو چبھو کے ہار گوندھ رہا ہے۔ گجرے، کنٹھے، سہرے، اور بدھیاں بن رہی ہیں۔ ادھر ذرا مرجھائے اور ادھر پھینک گئے اور بلا سے یہ بھی سہی مگر ادھر تو یہ مصیبت اور ادھر باد صبا رنگ و بو بیٹے اڑتی ہے۔ کہیں ٹھکانا نہیں۔ کسی کے ہاتھ سے چین نہیں جو ہے وہ نوچنے کھسوٹنے پر تیار۔ ہر ایک ملنے دلنے پر آمادہ کہیں لوگ کپڑوں کی تہوں میں بچھا رہے ہیں۔ کہیں لوگ کتابوں کے

ورقوں میں دبار ہے ہیں۔ کوئی رنگ کے کارن توڑتا ہے تو کوئی خوشبو کی غرض سے۔ عطر کھینچنے والا سب پر سبقت لے جاتا ہے کہ کھولتے پانی میں ڈالتا اور اس بیدردی سے پھول کی رازِ بو کو قطرہ قطرہ کرکے اس سے چھین لیتا ہے اور پھر عطر کی شیشیاں خاص و عام کے ہاتھ بکتی ہیں۔ بھلا اس مصیبت میں کوئی کیوں پڑے۔ پھر اگر عدستان میں کلیاں نا آسودہ تامل ہو کر رہیں تو کیا کریں۔ اگر وہ اس زہر خندہ کے پس پشت عبرت کا نمونہ نہوں تو کیا ہوں۔

اس پر بھی اکتفا ہو تو غنیمت ہے۔ مگر یہاں تو ایک دوامی دور بندھا ہوا ہے ادھر مرجھائے اور ادھر ثمریں اور کلیوں اور پھولوں کی آرزو دے ثبات کی بیج بوئے گئے۔ کھلتے ہیں تو مشکل نہ کھلنے کا چارہ نہیں۔ یا الٰہی کس وبال میں پھنس گئے کس مصیبت کا شکار ہو گئے۔

نہیں نہیں یہ غلط ہے مصیبت اور کلفت کا کوئی واسطہ نہیں۔ ہر کلی میں ایک تمنا تقفل ہے جو بو ہو کر مشام عالم کو معطر کر دیتی ہے اور ایک شوق خود آرائی ہے جو رنگ ہو کر آنکھوں میں کھب جاتا ہے۔ ہر پھول میں رنگ اور اظہار شوق نمود کا اثر ہے۔ اور بو ہوا و ہوس کی پرواز۔ ہر ایک پھول آرزو مند ہے کہ تمام عالم صرف اس ہی سے بہرہ ہو۔ چنانچہ ہزار ہزار حیلے کرتا ہے ہر ایک کو طرح طرح سے لبھاتا اور بہلاتا ہے کشش و تسخیر کے لیے کہیں رنگ سے کام لیتا ہے تو کہیں بو سے۔ کہیں رنگیں غبار کا دام تیار کرتا ہے تو کہیں عسل کا۔ اور ہر ایک سے مستدعی ہے کہ بس میرے ہی ہو کر رہو۔ نہیں بلکہ تم بھی اپنی ہستی کو مجھ میں محو و مدغم کر دو۔ اسی وجہ سے کسی کے باصرہ اور کسی کے شامہ اور کسی کے لامسہ پر مسلط ہوتا ہے۔ اور جب اس سے بھی قبضہ میں نہیں آتے تو ذائقہ دار پھل تیار کرتا ہے کہ

اسی کے لالچ سے میری جنس کی بقا کا خیال رکھیں۔ اے کاش اس کی آرزوئے ہستی اس طرح مقید نہ ہوتی اور اس کو اپنی ہستی سے تمام عالم کے بھر دینے کا موقع ملتا۔

مگر نہیں بھولو نہیں۔ یہ موقع بھی اسے میسر تھا کبھی ارتقائی درجہ میں وہ زمانہ بھی تھا کہ تمام ارض صرف ایک پھول کے زیرنگیں تھی۔ ایک ہی رنگ و بو کی سلطنت تھی۔ ہر وادی و لب جو ایک ہی پھول کے پالنے بنے ہوئے تھے۔ قدرت نے اسے وہ موقع بھی دیا کہ تمام عالم اس کی ہستی سے پُر ہو۔ اس نے سب موجودات پر حکمرانی کی۔ مگر تعیش افراط دولت اور تساہل و فور تعیش کا نتیجہ ہیں۔ جب اس کے دولت و اقبال کا ستارہ چپہ چپہ پر پھول ہو کر چمکتا تھا اور ایک ایک پھول قد و قامت میں آفتاب کی ہمسری کرتا تھا تو تساہل نے اسے آ لیا اور اس کی جنس میں وہ تمام نقائص پیدا ہو گئے جو تساہل کا نتیجہ ہیں۔ اُدھر قد و قامت گھٹا۔ ادھر اس کی افراط کم ہوئی۔ دوسرے جنس کی ابتدائے ہستی ہوئی۔ اور رفتہ رفتہ پھول کی حکمرانی سے ارض آسودہ ہو گئی اور ارتقاء کے مدارج دیگر اجناس طے کرنے لگیں۔

اس ارض کی ہستی میں وہ زمانہ بھی آیا تھا کہ تمام زمین گیاہ سے ڈھکی ہوئی تھی۔ اور وہ زمانہ بھی آیا کہ جب محض پر سیاوشاں کا دور دورہ تھا۔ اس وقت بجز پر سیاوش کے اور کسی کا چراغ نہ جلتا تھا۔ اور اس وقت کے سیاوش بھی سر بہ فلک کشیدہ تھے۔ آج کل کی نازک پر سیاوشاں اُسی شاندار ہستی کا تنزل پذیر اور کاہش آثار بقیہ ہے۔ ہزارہا صدیاں گذریں کہ بقائے ہستی کے لیے پھول اختراع ہوا۔ مگر ارتقائی تلوار نے اسے بھی قلم کیا اور اب محض ایک نمونہ باقی ہے۔ پہلی مدت بعد

پیدا ہوا اور وہ محض لالچ دینے کے لیے۔ ایک آم ہی ہے کہ ہر کس و ناکس اس کے ذائقہ کی خاطر اسے مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب ہر جگہ اور ہر ملک میں لے جاتا ہے اور خواہ وہ بار آور ہو یا نہ ہو مگر بو کر اس کی نگہداشت کرتا ہے۔ کسی نے پہلیاں بنائیں جنھیں پرندے اپنے شکم میں لیے جگہ بجگہ بیج بوتے پھرتے ہیں۔ کہیں غبارہ نما بیج مثل سینبھل کے تیار کیا کہ جو خود دوش صرصر پر سوار ہو کر ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہنچے۔

کلی یا پھول، ثمر یا شجر، کسی کا ایک دوسرے سے جدا کرنا اور ان کی علیحدگی کا خیال کرنا غیر ممکن ہے۔ یہ ہے تو وہ بھی ہے۔ ورنہ ایک نہ دوسرا۔ اسی طرح دنیا میں ہر ایک شے کی کیفیت ہے۔ جو نظر غامض رکھتے ہیں ان کے لیے پھول اور ثمر کی نسبت ہر جگہ موجود ہے۔ ایک وجود کا دوسرے وجود سے اسی قسم کا تعلق معلوم ہوتا ہے۔ ایک قوم کا دوسری قوم سے بھی واسطہ نظر آتا ہے۔ مگر بایں ہمہ

کھل کے مرجھائے گی بلکہ مرجائے گی

ہر کلی میں نہاں ہے ستم کی خبر

کائنات عالم خود ابھی ایک غنچۂ ناشگفتہ ہے۔ رنگ و بو ابھی پنکھڑیوں میں مقفل ہیں۔ وہ بھی دن آئے گا کہ رازِ سربستہ کی مہر سکوت ٹوٹے گی۔ اور ہر کس و ناکس کا مشام وجود بوے بقا سے معطر ہوگا۔

آصف علی

ضروری گذارش

"تمدن" بلا طلب جن حضرات کی خدمت میں نمونتاً یا کسی عزیز دوست کی تحریک سے پہنچے براہ کرم فوراً اپنے ارادۂ خریداری سے مطلع فرمائیں ورنہ خاموشی رضامندی سمجھی جائے گی اور دوسرے ماہ میں ان کا نام درج رجسٹر کرکے تیسرے ماہ کا پرچہ بذریعہ وی۔پی بھیجا جائیگا جس کا وصول کرنا انکا قومی اور اخلاقی فرض ہوگا۔ منیجر

ایک پھول

ہمارے باغ میں ایک پھول ہے۔ جس کو لوگ بہت عزیز رکھتے ہیں۔ وہ ہر شخص کی نظر میں محبوب ہوتا ہے اور ہر شخص اسکی عزت کرتا ہے۔ وہ پھول صرف امیروں کے دلکش اور پُر فضا چمن میں ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ غریبوں کے ٹوٹے سے جھونپڑے میں بھی ہوتا ہے لیکن اسکی نشو و نما دنیا کی نظروں سے مخفی جگہ میں ہے۔ وہ کون سی جگہ ہے جہاں یہ پھول ہوتا ہے اور وہ کون سا پھول ہے۔ جو بدستور مرغوب ہے۔

وہ باغ باغِ دل اور وہ گُل گُلِ حیا ہے۔

یہی وہ گُل ہے جس کا پودا قدرت نے ایسی جگہ لگایا ہے۔ جہاں وہ نشو و نما پاکر اپنی حقیقی خوبصورتی سے زندگی کے مستعار دنوں کو جو دنیا میں نیکنام اور با عزت رہنے کے لیے ودیعت کی گئی ہے۔ خوشگوار طریقہ سے گزارتا ہے۔

یہی وہ پھول ہے۔ جس کے سبب سے ہر وقت دماغ معطر دل کو فرحت رہتی ہے۔ یہی حد اعتدال سے متجاوز نہیں ہونے دیتا۔ صنفِ نازک کے لیے یہی پھول ہے جس سے اُنکا دل ہمیشہ گلزار رہتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ بزرگوں کی تعظیم۔ بڑوں کی عزت کرتی ہیں۔ اسی نے ان کو اپنے بچوں کی نامناسب حرکات پر آمادہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اسی نے خود اُن کو اپنی اور لوگوں کی عزت کرنا سکھائی ہے یہی ان کو کسی پوشیدہ بات کے معلوم کرنے کے لیے صندوقوں پر دزدیدہ نظر ڈالنے کی ممانعت کرتی ہے۔ اسی نے آداب گفتگو اور نشست و برخاست کا عمدہ طریقہ بتایا ہے۔ یہی اُن کو بلند آواز سے فخریہ گفتگو نہیں کرنے دیتی۔ اسی نے اُن کو وہ لباس پہنایا ہے جس سے لوگ عزت کرتے ہیں۔ وہ بے شرم اور بے پردہ ہوکر مردوں سے میل جول نہیں کرتی اور اپنے مذہب کے حکم کی بسر و چشم تعمیل کرتی ہے

ان کو اپنی ہر تکلیف سے زیادہ شرم و حیا کا خیال رہتا ہے۔ جسمیں انکی عزت ہے۔ ایک حیادار عورت کو ایک گائے نے اپنے نوکیلے سینگ پر رکھکر پھینک دیا اسکے چوٹ آئی اور کپڑا پھٹ گیا مگر اس سے پہلے کہ وہ اپنی چوٹ دیکھتی جس سے اُسکو سخت تکلیف تھی۔ اپنے پھٹے ہوئے کپڑے سے اپنا بدن چھپانے لگی۔ دیکھو اس نے درد سے زیادہ اپنی شرم کا خیال کیا۔

قمر الحسن

غزلیات

حضرت حسرت موہانی

کیا حال سنائے دل رنجور کسی کو		ملتا بھی نہ ہو مجھ سے جو منظور کسی کو
آنکھوں سے وہ پنہاں ہیں تو کیا دیدۂ دل سے		ہم دیکھتے رہتے ہیں بدستور کسی کو
کیا چیز ہے اُس حسنِ فروزاں کی تجلی		جو نار کسی کو ہے تو ہے نور کسی کو
قریب رسا ہیں ترے نالے مگر اے دل		اتنا بھی نہیں کرتے ہیں مجبور کسی کو
اب صدمۂ ہجراں سے بھی ڈرتا نہیں کوئی		لے پہنچی ہے یاد اُنکی بہت دور کسی کو
خاطر ہی میں لاتا نہیں از راہِ تبختر		وہ شوخ۔ وہ بے مہر۔ وہ مغرور کسی کو

یوں بھول نہ جانا تھا۔ اگر مد نظر تھی
تسکینِ دلِ حسرتِ مہجور کسی کو

حضرت دل شاہجہانپوری

ہے عرضِ حال گویا یہ بیکسی ہماری		او دل دُکھانے والے سُن لے کبھی ہماری
ہر ذرہ خاکِ دل کا اک روحِ مستقل ہے		کوئے بتاں میں مٹنا ہے زندگی ہماری
صحرا کو لیچلا ہے زلفِ بتاں کا سودا		اب غم غلط کریگی آشفتگی ہماری
ناصح کی پند بیجا کیا ذکر بے محل ہے		کہتا کبھی تمہاری سنتا کبھی ہماری
اے شوقِ وصل اب تو ہم خاک ہی میں ملتے		کچھ زندگی نہیں ہے یہ زندگی ہماری
قربان اس ادا کے کیا شانِ دلبری ہے		کرتے ہیں اُنکے ناوک اب دلدہی ہماری
دل ہے فدائے جاناں جیتے ہیں اس خوشی میں		اس زندگی میں مرنا ہے زندگی ہماری
ہنس ہنس کے کہہ رہے ہیں قاتل سے زخمِ بسمل		ہاں اب نگاہِ برہم دیکھے ہنسی ہماری
ہم کیا کہیں کہ کیا تھی گردش تری نگہ کی		اک وجد کی سی حالت بیہوشی تھی ہماری
دل بھی ہے اک نمونہ قومی خرابیوں کا		کشتی کبھی نہ اُبھری ڈوبی ہوئی ہماری

غربت میں کون ہوگا آنسو بہانے والا
رو لے گی ہم کو اے دل اب بیکسی ہماری

حضرت مرزا ثاقب قزلباش لکھنوی

قفس کے پاس دل تھامے ہوئے صیاد بیٹھا ہے
اسیرِ غم خدا جانے تری آواز میں کیا ہے

گرے پڑتے ہیں بیکس بے پیے یہ کیا تماشا ہے
وہ گردش ہو رہی ہے چشمِ ساقی کو کہ تو بہ ہے

یہیں تک خیر تھی اب دل تجلی پر بھی آیا ہے
کہاں تک جال پھیلائے ہوئے میری تمنا ہے

وداعِ آخری کا منتظر ہوں دم نکلتا ہے
اگر اب بھی وہ آ جائے تو میں سمجھوں سویرا ہے

مزارِ دل بنا تا راستے سے کوئی گذرا ہے
قیامت کا وہ آئینہ ہے جو نقشِ کفِ پا ہے

قفس کی تیلیاں اچھی ہیں تنکوں سے نشیمن کے
یہ سب کچھ ہے مگر صیاد - دل پر کیا اجارا ہے

غبار اُٹھا تمہارے آنے ہی بجھنے لگیں شمعیں
ہٹو گورِ غریباں سے کوئی کروٹ بدلتا ہے

یہ طولِ عمر کی حد ہے کہ تیرا ساتھ دیتا ہوں
شبِ فرقت مجھے ہمراہ لیتی جا تو اچھا ہے

نظر کر غور سے آئینۂ اسرارِ ہستی پر
جسے تو زندگی سمجھا ہے وہ دھوکا ہی دھوکا ہے

لحد تک مجھکو پہنچا دو یہ کہہ سکتا نہیں لیکن
کسی سے پوچھ لو بڑھکر کہ یہ کس کا جنازا ہے

بڑھا دیتا ہے ہمت عشق اربابِ تمنا کی
بُرا ہے حالِ دل لیکن کہے جاتا ہوں اچھا ہے

حسد کی آگ یہ ہے - اے تجلی دیکھ لے مڑ کر
جو غش آیا ہے موسیٰ کو تو کوہِ طور جلتا ہے

زمانے کی بھری محفل کی آبادی مٹانے کو
بہت کچھ حسن نے اس آفتِ جاں کو سنوارا ہے

مری ناکامیوں پر ہنس رہے ہو دل میں سوچو تو
مقابل آسماں ہو جس کا وہ کیسی تمنا ہے

زمانے کی جفاؤں کا مرقع ہے یہیں لیکن
ذرا جھک کر نظر کرنا کہ دل کا زخم گہرا ہے

وہ دل تھامے ہیں بیزار زندگانی جنکو دو بھر تھی
جنازہ دردِ دل کر کو چۂ قاتل سے اٹھا ہے

وہ ساکت ہیں صدا ڈوبی ہوئی ہے کہنے والے کی
یہ ذکرِ غیر کیسا ہو نہ ہو میرا ہی قصہ ہے

صدائیں دے کے ہم نے ایک دنیا آزما دیکھی
یہی سنتے چلے آئے بڑھو آگے یہاں کیا ہے

قفس مجھکو نشیمن ہو گیا خوفِ اسیری سے
کوئی پتّا کھڑکتا ہے تو پہروں دل دھڑکتا ہے

یہ دل کی ماندہ داری ہے کہ تندرِنا توانی ہے
دھواں اٹھتا نہیں ہرچند اک مدت سے جلتا ہے

فراغت ہے جنھیں رونے سے وہ بھی سو نہیں سکتے
شبِ فرقت کی سرحد پر مرے نالوں کا پہرا ہے

زمانہ ہے ... ان کی شوخیٔ رفتار سے بیکل
تعجب ہے کہ کیوں بیٹھا ہوا نقشِ کفِ پا ہے

سوادِ شامِ غم ہو مجھکو دیتا ہے جان اپنی
دلِ ناداں سیاہی پھیل لینے دے ابھی کیا ہے

ہزاروں حسرتیں لیکر نگاہِ یاس نکلی ہے
سنبھل قاتل یہ میرے وقت آخر کا نظارا ہے

مرا آنے کا رستا دیکھتی ہے زندگی ثاقب
وہ دل رکھتا ہوں میں پہلو میں جو عینِ تمنا ہے

حضرت صفدر مرزاپوری

سمجھنے کو اہلِ کعبہ کہیں کس زباں سے ہم
اللہ رے اب آئیں جو کوئے بتاں سے ہم

پامال دل کا حال کہیں کس زباں سے ہم
آئے ہیں خاک چھان کے کوئے بتاں سے ہم

جھک کر کبھی نہ سایۂ دیوار بن سکا
کیوں اُس گلی میں رہ کے دبیں آسماں سے ہم

وہ صاف اپنے حسن کے ہم سے نہ پوچھیے
یہ دل کی بات ہے نہ کہیں گے زباں سے ہم

پیری میں بھی شباب کا اتنا خمار ہے
چونکے نہ وقت صبح بھی خوابِ گراں سے ہم

دو گز زمیں جو آپ کے کوچے میں مل گئی
باتیں کریں گے دیکھیے گا آسماں سے ہم

رہنے دے آشیاں کسی سوکھی سی شاخ پر
اتنا بھی کہہ سکے نہ کبھی باغباں سے ہم

احسان لاغری کا کہ اُس در سے لاکھ بار
بچ کر نکل گئے نگہِ پاسباں سے ہم

گھر بیٹھے ہے نگاہ کسی کے شباب پر
کیا جانے کس کو دیکھ رہے ہیں یہاں سے ہم

دیر و حرم میں بھی نہ ہوا کچھ سکوں نصیب
جائیں کہاں اب اُٹھ کے ترے آستاں سے ہم

اے خاکِ گور بیٹھ بھی اتنا نہ تو اُبھر
ہم تجھ سے کیا دبیں نہ دبے آسماں سے ہم

اڑنے نہ پائے ناوکِ صیاد چل گیا
پر تول ہی رہے تھے ابھی آشیاں سے ہم

حق نے بتوں کو کعبۂ دل میں جگہ نہ دی
صفدر ادائے شکر کریں کس زباں سے ہم

حضرت فخر کاکوروی

نہیں ہوتی ہے وعدوں سے ہمیں تسکیں نہیں ہوتی
ارے ظالم کہیں یہ بات تیرے دلنشیں ہوتی

ہوئی ظاہر مزا سب کھو دیا صبر و تحمل کا
محبت کاش تیری طرح سے پردہ نشیں ہوتی

اگر اے بوالہوس تو محوِ حسنِ یار ہو جاتا
شبِ فرقت بھی تیری آنکھ میں زہرہ جبیں ہوتی

بشاشت چہرۂ اغیار پر ہے شاد پھرتے ہیں
تمہارے چاہنے والوں کی یہ صورت نہیں ہوتی

سوالِ وصل کی خواہش ہمیں بے چین رکھتی ہے
مگر چینِ جبیں کو دیکھ کر ہمت نہیں ہوتی

بہت اچھا ہوا آنے نہ پائے نالہ کش تیرے
کہ میدانِ قیامت تیرے کوچہ کی زمیں ہوتی

ستم گر دلربائی اور بھی آفت بپا کرتی
ملی کچھ تیری شوخی میں ادائے شرمگیں ہوتی

کہیں کے مجرمانِ عشق کیوں مجرم ٹھہرتے ہم
اگر ایسی حسیں صورت نہ صورت آفریں ہوتی

نہ ہوتا لطف خلوت غیر کو حاصل قیامت تک
جو تم ہوتے وہاں تو جان بھی میری وہیں ہوتی

تصحیح: گذشتہ نمبر میں جناب صفدر صاحب مرزاپوری کی غزل کے مطلع میں بجائے "نقش ثانی" کے "نقش فانی" غلط چھپ گیا ہے ناظرین صحت کریں۔

مذاقِ شاعری تازہ ہوا ہے بعد مدت کے
شررا ابھی غزل کہتے کوئی اچھی زمیں ہوگی

حضرت شفق امروہوی

زمانے بھر کے فتنے لوٹ ہیں اُس شوخ پُرفن پر — شرارت آنکھ پر غمزہ نگہ پر ناز چتون پر
کسی نے آپ کے رُخ پر بڑی گہری نظر ڈالی — کہ تِلی خال بن کر جم گئی رخسار روشن پر
بھروں کس کس جگہ پنبہ رکھوں کس کس جگہ مرہم — ہزاروں داغ ہیں دل میں ہزاروں زخم ہیں تن پر
عروج اول زوال آخر ہوا خونِ تمنا کو — کہ آیا دل سے آنکھوں میں گرا آنکھوں سے دامن پر
ترے مانند ہرجائی ہے میرا خون بھی قاتل — ابھی تھا میری گردن میں ابھی ہے تیری گردن پر
غضب ہے جان لیکر بھی حیا اُنکی نہیں جاتی — ستم ہے وہ نگہ نیچی کیے بیٹھے ہیں مدفن پر
یہ مہندی کیوں چھٹی کیوں سر کھلا کیوں چوڑیاں ٹوٹیں — یہ کیا حالت ہوئی ہے دشمنوں کی مرگ دشمن پر
نہ ہو جھوٹا بھی کوئی پائمال شرم ہم جنسی — ندامت سے ٹپک پڑتے ہیں آنسو جرم دشمن پر

ہمارا خون ناحق اے شفق کیا رنگ لایا ہے
شفق پھولی ہوئی ہے خنجر قاتل کے دامن پر

ایک نظر

سندیلہ کا مشاعرہ:۔ خان بہادر سید التفات رسول صاحب ہاشمی آنریری مجسٹریٹ و رئیس سندیلہ ضلع ہردوئی کی طرف سے سندیلہ میں ہر سال مشاعرہ ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ جمعہ کو سالانہ مشاعرہ منعقد ہوا۔ مشاعرہ کی پہلی نشست میں جو رات کو ہوئی تھی بعض شعرا کارکنوں کی عدم التفاتی کے خفا ہو کر مشاعرے سے اُٹھ گئے تھے مگر جناب آرزو اور سید التفات رسول صاحب ہاشمی کے اخلاق نے اس کی تلافی کردی اور ان لوگوں کو پھر مشاعرہ میں لا بٹھایا۔ اس نشست میں ڈپٹی کمشنر ہردوئی جناب سید محمد ہادی صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ اور راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقدار سندیلہ بھی تشریف رکھتے تھے راجہ صاحب نے دو فارسی نظمیں پڑھیں جس میں سے ایک میں جناب ڈپٹی کمشنر صاحب کی موجودگی کی خصوصیت اور جناب التفات رسول صاحب کی تعریف کی گئی تھی۔ اس نشست میں سوائے جناب آرزو صاحب کی غزل کے کوئی غزل بہت اچھی نہیں ہوئی۔ دوسری نشست خلاف معمول صبح سے شروع ہوئی اور اس کی

وجہ سے بعض ایسے حضرات جو صرف رات کو مشاعرہ میں شریک ہونے کے لیے لکھنؤ سے گئے تھے مشاعرہ کی اس پُرلطف نشست میں شریک نہ ہو سکے۔

مشاعرے کی دوسری نشست یکشنبہ کو صبح ساڑھے آٹھ بجے سے شروع ہوئی اس نشست میں جناب سائل دہلوی بھی شریک تھے کیونکہ وہ صبح چار بجے کی گاڑی سے آگئے تھے۔ صبح کی نشست میں ڈپٹی کمشنر صاحب بھی ملات کی طرح دیکھ ادیر تک تشریف فرما رہے، سوقت کے جلسہ میں جو حضرات شریک تھے ان میں سے بعض حضرات یہ تھے۔ سائل دہلوی۔ دل شاہجہان پوری۔ عاقی وکیل لکھنوی۔ بیخود موہانی۔ نادرت میرٹھی۔ حمید میرٹھی۔ صفدر مرزا پوری۔ یاس عظیم آبادی۔ واثقت خیر آبادی۔ آرزو لکھنوی۔ حسرت لکھنوی۔ نثر شاہجہانپوری اور خود جناب ہاشمی صاحب مشاعرہ۔ اس نشست میں پے در پے اتنی اچھی اچھی غزلیں پڑھی گئیں کہ سرسری نظر میں ایک دوسرے پر امتیاز قائم کرنا مشکل تھا۔ ہمیں سخت افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ لکھنؤ کی ایک ممتاز پارٹی (معیار پارٹی) کے حضرات اور لکھنؤ کے اور بعض اساتذہ مثلاً رشید۔ جاوید۔ انجم؛ غیرہ حضرات اس مشاعرے میں تشریف نہیں لائے تھے جس سے اُن لوگوں کو قدرتاً مایوسی ہوئی جو بعض دور دراز مقامات حتّٰی کہ دلّی تک سے آئے تھے۔ سخت افسوس کی بات ہے کہ سندیلہ کے مشاعرہ میں لکھنؤ کے ممتاز شعرا کی تعداد اتنی کم ہو۔ ہم لکھنؤ کے بعض ممتاز اساتذہ کی لکھنؤ کے مشاعروں تک میں شریک نہ ہونے پر شکایت کر چکے ہیں اب پھر اس کے اعادہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ نظم نگاری کی طرح نثر نگاری کی بھی صحبتیں منعقد ہوا کرتی تھیں مگر نثر نگاری کی صحبتوں کا اب نام نشان نہیں نظم نگاری کا بھی یہی حشر ہونے والا ہے اور اس کے ذمہ دار وہ حضرات ہیں جنھیں قدرت نے قابلیتیں دی ہیں مگر وہ اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچانا نہیں چاہتے۔ ہندوستان میں مشرقی علوم فنون اور مشرقی زبانوں کی سرپرستی کرنے والے بہت کم روسا ہیں جو لوگ موجود ہیں ان کو صاحب فن حضرات سرپرستی کرنے سے روکتے ہیں۔ کیا جناب التفات رسول صاحب کو لکھنؤ کے اکثر ممتاز شعرا کی عدم شرکت سے افسوس نہ ہوتا ہوگا اور ان کے اس شوق میں کمی نہ آجاتی ہوگی جس کی وجہ سے وہ ہر سال مشاعرے کا اہتمام کرتے ہیں جس میں مہمانوں کے آرام و آسائش کے علاوہ دونوں وقت پُرتکلف کھانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

عام طور پر ہندوستان کے امرا اور خصوصیت کے ساتھ مسلمان امرا کو علمی ذوق سے دور سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ہندوستان کے مشاعرے۔ یہ التفات رسول کی ذات اور لکھنؤ کے اکثر ممتاز شعرا کی عدم شرکت کو پیش نظر رکھا جائے تو اس بے ذوقی کی ذمہ داری کا ملین فن پر عائد نہیں ہوگی۔ ہماری رائے میں اس بدمذاقی پیدا کرنے کا بہت بڑا بار ایسے ہی حضرات کی گردن پر ہے۔ ادب انحطاط پذیر ہے۔ اگر خدا نخواستہ مدعیان حمایت اُردو کی عدم توجہی کی وجہ سے اسکی ابتر حالت کا نوحہ لکھا جائے گا تو ملک کے اُمرا کی سرپرستی نہ کرنے کی شکایت سے ان حضرات کی عدم توجہی کا گلہ زیادہ ہوگا۔

نقاد جناب دستگیر کی ذات کے ساتھ نقاد کا اضافہ کوئی نیا اضافہ نہیں ہے البتہ اب نقاد ایک نئی شان کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ قمر زمانی بیگم۔ حور پریس۔ اور خورشید رقم نے نقاد کے ساتھ مل کر یا نقاد میں شامل ہو کر جناب دستگیر کے نقاد میں چار چاند لگا دیے مگر حور پریس اور خورشید رقم۔ اس کی ممتاز لکھائی اور صاف ستھری چھپائی کی ضمانت ہیں تو قمر زمانی بیگم کی موجودگی بھی "عورت" سے نقاد کی خصوصیت کی ضامن ہے۔ قمر زمانی صاحبہ کا نام نقاد جیسے پرچے کے ادبی مطلع پر ایک غیر معروف ستارا کہا جا سکتا ہے۔ آپ خود اپنا کچھ مبہم سا تعارف کراتی ہیں اور نقاد میں اپنے ہی قلم سے خورشید رقم کی کتابت سے بھی بے نیاز ہو کر جو کچھ لکھتی ہیں اُس کا ایک حصہ یہ ہے:-

"ناظرین نقاد کو غالباً یہ معلوم کر کے سخت حیرت ہوگی کہ اب اس کی ترتیب و تہذیب میں میرا ہاتھ بھی شامل ہے گو دماغ نہیں لیکن کیا عرض کروں جناب دستگیر کے اصرار سے میرے انکار کو مغلوب ہی ہونا پڑا اور سچ تو یہ ہے کہ میں اس مغلوبی سے ناخوش بھی نہیں ہوں! ہندوستان کے حلقۂ علم و ادب میں اگر محض عورت ہونا ہی سنگین جرم نہ ہوتا تو شاید آپ مجھ سے اسقدر اجنبی نہ ہوتے۔ اور اس وقت صرف میرے نام کا اظہار ہی کافی ہوتا۔ مگر اپنے ہاں کی سوسائٹی اور اصول معاشرت کی مخالفت کرنا تنہا ایک جان ناتواں کا کام نہ تھا۔ خاموش رہی۔ لیکن اب جبکہ نسبتہً آزاد ہوں۔ اُن بندشوں کو قطع نظر کر کی ہوں اور آپ کے سامنے اُس حیثیت سے آنا چاہتی ہوں جس حیثیت سے مجکو اس سے قبل آ جانا چاہیے تھا۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس وقت قدرتاً آپ کے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے

ہوں گے کہ " یہ کون ہے ؟ " کیا ہے ؟ اور شاید میں جواب بھی دے دیتی اگر مجھے یقین ہوتا کہ سوسائٹی کی اخلاقی حالت اس قدر بلند ہو گئی ہے کہ وہ عورت کی ہر بات سمجھنے کے لیے اپنے اندر کافی احساس اُن ذمہ داریوں کا پاتے ہیں صرف جن کا احساس ہی ان دونوں طبقوں میں حدِ فاصل قائم کر سکتا ہے "
جناب قمر زمانی بیگم صاحبہ کی تحریر چیستان سے کم نہیں ہے۔ آپ سوسائٹی کی حالت سے نالاں ہیں اور اس وجہ سے اپنے وجود کو

صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

کے مطابق ایک ہلکے سے پردے کی آڑ میں رکھنا چاہتی ہیں۔ ہم جناب دلگیر کو مبارکباد دیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ جناب قمر زمانی صاحبہ نے انھیں سوسائٹی کی اخلاقی حالت سے مستثنیٰ خیال کیا اور معلومات کو پوشیدہ رکھنے کی وہ چلمن غالباً ان کے لیے اُٹھا دی جس کو وہ سوسائٹی کی بداخلاقی کی وجہ سے دوسروں کے سامنے ڈالے رکھنا ہی پسند کرتی ہیں غرض یہ کہ وہ نقاد جس کے عارضی طور پر بند ہو جانے پر ہم نے اکتوبر ۱۹۱۵ء کے پرچہ میں افسوس ظاہر کیا تھا اب قمر زمانی صاحبہ اور جناب دلگیر کی متحدہ ایڈیٹری میں شائع ہونا شروع ہو گیا ہے۔ ماہ اپریل کا پرچہ دوسرے دور کا پہلا پرچہ ہے سرورق پر جامع شاہ دلگیر لکھا ہوا ہے۔ اگر کوئی شخص قمر زمانی صاحبہ کے خط کو پڑھے تو اس کی آنکھیں دلگیر کے ساتھ قمر زمانی کے نام کو بھی ٹائٹل پر دیکھنا چاہتی ہیں۔ نقاد کے اس پرچہ میں تمام مضمون نقاد کی مخصوص ادبیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اچھے ہیں بعض مضامین کی اور بالخصوص جناب نیاز کے مضمون " رقاصہ " کے بعض حصوں کی عریانی نقاد کی ترتیب کو کسی خاتون کی دست گیری سے بے نیاز ہونے کا شبہ پیدا کرتی ہے۔ یا ان خاتون کے ادبی ذوق کو ہندوستان کی عام تعلیم یافتہ عورتوں سے بالا اور بہت بالا ظاہر کرتی ہے بہرحال نقاد اسی شان سے بلکہ اس سے کچھ زیادہ آن بان کے ساتھ شائع ہوا ہے نقاد ویسے ہی ملک سے کچھ کم سرپرستی کا مستحق نہیں تھا اب تو اس کی ادارت میں ایک خاتون کی شرکت نے اسے اور بھی زیادہ مستحقِ سرپرستی بنا دیا ہے۔ نقاد عموماً ۵۲ صفحوں پر شائع ہوتا ہے قیمت للعہ سالانہ۔ پتہ شاہ دلگیر ایڈیٹر نقاد۔ میوہ کٹرہ آگرہ ہے۔

گلدستۂ دیانت اس نام کی ایک مفید کتاب جناب منشی محمد خلیل صاحب انصاری جوہن انبیٹہ ضلع سہارن پور نے شائع کی ہے کتاب میں عقلی و نقلی دلائل سے دلچسپ طریقہ پر دیانت اور بددیانتی کا موازنہ کیا گیا ہے اور اسلامی، عیسوی اور ہندو نقطۂ نظر سے رشوت ستانی کے نقصانات اور محتاط زندگی کے فوائد بتائے گئے ہیں۔ کتاب ہر شخص کے لیے عموماً اور بچوں کے لیے خصوصاً ایک مفید چیز ہے۔ اگر نصاب تعلیم کی کتابوں میں "شکتے" "بلی" کی کتابوں کی نسبت ایسے مضامین کی کتابیں شامل کی جائیں تو وہ بہت مفید ہو سکتی ہیں۔ یہ کتاب چھوٹی تقطیع پر ۹۲ صفحہ کی ہے لکھائی چھپائی عمدہ ہے۔ اگر اسکے مفید ہونے اور ہر شخص کو اس سے فائدہ اٹھانے کو مدنظر رکھا جائے تو ۵ر قیمت کچھ بہت کم نہیں ہے۔

المذہب

اس نام کا ایک ماہواری رسالہ معقول تعداد خریداروں کی مہیا ہونے پر دفتر رسالہ "تمدن" نیا گاؤں لکھنؤ سے بسرپرستی قاری محمد سرفراز حسین صاحب دہلوی (علیگ) سیاح جاپان و انگلستان۔ پرائیوٹ مشنری دف اسلام انشاء اللہ عنقریب جاری کیا جائے گا۔

اس رسالہ میں ایسے مضامین درج ہوں گے جنمیں مذہب کی خوبیاں فلسفہ عقلی سائنس اور دیگر جدید علوم کی رو سے بیان کی جائیں گی اور تعصب۔ فرقہ بندی اور دل آزاری کی رکیک باتوں سے قطعاً احتراز کیا جائے گا نیز یہ کوشش کی جائے گی کہ جدید علوم کی روشنی میں عقل و نقل کو جمع کر کے انسانوں میں اعلیٰ روحانی اور اخلاقی خدمات پیدا کیے جائیں حقائق و فضیلت اسلام کا ظاہر کرنا اس رسالہ کا ممتاز فرض ہوگا مگر دیگر مذاہب کی خوبیوں سے ہرگز ہرگز چشم پوشی نہ کی جائیگی اور جملہ ادیان و ملل کے ساتھ کما حقہ انصاف کیا جائے گا۔ قیمت سالانہ تین روپیہ (عہ) نمونہ کے پرچہ کی قیمت ۳ر

درخواستیں بنام منیجر المذہب۔ نیا گاؤں لکھنؤ ارسال فرمائی جائیں۔

بیگم

اس ماہواری رسالہ کا واحد مقصد نظم و نثر میں خواتین کے لیے مفید اور دلچسپ مہذب باتیں جمع کرنا ہے۔ اس کا اجرا ایڈیٹرس صاحبہ (رحمت ج بیگم) اہلیہ قاری محمد سرفراز حسین صاحب دہلوی (علیگ) کی علالت کی وجہ سے ملتوی تھا اب یہ رسالہ انشاء اللہ عنقریب جاری کیا جائیگا قیمت سالانہ عہ نمونہ کے پرچہ کی قیمت ۳ر

درخواستیں بنام منیجر رسالہ بیگم۔ نیا گاؤں لکھنؤ ارسال فرمائی جائیں۔

میں خوبصورت نوجوان لیڈی ہوں

نوجوانو خبردار ہو جاؤ

حسن و خوبصورتی پیدا کرنے والا چہرہ کی رنگت سفید کرنیوالا

پری جمال صابن

جو تمام دنیا میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کر چکا ہے۔ اور جس نے اپنے مفید ہونے کی وجہ سے بڑے بڑے نوابوں و رئیسوں اور راجاؤں کے سرٹیفکیٹ حاصل کیے ہیں ضرور منگا کر استعمال کرو۔ آجکل بہت سے صابن فروخت ہو رہے ہیں۔ ان سے بچنا چاہیے۔ اور ہمیشہ پری جمال صابن خاص ایجاد کردہ حکیم محمد یعقوب خان دہلی یاد رکھیں۔ یہ صابن تازہ تازہ نفیس خوشبوؤں سے تیار کیا جاتا ہے کالا رنگ کملایا ہوا چہرہ صرف سات روز مل کر نہانے سے گلاب کی پتی کے مانند خوبصورت اور مخمل کے مانند ملائم ہو جاتا ہے۔ خوشبو صابن کی اسقدر عمدہ اور تیز ہے کہ نہانے کے بعد پھر عطر و لونڈر ملنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ یہ صابن چہرے کے تمام داغ دھبے۔ پھوڑے پھنسیاں جھائیاں مہاسے دور کر کے چہرے کو خوشنما بنا دیتا ہے۔ شنجرف کی سی سرخی نظر آنے لگتی ہے۔ قیمت معمولی ہے۔ فی بکس تین ٹکیہ معہ ایک فیشن ایبل صابن دانی صرف ایک روپیہ (عہ)

پری بہار ہیر آئیل

یہ سر میں لگانے کا خوشبودار پری بہار ہیر آئیل بالوں کو خوشنما بنا دیتا ہے۔ یہ لمبے و خوبصورت بال عورتوں و مردوں کے حسن و جمال میں ترقی دینے میں روح خوش ہوتی ہے۔ بالوں میں نئی سیاہی و چمک پیدا کر کے بالوں کو لمبا اور ریشم کیطرح ملائم کر دیتا ہے۔ فی شیشی ۱۰ تولہ ایک روپیہ (عہ)

ملنے کا پتہ

مالک دواخانہ نورتن دہلی بازار فراشخانہ

جب تم

اپنی جوانی کا اپنے ہاتھ سے ستیاناس کر چکے ہو۔ اور اعضائے رئیسہ اب کام سے جواب دے رہے ہیں۔ دل بات بات میں دھڑکنے لگ جاتا ہے۔ تنہائی پسند آتی ہے۔ عورت سے ڈر لگتا ہے۔ حافظہ کمزور۔ دماغ پریشان اور خیالات منتشر رہتے ہیں۔ بصارت گھٹ گئی ہے۔ سر میں چکر آتے ہیں غذا جزوِ بدن نہیں بنتی۔ بدن سوکھتا جاتا ہے۔ سستی چھائی رہتی ہے۔ چہرے کی رونق اُڑ چکی ہے۔ جوہرِ حیات رقیق پڑ گیا ہے اور احتلام اور جریان کی شکایات سے پیچھا نہیں چھوٹتا۔ غرض زندگی وبالِ جان ہو رہی ہے

تب تم

چندر کلا کیوں نہیں کھاتے؟

جو اب تک ہزاروں زندگیاں موت کے منہ سے بچا چکی ہے۔ یہ اوپر کی سب شکایات کا بہتر سے بہتر علاج ہے۔ جو آج تک طبی دنیا کو معلوم ہوا ہے۔ یہ کھوئی ہوئی جوانی کو واپس لا کر دوبارہ جوانی کی بہار دکھانے کے لئے زمانۂ حال کی بہترین طاقت بخش دوا تسلیم کی گئی ہے۔ جو مدام کے لئے ناطاقتی کی بیخکنی کر دیتی ہے۔ اس کے استعمال سے وہ مایوس العلاج بھی از سرِ نو زندگی کے مزے رہتے ہیں۔ جو اشتہاری دواؤں پر دولت برباد اور صحت نثار کر کے زندگی کو وبالِ جان سمجھ چکے تھے۔ جبکہ سب طرف سے مایوسی ہو چکی ہو۔ تو ایک مرتبہ چندر کلا کا بھی تجربہ کر لو مایوسی کی تاریکی میں چندر کلا چراغ کا کام دیگی۔ اگرچہ رفتہ رفتہ اپنا اثر دکھاتی ہے لیکن وہ یقینی طور پر مستقل اور دیرپا ہوتا ہے۔ (۳۲ ٹکیہ کی شیشی کا دام ایک روپیہ (عہ) اور خرچ ڈاک ۲)

دُنیا کیا کہتی ہے؟

بہت مفید ثابت ہوئی آپ کی چندر کلا جریان کے واسطے واقعی بہت مفید ثابت ہوئی جس کے بیان کا قلم کو یارا نہیں۔ (سیج سنگھ سوداگر۔ لائل پور)

فائدہ دیا ہے آپ کی چندر کلا نے بہت قدر فائدہ دیا ہے۔ جریان پرانا اور بہت خطرناک تھا۔ (بیردو سہائے وربا۔ لدھورہ)

اول اپنے ہاں کے مشہور سوداگروں یا دوائی فروشوں سے طلب کرو۔ سب اپنے پاس رکھتے ہیں۔ وہاں نہ ملے تو خریداکسیر کا پتہ

کارخانہ آیورویدک فارمیسیوٹیکل کمپنی لمیٹڈ۔ گمٹی بازار لاہور سے منگاؤ۔ (تار کا پتہ:۔ رسائن لاہور)

طاقت کی دوا

ناطاقتی کی ایسی کونسی شکایت ہے جو اس دوا سے دور نہ ہو
قیمت ۲۰ گولیاں کی ایک روپیہ

آپ کا جسم

ایشور نے روزمرہ ادویات کا امتحان کرنے کے واسطے نہیں بنایا ہے ایسا کرنے سے ممکن ہے کہ آپ کو ایسا مہلک مرض ہو جائے جس سے پیچھا چھڑانا قریب قریب قطعی ناممکن ہو چنانچہ آپ کو مناسب ہے کہ نا ممکنات پر یقین نہ کر کے ہمارے یہاں سے ۲۲ سال کی آزمودہ بنا ازبان کی دوا سدھا سندھو کو استعمال کیجیے اس سے کف کھانسی ہیضہ۔ شول سنگرہنی۔ اتیسار پیٹ کا درد نے جی متلانا۔ اطفال کے ہرے پیلے دست وغیرہ وغیرہ امراض ایک ہی دن میں رفع ہو جاتے ہیں۔ یہ دوا خوش ذائقہ خوشبودار ہے۔ قیمت فی شیشی ۱؍ محصولڈاک ایک تا چھ ۳؍ پیکنگ معاف۔

بال سدھا

اگر آپ کو اپنے بچوں کو حکیم و شہیم اور تندرست بنانا اور دوسرے کے مرضوں سے پیچھا چھڑانا ہو تو اس خوش ذائقہ دار دوا کو منگا کر استعمال کرایئے ایک شیشی ایک ماہ کے واسطے کافی ہے قیمت فی شیشی ۱؍ محصولڈاک ۱؍ دسنی گج کیسری یعنی داد کی دوا۔ بلا جلن اور تکلیف کے داد کو جڑ سے کھونے والی اگر کوئی دوا ہے تو یہی ہے قیمت فی شیشی ۲؍

نئے سال کا کلینڈر تیار ہے کارڈ آنے پر مفت ارسال خدمت ہوتا ہے۔

سکھ سنچارک کمپنی متھرا

قابل دید کتب

کتب ذیل کی قیمت میں انتہائی تخفیف کردی گئی ہے اور انمیں بیشتر کسی دوسری جگہ سے اس قیمت پر دستیاب نہیں ہو سکتیں۔

فالو لہاے قاری - قاری محمد سرفراز حسین صاحب عزمی دہلوی دعلیگ) کے اخلاقی ناول سعید۔ سعادت۔ شاہد رعنا جو دوبارہ چھپکر قدر دانوں کے ہاتھ میں پہنچ چکے ہیں۔ اب ایک مجموعہ کی صورت میں چھپوائے گئے ہیں ۳۰۰ صفحہ کی مجلد کتاب جو نہایت عمدہ ولایتی کاغذ پر چھاپی گئی ہے۔ اور جسمیں مصنف کی ایک تصویر بھی ہے۔ قیمت ۲ؔ

زہرا - ایک ترکی ناول کا ترجمہ۔ مترجمہ سید سجاد حیدر صاحب بی اے۔ قیمت ۸ؔ

شالث بالخیر - ایضاً ۴ؔ

نیرنگی دہر - مجیدہ بیگم کے مصائب اور وفاداری کی داستان۔ شریف النسا کی کج ادائیوں کا انجام۔ مصنفہ منشی عبد الغفور صاحب صفحات ۱۳۲ قیمت ۴ؔ

گدڑی کا لال - ایک نہایت دلچسپ اخلاقی تعلیمی اور معاشرتی صلاح کا طبعزاد فسانہ کہ جسمیں ایک ہندوستانی خاندان کی حسن معاشرت کو نہایت خوبی سے قلمبند کیا ہے مصنفہ محترمہ والدہ صاحبہ سید محمود فضل صاحب بی۔ اے حصہ اول و دوم صفحات ۴۲۰ قیمت ۱ؔ تین روپیہ

اقبال دلہن - شرفاے دہلی کی روزمرہ کی زندگی کی دلچسپ تصویر جسمیں مردوں اور عورتوں کی تعلیم شادی بیاہ وغیرہ کی رسوم زن وشوہر کے باہمی تعلقات وغیرہ کو قصے کے پیرایہ میں نہایت خوبی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے' مصنفہ مولوی بشیر الدین احمد صاحب دہلوی قیمت ۱ؔ

مار آستین - بابو بنکم چندر چٹرجی بنگال کے مشہور ناول نویس کے ناول بشا برکشا کا نہایت فصیح اور سلیس ترجمہ مترجمہ منشی جوالا پرشاد صاحب برق بی۔ اے قیمت ۸ؔ

مرنالنی - ایضاً قیمت ۱۰ؔ

پرتاپ - " قیمت ۸ؔ

بنگالی دلہن - ناول دودھرانی مصنفہ بابو بنکم چندر چٹرجی کا ترجمہ مترجمہ منشی جوالا پرشاد صاحب برق بی۔ اے سب جج مصنفہ معشوقہ فرنگ وغیرہ قیمت ۱۲ؔ

روح لیلےٰ - اسمیں عجیب روحانی مسئلہ کو حل کی کوشش کی ہے۔ ایک شخص ایک مردہ لڑکی کی روح کو اسکی وفات کے وقت ایسا محبوس کرتا ہے کہ وہ جسم کے ساتھ وابستہ رہتی ہے۔ اور وقتاً فوقتاً اسکو زندہ کرکے اسکے ذریعہ سے بہت سے روحانی مسائل کے حل کرنے کا کام نکالتا ہے۔ صفحات ۲۴۲ قیمت عہ

ملنے کا پتہ:- دفتر تمدن نیا گاؤں لکھنؤ

رومتہ الکبریٰ کی آتشزدگی یعنی نیرو قیصر روم کے زمانہ کا ایک دلچسپ تاریخی قابل ملاحظہ ناول جلد ۱ ۱ر

حکایات دلچسپ - یہ ان حکایات کا اردو ترجمہ ہے جن کو سائے ناٹک کے مرمیر اور علم ڈرامہ کے استاد بے نظیر شکسپیر کے منظوم کھیلوں سے زبان انگریزی کے مشہور و معروف ادیب چارلس لیمپ نے اختصار و لطافت بار کے ساتھ نثر میں تحریر کیا ہے اور اب یہ حکایات شائقین کی ضیافت طبع کے لیے اردو میں نہایت قابلیت کے ساتھ ترجمہ کی گئی ہیں ۱۲ر

حاجی بغلول - مصنفہ جناب منشی سجاد حسین صاحب مرحوم اڈیٹر اودھ پنچ ۴ر

احمق الذین - ایضاً ۲ر

الثریا - اس ناول میں سرٹامس مور نے ایک خیالی ملک و قوم کے نظم و نسق کا بیان کر کے اہل انگلستان کو بیدار کرنا چاہا ہے - ۴ر

آولیس - رومتہ الکبریٰ کا ایک خاص واقعہ ناول کے پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے - نہایت دردناک و پُر تاثیر قصہ ہے - قیمت ۸ر

وکرم اروسی - یعنی مہاکوی کالیداس کے ایک مشہور ناٹک کا ترجمہ مع ایک بسیط مقدمہ کے جس میں ہندو ڈراما کی تاریخ اور نوعیت پر مفصل بحث کی گئی ہے - مرتبہ جناب مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی اے قابل دید کتاب ہے - قیمت عہ

قاسم و زہرہ - منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی کی منظوم رسالے کے مصنف ہیں شروع سے آخر تک باتیں شستہ خیالات پاکیزہ و طرز ادا انتہا کا دلاویز خوشی اور پاکیزہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے - نیچرل کیفیات و جذبات میں انسرتا پاڈ سا ڈوبا ہوا ہے ضرور ملاحظہ فرمائیں - ۸ر

انتخاب زوج - دہلی کی ایک مشہور انشا پرداز خاتون کے زور قلم کا یہ تازہ کارنامہ ہے - جس میں لائق مصنفہ نے اپنے طبقہ کی جانب سے جنس ذکور کی خدمت میں اپیل کیا ہے کہ شوہر کے انتخاب میں اس غریب کی رائے کو بھی قابل وقعت سمجھ کر حاصل کر لیا جایا کرے - قیمت ۲ر

وصال - منشی درگا سہائے صاحب مرحوم کی دلکش تصنیف قیمت ۸ر

اتالیق بی بی - جس میں شوہروں پر عورتوں کی بے معنی نکتہ چینی اور بیجا شکایتوں کا بہت سچا خاکہ دکھایا گیا ہے - قیمت ۸ر

یادگار دربار اسلام - جلد اول یعنی حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلعم کے سوانحات عمر صفحات ۲۹۸

ایضاً - جلد دوم جس میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہم خلفائے اول و دوم کے مفصل سوانحات عمر مع فتوحات انتظامات و ذاتی حالات وغیرہ کے پوری تحقیق کے ساتھ قلمبند ہوئے ہیں قابل دید کتاب ہے صفحات ۴۷۵ قیمت ہر دو حصہ علاوہ محصول ۳ر

علمائے سلف : مولانا محمد حبیب الرحمن خان صاحب شروانی رئیس بھیکم پور ضلع علیگڈھ کی مشہور تصنیف بعض علمائے اسلام کے حالات درج ہیں قیمت ۸ر

شباب لکھنؤ۔ اگر آپ گذشتہ لکھنؤ کی تصویر دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کتاب کو ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ ایک تاریخ سیاح نے سلطنت اودھ کے عروج کے زمانہ کے چشم دید حالات نہایت دلکش پیرایہ میں قلمبند کیے ہیں۔ مترجمہ منشی احمد علی صاحب بی۔ اے۔ ۸ر

قدیم ہندوستان کی تہذیب۔ مشہور فاضل مسٹر آر سی۔ دت کی بے مثل تاریخ سویلائزیشن آف اینشنٹ انڈیا کا ترجمہ۔ ۸ر

مکمل محاربات روس و جاپان۔ حصہ اول و دوم قیمت فی حصہ ۱۲ر

تاریخ مذہب۔ اس میں مذہب کی ابتدا اور ترقی کا حال اور نیز بڑے بڑے مذاہب مثلاً بابل اور اسوریہ مصر اور چین اور دیگر ممالک و اقوام کے مذاہب کی مختصر تاریخ درج ہے قیمت ۸ر مجلد ۱۰ر

جمیع حالات جاپان جس میں ملک جاپان کے ہر قسم کے حالات مادی۔ مذہبی تعلیمی۔ وغیرہ۔ جاپان کی ترقی کی تاریخ اور جاپان کے شہنشاہ و نامور مدبران سپہ سالاران و امیر البحران وغیرہ کے حالات درج ہیں مجلد رعایتی قیمت ۸ر

علوم طبیعہ کی تاریخ۔ علوم طبیعہ کی ان تمام دریافتوں اور ایجادوں کی تشریح جو ساتویں صدی قبل مسیح سے لیکر انیسویں صدی تک وقتاً فوقتاً عمل میں آتی رہی ہیں مسائل کی تحقیقات کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ قدیم و جدید حکمائے ان علمی دریافتوں و ایجادوں میں کیا کیا حصہ لیا نہایت مفید کتاب طلبا میں کی وضاحت کیلئے صدہا تصویریں دی گئی ہیں قیمت ہر دو حصہ مجلد ۱۲ر

تاریخ یونان۔ سلطنت یونان کے عروج و زوال کے اسباب۔ نظام سلطنت۔ معرکہ آرائیاں اور فتوحات وغیرہ کے مفصل حالات۔ قیمت ۸ر

تاریخ مصر جس میں قدیم زمانہ کے مصریوں کی رسم و رواج طرز معاشرت۔ عادات و خصائل تیوہاروں معبودوں علم اصنام۔ نظام سلطنت معرکہ آرائیوں اور فتوحات۔ عروج و زوال کے اسباب۔ علم فنون وغیرہ کے مفصل حالات درج ہیں باتصویر کتاب ہے۔ ۸ر

تاریخ روم۔ اس نادر کتاب میں لائق مصنف نے سلطنت روما کی ابتدا سے شروع کرکے روم کے پانچ جلیل القدر قیاصرہ کے عہد انتظام بہجت الزوام کے اختتام تک بڑی دلچسپ صورت میں قلمبند کیا ہے۔ قیمت ۸ر

تاریخ تمدن۔ یعنی سر ہنری طامس بکل کی مشہور تصنیف "ہسٹری آف سولیزیشن" کا ترجمہ مترجمہ مرحوم و مغفور منشی محمد احمد علی صاحب بی اے ایل۔ ایل۔ بی۔ وکیل۔ قیمت ۸ر

گنج شائیگاں۔ قدیم شاہان ایران سے لیکر اسوقت تک کی دنیا بھر کی سلطنتوں ریاستوں وغیرہ کے سونے چاندی کے سکوں کے دونوں رخوں کی اصلی تصویریں مع حالات وزن وغیرہ قیمت ۸ر

الہارون۔ سوانحمری خلیفہ ہارون الرشید اعظم مولفہ سلطنت عباسیہ و منظر دار الخلافہ بغداد۔ ۱۲ر

حیات نور الدین محمود یعنی ملک العادل سلطان نور الدین زنگی نور اللہ مرقدہ فاتح شام و جزیرہ و مصر کی مفصل سوانحمری۔ ۸ر

یادگار سعدی - یعنی سعدی شیرازی علیہ الرحمہ کی سوانحعمری اور انکی جا اخلاقی تصانیف نثر و نظم سے مناسبات اشعار و حکایات کا انتخاب - ۸ر

حیات حافظ جس میں لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی کے حالات زندگی بیان کیے گئے ہیں اور انکی شاعری پر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہو - مہ

بنت الرسول صلعم - سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضہ کی مکمل لائف اس کتاب کو حضرت سیماب اکبرآبادی نے لڑکیوں اور مستورات کے لیے لکھا ہے - حجم ۸۰ صفحات قیمت رعایتی ۵ر

جہاں آرا - شاہجہاں بادشاہ کی فاضل بیٹی جہاں آرا بیگم کی سوانحعمری - اسکے مارل - سوشل اور پولیٹکل کارنامے مورخین یورپ کی نکتہ چینیوں پر محققانہ نظر - کاغذ وغیرہ عمدہ قیمت رعایتی ۸ر

مشاہیر خواہان آدم یعنی اُن ہمدردان بنی نوع انسان کی سوانحعمریوں کا مجموعہ جس کے مطالعہ سے ہر شخص حب انسانی سے بھر جاتا ہے - ۳ر

مشاہیر عالم - اس عقد ثریا میں ان مشاہیر عالم کے اسماء گرامی منسلک ہیں جنکی اولوالعزمیاں طرح طرح کے کارہائے نمایاں کے متعلق آسمان شہرت پر چمک رہی ہیں - قیمت ۸ر

بچوں کی پرورش مستفہ علیا حضرت سرکار عالیہ فرمانروائے بھوپال دام اقبالہا و ظلہا ۱۰۴ صفحہ کی کتاب ہے جسمیں وہ تمام باتیں نہایت وضاحت سے درج کی گئی ہیں جن کا جاننا مستورات پر فرض ہے بچوں کے مرکز سکنے و کے متعلق نہایت مفید کتاب ہے قیمت ۸ر

کفایت ... **کی** ... حقوق ... قدرت کا ... قیمت ۔ر

رسول عربی - پیغمبر اسلام کی سوانحعمری اور سچے حالات حجم ۲۷۵ صفحہ کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ قیمت ۸ر

رباعیات حالی - مولانا حالی کی رباعیات کا جدید ایڈیشن مسدس کی تقطیع پر چھپا ہے ۲۴ صفحہ میں ۶۰ رباعی درج ہیں قیمت ۳ر

مسدس حالی - مولانا حالی کی زندہ جاوید تصنیف مد و جزر اسلام جس نے مسلمانوں میں نئی زندگی پیدا کی مع سوانحعمری حالی و حاشیہ کاغذ لکھائی چھپائی اعلے سرورق رنگین مجلد ۱۲ر بے جلد ۸ر

چمنستان عرب غنچۂ حج - اس کتاب میں قرآن شریف و احادیث مبارک سیر و تواریخ سے حج کہ معظمہ کعبہ مقدسہ مدینہ منورہ اور عرب کے تاریخی اور جغرافیائی حالات بہت تحقیق و تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں - آج تک اس موضوع پر اس سے بہتر کتاب نہیں شائع ہوئی ۱۰ر

تاریخ مسجد الحرام - ۸ر

تہذیب الاسلام - جسمیں فلسفہ یورپ کی تحقیقات موجودہ سائنس جدید کے انکشافات کو اسلام کے مسائل حنفیہ کے ساتھ تطبیق اور محققین تمدن کے اعتراضات کی تردید کی گئی ہے اور مسلمانوں کے عروج و زوال کا اصلی سبب بیان کیا گیا ہے - ۸ر

برکات سلطانی - علیا حضرت بیگم صاحبہ والیٔ بھوپال کی روشن زندگی کے کارنامے اور انکی اسلامی و علمی خدمات کا مرقع باتصویر پڑھنے کے قابل کتاب ہے - ۷ر

ملنے کا پتہ مینیجر تمدن بک ایجنسی نیا گاؤں لکھنؤ

سبز مرہم

جو

حکیم محمد رفیق ابراہیم صاحب لکھنوی

جناب حکیم حافظ محمد حبیب اللہ صاحب مرحوم مغفور کا ایجاد کردہ ہے تمام جلدی بیماریوں اور زخموں مثلاً ناسور۔ بھگندر۔ پھوڑا پھنسی۔ گلٹی۔ کھجلی۔ تر و خشک۔ داد۔ کنٹھ مالا۔ آتشک کے زخم وغیرہ وغیرہ کے لیے بے مثل دوا ہے۔ جملہ بلغمی و سوداوی دردوں وجع مفاصل۔ نقرس۔ عرق النسا۔ کولا۔ کمر اور شانہ کا درد وغیرہ ان تمام کو جو سردی وغیرہ کی وجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ بہت جلد رفع کر دیتا ہے۔ انگریزی دوائیں اسکے سامنے ہیچ ہیں۔

"سبز مرہم" ناگہانی واقعات مثلاً چوٹ اور جلنے وغیرہ کی تکالیف کو فوراً دور کر دیتا ہے ہر گھر میں ایک ڈبیہ ضرور رہنا چاہیے۔ قیمت فی ڈبیہ ۸؍

سبز مرہم کمپنی

کارکن و منتظم مخزن الادویہ جھنوائی ٹولہ۔ لکھنؤ

ان تینوں کتابوں کو یکجا لی خریدار کو محصول ڈاک و فیس منی آرڈر معاف	## پانچ پانچ روپے کے سو خریدار فوراً مطلوب ہیں	یعنی تینوں کتابوں کا مجموعہ مع جملہ اخراجات صرف ۵؍ میں بھیجا جائیگا

(۱) انتخاب اردوئے معلیٰ:۔ یعنی مرحوم رسالہ اردوئے معلیٰ علی گڑھ کی گذشتہ دس جلدوں کے بہترین مضامین نظم و نثر کا قابل دید انتخاب مجلد قیمت عہ۔

(۲) مکتوبات امیر مینائی:۔ یعنی منشی امیر احمد صاحب مرحوم لکھنوی کے دلچسپ خطوط کا مجموعہ مع تصویر و سوانحعمری امیر و موازنۂ داغ و امیر حجم ۳۵۲ صفحے مجلد ۱؍

(۳) تذکرۃ الشعراء حصۂ اول مکمل:۔ حجم تقریباً ۵۰۰ صفحے مرتبہ حسرت موہانی جس میں تذکرۂ شعرا و دیگر مضامین نظم و نثر کے علاوہ دیوان امیر۔ شہیدی۔ تنہا۔ مخمور۔ دلکش۔ غافل۔ مائل۔ جوش۔ مومن۔ نسیم۔ تسلیم۔ رنگی۔ حالی۔ بینظیر۔ حسرت۔ مضطر خیرآبادی و حسرت موہانی کے دواوین کا انتخاب بھی بطور ضمیمہ شامل ہے۔ ان میں سے اکثر دیوان ایسے ہیں جو کسی اور جگہ دستیاب نہیں ہو سکتے۔

نوٹ:۔ طبع ثانی تک حسرت موہانی کا دیوان صرف بطور ضمیمہ تذکرۃ الشعراء مل سکتا ہے علیحدہ نہیں مل سکتا

المشتہر

بیگم حسرت موہانی۔ دفتر اردوئے معلیٰ علیگڑھ سٹی

نعمت عظمیٰ

حمل قرار پانے کے بعد ۲ ماہ کے اندر اندر
اس دوائی کو کھلا دینے سے لڑکا ہی
پیدا ہوتا ہے جنکے ہاں لڑکیاں ہی
لڑکیاں ہوتی ہوں انکے لئے نعمت قیمت عظم

چند اکسیر ادویات

عرق بخار

ملیریا کسی قسم کا ہو دو تا تین خوراک
دو باری تیسرا تپ یا جو تپ تلی وغیرہ کا
سب تین دن کے اندر جاتے رہتے ہیں
قیمت تین خوراک ۳ دن (۱۲)

بچھو لو بچھلو

(بچوں کے سوکھے کی دوائی)
یہ عجیب حیرت میں ڈالنے کی دوائی
ہے۔ کمر پر ملی جاتی ہے اور کمر سے
چھوٹے چھوٹے کرم نکلتے ہیں
وہی مرض کا اصل سبب ہوتے ہیں
پس اسکے بعد بچہ دن دونی رات چوگنی
ہوتا ہے جنکی اولاد مرض سوکھا یا سوکھیا
مسان سے ضائع ہوتی رہتی ہو انکو ہر
کی کرپا سے بچ جاتی ہے قیمت
امرا سے ایک سو روپیہ عوام
سے ایک روپیہ سے پانچ روپیہ تک

برہمی اثر شربت

حافظہ کیواسطے اس سے بڑھکر
کوئی دوائی نہیں ہے ضعف
دماغ نسیان سر درد سردائی
امراض دماغ امراض
عورات جریان وغیرہ کو نافع
قبض کشا ہے چند دنوں میں
دماغ روشن ہو جاتا ہے آواز
صاف ہو جاتی ہے۔ راگ
و دیا شاعری اس سے
بہت جلد آتی ہے۔
قیمت دو روپے (عما)

درد شکن

اس کی ایک ہی پڑیہ کے
استعمال سے خواہ کسی قسم کی
عضلاتی یا اعصابی درد ہو جاتا
رہتا ہے۔ سر کا درد۔ جوڑوں کا
درد۔ یا کمر ران گھٹنہ۔ یا کسی بھی
جگہ کا درد ہو ۵ منٹ میں آرام
درد مزمن ہو تو چند دن استعمال
کرنی پڑتی ہے ورنہ پہلی پڑیہ سے
آرام ہو جاتا ہے۔ قیمت (عہ)
نمونہ (۲)

گندھارا رس

قیمت عہ
اسکی ایک پڑیہ کے کھلانے ہی جاتے ہے
کیسی پیچش۔ اسہال سنگرہنی وغیرہ
جاری ہوں آرام ہوجاتا ہے نمونہ ۲

ملنے کا پتہ

کارخانہ امرت دھارا
برانچ ۲۱ – لاہور

اکسیر بدن

قیمت (ع)
گلے اور چھاتی کے کل امراض دق و تپ دق
کو مفید ہے کھانسی دمہ کو اکسیر ہے کمزور
بچوں کو طاقتور بناتا ہے کمزوروں کو جسیم کرتا ہے

۴۶ع

سینی لائن

خونی بواسیر اور خون بند کرنے کی دوا

یہ خوشبودار بے ذائقہ دوا جو بوٹیوں سے بنی ہے اور خون بند کرنے میں بے مثل ہے ناک سے خون جاتا ہو تو تھوڑا سا یہ عرق سونگھ لینے سے اُسی وقت بند ہو جاتا ہے مسوڑوں سے اگر خون جاری ہو تو مساوی مقدار سے گرم پانی میں عرق ملا کر روز کلی کرنے سے مسوڑے سخت ہو جاتے ہیں اور خون بند ہو جاتا ہے۔ منھ کے راستہ یا بلغم کے ساتھ خون جاتا ہو تو اس دوا کے پینے سے بند ہو جاتا ہے عورتوں کے پردہ کی بیماری میں یا حمل کی حالت میں خون جاتا ہو تو اس دوا کے استعمال کرنے سے فوراً ہی آرام ہو جاتا ہے۔

خونی بواسیر

اس دوا کے کھانے اور پچکاری لینے سے رگیں مضبوط ہو جاتی ہیں اور مرض جڑ سے جاتا رہتا ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ چار آنہ پچکاری کا پیچ ۴ر محصولڈاک ۱۰ر اور آٹھ آنہ ۸ر

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی جلدی بیماری کی دوا

یہ تیل کئی ایک مفید دیسی اور ولایتی اسپتال کی تجربہ کی ہوئی دوائیوں سے بنایا گیا ہے اس سے ہر اقسام کے جلدی بیماری یعنی چمڑے کا مرض مثلاً خارش کھجلی چھاجن ایگزیما وغیرہ رفع ہوتے ہیں۔ برص سے خراب ہوئے چمڑے میں یہ اچھا فائدہ دکھلاتا ہے۔ چمڑے کی بیماری سے اکثر خون میں بھی نقص آجاتا ہے۔ اس حالت میں تیل لگانے سے پورا نفع نہیں ہوتا ہے اس وجہ سے تیل لگانے کے ساتھ ہی خون صاف کرنے والی دوا ایڈورڈ اینڈ سارسا بھی حسب ہدایت استعمال کرنا چاہیے قیمت فی شیشی ۱۰ر محصولڈاک ایک سے چار تک ۵ر سالسہ قیمت عـ۸ محصول ۱۰ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

بابت ماہ جولائی ۱۹۱۱ء

جلد ۱ — نمبر ۱

تمدن

معاشرتی۔ تمدنی۔ ادبی۔ فلسفی۔ اخلاقی۔ تاریخی اور علمی مضامین کا مخزن

ایڈیٹر۔ ایم اے قاری (علیگ) دہلوی خلف اکبر جناب قاری محمد سرفراز حسین صاحب (علیگ) عزمی دہلوی سیاح جاپان و انگلستان

تصویر۔ مسز سروجنی نائڈو

فہرست مضامین

ناردن انڈیا پرنٹنگ پریس لکھنؤ میں چھپا

پبلشر محمد عباس حسین قاری — پرنٹر نواب علی

قیمت سالانہ ۳ؔ ر — مقام اشاعت نیا گاؤں لکھنؤ — نمونہ کے پرچہ کی قیمت ۵ ر

کیا آپ کی لائبریری ان کتابوں سے خالی ہے؟

سیرۃ النعمان - مولانا شبلی کی بہترین تصنیف حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے حالات زندگی اور امام صاحب کی فقہ پر قابل دید بحث - قیمت ۸ر

المامون - خلیفہ مامون بغداد عباسی کے حالات زندگی مع اسکے کارنامہ مصنفہ مولانا شبلی علیہ الرحمہ قیمت ۸ر

سفرنامہ مصر و شام و حجاز - خواجہ حسن نظامی کا مشہور و معروف سفرنامہ جسمیں آپ نے مقامات مذکورہ کے عجیب و غریب حالات تفصیل کے ساتھ قلمبند فرمائے ہیں اردو زبان میں آج تک ایسا دلچسپ سفرنامہ شائع نہیں ہوا ہے مجلد ۱۲ر

مصر کی کایا پلٹ - سر آکلینڈ کالون کی مشہور کتاب میکنگ آف ماڈرن ایجپٹ کا ترجمہ مصری معاملات کی نسبت اس سے بہتر اور جامع کتاب ملنا دشوار ہے حجم ۲۲۴ صفحہ قیمت فی جلد مجلد ۸ر

نشاط عمر - ہر قوم کے نوجوانوں ناکتخدا لڑکوں کے لیے بیش بہا نصائح کے علاوہ اخلاقی تعلیم کا قابل قدر ذخیرہ اور افعال قبیحہ اور عادات ذمیمہ کے ہولناک نتائج سے بچنے کی عجیب نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان کی گئی ہیں ڈاکٹر سلواسٹن امریکہ کی مشہور و معروف کتاب ہوم دی لٹ اے نیک مین آف خود نو کا سلیس اردو ترجمہ قیمت ایک روپیہ

حسن معاشرت - جس میں دو بچوں کی اور سلیقہ مند بیویوں کے حالات زندگی بالفاظ ایک نہایت دلچسپ نتیجہ خیز اور نصیحت آمیز پیرایہ میں بیان کیے گئے ہیں - قیمت ایک روپیہ چار آنہ

سلطنت برطانیہ کا مستقبل - یہ اسم بامسمی کتاب ایک جاپانی مدبر کی تصنیف ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے - قیمت ۸ر

عالم خیال - یا تصویریں حضرت شوق قدوائی لکھنوی کی چار بے بدل اور بے اضافت نظموں کا مجموعہ ایسی دلچسپ اور معنی خیز نظمیں اردو زبان میں اس سے پہلے نہیں شائع ہوئیں اسکے ساتھ چار ریویو بھی ملک کے مشہور اہل قلم کے شامل ہیں جو نظم کی خوبیوں پر روشنی ڈالتے ہیں اور ان کی رائے ہے کہ اردو تو اردو مغربی زبانوں مثلاً انگریزی وغیرہ میں بھی اس پایہ کی نظمیں موجود نہیں قیمت علاوہ محصول ڈاک ۰-۲

فرخندۂ آفاق - یہ کتاب رئیس راجایان مہاراجہ چندولال بہادر شاداں مغفور وزیر اعظم دولت آصفیہ کی تصنیف کا نمونہ ہے جسکو راجہ مرلیدھر راؤ بہادر صغر نے فارسی زبان سے نہایت قابلیت کے ساتھ سلیس اور عام فہم اردو میں ترجمہ کیا ہے - اس کتاب میں دلچسپ اور سبق آموز حکایات اور نادر نکات کے تذکرے درج ہیں جو قابل دید ہیں حجم ۲۰۴ صفحات قیمت فی جلد ۸ر مجلد ۱۲ر

حیات النذیر - شمس العلما مولوی حافظ نذیر احمد خاں صاحب ایل ایل - ڈی - ڈی - او - ایل دہلوی کی زندگی کے مفصل حالات اور انکی مذہبی قومی اور علمی خدمات کا مفصل بیان - مرتبہ سید افتخار عالم بلگرامی خم المارہروی بڑی تقطیع کے ۵۰۷ صفحات یہ کتاب ختم ہو رہی ہے قیمت صرف ۳ر مجلد ۴ر

محل خانہ شاہی - یعنی واجد علیشاہ آخری شاہ اودھ کی داستان حسن و عشق جسکو خود واجد علیشاہ نے اپنے قلم سے لکھا ہے - قیمت ۸ر

جذبات مسلم - ۸۲ مشہور دلگداز قومی نظموں کا مجموعہ جس میں علامہ شبلی ڈاکٹر اقبال اور ملک کے دوسرے شعرا کے مقبول عام نظمیں جمع کی گئی ہیں لکھائی چھپائی عمدہ کاغذ ولایتی چکنا قیمت عہ

ملنے کا پتہ

دفتر تمدن نیا گاؤں لکھنؤ



سروجني نائدو

تمدّن

لکھنو

قومیت

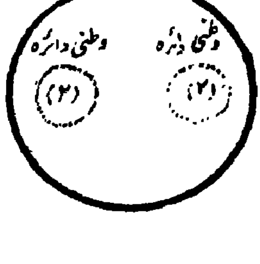
افراد کے مجموعہ کا نام گروہ اور بہت سے گروہوں کے مجموعہ کا نام قوم ہے مگر سوال یہ ہے کہ آیا صرف چند گروہوں کے مجموعے سے قوم بن جاتی ہے اور اُس میں قومیت کی صحیح روح پیدا ہوجاتی ہے اس کا جواب پورے طور پر نفی میں نہیں دیا جاسکتا کیونکہ اگر ایک طرف چند گروہوں کا متحد ہوجانا بھی قوم کے مفہوم کا ایک حصہ ہے تو دوسری طرف ان گروہوں کا متحد المقاصد یا کم از کم متحد المقصد ہونا بھی ضروری ہے اگر سب گروہ مقاصد میں متحد ہیں تو یقیناً وہ بہت سے گروہ نہیں ہیں بلکہ وہ ایک گروہ ہے جو تقسیم شدہ ہے۔ دنیا کی تاریخ میں کہیں یہ بات نظر نہیں آتی کہ کسی ملک کے تمام لوگ تمام مقاصد میں متحد ہوں اس لیے یہ ماننا پڑے گا بلکہ یہ اصول تسلیم کرنا پڑیگا کہ بہت سے گروہ جو مختلف مقاصد میں ایک دوسرے کے مخالف ہوں چند مقاصد میں متحد ہوں تو وہ ایک قوم بن سکتے ہیں جب کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ "قوم کی رائے ہے" تو اسکے معنی یہ ہوتے ہیں کہ قوم جو گروہوں کے اُس مجموعہ کا نام ہے جو اسپنے

اپنے بعض مقاصد میں ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں اور ہر گروہ بہت سے افراد پر مشتمل ہے جن کے خیالات ایک دوسرے سے بالکل متحد نہیں ہیں اس معاملہ میں متحد الرائے ہے اس سب کے معنے یہ ہوئے کہ قوم افراد کے اُس مجموعہ کا نام ہے جن کا بعض معاملات میں انفرادی حیثیت سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے مگر کسی خاص امر میں تمام افراد کی رائے متحد ہے یہی قوم کا صحیح مفہوم ہے اور اس قوم یا قومیت کے اصول پر مہذب دنیا نے ترقی کی ہے اسلام نے اجماع اُمت کے معاملہ کو غالباً اسی حیثیت سے تمام دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت دی تھی۔ آج مہذب ممالک میں انفرادی حیثیت سے کسی بڑے سے بڑے شخص کی رائے کو ہرگز وہ اہمیت نہیں دی جاتی جو قوم کی رائے کو دی جاتی ہے یا ایک انجمن کی رائے کو۔ اب ہندوستان میں بھی کچھ عرصہ سے قومیت کی روح پھونکی جا رہی ہے بقسمتی سے یا خوش قسمتی سے ہندوستان دنیا کے اُن ممالک میں سے ہے جہاں بیشمار فرقے ہیں جن کے رسم و رواج طرز معاشرت اور بہت سی چیزیں ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ ہیں اور اس لیے یہاں قومیت کے شیرازہ کا بننا زیادہ وقت طلب ہے ہندوستان سے قطع نظر کرکے اصولاً بحث کی جائے اور یہ غور کیا جائے کہ کسی ایسے ملک میں جہاں بہت سے جداگانہ رسم و رواج جداگانہ طبائع کے لوگ موجود ہوں وہاں قومیت کا شیرازہ باندھنے کے لیے کیا کیا طریقے ہو سکتے ہیں۔

ایک ملک میں فرض کر لیجیے کہ ۲ قسم کے لوگ آباد ہیں جن میں سب سے بڑا فرق مذہبی فرق ہے۔ ایک دوسرے کے رسم و رواج بالکل مختلف ہیں طبائع اور طریق معاشرت بھی اسی طرح علیحدہ علیحدہ ہیں تو کیا کوئی تدبیر ایسی ہو سکتی ہے کہ ان مختلف گروہوں کو متحد کیا جائے اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ جن دونوں مذاہب کے لوگ ہمارے زیر بحث ملک میں رہتے ہیں ان دونوں میں علیحدہ علیحدہ طریقے پر بھی چند گروہ ہیں فرض کیجیے کہ ایک مذہب کے ماننے والے طبقے ۲-۳ گروہ ہیں اور اسی طرح دوسرے مذہب کے

لوگوں میں دو تین فرقے یا گروہ ہیں اس تفصیل کے معلوم ہونے کے بعد اس شخص کی مشکلات میں اور زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے جو اس ملک میں وطنیت کی بنیاد پر ایک قومیت قائم کرنا چاہتا ہے۔ ایک مذہب کو لیجیے اسکے تین فرقے ہیں قومیت کے لیے پہلا کام جو ہمیں کرنا ہے وہ یہ ہے کہ ان تینوں گروہوں کو متحد کیا جائے۔ جو بعض اوقات اپنے ہی مذہب کے دوسرے فرقے سے نفرت رکھتے ہیں بعض اوقات اپنے مخصوص عقائد کی بنا پر مخالفت کا مادہ رکھتے اور بعض اوقات ان کی مخالفت بھی اپنی بہبودی کے لیے ضروری خیال کرتے ہیں دنیا ایک دوڑ کا میدان ہے۔ یہاں ہر شخص کو انفرادی حیثیت سے دوسرے سے مقابلہ کرنا ہے اور مقابلتاً ترقی کرنی ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی بہبودی کے لیے جدوجہد نہیں کرتا تو وہ غلطی کرتا ہے۔ اسی طرح انفرادی حیثیت سے آگے بڑھنے کے بعد ایک کنبہ ایک خاندان کو دوسرے کنبہ اور خاندان کے مقابلہ میں جدوجہد کرنی پڑتی ہے اسی قاعدہ کے مطابق ایک گروہ یا ایک طبقہ کو اپنے گروہ کے مفاد اپنے فرقہ کی محافظت کے لیے بعض اوقات دوسرے فرقے کی مخالفت کرنی پڑتی ہے۔ اسی طرح ایک مذہب کے لوگوں کو دوسرے مذہب کے لوگوں سے یہ تو وہ صورتیں ہیں جن کے لیے ایک دوسرے کو آپس میں مقابلہ کرنا چاہیے اور ہر زندہ گروہ یا طبقہ اور مذہب کے لوگوں میں اس جذبہ کا ہونا ضروری ہے مگر دوسری طرف ان سب لوگوں کو بعض معاملات میں متحد ہونا پڑتا ہے فرض کیجیے ایک گروہ کے لوگوں پر دوسرے گروہ کے لوگوں نے زیادتی کی تو جس وقت تک اس گروہ کے لوگ متفق نہ ہوں گے اس وقت تک وہ دوسرے گروہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ مقابلہ کرنے اور متحد ہونے کی ضرورت اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ اگر ایک گروہ یا ایک طبقہ دوسرے گروہ کے مقابلہ میں ہتھیار ڈال دے تو اس سے اس گروہ کو بحیثیت مجموعی ایک نقصان پہنچے گا اور اس نقصان سے ہر شخص کو جو اس طبقہ میں ہوگا انفرادی حیثیت سے نقصان پہنچے گا اس انفرادی نقصان سے بچنے کی غرض سے ہر فرد مجبور ہوتا ہے کہ وہ اپنے

گردوپیش کے طبقات سے اتحاد کرے اور یہی قومیت کا اصول ہے دنیا کی ترقی کا اصول یہی ہے اور دنیا نے اسی بنا پر ترقی کی ہے جس طرح ہم نے ایک گروہ کے متحد ہونے کی ضروریات کا ذکر کیا اسی طرح ہمارے مذکورہ مذہب نمبر ایک کے تمام گروہ بعض معاملات میں ضرورتاً متحد ہونے پر مجبور ہوتے ہیں مذہب نمبر ۲ کے اتحاد کو بھی اسی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے۔ اور اس کے بعد کسی ملک کی ترقی کے لیے جس میں ایسے دونوں مذہب موجود ہوں یہ بات بہت ضروری ہے کہ دونوں متحد ہوں۔ ناظرین مجھے معاف کریں کہ میں نے مثال میں مذہب نمبر ایک اور مذہب نمبر دو کو لیا ہے اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں ایشیا میں اس وقت تک مذہب کی بندش یا مذہب کا حلقہ اخوت زیادہ وسیع خیال کیا جاتا ہے یہ بات ممالک متمدنہ میں اب باقی نہیں رہی جب سے کہ مادیت نے زور پکڑا۔ ان ممالک میں اب قومیت کی بنیاد وطنیت پر رکھی جاتی ہے اور یہ وطن کی بندش سب سے بڑی بندش خیال کی جاتی ہے گو یہ خیال پرانے خیالات یا ان خیالات کے بالکل خلاف ہے جو مذہب کے ماتحت ہوں مثلاً دنیا کے چند مشہور مذاہب کو لیجیے۔ اسلام عیسائیت۔ موسائیت۔ تو یہ معلوم ہوگا کہ ان مذاہب نے مختلف دائرے رکھے تھے مثلاً مذہب کے ماتحت سب سے بڑا دائرہ اخوت (یعنی برادرانہ میل جول اور بھائی چارہ) مذہبی تھا اس دائرہ کے اندر وطنیت۔ رنگ وغیرہ کی تمیز نہیں تھی اگر ایک عیسائی ہندوستان میں رہتا ہے تو مذہبی حیثیت سے یقیناً اُس عیسائی کا بھائی خیال کیا جاتا تھا جو یورپ یا افریقہ میں ہو اور یہ مذہب کا ایک بڑا دائرہ تھا اسکے ماتحت چھوٹے چھوٹے دائرہ آتے تھے جو وطنیت۔ رنگ وغیرہ کے ماتحت رہتے تھے۔



مذہبی دائرہ (۱)

دائرہ نمبر اول مذہب کا بیرونی دائرہ تھا جو تمام دنیا کے اُن لوگوں کو اپنے میں شامل کر لیتا تھا جو ایک مذہب کے ہوں اُن کے اندر دوسرے دائرے تھے جو مختلف ممالک کے وطن کی بنیاد پر ہیں۔ مثلاً ایک ہندوستانی عیسائی ایک امریکن عیسائی اور ایک یورپین عیسائی وغیرہ اس میں جو بات سب میں مشترک تھی وہ عیسائیت تھی اور یہی مذہبی قومیت کی بنیاد تھی اب کچھ عرصہ سے مذہبیت کا دائرہ خصوصاً ممالک متمدنہ میں کچھ چھوٹا سا ہو گیا ہے۔ اور سب سے بڑی اہمیت ان چھوٹے چھوٹے دائروں کو دی جانے لگی ہے جو مذہب کے بڑے دائرے کے اندر آتے ہیں یہ دائرے پہلے بھی بالکل نظر انداز نہیں کیے گئے تھے چنانچہ اگر ایک عیسائی کے کچھ حقوق اپنے اُن بھائیوں کے لیے تھے جو اس ملک سے باہر رہتے ہیں تو اُسکے کچھ حقوق اُن لوگوں کے لیے بھی تھے جو اسی ملک میں رہتے ہیں مگر اُسکے ہم مذہب نہیں ہیں۔ دنیا کے آخری مذہب اسلام نے بھی اگر ایک طرف اپنے غیر وطن پیروان اسلام سے اپنا تعلق رکھنے کی ہدایت کی تھی تو دوسری طرف یہ بھی بتایا تھا کہ تم کسی غیر مذہب والے کی دل آزاری نہ کرو اگر اسلام نے ایک طرف ایک مسلمان کا تعلق اپنے مرکز مذہبی (کعبہ) سے قائم رکھنے کی تاکید کی ہے تو دوسری طرف یہ بھی بتایا ہے کہ تم کسی دوسرے مذہب والوں کے بتوں کو بُرا نہ کہو (لا تسبوا اصنامهم) کیوں؟ اسکے جواب میں اگر ایک صاحب یہ فرما سکتے ہیں کہ اس وجہ سے کہ وہ ہمارے خدا کو بُرا نہ کہیں تو دوسرے صاحب یقیناً یہ کہہ سکتے ہیں کہ محض اس وجہ سے کہ اُن کی دل آزاری نہ ہو۔ یہ وہ رواداری ہے جس کی تعلیم مذہب نے دی تھی جسکے ماتحت بیسیوں ایسی باتیں کی جاتی ہیں جو ہرگز نہ ہونی چاہئیں۔ جن لوگوں نے مذہب کے بیرونی دائرہ کو چھوڑ دیا ہے اُنھوں نے صرف اندرونی دائرہ کے اندر کے اُن حقوق کو اختیار کر لیا ہے جو اس صورت میں بھی اُن پر عاید ہوتے تھے جس صورت میں کہ وہ بیرونی دائرہ کا بھی خیال رکھتے۔ اس

سوال کا جواب دینا بہت مشکل نظر آتا ہے کہ بیرونی دائرہ کی پابندی زیادہ ضروری ہے یا اندرونی دائرہ کی ہم اس کا جواب صرف یہ دینا چاہتے ہیں کہ دونوں دائروں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے اور لازم و ملزوم ہے اگر ایک شخص اندرونی یعنی چھوٹے دائرہ کے متعلق جو قیود اس پر عائد ہیں ان کی پابندی نہیں کرسکتا تو وہ ہرگز ان قیود کی پوری پابندی نہیں کرسکتا جو بیرونی دائرہ کے متعلق فرض کئے گئے ہیں اس لیے اس کو سب سے پہلے اندرونی دائرہ سے شروع کرنا چاہیے اب یہاں قدرتی طور پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کون سے وسائل ایسے اختیار کیے جائیں جن سے اتحاد کی ضرورت معلوم ہو جانے کے بعد دو غیر مذہب کے گروہوں کے ہم وطن لوگونکو متحد ہونے کا موقع ملے جس وقت وہ ایک ملک کے رہنے والے ہوں گے تو یہ ظاہر ہے کہ ان کے گرد و پیش کے حالات ایک ہوں گے ان کے ذرائع ایک ہوں گے اور اسی طرح سوائے مذہب کے بہت سی باتیں جس قدر زیادہ دونوں کے طریق معاشرت طرز زندگی اور دیگر باتوں میں یکسانیت پیدا ہوتی جائے گی اسی قدر وہ متحد الخیال ہوتے جائیں گے اور اسی طرح جس قدر ضروریات متحد ہوتی جائیں گی اسی قدر وہ ایک دوسرے کے قریب ہوتے جائیں گے۔

ضرورت ایجاد کی ماں مانی جاتی ہے اگر ضروریات پیدا ہو گئیں تو جو ایجادات ان ضروریات کے لیے لازمی ہیں وہ آپ سے آپ پیدا ہوں گے اور پھر اتحاد سے یقیناً وہ مقاصد حاصل ہوتے جائینگے جو تمام دنیا نے حاصل کیے ہیں۔

ایڈیٹر

گذارش

جو تمدّن بلا طلب جن حضرات کی خدمت میں نمونتاً یا کسی معزز دوست کی تحریک سے پہنچے براہ کرم نمونتاً اپنے ارادۂ خریداری سے مطلع فرمائیں ورنہ خاموشی رضامندی سمجھی جائے گی اور دوسرے ماہ میں ان کا نام درج رجسٹر کرکے تیسرے ماہ کا پرچہ بذریعہ وی پی بھیجا [illegible] ہوگا۔ منیجر

"بانگِ مسافر"

میں مسافر ہوں اُتر جاؤں گا پارِ الم میں — تجھکو اے موج مبارک رہے ساحل تیرا

فضائے عالم میں رات دن ہزاروں پھول کھلے، اپنی آب و رنگ کا عالم دکھا کر ہزاروں بلبلوں کو اُنھوں نے محو تماشا کر دیا، اور پہر دو پہر میں پنکھڑیوں کی خوشنما چادر کھینچ تان کر سو رہے تھوڑی ہی دیر میں تند ہوا کا جھونکا غافل پا کر ایک ایک پنکھڑی کو اڑا لے گیا اور کوہ و بیابان کی سیر دکھا کر آغوشِ فنا میں اُن کو ڈال دیا۔

مگر افسوس ہزار افسوس!! ابھی اندھیرا ہی تھا، چنبیلی کی کلیوں میں شبنم گدگداہٹ پیدا کر رہی تھی، مسرت تازہ کو خوابِ گراں سے جگانے پہ تھی، امکان ہونے کے خیال سے نسیم سحری پنکھا جھل رہی تھی، کہ اتنے میں باغبان صبح دم ہی آ پہنچا ہائے کس لیے؟ مشتاقانِ جمال کا سلام پہنچانے؟ ورود مسعود کی مبارکباد دینے؟ اُف! کمبخت باغبان کی طبیعت میں رحم و شفقت ہی کہاں، اُسکے سینے میں دل ہی کہاں؟ وہ گھڑی آنکھ کھول کر بہار کی سیر دیکھنے بھی نہ دی جھٹ سے ہاتھ بڑھا کر پھولوں کے ساتھ ان مسکراتی ہوئی کلیوں کو بھی شاخِ گل سے توڑ لیا، اور چپکے سے سبدِ گل میں ڈال دیا اور بازار جا کر کچھ پھول تو نازنینوں کے گلے کا ہار بنے حسینوں سے بغلگیر ہوئے کسی نے سہرا بن کر سر پہ جگہ پائی، اور کسی نے عطر بن کر روح و دماغ کو معطر کیا، مگر یہ ناشگفتہ کلی کسی کام کی نہ رہی سسکتے سسکتے ہوئے ننھی کملائی، مرجھائی، اور آخر سوکھ کر حسرتوں کا نمونہ بن گئی۔ سچ ہے

پھول تو دو دن بہارِ زندگی دکھلا گئے — حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

سبزہ لاجوردی لباس پہنے موتیوں کا ہار زیبِ گلو کیے ہوئے انگڑائی لے نیند سے بیدار ہوا اور منتظر تھا کہ کسی سروِ رواں کا ادھر گذر ہو، اور اُسکی قیامت خیز چال پر نثار ہونے

اور قدم بوسی کرنے کا شرف حاصل ہو۔

اسی بیم و رجا کی حالت میں سبزہ نے بہت سی راتیں گذاریں اور بہت سی صبحیں شام غربت میں منتقل ہوئیں سرو آزاد باغ کے نگہبانوں کی طرح چاروں طرف کھڑے ہوئے صبح و شام زندوں کی طرح جھوم رہے ہیں ان کی بستی قامت و بلندی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نونہالان چمن کے پیغام ایک طرف سے دوسری طرف کو پہنچا رہے ہیں، کبھی قمری اس عالیشان ممبر پر سے سبحانہ کا خطبہ سناتی ہے، کبھی پپیہا پی کہاں پی کہاں کی صدا لگاتا ہے، بہت سے بہار اور خزاں کے موسم آئے اور اپنے اپنے وقت پر باغ کے جوبن کو سنوارتے اور بگاڑتے رہے، مگر سرو آخر کب تک زمانہ کی گرمی و سردی سے عبرت حاصل کرتا، ایک دن اسکی بھی باری آئی، باد سموم کا ایک جھونکا چلا، بلندی سے پستی میں لایا، اسکی چوٹی جو کسی وقت سر بفلک تھی، آج زمیں دوز ہو گئی ہے ؎

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

نہر چمن میں بہت سے بلبلے اٹھے، اور قبۂ نور کی آب و تاب آنا فاناً دکھا نظر سے غائب ہو دریا کی موجوں میں فنا ہو گئے،

طفل شیر خوار نے ابھی ماں کی گود سے جدا ہو کر چلنا پھرنا شروع کیا، بڑا ہوا مکتب گیا، تعلیم پائی، شادی بیاہ کیا، دنیا کے رنج و غم سے، عیش و عشرت کے لطف اٹھائے، تکلیف پہنچی تو ایسی کہ جان بھی دوبھر ہو گئی، خوشی آئی تو ایسی کہ عمر نوح کی آرزو پیدا کر دی اطراف عالم میں گھوما، سرسبز مرغزار دیکھے، ڈوبتے ہوئے ابھرتے دیکھے، بنتے ہوئے بگڑتے دیکھے، عالم ناپائدار کو کبھی تو عاشق کی نگاہ سے دیکھا، اور کبھی عبرت کی، پیری آئی دنیا کی سردی و گرمی نے بال سفید کر دیے، تیر سا قد کمان ہو گیا، عصا ہاتھ میں آ گیا، لنگڑا لولا مسافر، زاد آخرت سر پر رکھکر غائب ہو گیا۔

قاضی محمد غوث فضا

میرا چراغ

اس مضمون کو "تمدن" میں جگہ دیتے ہوئے [illegible] ایڈیٹر کو [illegible] خوشی ہے کیونکہ جو حضرت خاموش کے پردے میں [illegible] ہیں وہ ہندوستان کی اخباری دنیا کے [illegible] تمدن کو جز لازم کی زندگی [illegible] خاص [illegible] ممکن ہے کہ جناب خاموش کو اپنے اس نام [illegible] انکشاف بھی گراں گذرے مگر ہم اسکو ظاہر کرنا اپنا فرض خیال کرتے ہیں۔ خاموش صاحب کی خاموشی سے بہت کم توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ "تمدن" کو اپنے [illegible] سے زینت دیتے رہیں گے کیونکہ آپ ملک وقوم کی خدمت میں منہمک ہیں اور ہماری یہ خواہش نہیں ہے کہ وہ اپنے موجودہ مفید کام کو سلسلہ [illegible] اپنے قلم [illegible] اور کچھ آرام کریں اور اسکے بعد "تمدن" کے لیے [illegible] تحریر فرمائیں۔ آخری چند فقرے اس مضمون کے [illegible] متعلق [illegible] خاموش صاحب ہماری اس جسارت کو معاف کرنے [illegible]

[illegible]

طوفانی سمندروں میں، جب ساحل نظروں سے [illegible] کی بستیاں آنکھوں سے بعید ہو گئی ہیں، جب مسافر کی چھوٹی سی کشتی موجوں کے طمانچے کھاتی ہوئی ہے، جب زندگی اور موت کے درمیان ایک نہایت باریک خط فاصل باقی رہ جاتا ہے، اس تاریک شب میں اور اس طوفانی سمندر میں جس طرف جاتا ہوں آسمان کے ننھے ستارے میرے ساتھ ہیں! مجھے معلوم نہیں کہ مشرق کدھر ہے اور مغرب کدھر، مجھے معلوم نہیں کہ سمندر کی لا انتہا وسعت

کہاں ختم ہوتی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ کل صبح کو سورج کی روشنی دیکھ سکوں گا یا نہیں۔ موت کے خوف نے میرے دل سے اُن عزیزوں کی یاد بھی بھلا دی ہے جو ساحل کے کنارے عافیت میں بیٹھے ہوئے میری یاد میں آنسو بہا رہے ہوں گے۔ اس وقت میری مونس و رفیق ستاروں کی جھلک ہوگی۔ ان دریچوں سے میرے پاس ایک پیام رحمت و شفقت ایک بوند اُمید آ رہی ہے۔ میں جہاں جاؤں سمندر کی نا آشنا موجیں مجھے جس طرف لے جائیں آسمان کی یہ چمکیلی مخلوق میرے ساتھ ہے۔

چاند اپنے وقت پر نکلتا ہے اور کبھی دیر نہیں کرتا۔ میں اپنی چھوٹی سی کشتی میں پڑا ہوا اُس کا طلوع و غروب دیکھا کرتا ہوں۔ جب وہ طلوع ہوتا ہے۔ تو میں پہچان لیتا ہوں کہ یہ صرف میرے ہی لیے اپنی خنک شعاعیں لے کر آیا ہے۔ اور جب وہ غروب ہوتا ہے تو میں جانتا ہوں کہ وہ کل پھر آئے گا۔!

پانی کی وسعت کی آخری سرحد سے یا یوں کہوں کہ میری حد نظر کے آخری نقطے سے سورج ہر صبح کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا پانی کے اندر سے نکل رہا ہے (شاید وہ شب گزارنے کے لیے سمندر کی تہ میں رہا کرتا ہوگا!) وہ اپنے وقت پر آتا ہے اور میرے شبنم سے بھیگے ہوئے جسم کو اپنی قرمزی شعاعوں سے خشک کرتا ہے۔ میں گھبرا گھبرا کر کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ فوراً ہی غروب ہو جائے) چاروں طرف نگاہیں دوڑاتا ہوں، شاید کہ اسکی روشنی میں ساحل امید نظر آ جائے گو میں ساحل کا پتہ نہیں پاتا لیکن میرا رفیق سفر اپنے وقت سے پہلے رخصت نہیں ہوتا۔ اور جب رخصت ہوتا ہے تو میں جانتا ہوں کہ کل صبح پھر آئے گا۔

دنیا کے کسی حصہ میں خشکی ہو یا تری، انسانوں کی سر بفلک بستیاں ہوں یا ویرانے۔ دریا کا کنارہ ہو یا پہاڑوں کی چوٹی، موسم بہار ہو یا خزاں، چاند سورج اور ستارے اپنے اپنے وقت پر اس دنیا کے ہر مسافر کی رفاقت کر جاتے ہیں لیکن

صبح ہوتے ہی آسمان کی چمکیلی مخلوق نظروں سے پوشیدہ ہوجاتی ہے۔ چاند اور ستارے رخصت ہو جاتے ہیں اور رات کا درخشاں آسمان صبح کو ایک نیلی چادر سے زیادہ نظر نہیں آتا۔ اسی طرح جب شام ہوتی ہے، تو سورج بھی اپنی تمام شان و شوکت۔ جاہ و جلال کے ساتھ مغرب کی تاریکی میں چھپا جاتا ہے۔ اور اپنے وقت سے ایک لمحہ بھی زیادہ نہیں ٹھہر سکتا۔

تو کیا میں اسقدر مجبور و معذور ہوں کہ خواہ کتنا ہی چاہوں کیسی ہی کوشش کروں نہ چاند کو چند منٹ ٹھیرا سکتا ہوں نہ تاروں کو گھنٹہ دو گھنٹہ کے لیے روک سکتا ہوں۔ نہ مجھے سورج کی روشنی مقررہ امید سے زیادہ مل سکتی ہے۔

میں تو اپنے گھر کا حقیر سا چراغ جلاتا ہوں تو پھر اس وقت تک اس کو روشن رکھ سکتا ہوں جب تک کہ میرا جی چاہے۔ اگر چاہوں تو سرِ شام گل کر دوں اور اگر چاہوں تو دوپہر تک روشن رکھوں۔ کیا میرا چراغ اس چاند سے بہتر نہیں جو نہ میری خواہشوں کا پابند ہے نہ میری التجاؤں کو سن سکتا ہے؟

میرے اس مٹی کے دیے سے بہتر ایک اور چراغ بھی ہے جو میرے ماتم خانۂ دل میں روشن رہتا ہے۔ گھر کا چراغ تیل کا حاجت مند ہے اگر تیل نہ ہو تو میں کسی طرح اسکو روشن نہ رکھ سکوں لیکن اندھیری کوٹھری کا یہ چراغ جو میرے دل میں ایک ستارۂ صبح کی طرح اپنی خنک شعاعوں سے میری روح کو روشن رکھتا ہے اور کبھی گل نہیں ہوتا اس کا نور دنیا کے طوفان میں بھی اپنی پوری طاقت سے ضیا پاش رہتا ہے اور اسکی شعاعیں زندگی کی سخت سے سخت آندھیوں میں بھی اس پرانی پسلیوں کے قفس کو روشن رکھتی ہیں۔ جب شام ہوتی ہے تو میں ماہتاب کا انتظار نہیں کرتا کیونکہ میرا ماہتاب پہلے ہی سے روشن ہوتا ہے۔ جب رات ہوتی ہے تو میں ستاروں کو نہیں دیکھتا اس لیے کہ میرا تمام وجود صرف اس ایک ستارے سے بقعۂ نور بنا ہوتا ہے۔ جب صبح ہوتی ہے تو میں طلوعِ آفتاب کی

پرواہ نہیں کرتا اس لیے کہ میرا ہر وقت روشن رہنے والا چراغ دنیا والوں کے سورج سے بدرجہا بہتر ہے! اس نور کا مرکز میرے دل کے کسی ایسے گوشے میں ہے جہاں جراحوں کا تیز سے تیز نشتر نہیں پہنچ سکتا، جہاں فلسفی کی گہری سے گہری نظر بھی اسکو نہیں پا سکتی؛ جہاں ماہر سائنس کی نکتہ رس عقل کے پر جلتے ہیں! جو کوئی اس سیہ خانہ کے اندر جا سکے وہ میرے چراغ کو دیکھ سکے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شاید کوئی بھی نہ جا سکے میں چاہتا ہوں بعض اوقات یہ خواہش مجھے بے چین [illegible] کر دیتی ہے کہ سارا عالم میرے اس چراغ کو دیکھ سکے لیکن میں خود اس حجرہ کا دروازہ [illegible] مجھے یقین نہیں لیکن شبہ ہے کہ شاید اب وہاں باہر کے سیاحوں [illegible] گنجائش باقی نہیں!!

"خاموش"

غزل

غم سے جو عمر بھر رہا نہ ہوا چارہ گر سوچ اس پہ کیا نہ ہوا

دل نے [illegible] لیا کہ بہت تیرے جدا نہ ہوا

[illegible] زخم کیا وہ جو لادوا نہ ہوا

[illegible] آپ سا کوئی دوسرا نہ ہوا

اس [illegible] تھا پھر بھی دل صورت آشنا نہ ہوا

[illegible] گئے دل اگر قائل خدا نہ ہوا

اُن سے [illegible] قدم [illegible] افسوس میری تقدیر کا لکھا نہ ہوا

ہر رگ قلب [illegible] پھر بھی مجھ سے ترا گلا نہ ہوا

جب کبھی [illegible] اس نے کہیے کہ مدعا نہ ہوا

ہاں سے لی [illegible] تو کبھی خنجر آزما نہ ہوا

[illegible] طلب ہے ہنوز
شاید اس دور میں بھلا نہ ہوا

آشفتہ لکھنوی

دل

آہ کیا چیز ہے دل کوئی بتاتا مجھکو   اس کی تصویر کوئی لا کے دکھاتا مجھکو
قصۂ رنج و غم و درد سناتا مجھکو   کیوں شب و روز مرا دل ہے ستاتا مجھکو

دل کی کیوں قدر حسینانِ جہاں کرتے ہیں
دل کو کیوں تھام کے عشاق فغاں کرتے ہیں

پارۂ گوشت میں کیا بات ہے اللہ اللہ   معجزہ ہے کہ کرامات ہے اللہ اللہ
یہی دل قبلۂ حاجات ہے اللہ اللہ   یہی دل موردِ آفات ہے اللہ اللہ

شکل اس دل کی جو ظاہر میں صنوبر کی ہے
اس میں تصویر نہاں قامتِ دلبر کی ہے

جو کہ اللہ کو مرغوب ہے وہ دل ہے یہی   جو کہ معشوق کو مطلوب ہے وہ دل ہے یہی
جو کہ ہر شے سے بہت خوب ہے وہ دل ہے یہی   مجھکو جو جان سے محبوب ہے وہ دل ہے یہی

حق نے کیا مطلعِ انوار بنا رکھا ہے
گنج اسرار اسی دل میں چھپا رکھا ہے

دل ہے کیا چیز بیاں کر نہیں سکتا کوئی   بات پردے کی عیاں کر نہیں سکتا کوئی
خود کو سوے جہاں کر نہیں سکتا کوئی   آئینہ ہے یہ گماں کر نہیں سکتا کوئی

اہلِ دل اس دل پہ نظر اپنی سدا رکھتے ہیں
اسی دل میں وہ نہاں نورِ خدا رکھتے ہیں

اے رسا سخت جگر ماہ جبیں ہوتے ہیں   کس قدر ظالم و بے رحم حسیں ہوتے ہیں
مہرباں یہ کسی عاشق پہ نہیں ہوتے ہیں   بت کافر بھی مسلماں کہیں ہوتے ہیں

مفت انساں کا دل چھین لیا کرتے ہیں
شوخیوں سے اسے برباد کیا کرتے ہیں

سید محمد اسمٰعیل رسا ہمدانی گیاوی

مرزا غالب کے اخلاقی نکات

ایک زمانہ وہ تھا کہ ایشیائی شاعری کی گرم بازاری چاردانگ میں تھی بادشاہوں کے دربار اور سلاطین کی مجلسیں اُمرا کی محفلیں علما کی جماعتیں صوفیا کی انجمنیں بغیر شاعروں اور شاعری کے بے رونق اور پھیکی پھیکی سی جاتی تھیں کوئی مجلس ایسی نہ تھی جس میں ادبی کمالات کے ماتحت شاعری کا ذکر نہ ہو بڑے بڑے بادشاہ اور امیر شاعری کو طرۂ امتیاز سمجھتے تھے یا پسند ہوتی۔

ایک زمانہ اب ہے یا ہم کو بعض کے نزدیک ایشیائی شاعری مخرب اخلاق اور ننگ ادب کہی جاتی ہے اور بعض کے خیال میں محض ایک تضیع اوقات۔

فکر ہر کس بہ قدر ہمت اوست

ایشیا والوں نے شاعری اور نظم میں جس قدر ترقی کی اور شہرت پائی ہے اُس کی تفصیل کی ضرورت نہیں عربی، فارسی، سنسکرت، بھاشا اور اُردو میں ایسے ایسے قادرالکلام شاعر ہو گذرے ہیں کہ آج اُن کی نظیر دنیا کے دوسرے حصوں میں ملنا مشکل ہے ایشیا اگر اس پہ فخر کرے تو بیجا نہیں۔

اکثر کہا جاتا ہے کہ ایشیائی شاعری خصوصاً ہندوستان کی شاعری میں نیچرل مضامین یا تو ہوتے ہی نہیں اور یا بہت ہی کم۔ ایشیائی شاعری پر یہ ایک الزام ہے اس میں صدہا نیچرل مضامین پائے جاتے ہیں صرف طرز بیان یا طرز استدلال کا فرق ہے۔ اگر ایک پھول۔ ایک سینری ایک چٹان ایک پہاڑی آفتاب ماہتاب سیارے، ستارے، چاندنی۔ اور ظلمت سامان یا منظر نیچر ہے تو دل۔ ضمیر قلب۔ خیالات۔ خواہشات۔ عزم۔ ارادہ۔ یاس۔ امید۔ خوشی۔ اور

ہم بھی تو نیچرل کیفیات ہی ہیں اگر وہ بیرونی مناظر ہیں تو یہ اندرونی کیفیات ہیں اگر ان کا نظارا آنکھیں کرتی ہیں تو ان کا نظارہ ضمیر اور دل کرتا ہے کیا بستان ضمیر اس بیرونی بستان سے کچھ کم کیفیت اور کم نظارا رکھتا ہے اگر باغ میں مختلف قسم کے گل و ثمر ہوتے ہیں تو باغ دل میں اس سے بھی زیادہ گل و ثمر موجود اور مثمر ہیں اگر آسمان پر ستارے اور سیارے نظر آتے اور اپنے اپنے وقت پر چمکتے ہیں تو دل کے آسمان پر اس سے بھی زیادہ منظر ہوتے ہیں آسمان تخئیل وہ آسمان ہے جس کی ریس اس دنیا کا آسمان نہیں کر سکتا۔ اگر نجوم کی حقیقت اور کیفیت کچھ نہ کچھ دنیا کے ماہرین اور ذہین لوگ دریافت کر چکے ہیں تو ضمیر اور دماغ کی صفتیں اور حکمتیں اب تک بہت کچھ دریافت کے قابل ہیں۔ یہ وہ کوچہ ہے جس میں ہم میں سے بہت سے لوگ گئے بھی مگر اب تک کوئی اس کے آخر تک نہ پہنچا اگر ایشیا کے بعض شاعروں نے اس دریائے بے کنار میں اپنی اپنی بساط کے مطابق غوطے مارے ہیں تو وہ بھی حدود نیچر سے باہر نہیں گئے۔

بڑی شکایت یہ کی جاتی ہے کہ ایشیائی شاعری میں عشق و محبت کا بہت جھگڑا ہوتا ہے بالکل درست مگر کبھی یہ بھی سوچا کہ محبت کے سوائے دنیا میں اور ہے ہی کیا ایک مذہب میں لکھا ہے اور بڑے فخر کے ساتھ

"خدا محبت ہے"

ہاں یہ کہو کہ عشق و محبت کے طریق اظہار میں ذرا احتیاط نہیں کی جاتی ورنہ یہ کوئی برائی تو نہیں جہاں محبت نہیں وہاں اور ہوتا ہی کیا ہے محبت ہی کا تو سب قصہ ہے عشق و محبت انسان کی گھٹی میں ہی ملا لاگیا ہے۔ رہا اب اسکا استعمال اور اس کا محل یہ ہمارے اپنی اختیار کی بات ہے کون سی ایسی چیز اور ایسی طاقت ہے جو برے استعمال سے برائی نہ پیدا کرے۔

جس روز حرف عشق ہم آہنگ صور تھا
اے مشتِ خاک تجھ کو تامل ضرور تھا

جس تمدن پر متمدن اور ترقی یافتہ قومیں فخر کرتی ہیں اُس کی بنیاد بھی تو یہی عشق والفت ہے۔ کون ہے جو یہ کہہ سکتا ہے کہ سوائے عشق و محبت کے یہ تمدن نشوونما پا سکتا ہے قومی جوش اور قومی وابستگی مذہبی اخوت کی بنیاد بھی تو یہی عشق و محبت ہے۔ محبت کا دوسرا نام خلوص ہے کیا جس قوم میں خلوص نہیں وہ کبھی متمدن اور ترقی یافتہ کہی جا سکتی ہے۔ اگر ہم ایشیائی شاعروں کا کلام غور سے پڑھیں تو اُن میں سے بھی ایسے ایسے اخلاقی اور ادبی نکات نکل سکتے ہیں کہ جنھیں دوسرے الفاظ میں فلسفۂ اخلاق کہنا چاہیے۔ یا سبق اخلاق۔

ہم حضرت غالب کے کلام میں سے ایک ایسی غزل پیش کرتے ہیں جو عاشقانہ رنگ میں کہی گئی ہے اور سرسری نظروں میں سوائے عشق و محبت یا شکایت کے اُس سے اور کچھ نہیں نکلتا۔ یہ ہماری سرسری نگاہوں کا اندھاپن ہے اور بصیرت ہے ذرا تعمق اور غور سے دیکھنے پر کھل جاتا ہے کہ اسی کلام سے ایسے دل آویز نکات نکل سکتے ہیں کہ اُنھیں دوسرے الفاظ میں کلید اخلاق بھی کہہ سکتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں:۔

دائم پڑا ہوا ترے در پر نہیں ہوں میں
خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہیں ہوں میں

اس شعر میں حضرت غالب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں تیرے در پہ یا تیرے سہارے میں تو دائم پڑا رہتا ہوں پیر؟ یہ زندگی بھی کچھ زندگی ہے میں تو گویا ایک پتھر ہوں۔

مطلب یہ کہ ہمیشہ اپنی ہمت اپنے عزم اور اپنے استقلال کو جواب دے کر ایک ہی ناگفتہ بہ حالت میں پڑے رہنا کچھ زندگی نہیں ہے ایسی زندگی ایک پتھر کی

کیفیت رکھتی ہے جو دوسروں کے ہلانے سے ہلتا ہے اور دوسروں کے اُٹھانے سے اُٹھتا ہے۔ دیکھیے کیسی نازک خیالی ہے اور کس خوب صورتی سے اس کا ثبوت دیا گیا

(۲) کیوں گردشِ مدام سے گھبرا نہ جائے دل
انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں

سبحان اللہ کس دلآویزی اور کس خوبی سے گردش نامطبوع کی کیفیت تکلیف دہ کا ثبوت دیا گیا ہے اور کس عمدگی سے یہ ثابت کیا ہے کہ میں تو ایک زندہ ہستی ہوں جو ایک حس رکھتی ہے میں کوئی پیالہ اور ساغر نہیں کہ گردشِ مدام سے ان برداشت نہ ہوں انسان کا یہ بھی ایک خاصہ ہے کہ جہاں وہ حرکت پسند ہے وہاں گردش نامطبوع یا گردش مدام سے بھی خوش نہیں رہتا اُسکی طبیعت فطرتاً اعتدال پسند واقع ہوئی ہے جب اس کا مقابلہ کسی واقعی نامطبوع کیفیت سے ہوتا ہے تو وہ گھبرا جاتا ہے اور یہ لازمی ہے بے جان تو نہیں کہ گھبرائے نہیں اگرچہ حرکت برکت خدا ہوتی ہے مگر حرکت اور گردش میں فرق ہے۔ گردشِ مدام ایک ایسا چکر ہے کہ جو انسانی طبیعت کو چکرا دیتا ہے اور انسانی طبیعت قابو سے نکل جاتی ہے انسان کا یہ فرض ہے کہ ایسی گردش مدام میں سے نکلنے کی راہ سوچتا رہے کیونکہ اس حالت میں ایک ذی حس ہستی کی طمانیت باقی نہیں رہتی۔

(۳) یارب زمانہ مجکو مٹاتا ہے کس لیے
لوحِ جہاں پہ حرفِ مکرر نہیں ہوں میں

عالمِ تحیر میں فرماتے ہیں:-

مجھے زمانہ کیوں مٹاتا ہے میری ہستی کے درپے کیوں ہے میں تو ایک ایسا حرف (یعنی ایک ایسی ہستی) ہوں جو اس جہاں کی لوح پر مکرر نہیں یعنی جو ہستی اس دنیا میں ہستی پذیر ہوتی ہے وہ اپنی آپ ہی نظیر ہوتی ہے نہ ویسی کوئی

پہلے گذری ہوتی ہے اور نہ پھر کر آتی ہے جو نقش ایک دفعہ قدرت بناتی ہے وہ دوسری دفعہ نہیں بناتی ایک نقش دوسرے سے نہیں ملتا جو آچکا وہ پھر نہیں آتا جو گذر گیا وہ پھر رخ نہیں بدلتا۔

سلسلہ کتابت میں سے وہی حرف مٹایا جاتا ہے جو مکرر ہو کیونکہ مکرر حرف کے رکھنے سے عبارت اور معانی میں فرق آتا ہے جو مکرر حرف نہیں ہوتا وہ تو مٹایا نہیں جاتا کیونکہ اس کے مٹانے سے بھی عبارت کا سلسلہ ٹوٹتا ہے۔

تحیر کے ساتھ یہ سوال کیا گیا ہے کہ میں (یعنی انسان) اس دنیا میں یا اس صفحہ دنیا میں حرف مکرر تو نہیں تھا پھر اسے مٹایا کیوں جاتا ہے یہ ایک نکتہ ہے ہر انسان سوچ سکتا ہے کہ اس کی ہستی فنا کیوں ہو جاتی ہے یا فنا اسپر لازم کیوں کی گئی ہے حالانکہ وہ کوئی فضول ہستی نہیں یہ وہ سوال ہے جو سوچنے والے کے واسطے وہ مرحلہ پیش کرتا ہے جو حشر ثانی کی صورت میں زیر بحث ہے اور اسپر غور کرنے سے ثابت اور معلوم ہو سکتا ہے کہ

جب انسان اس صفحہ دنیا پر حرف مکرر یا فضول ہستی ہی نہیں تو اسکی فنا سے قدرت کی غرض کیا ہے مٹایا تو وہی حرف جاتا ہے جو فضول اور مکرر ہو ایک طرف جب ہم خود کو حرف مکرر اور فضول نہیں کہتے تو اس کا مٹایا جانا کوئی اور حقیقت رکھتا ہوگا جس سے ہم ناواقف ہیں یوں کہیے کہ

(الف) حرف مکرر مٹایا جاتا ہے یا مٹانے کے قابل ہے۔

(ب) ہم حرف مکرر نہیں ہیں۔

(ج) ہمیں باوجود اس کے مٹایا جاتا ہے۔

(د) ثابت ہوا کہ ہمارے مٹانے میں کوئی حقیقت مخفی اور کوئی راز ہے۔

(ھ) جسے ہم تفصیل سے بیان نہیں کر سکتے۔

(ز) ثابت ہوا کہ ہمارا ستایا جانا عبث اور فضول یا بے حقیقت نہیں۔
(ح) کوئی نقش ثانی اس میں مخفی ہے۔

(۴) حد چاہیے سزا میں عقوبت کے واسطے
آخر گناہگار ہوں کافر نہیں ہوں میں

اللہ اللہ کس پایہ کا شعر رسا کمزنسہ کر رہا ہے پڑھیے سوچیے کہ لطافت شاعری کے علاوہ اسکی تہ میں کیسے کیسے نکات بھرے ہیں پڑھنے میں الفاظ تو سادہ ہی ہیں مگر اس سادگی کے ساتھ جو دلچسپی اور جو دلاویزی ہے اُسکی کون داد دے گنہگار اور کافر یا گناہ اور کفر میں جو فرق بتایا ہے وہ اس وسعت ضمیر اور وسعت خیال حضرت غالب علیہ الرحمہ کا ثبوت ہے جو خدا نے اُنھیں بخش رکھا تھا ایک طرف خود کو گنہگار مان کر طالب مغفرت ہونا اور دوسری طرف یہ کہنا کہ میں کافر تو نہیں ہوں کہ میری سزا کی کوئی حد ہی نہ ہو آخر تیری رحمت بھی تو کوئی شے ہے اس طلب مغفرت اور طلب رحمت کے ساتھ آپ فرماتے ہیں کہ یہ سزا تنبیہ اور عقوبت کے واسطے دی جاتی ہے جس کی کوئی حد نہ ہو وہ سزا تو نہیں ہوتی وہ اُن حدود اور اُن قیود سے باہر ہوتی ہے جو ایک ضابطہ ایک قانون مقرر کرتا ہے خدا کا ضابطہ سب ضابطوں سے زیادہ تر واضح اور مکمل ہے کیا اس میں سزا کی کوئی حد نہیں ہونی چاہیے۔

جب ایک عاصی کے واسطے حد سزا ندامت صادقہ اور توبہ ختمی رکھی گئی ہے تو کیا عاصی کا یہ حق نہیں کہ طالب رحمت ہو گنہگار اور کافر میں فرق ہے گنہگار ایک غلطی کرتا مقابلہ نہیں کرتا اور کافر مقابلہ کرتا ہے گنہگار دوسرے الفاظ میں ایک خطاکار ہے اور کافر باغی ان دونوں میں فرق ہے۔

(۵) غالب وظیفہ خوار ہو دو شاہ کو دعا
وہ دن گئے کہ کہتے تھے نوکر نہیں ہوں میں

اس شعر میں آزادی اور نوکری کا فرق تبلایا گیا ہے فرماتے ہیں تم تو ایک وظیفہ خوار ہو نوکر ہو پابند ہو آقائے نعمت کو دعا دو کیونکہ خدمات کے سوائے پابند اور نوکر وظیفہ خوار کا یہ بھی فرض ہے جس کا کھائے جس کا ہو اسے جس کا سہارا ہو اسے دعا دے اُسکے اقبال اُسکی فارغ البالی کی خیر مانگے نوکری کی حالت میں ان مراعات ملازمت اور لوازم خادمیت سے غافل رہنا شرط خادمیت کے خلاف ہے ایسی بے اعتنائی تو اسی صورت میں زیبا تھی جب کہ تم پابند اور نوکر نہ تھے اب تو نوکر ہو وہ دن گئے جب یہ زعم اور یہ گھمنڈ تھا کہ ہم کسی کے نوکر ہیں؟ آزادی اور پابندی میں عملی طور پر فرق جتایا گیا ہے اور ضمناً یہ ثابت کیا گیا ہے کہ نوکری اور وظیفہ خواری بہر حالت آزادی کے مخالف ہے اور مراعات نوکری میں سے یہ مقدم ہے کہ فرائض ملازمت اور شرائط خادمیت کو بوجہ احسن پورا کیا جائے نوکر ہو کر شرائط اور فرائض نوکری سے بے پروا رہنا ضابطہ ملازمت کے خلاف چلنا ہے اور ملازمت یا پابندی کی تحقیر کرنا ہے۔

بالفاظ دیگر اس شعر میں اعتراف خادمیت فرائض ملازمت شرائط معاہدہ یا شرائط پابندی کی یاد دلائی گئی ہے اور ذاتی مثال سے جتایا گیا ہے کہ نوکر ہونے کی صورت میں آقائے نعمت کے احترام علو اور شرائط معاہدہ کو مدنظر رکھنا صحیح اور درست نہیں ضابطہ ملازمت اور قانون معاہدہ ہی کے خلاف نہیں ضابطہ اخلاق کے بھی خلاف ہے کیونکہ ضابطہ اخلاق کا مدعا بھی یہی ہے کہ جو معاہدہ کیا جائے وہ ایک خوبی کے ساتھ پورا ہو اور کوئی نقص عائد نہ ہوئے (وہ دن گئے) کا مفہوم یہ ہے کہ جب آزادی نصیب تھی پابندی سے فراغت تھی اپنی نیند سونا اور اپنی جاگ اُٹھنا ایک نعمت غیر مترقبہ تھی ایسی زندگی کی ریس نہیں ہو سکتی۔ افسوس احتیاجات اور تنگ زندگی ضروریات نے یہ حالت باقی نہ رہنے دی اب اُس حالت کو یاد کر کے فرائض پابندی سے غافل رہنا خود کو بدنام کرنا اور ایک کلفت میں

الٹا ہے دور، وہ دن گئے، اب تو رہزن کہی ہو رہے ہاتھ میں ہے باگ کوئی اور پکڑے ہوئے ہے

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

سلطان احمد

آنچہ ما در کار داریم اکثرش درکار نیست

مبتلائے حرص بیجا آج خاص و عام ہے — فکرِ جمعِ مال و زر کی رات صبح و شام ہے
صفت بیجا ری ضرورت ہر جگہ بدنام ہے — ابنِ آدم اپنے ہاتھوں موردِ آلام ہے
در فضائے تنگ دنیا حاجتِ بسیار نیست — آنچہ ما در کار داریم اکثرش درکار نیست

جسم مٹی کا کفن تو ہے، گو کہ اس سے زینت نہیں — ہے سلم شاہی تو لوٹ اور شوز کی حاجت نہیں
خشک ٹکڑا بس ہے کھانے کو۔ اگر نعمت نہیں — تنگ بھی ہو تنگ دل کیوں ہو اگر وسعت نہیں
در فضائے تنگ دنیا حاجتِ بسیار نیست — آنچہ ما در کار داریم اکثرش درکار نیست

اپنے ہاتھوں آپ اے ناداں ذلیل و خوار ہے — کچھ بھی غیرت ہے تجھے ظالم ذرا بھی عار ہے
جسقدر ہے سو وہ بھی جانِ ناتواں پر بار ہے — اے ہوس پیشہ تجھے اب اور کیا درکار ہے
در فضائے تنگ دنیا حاجتِ بسیار نیست — آنچہ ما در کار داریم اکثرش درکار نیست

لیمپ برقی چاہیے نازوں کے پالے کے لیے — بیکسوں کو چاندنی بس ہے اجالے کے لیے
کملی والو امر سے ہو کیوں دوشالے کے لیے — ہے جو کچھ وہ بھی بہت ہے مرنے والے کے لیے
در فضائے تنگ دنیا حاجتِ بسیار نیست — آنچہ ما در کار داریم اکثرش درکار نیست

اے حریصِ مال و زر اے صاحبِ صد گونہ زر — تنگ چشمِ را قناعت پُر کند یا خاکِ گور
تا کجا حرص و ہوا اے مالکِ اسپ و ستور — دانہ دانہ می کنی انبار تا کے مثلِ مور
در فضائے تنگ دنیا حاجتِ بسیار نیست — آنچہ ما در کار داریم اکثرش درکار نیست

سید احمد حسن امجد

اس شعر میں آزادی اور نوکری کا فرق تبلایا گیا ہے فرماتے ہیں تم تو ایک وظیفہ خوار ہو نوکر ہو یا بندہ ہو آقائے نعمت کو دعا دو کیونکہ خدمات کے سوائے پابند اور نوکر وظیفہ خوار کا یہ بھی فرض ہے جس کا کھائے جس کا ہو رہے جس کا سہارا ہو اُسے دعا دے اُسکے اقبال اُسکی فارغ البالی کی خیر مانگے نوکری کی حالت میں ان مراعات ملازمت اور لوازم خادمیت سے غافل رہنا شرط خادمیت کے خلاف ہے ایسی بے اعتنائی تو اُسی صورت میں زیبا تھی جب کہ تم پابند اور نوکر نہ تھے اب تو تو نوکر ہو وہ دن گئے جب یہ زعم اور یہ گھمنڈ تھا کہ ہم کسی کے نوکر ہیں؟ آزادی اور پابندی میں عملی طور پر فرق جتایا گیا ہے اور ضمناً یہ ثابت کیا گیا ہے کہ نوکری اور وظیفہ خواری بہر حالت آزادی کے مخالف ہے اور مراعات نوکری میں سے یہ مقدم ہے کہ فرائض ملازمت اور شرائط خادمیت کو بوجہ احسن پورا کیا جائے نوکر ہو کر شرائط اور فرائض نوکری سے بے پروا رہنا ضابطہ ملازمت کے خلاف چلنا ہے اور ملازمت یا پابندی کی تحقیر کرنا ہے۔

بالفاظ دیگر اس شعر میں اعتراف خادمیت فرائض ملازمت شرائط معاہدہ یا شرائط پابندی کی یاد دلائی گئی ہے اور ذاتی مثال سے جتایا گیا ہے کہ نوکر ہونے کی صورت میں آقائے نعمت کے احترام علو اور شرائط معاہدہ کو مد نظر نہ رکھنا صحیح اور درست نہیں ضابطہ ملازمت اور قانون معاہدہ ہی کے خلاف نہیں ضابطہ اخلاق کے بھی خلاف ہے کیونکہ ضابطہ اخلاق کا مدعا بھی یہی ہے کہ جو معاہدہ کیا جائے وہ ایک خوبی کے ساتھ پورا ہو اور کوئی نقص عائد نہ ہونے (وہ دن گئے) کا مفہوم یہ ہے کہ جب آزادی نصیب تھی پابندی سے فراغت تھی اپنی نیند سونا اور اپنی جاگ اُٹھنا ایک نعمت غیر مترقبہ تھی ایسی زندگی کی ریس نہیں ہو سکتی۔ افسوس احتیاجات اور تنگ زندگی ضروریات نے یہ حالت باقی نہ رہنے دی اب اُس حالت کو یاد کر کے فرائض پابندی سے غافل رہنا خود کو بدنام کرنا اور ایک کلفت میں

والا ہے (وہ دن گئے) اب تو رسن کسی اور کے ہاتھ میں ہے باگ کوئی اور پکڑے ہوئے ہے

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

سلطان احمد

انچہ ما در کار داریم اکثرش در کار نیست

مبتلائے حرص بیجا آج خاص و عام ہے
فکر جمع مال و زر کیا بہت صبح و شام ہے
مفت بیچاری ضرورت ہر جگہ بدنام ہے
ابن آدم اپنے ہاتھوں سے بدنام ہے
در فضائے تنگ دنیا حاجت بسیار نیست
انچہ ما در کار داریم اکثرش در کار نیست

جسم عریاں کو کفن تو ہے۔ گو کرتے زینت نہیں
ہے سلیم شاہی تو بوٹ اور شوز کی حاجت نہیں
خشک ٹکڑا بس ہے کھانے کو۔ اگر نعمت نہیں
تنگ ہو تو تنگ دل کیوں ہو۔ اگر وسعت نہیں
در فضائے تنگ دنیا حاجت بسیار نیست
انچہ ما در کار داریم اکثرش در کار نیست

اپنے ہاتھوں آپ اے ناداں ذلیل و خوار ہے
کچھ بھی غیرت ہے تجھے ظالم ذرا بھی عار ہے
جسقدر ہے۔ وہ بھی جانِ ناتواں پر بار ہے
اے ہوس پیشہ۔ تجھے اب اور کیا درکار ہے
در فضائے تنگ دنیا حاجت بسیار نیست
انچہ ما در کار داریم اکثرش در کار نیست

سیپ برقی چاہیے نازوں کے پالے کے لیے
بیکسوں کو چاندنی بس ہے اجالے کے لیے
کملی والو! مر رہے ہو کیوں دوشالے کے لیے
ہے جو کچھ وہ بھی بہت ہے مرنے والے کے لیے
در فضائے تنگ دنیا حاجت بسیار نیست
انچہ ما در کار داریم اکثرش در کار نیست

اے حریص مال و زر اے صاحب صد گونہ زور
تنگ چشمی را قناعت پر کند یا خاک گور
تا کجا حرص و ہوا اے مالک اسپ و ستور
دانہ دانہ می کنی انبار تا کے مثل مور
در فضائے تنگ دنیا حاجت بسیار نیست
انچہ ما در کار داریم اکثرش در کار نیست

سید احمد حسن امجد

جنسِ لطیف

عورت - ایک بیل ہے جو خشک درخت کے گرد لپٹ کے اُسے تازگی اُسے زینت بخشتی ہے وہ ایک دھونی ہے کہ محبت کی لپٹ سے مرد کو گھیر لیتی ہے - بغیر عورت کے مرد سخت دل ہوجاتا ہے - اکھڑ گنوار بن جاتا ہے - یہ عورت کی شفقت و نوازش ہے - یہ اُسکے مسکراہٹ ہی کا اثر ہے کہ مردوں کا سینہ عالی اور رقیق حسیات سے منور ہوجاتا ہے عورت میں حس نہوتا تو مرد میں جرأت اور عالی حوصلگی نہوتی - مرد میں عالی حوصلگی نہوتی تو عورت کی خوب صورتی اور دلبری رائگاں جاتی -

عورت کا جب لباس بے ترتیب اور بال برہم ہوجاتے ہیں تو ایک قیامت ہوجاتی ہے

عورت - جب مُنہ پھیر کر چلنے کے بجائے کھڑی ہو تو اُسکے یہ معنی ہیں کہ وہ یہ چاہتی ہے کہ کوئی دوڑ کر دامن پکڑ لے -

عورت تفتیش حالات میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر رہنا چاہتی ہے -

عورت - کو فتوحاتِ حُسن کا وہ شوق ہوتا ہے کہ کسی بات سے اُسے اپنی اداؤں کی فوج اور حُسن کی بارش سے اس پہ حملہ کرنا ضرور چاہیے - اسکے نتائج خواہ کیسے ہی کچھ ہوں مگر اُسے تو لوگوں کو چپکا چوندھ میں ڈالنے سے کام ہے - عورت کی ذات میں یہ شوق اسقدر عام ہے اور اس درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ اب وہ بالارادہ عمل میں نہیں لاتی بلکہ از خود اُس سے سرزد ہوتا ہے -

عورت - عورت کی چالوں کو عورت ہی خوب سمجھتی ہے -

عورت - دنیا کی سب مصیبتیں اور سب باتیں ٹھنڈے دل سے برداشت کرلے گی مگر یہ کہ حُسن کے معاملہ میں کوئی اُس سے بڑھ چڑھ کر رہنا چاہے - صرف وہ رقابت جو حُسن کی

کشمکش سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ جس سے اُسکی عزت نفس پامال ہوتی ہے عورت کو سب سے زیادہ تکلیف دیتی ہے۔ اور اکثر موقعوں پر عورت کی نجابت کی جس کا کوئی باعث نظر نہیں آتا اور جس کو دیکھ کر مرد حیران اور پریشان ہوتے ہیں اسی پر مبنی ہوتی ہے

عورت۔ کو پھول سے تشبیہ دیتے ہیں یہ تشبیہ بالکل صحیح ہے اگر یہ بھی کہا جاوے کہ مایوسی اور غصہ کی حالت میں وہ خار ہے۔

عورت۔ ضعیف اور بزدل ہی دل میں گھٹنے والی ہو مگر جب ناچار ہو جاتی ہے تو اس میں ایک غیر معمولی جرأت پیدا ہو جاتی ہے۔

عورت۔ کا دل بیمان محبت کے لیے آئینہ جم ہے۔

عورت۔ ہونا اور اس پر حسین ہونا ایک ایسا مرض ہے جس کا علاج اس دنیا میں ممکن نہیں۔

عورت۔ کی یہ فطرت ہے کہ وہ اپنے حسن و شباب کے متعلق دوسروں کی رائے سنکے جلد خوش ہوتی ہے۔ اتنی وہ خود آئینہ بھی دیکھ کر بھی نہیں سمجھتی۔ حالانکہ وہ گھنٹوں اسکے سامنے گیسو سنوار سنوار کر مسرور ہوا کرتی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ اسکی جوانی جب جوانی ہی کا ذکر ہو۔ اخلاق و عادات سے زیادہ خوش نہ ہو۔ وہ اپنے تئیں شوخ اور چلبلی سن کر خوش ہو سکتی ہے۔ مگر اپنے شباب کے متعلق صلاح و تقویٰ کی نسبت سننا پسند نہیں کر سکتی۔ کیونکہ شوخی اور چلبلے پن میں تو اسکے شباب کے اقتضا کا ذکر ہے زہد و عبادت ایک طرح سے اس کے شباب کی توہین ہے۔

عورت۔ جس وقت تک اپنی محبت میں کامیاب نہیں ہوتی اُس وقت اسکی زندگی ایک کلی کی سی آرمیدہ زندگی ہے۔ نہ وہ کہیں جانا آنا پسند کرتی ہے اور نہ کسی سے بات کرنا لیکن جب وہ اپنی محبت میں کامیاب ہو جاتی ہے جب اسکی حیات معاشقہ ایک عملی صورت اختیار کرے تو وہ تنہا ہونے پر بھی پیاسے نور ایک انجمن ہے اور خلوت سرا سے بیزار

جبتک کہ اُسکی محبت کا کوئی جواب دینے والا نہیں ہوتا وہ یہی آرزو کرتی ہے کہ کوئی اُسے یہ بتائے کہ اُسکے حسن و شباب میں کچھ لذتیں بھی ہیں یا نہیں۔ لیکن جب کوئی شخص اُسے مل جاتا ہے اور اُس کی جوانی کی لذتوں کو اپنے اعترافات فضلی سے اس کے لیے قابل الفہم بنا دیتا ہے تو پھر عورت اپنے مسرت کے بار کو برداشت نہیں کر سکتی اور اپنے جنس و عمر کا کوئی فرد اپنے پاس چاہتی ہے جس سے وہ اپنی لذتوں کو بیان کرے یعنی جس طرح وہ اپنی ناکام زندگی میں دوسروں پر رشک کیا کرتی تھی اسی طرح اب اپنی مسرور شادکام حالت میں یہ چاہتی ہے کہ کوئی دوسرا اُس پر رشک کرے۔

عورت۔ معاملات محبت میں جس قدر جلد نتیجہ پر پہنچ جایا کرتی ہے اتنی ہی خلش اس بات کی بھی رہتی ہے کہ اگر میں کسی کو چاہتی ہوں تو وہ بھی مجھے ضرور چاہے۔

عورت۔ نام ہے عشق کا۔ اور اُسکی ادائیں اُس عشق کا نطق ہے۔

انتخاب شوہر کی حس "عورت" کی پُرشباب زندگی کی تنہا حس ہے۔

عورت۔ اپنے شباب کے عالم میں اگر کوئی حقیقی اور سچی حس رکھتی ہے تو وہی ہے جسکا تعلق صرف اُس کے شباب سے ہے

عورت۔ اپنی کمزوری اور بُرائی کی ترغیب دوسری عورت کو نہایت دلی اطمینان سے دیتی ہے۔

عورت۔ جب کسی عورت سے بے انتہا محبت کرتی ہے تو وہ یعنی دوسری عورت خیال کرتی ہے کہ وہ چاہتی ہوگی کہ میں بھی کسی دن اُس سے اسیطرح محبت کروں۔

عورت۔ کو کوئی مرد کہے کہ وہ جوان ہے تو اس کی سچی تعریف میں داخل ہے۔ اگر کوئی عورت کسی مرد کو جوان کہے تو اس کی گفتگو کی توہین ہے۔

عورتیں۔ ہمیشہ جس کی وہ مالک نہیں۔ اُس کا ضد چاہتی ہیں۔

عورت۔ کے لیے یہ نہایت خوش قسمتی ہے کہ کوئی ڈاکٹر انکے دل کا آپریشن نہیں کر سکتا

عورت - بغیر مدح وثنا کے خوش نہیں رہ سکتی - مرد کے لیے تھوڑی تعریف زیادہ ہے -

عورت - کو اگر ٹھیک مشورہ دیں تو اُسکے ناگوار خاطر ہوتا ہے اسلیے کہ وہ ایسا نہیں چاہتی

عورتیں - عورتوں سے بہت جلد خلا ملا نہیں کرتیں جیسا کہ مردوں کا طریقہ ہے - وہ اپنے رازوں کو بہت پوشیدہ رکھتی ہیں -

عورت - خود فراموشی کا نہایت تعجب خیز حافظہ رکھتی ہے -

عورت - کے کیرکٹر کا پتہ عورت کی ملنے والیوں سے ممکن ہے - مرد کے کیرکٹر کا پتہ مرد کے دوستوں سے مل سکتا ہے - لیکن یہ ناممکن ہے کہ عورت کے کسی مرد دوست سے عورت کا پتہ چلے -

عورتیں - مرد کے اخلاق کا اندازہ اپنے ساتھ کے طریقہ برتاؤ سے کرتی ہیں (مثلاً عورت کہے گی کہ مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ قاتل ہے اس لیے کہ اُس نے مجھے قتل نہیں کیا)

عورت - تم سے اس لیے محبت کرتی ہے کہ تم نے اور عورتوں کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے لیکن جب تم اُسکو سمجھ لوگے تو وہ تم سے نفرت کرے گی -

عورت - کی محبت ایک مقوی معجون ہے - جیسا زمانہ گذرتا ہے وہ اکثر افلاطونی ہوجاتی ہے -

عورتیں - بہت کم مستقبل کا خیال کرتی ہیں - عموماً ماضی پر نظر نہیں ہوتی ہے - خدا جانے کہ آخر اُن کو کیا سوجھتا ہے -

عورتیں - بے غرض ہوتی ہیں - وہ جس نے یہ کہا "گھر سے خیرات کرنے کا" مقولہ ایجاد کیا -

عورت - جب خود محبت کرتی ہے تو دوروز کے اندر ہی اندر اپنے عاشق کی آغوش محبت میں دکھائی دے گی - بخلاف اسکے کوئی مرد کسی عورت کے لیے دو سال سے کیوں نہ دیوانہ ہو -

عورت - کے لیے جو کچھ تم کرنا چاہتے ہو وہ قبول کرلیا جاتا ہے - جو کچھ کہ تم کرتے ہوئے بھول جاؤ تمھیں کوئی شکریہ نہیں ملے گا - اگر کوئی ذرا سی بات بھی تم بھول جاؤ تو تم پر

لعنت برسائی جائے گی۔ (خیرات گھر میں ختم ہوتی ہے)

عورت ۔ مرد کے نیک خصلتوں کی عزت کر سکتی ہے لیکن وہ اُسکی برائیوں کی عاشق ہو جاتی ہے۔

مہربان؟ ہاں! کیا عورتیں؟ نہیں! مرد۔

غزل

محمد عبدالرزاق بسمل (دہلوی)

حضرت محوی لکھنوی ... ہم مسرت سے اطلاع دیتے ہیں کہ "تمدن" کے کرمفرما جناب مولوی محمد حسین صاحب محوی لکھنوی کی شادی خانہ آبادی منشی ابو محمد چراغ دین صاحب ... لاہوری کی دختر نیک اختر سے گذشتہ ماہ بمقام ... ہوئی۔ ہم جناب محوی کو ان کی اس شادی پر مبارکباد دیتے ہیں۔ ایڈیٹر

نہ کچھ تقدیر اچھی ہے نہ کچھ تدبیر اچھی ہے ستم کش صرف تیرے صبر کی تاثیر اچھی ہے
بہار آتے ہی رسم چاک دامانی ہوئی تازہ جنوں کے واسطے اس فصل کی تاثیر اچھی ہے
لہو آنے لگا منہ سے اب ہائے تشنگی ... ارے او موت کے طالب تری تقدیر اچھی ہے
وفا کی داد دی تو نے جفا سے واہ کیا کہنا تری ہر اک ادا اے حسن عالمگیر اچھی ہے
تمہیں آنسو بہانے سے مرا آسانی سے دم نکلے ذرا بالیں سے ہٹ جاؤ یہی تدبیر اچھی ہے
سنا ہے سانس آخر ہچکی بیمار فرقت کی ابھی تک تم نہ نکلے گھر سے یہ تاخیر اچھی ہے
ہوا ہے اُس جفا پرور کو پیر و وقت تک یاقی دل مجروح کے ہر زخم کی تقدیر اچھی ہے
کسی دن پوچھنا ہے کاتب تقدیر سے مجھکو مری لوح جبیں پر بھی کوئی تحریر اچھی ہے
جگر کے داغ دل کے زخم جل اُٹھتے ہیں سینے میں یہ کس نے کہدیا اُس حسن کی تنویر اچھی ہے
کبھی اے عاشق دیوانہ تو نے یہ بھی سوچا ہے کہ اُس کوچہ کی مٹی سے خاک دامنگیر اچھی ہے

زباں محوی کی کھنچوائی گئی اللہ ری خود داری
کہیں یہ کہدیا تھا "آپ کی تصویر اچھی ہے"

بیکس عورت

اکثر حضرات کو یہ مضمون بعض بعض مقامات پر واقعات سے [illegible]

مضمون کی خیال آرائی نظر آئے گا کیونکہ اس مضمون کے سچ [illegible]

ہونے کا یقین نہیں دلا سکتے ہم اس دنیا میں [illegible] واقعات پیش [illegible]

ہیں جو بعید از عقل معلوم ہوتے ہیں [illegible] ایک پیش [illegible]

بالکل خلاف عقل نہیں خیال کرتے جب کہ ہم جانتے ہیں کہ بعض بچے [illegible]

ہوتے ہیں جو اپنے خاص عزیزوں پر ادنیٰ ملازمین بلکہ ملازمین کے بھی ملازمین کو

ترجیح دیتے ہیں ہمیں ایک واقعہ معلوم ہے جس میں ایک معزز خاندان کے معزز

رکن نے اپنی ایک قریبی رشتہ کی ہمشیرہ کی شادی ایک ملازم سے [illegible] کر دی۔

(۱)

ذاکرہ کی شادی کو ایک سال بھی نہیں گزرا کہ [illegible] دیوروں کی مہربانی سے
سسرال میں نکو بن گئی۔ مردوں کے تیور بدلے دیکھ کر عورتیں بھی [illegible] ہوئیں [illegible]
مخالفت کی [illegible] نے ایک دن بھی خوشی سے نہ [illegible] بیچاری کے لیے شادی
نہیں بلکہ مصیبت ہوئی۔ میاں کے گھر [illegible] ایک دن چین آرام نہیں پایا جس دن سے
سسرال میں قدم رکھا راحت و آرام [illegible] کو رخصت کیا [illegible] آرزوں
[illegible] اور بغیر کسی جرم کے ایسی قید میں رکھی گئی جس سے ساری عمر [illegible]
[illegible] کوئی ہمدم نہ ہمدرد۔ نہ مونس تھے نہ غمخوار۔ عجیب [illegible]
[illegible] ہوئی لیکن شادی والی کی کسی نے پرواہ نہ کی [illegible] سب [illegible]
[illegible] نے معلوم [illegible] اس کی [illegible] نہ دیا [illegible] کی اسکے

جذبات کی کسی نے پرواہ نہ کی۔ اور ایک ناصورت شناس مرد سے شادی کردی۔

اس وقت تک ایک دن تو کیا ایک منٹ کے واسطے بھی چین نہ ملا۔

ذاکرہ کے لیے یہ مدت برسوں سے کم نہ تھی۔ علاوہ سارے گھر کی مخالفت کے میاں کے بھی تیور چڑھے۔ مزاج آلگ تیز بات بات پر ناراضگی۔ تنک مزاجی۔ انسانیت و شرافت کی بات ہی نہیں۔ کسی وقت محبت۔ اخلاص۔ پیار کی باتیں نہیں سنیں۔ بلکہ روزانہ طعن تشنیع، اتہام و بہتان کی بوچھار رہی۔ ہر لحہ کوفت و رنج۔ معلوم ہوا تھا کہ دولھا میاں بی۔ اے ہیں۔ لیکن خود غرضی و ظلم کی تعلیم پائی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ مولوی ہیں لیکن شریعت اور اسلامی تاریخ سے بالکل ناواقف اخلاقی تعلیم بالکل نہیں پائی بلکہ بداخلاق ہیں۔ ایم۔ اے کی سند حاصل کی۔ اگرچہ بی۔ اے اور مولوی ہیں لیکن اُس شخص سے کسی کو کیا امید ہوسکتی ہے کہ وہ وسیع الاخلاق ہوگا جس نے جاہل ماؤں کی گودوں میں پرورش پائی۔ اسی کا یہ نتیجہ ہوا کہ بیچاری مظلومہ (بیوی) کو ایک دن آرام نہیں دیا۔ بلکہ شادی کے کچھ دن بعد سے سارے گھر کا کام نئی دُلہن کے سپرد کیا گیا۔ جو ذاکرہ نے لونڈی غلاموں کی طرح کیا۔ مگر جب بھی سسرال والوں کے دانت تیز۔ یہ بیچاری مصیبت زدہ سب ظلم سہ رہی ہے۔ طعن تشنیع کو برداشت کر رہی ہے لیکن اُف نہیں کرتی۔

(۲)

میاں دفتر سے آئے۔ اور بیہوش ہو گئے۔ اس وقت بیچاری۔ بھاگی ہوئی آئی۔ محبت کے مارے بیقرار ہو گئی۔ عرق گلاب منھ پر چھڑکا۔ کیوڑہ سینے پر ملا۔ حکیم کو بلوایا۔ غرض ذرا سی دیر میں برسوں کے کام کر دیے۔ نہ والدہ صاحبہ تشریف لائیں نہ بہن صاحبہ۔ نہ والد صاحب آئے نہ ہمدرد (ظاہری) بھائی صاحب نے کروٹ لی۔ ذاکرہ چاروں طرف دیکھتی ہے ہر کمرے کی طرف نظر ڈالتی ہے۔ اٹھا آنکھوں ہی آنکھوں

میں مدد کی درخواست اور معائنہ مرض کی التماس کرتی ہے۔ لیکن کوئی سنگدل نہیں اٹھتا کوئی کام کرنے والا۔ مدد دینے والا نظر نہیں آتا ہاتھ پاؤں دبا رہی ہے۔ سر میں تیل ڈال رہی ہے عطر سنگھا رہی ہے۔ لیکن گھنٹہ بھر ہو گیا۔ طبیعت ٹھیک نہیں ہوئی۔ بلکہ زہر ظلم وستم کا نشہ ترقی کرتا رہا اور رگ رگ میں سرایت کر گیا۔

ڈیڑھ گھنٹہ ہو چکا ہے ابھی تک ہوش نہیں آیا والدہ صاحبہ نے اپنی پینگڑی پر سے پڑے پڑے پوچھا "دلہا کیسے ہیں؟" اس بیچاری نے ایک آہ سرد بھری اور کہا "بیہوش ہیں"! والدہ صاحبہ نے کچھ پروانہ کی۔ اور معمولی بات سمجھ کر سو رہیں۔ ان کے سونے کے بعد ہی اس نئے دولہا کی روح نے قفس عنصری سے پرواز کیا۔ نئی دلہن نے اپنے رنڈاپے اور کنبہ والوں کی کس مپرسی پر رونا شروع کیا۔ ساس بے اختیار اٹھ رونے پر جاگیں۔ اٹھیں آ کر دیکھا۔ بڑبڑائیں اور

اُلٹا چور کوتوال ڈانٹے

کی ضرب المثل کو خلعت صداقت پہنا کر ڈاڑھیں مارنی شروع کیں۔ سب کنبہ والے جمع ہو گئے۔ چیخوں سے بے آنسو کے رونے کی مجلس گرم ہوئی۔ صدمہ ایک کے دل پر نہیں مگر صدائے آہ و بکا سے گھر کو سر پر اٹھا لیا۔ لیکن جس کو حقیقی محبت تھی۔ اور جس کے دل میں معنوی ہمدردی و غمخواری تھی جس کی زندگی تلخ جس کی امید کا ختم جس کی آرزوؤں کا خون جس کا دل مجروح ہوا۔ اسکی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بہہ رہی ہیں۔ لیکن آواز نہیں نکلتی آنکھیں پرنم ہی نہیں بلکہ پر آب ہو گئیں۔ ہچکی بندھی ہوئی ہے۔ آنکھوں سے دریا بہہ رہا ہے لیکن چیخ نہیں۔ علاوہ اشک چشم کی سیل کے دل بھی پانی پانی ہو گیا۔ جوش اٹھتا ہے۔ اور روکتی ہے لیکن ماتم ظاہر نہیں کرتی۔

(۳)

جنازہ ابھی دفنایا نہیں گیا۔ نوجوان ذاکرہ۔ محبت کی دیوی ذاکرہ۔ ماہ پارا ذاکرہ کی

دنیا ختم ہو گئی۔ طعن و تشنیع کا انبار لگ گیا۔ ہجوم نحوست کی سختیوں سے گھبرا گئی۔ "ناگن" کے پُر وحشت لقب کو سنتی تھی اور صبر کرتی تھی۔ "ڈائن" کے پر ہیبت خطاب کے چرچے کو سماعت کرتی تھی۔ اپنے اسی خیال میں غرق رہتی تھی اور کسی بات کا خیال نہ کرتی تھی۔ لیکن جب ان کے ناسوروں کا منہ پھوٹا اور زخم جگر کا مواد نکلا ضبط نہ کر سکی۔ اور پُر ارمان دل کی ماتم سوگواری میں روتے روتے بیہوش ہو گئی۔ میاں کی مغفرت کا خیال دامنگیر تھا۔ حقوق و فرائض سے واقف تھی۔ مصیبت زدہ دل کو ہاتھ میں لیے گور شوہر پر پہنچی۔ نکیرین کو سزا دیتے دیکھا۔ بے اختیار کہہ دیا "اگرچہ میرا دل ان کے تیر سخن سے چھلنی اور (ان کے) والدین کے ظلم و ستم سے چور ہے کبھی ایک پل کے لیے اس پُر حسرت دل نے عیش نہیں پایا۔ لیکن معاف کرتی ہوں۔ اپنا صبر ان کے میزان اعمال میں رکھتی ہوں۔ میرا پیٹا ہوا دل گوارا نہیں کرتا کہ اپنے شوہر کو عذاب قبر کی سخت مصیبت میں دیکھے۔ وہ دست بردار ہونا نہیں چاہتا۔ بلکہ درخواست عفو نہایت عجز و ادب کے ساتھ پیش کرتا ہے۔" نکیرین نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا عتاب آمیز جواب سن کر نکیرین کے رونگٹے کھڑے ہو گئے لیکن روح ذاکرہ نے اپنے ظالم شوہر کی خطائیں معاف کرائیں۔ اور واپس آئی۔ تین گھنٹے بیہوش رہی ساس خوش تھی کہ اچھا ہو جو یہ پاپ بھی کٹ جائے۔

ذاکرہ کو ہوش آتے ہی خوشیاں رنج و غم سے مبدل ہو گئیں۔ خاک میں مل گئیں۔

(۴)

ذاکرہ اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی تھی۔ ان کا بھی صدمہ اٹھا چکی تھی۔ اب میاں بھی چل بسے۔ کوئی سہارا نظر نہیں آتا۔ ساس سسرے نے بمشکل چار مہینہ دس دن گویا سولی پر رکھا۔ اسکے بعد گویا جواب ہی دیدیا۔ اب بیچاری حیران ہے۔ پریشان ہے کبھی گھر سے باہر قدم نہیں رکھا۔ گلی کوچوں کی صورت نہیں دیکھی روتی ہوئی

ہمت کر کے اور اُٹھ کر دروازہ کے باہر نکلی لیکن ہمت نہ دیکھی۔ جرأت نہ ہوئی۔ گھر میں واپس آ گئی۔ نند صاحبہ نے دبی زبان سے کہا: "لو وہ منحوس پھر آ گئی۔ نہیں معلوم اب کس کو کھائے گی ڈائن ہے۔"

خسر صاحب بڑے مولوی ہیں سنا ہے کہ مفتی بھی ہیں بڑے عالم ہیں۔ بہو کی صورت دیکھکر آگ بگولا ہو گئے۔ کہنے لگے "میرے جوان بیٹے کو تو کھا چکی۔ اب کس کا ارادہ ہے جا۔ یہاں سے دفان ہو ہم کو تیری صورت دیکھنی منظور نہیں۔ تجھ کو اپنے گھر کا پانی پلانا بھی ہم کو حرام ہے۔" مظلومہ نے پاؤں پر سر رکھدیا۔ اور کہا: "آپ مجھکو غلام سمجھیں گھر کا سب کام کاج کروں گی خریف زادی ہوں۔ آپ ہی کی رشتہ دار ہوں میرے والدین کا انتقال ہو چکا ہے۔ مجھکو اب سوائے خدا کے بظاہر کسی کا سہارا نہیں ہے دروازہ کے باہر آج تک کبھی قدم نہیں رکھا۔ میں راستوں سے ناواقف۔ کہیں جا نہیں سکتی میری حالت زار پر خدا رحم فرمائیے۔ بیکس و بے بس ہوں۔ لاچار و مجبور ہوں۔ اسلام نے رحم کی تعلیم دی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مجسم رحم تھے۔ خدا را میری حالت زار پر رحم فرمائیے۔ سارے گھر کے کپڑے سینے جھاڑو بہارو۔ پیسنا پکانا۔ غرض سب کام کروں گی لیکن اس چار دیواری سے نکلتے ہوئے شرم آتی ہے۔" ان الفاظ نے اگر اثر کیا تو رقیق القلب رحم دل عورتوں ہی کے دل پر۔

اگرچہ ذاکرہ صبح ۴ بجے سے اُٹھتی اور سارے گھر کا کل کام کاج کرتی ہے اور رات کو ۱۲ بجے کمر سیدھی کرتی ہے۔ مگر کوئی خوش نہیں روزمرہ طعن تشنیع کی بارش اور کوسنوں کی برسات رہتی ہے لیکن یہ اللہ کی بندی سب باتوں کو سہتی ہے۔ اور صبر کرتی ہے۔

(۵)

مفتی صاحب کے گھر پر ایک چھیڑی رہتا ہے سب کے اتفاق سے اب ذاکرہ

چپراسی کی زوجیت میں ہے۔ آج تک لکڑیوں اور جوتیوں کی مار زیادہ نہیں تھی۔ لیکن اب اغوائے ظلم نے کثرت کام کے ساتھ شدت مار بھی کرا دی۔ لیکن یہ تحمل کی دیوی راضی بہ رضائے الٰہی سب باتیں برداشت کرتی تھی۔ راتیں روتے روتے کاٹتی تھی۔ اور دن کام میں۔

(۶)

ذاکرہ انسان تھی حیوان نہیں۔ شرافت اور ادنیٰ درجہ کے نیچ ذات ذلیل چپراسی کی زوجیت حسرت جوانا مرگی افسوس بدنصیبی۔ کام کی زیادتی پر از دیاد مار نصف پیٹ خوراک۔ کب تک صبر دل کو ضبط کرتی۔ رنج و آلام کو برداشت کرتی جب سختیوں اور مصیبتوں کی انتہا ہو گئی تو صبر بیماری کی صورت میں ظاہر ہوا لیکن آفریں ذات ذاکرہ کو۔ اور شاباش حسن تسلیم کہ بیماری میں بھی برابر کام کیا۔ ماں باپ والدین کا ناز و نعم شوہر کے مصائب سے بدل گیا میکہ کا عیش و آرام سسرال کے رنج و مصیبت۔ اور ہر وقت کی کوفت کی حیثیت میں نمودار ہوا۔ اس نے بیماری کو گویا کبھی تندرستی میں بھی ایسے کام نہ کیے تھے۔ یہاں کی مار دھاڑ۔ کوسنے اور گالیوں کی کوفت و افسوس نے نہایت مضمحل و نقیہ کر دیا۔ جس کی وجہ سے اچھی طرح کام نہ کر سکی باوجودیکہ سب کی آنکھیں تھیں لیکن اسکی بیماری کو کسی نے نہ دیکھا۔ حالانکہ عقلیں اور دماغ خدا تعالیٰ نے عنایت فرمائے تھے لیکن کسی نے تعلیم توجہ والتفات اور سایۂ رحم میں پرورش ہی نہیں پائی تھی۔ اس لیے اپنی بے بسی و بیکسی و خفتہ بختی پر رونے کو دیکھکر سینکڑوں گالیاں دی گئیں اور چپراسی کے حوالے کی گئی کہ اسکی گردن میں ہاتھ دے کر اس محلہ کے باہر کر آئے۔ اور سر راہ خوب مارے۔

(۷)

تین دن ہو گئے۔ اور روٹی کی صورت نہیں دیکھی۔ جوڑوں میں درد ہو رہا ہے۔

عزت میذی پر افسوس کررہی ہے۔ اور مسجد کے ایک گوشہ میں اوڑھنی پر رضائے الٰہی سکڑی بیٹھی ہے۔ شرافت نے فاقہ کشی کو بھیک پر ترجیح دی۔

مسجد کے قریب ایک دو منزلہ مکان تھا۔ اتفاق سے اس پر صاحب خانہ کی بیٹی شام کے وقت ٹہل رہی تھی۔ اس نے ایک مظلوم پردہ نشین کو نہایت بُری طرح بیٹھا دیکھکر بیٹے ہاں کی ماما کو بھیجا۔ اور گھر میں بلوایا۔ بمشکل وہاں پہنچی۔ تین دن کے فاقہ پر طرہ یہ کہ تھا۔ درد اعضا شکنی۔ آواز نہ نکل سکی۔ ان لوگوں نے اسکی حالت زار متاثر ہو کر روٹی کھلائی اور ماجرا دریافت کیا۔ اس نے مجبوراً اپنی کل کیفیت بیان کی سب گھر کی عورتیں ذاکرہ کی مصیبت زدہ زندگی پر رونے لگیں۔ اور اس بیچاری کو اپنے ہاں رکھ لیا۔ اب یہیں ہے۔ ماماگیری کرتی ہے اور زندگی بسر کرتی ہے۔

(۸)

کہاں ہیں آزادی نسواں کے مخالف کیا یہی وہ اخلاق والطاف ہیں۔ جن کے گھمنڈ پر نازاں ہیں اور عورتوں کو آزادی نہیں دیتے! کیا اسی لیے عورتوں کو قید کر رکھا ہے کہ ان کے ساتھ ایسے سلوک کیے جائیں؟ کیا اسی لیے ان کو تعلیم سے محروم کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی زندگی اس ذلت ونکبت میں بسر کریں؟ کیا کوئی شریف یہ گوارا کرسکتا ہے کہ پہلے وہی عورت جو اسکی بہو ہو۔ بیٹے کے مرنے کے بعد اسکو اپنے ایک ادنیٰ درجہ کے ملازم کی زوجیت میں دے؟ کیا تمھاری حمیت اسکو بہتر سمجھتی ہے کہ ایک شریف خاتون کو بیچ ذات چپراسی سے برسرِ بازار ذلیل کراؤ؟ کیا تمھاری عزت اسکو شرافت یقین کرتی ہے کہ تمھاری دینی بہن ہونے کے علاوہ نسبی رشتہ دار ہو اور تم اسکی حالت پر رحم نہ کھاؤ؟ کیا یہی وہ معارف ہیں جن کے علم نے تم کو خدا کی عطا کی ہوئی نعمت کو ذلت کے ساتھ قید میں رکھنے کی تعلیم دی ہے؟ افسوس کہ تم ظالم ہو۔ اور کیا عجب ہے کہ تم کو اس نافرمانی کا جلدی بدلہ ملے افسوس کہ تم جانتے ہو۔ کہ کفران نعمت

کرنا بڑا جرم ہے۔ لیکن کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ تم نے ہزارہا دفعہ قرآن شریف میں حضرت یوسفؑ کے واقعہ کو دیکھا ہوگا اور انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین نظر سے گذرا ہوگا اور اسکے حسن قبول کے مژدہ سے بھی تمہاری آنکھیں واقف ہوئی ہونگی لیکن افسوس کہ اهله ومثلهم معهم نے تمہارے قلوب سنگی پر کچھ اثر نہ کیا۔ باوجود دعوے مسلمانی کے تمہارے وجود۔ آواز قرآن سے مختلف۔ تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم اپنے اس ظالمانہ طرز عمل سے باز آؤ۔ ظلم کاری سے ہاتھ دھوؤ۔ اپنی حالت زار پر رحم کھاؤ۔ اور خدا تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمت کو اپنے ظلم و تشدد سے آزاد۔ قید سے رہا اور ان کو اپنے ہر فعل میں مختار کردو۔ تمہارا یہ خیال محض غلط ہے کہ عورتیں مردوں سے ملکات ذہنی میں کمزور ہیں۔ یورپ کی جدید تشریحی تحقیقات نے یہ ثابت کردیا ہے کہ جو مہمات مرد سر کرسکتے ہیں ان کو عورتیں بھی باحسن وجوہ انجام دے سکتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ مرد ان ہی کی تربیت سے اس لائق ہوتے ہیں۔ جب زمین خراب ہوگی اور تربیت کرنے والیاں ناقص العقل ہوں گی تو سمجھ میں نہیں آتا کہ مرد کیسے کامل العقل ہوسکتے ہیں۔ تمہاری یہ محض جہالت ہے۔ نوحؑ کے ہاں کنعان ممکن ہے لیکن کنعان کے ہاں نوحؑ ممکن نہیں۔ بنجریلی و پتھریلی زمین ہرگز اچھے ثمر پیش نہیں کرسکتی۔ بلکہ بعض اوقات عمدہ زمین بھی ناقص بیل نمودار کرتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ عورتوں کی ناقص العقلی سے مرد ناقص العقل ہیں۔ یہ تمہاری کم ظرفی ہے کہ جس ہنڈیا میں کھاتے ہو اس میں سوراخ۔ جن کی آغوش میں پرورش پاتے ہو۔ ان ہی پر باوجود اس علم کے

بہشت ماں کے قدم نیچے

ظلم و حکمرانی اپنا فخر یقین کرتے ہو۔ شدت غرور سے ان کے جذبات اور احساسات کو پامال کرتے ہو۔ قریب ہے کہ کفران نعمت کی پھٹکار تم کو فنا کردے۔ تمہاری زندگیاں مٹ جائیں۔ اور تمہارے یہ ظالم وجود سینکڑوں من خاک کے نیچے دب کر مٹی ہوجائیں

اور اس مٹی کا مسکن بھی خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی سزا میں جہنم بنا دے: الیس فی جہنم مثوی للمتکبرین؟"

تمھارے لیے یہی بہتر ہے کہ تم طبقۂ نسواں کو آزاد کردو۔ اور اپنے دامن کو ظلم کے سیاہ دھبے سے پاک کرو۔

زاہد المودودی

جیسی آپ کی مرضی

اندازاً رات کے ساڑھے گیارہ بجے ہونگے۔ گرمیوں کا موسم ہے آسمان پر بوقت غضب کا نکھار ہے اسکی نیلگوں رنگت مغربی پریوں جماؤں کی تغیر پزیر آنکھوں کا مقابلہ کرتی ہوئی نگاہوں میں کھپی جاتی ہے۔ قمری مہینے کی ساتویں تاریخ نصف چاند ایک سیاہ رنگ لیے ہوئے ابر کے ٹکڑے سے آہستہ آہستہ نکل کر شب اول کی عروس چار دہ سالہ کے حجاب کا سماں دکھا رہا ہے جسکی رو پہلی کرنیں ایک خوش جمال آئینہ رخسار کی اُن زلفوں سے چھیڑ چھاڑ کر رہی ہیں جو کچھ تو بکھر کر شعلہ عارض کی بلائیں لینے میں مصروف ہیں۔ کچھ شانوں کے ادھر اُدھر بل کھا رہی ہیں اور قدرتی شباب کے دلکش بہار کو اپنی آغوش میں لے کر اس بات کی دعویدار ہیں کہ ہم اس خزانہ حسن کے نگہبان و محافظ ہیں جن سے بیگانہ نگاہیں دلچسپی لینے کے لیے خانہ چشم سے نکل نکل کر بیتابانہ طور پر نکل رہی ہیں سیاہ سیاہ لمبے لمبے بالوں پر شعاع مہتاب کا اس ادائے دلفریب کے ساتھ اٹھکھیلیاں کرنا کچھ اس بلا کا نظارہ ہے کہ مچلے ہوئے مضطرب دل مشکل سے ہی قابو میں رہ سکتے ہیں جب ایک جنس لطیف کے نا کارہ رکن کا یہ حال ہے تو مردانہ جذبات کا خدا معلوم کیا حشر ہوگا۔

اتنے میں کسی نے نہایت مہذب پیرایہ میں متانت کے ساتھ دریافت کیا۔ اچھا اب اجازت ہے۔ جس کے جواب میں کسی کے نازک نازک گلاب کی پتی سے ہونٹوں کو ایک خفیف سی جنبش ہوئی اور ایک دل کش ملائم آواز ہواؤں میں گونجتی ہوئی سنائی دی۔ جیسی آپ کی مرضی۔

سُننے والے کم بخت کے خرمنِ دل پر اس رسیلی آواز نے بجلیاں گرا دیں۔ اور وہ مایوسی کے

ساتھ اپنا دھنی جگر تمام کر رہ گیا۔ منٹ بھر کا وقفہ نہایت ہی قلیل وقت گنا جاتا ہے۔ لیکن اس تھوڑی سی دیر میں بھی خدا جانے کتنے خیال اس مصیبت زدہ کے دل میں آئے اور گذر گئے۔

- اچھا جیسی آپ کی مرضی -

اِن فقروں میں آہ اُس بلا کا قیامت خیز جادو بھرا ہوا ہے۔ کہ پہلو میں دل کے ٹکڑے اُڑ گئے۔ خرمنِ صبر و قرار پر مایوسیوں کی بجلیاں کوند گئیں۔ کہنے والے ناز آفریں نازنین کی۔ مایوسی حسرت غم و اندوہ کے ساتھ اُس کی بیکسی اور بے بسی کی تصویر عبرت انگیز آنکھوں کے سامنے کھنچ گئی۔ ان لفظوں میں اللہ کس قیامت کا اثر پنہاں ہے۔ کہ سننے والے کا چوٹ کھایا ہوا دل اُس کے قبضۂ اختیار سے نکل گیا۔ اور وہ نیرنگ خیال کے حیرت افزا طلسم میں پھنس کر اپنے دل ہی دل میں کہنے لگا۔

اچھا جیسی آپ کی مرضی۔ اس کے کیا معنی ہوئے۔ کہیں یہ مطلب تو نہیں۔ کہ ہمیں آپ کی موجودگی کی ضرورت ہے اور آپ تشریف لیے جاتے ہیں۔ آپ کو گھر سے بغیر اطلاع کیے رات بھر رکھنا منظور نہیں ہے۔ لیکن اپنی بے کسی اور بے بسی کا خیال بھی اجازت نہیں دیتا کہ خوش دلی کے ساتھ آپ کو کہہ دیا جائے کہ بسم اللہ تشریف لیجائیے۔ بیشک یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ بے محل سرِ شام سے آدھی رات تک خاموش رہنے سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اندرونی تکالیف نے نازک دل کو پریشان کر رکھا ہے۔ لیکن ابھی تک اسکا فیصلہ کرنے کے لیے ہماری نگاہ دوربیں قاصر ہے کہ یہ تکلیفیں اندرونی جسمانی ہیں یا روحانی گو انسانی تشخیص دونوں کا صحیح اندازہ لگانے میں یقیناً معذور ہے لیکن پھر بھی چہرہ ترجمان دل ہوا کرتا ہے۔ جسمانی تکلیف تو حالت بیماری کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ظاہری طور پر محسوس ہونے کے قابل ہے لیکن طبیعت چونکہ تکلیف پسند واقع ہوئی ہے اس لیے عادات کا لحاظ رکھتے ہوئے جسمانی تکلیف کا خیال زیادہ تشویش میں نہیں ڈالتا ہے اس لیے لامحالہ ثابت ہوتا ہے کہ روحانی خلش زخم جگر پہ نشتر زنی کر رہی ہے۔ جیسے مُہر سکوت دہن پر لگا رکھی ہے۔ اور اس امر کو زیر نگاہ رکھتے ہوئے بلا پس و پیش کہیے ایک تجربہ کار کہہ سکتی ہے کہ جنسِ لطیف کے لیے سب سے زیادہ رنج دہ خیال جو دنیا بھر میں ہے وہ ایک مرد کی بیوفائی۔ لاپروائی اور اسی قبیل کی باتیں ہیں۔ غالباً یہ کہ ضرور اسی قسم کا خیال جانِ روح بنا ہوا ہے

در حقیقت جنسِ ضعیف کی دنیا میں سب سے زیادہ رنج دہ جو امر ہے۔ وہ ایک مرد کی بیوفائی ہے مرد اپنے زعم باطل میں آزادی پسند ہوتے ہیں۔ وہ عورتوں کے دلکش طبقہ کو نہایت ہی حقارت کی

نظروں سے دیکھتے ہیں۔ گو بغیر عورت کے ان کے تمام سامان عیش کے علاوہ دنیا بھی ان کو روکھی پھیکی نظر آتی ہے۔ لیکن بیجا غرور اور نخوت انکو اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ کبھی ٹھنڈے دل سے تھوڑی دیر بھی بیٹھ کر یہ سوچ لیں کہ جیسے گاڑی بغیر دو برابر کے پہیوں کے نہیں چل سکتی۔ اسیطرح دنیا کا کارخانہ بھی مرد اور عورت کے یکساں حقوق دیے بغیر نہیں چل سکتا۔

مغربی فلاسفر کہتے ہیں کہ جب عورت پیدا ہوئی۔ اسکی روح سادگی میں ملبوس تھی اور مرد کی رہنمائی اور مدد کی محتاج نہ تھی۔ نازک اندام تھی۔ نہ شوخ تھی نہ شرم میں غرق۔ اُسکے رگ و ریشہ میں ملائمت اور راحت بھری تھی۔ متلون مزاجی اُس میں نام تک کو نہ تھی۔ اور لالچ سے بالکل پاک تھی۔ مرد کی عقل کا چراغ تھی۔ اُس کی خواہشات نفسانی کا محض عکس نہ تھی۔ اسی نے مرد کو وحشی سے انسان بنایا اور اُسکی زندگی میں برکت کا بیج ڈالا۔ اسوقت دنیا میں خلافت کی اتنی کشمکش نہ تھی بلکہ جوانی میں سرور اور بڑھاپے میں راحت تھی۔ جن مصائب کے نیچے دب کر مرد چکنا چور ہو جاتے ہیں عورتیں نہایت مستقل مزاجی صبر و شکیب سے اُسکو برداشت کر لیتی ہیں۔ بلکہ اُن میں ایک ایسی طاقت۔ ہمت اور اولوالعزمی پیدا ہو جاتی ہے کہ تمام مصیبتیں کافور ہو جاتی ہیں۔ جو عورتیں آسودگی کے عالم میں کمزور اور ناتواں خاوندوں کو وبال جان معلوم ہوتی ہیں۔ وہ ایک عرصہ کے بعد شیر دل اور عالی حوصلہ بن جاتی ہیں اور جب اُن کے خاوند کسی مصیبت اور تکلیف کی وجہ سے شور و بکا کرتے ہیں یہ ان کو تسکین دیتی ہیں اور صبر کی ہدایت کرتی ہیں۔ اپنی محبت اور پیار کی بہیں ان کے گرد لپیٹ دیتی ہیں مرد کے جھکے ہوئے سر کو اُٹھاتی ہیں اور پاش پاش شدہ دل کو ڈھارس بندھاتی ہیں۔

عورت مرد کا اعلےٰ حصہ ہے۔ مرد جبتک شادی نہیں کرتا ادھورا رہتا ہے عورت مجسم پاکیزگی ہے جس کی زیارت کے لیے مرد کو قدرت کھینچتی ہے نیک مرد کے لیے بہشت ہے اور بد کے واسطے دوزخ۔ جسکے پاس جنس لطیف کا خزانہ نہیں وہ دنیا میں اپنا قرض ادا نہیں کر سکتا۔

عورت ایک شعری فقرہ ہے جس کو ہمارے خالق نے لکھا ہے اور اسکو فرشتے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اور بیقدری صرف شیطان اور انسان کے اشکری کر سکتے ہیں فقط میری تحریر ذرا سے غور کی محتاج ہے۔ ساری کیفیت عالم لطیف کی منکشف ہو جائے گی۔ ورنہ جیسی آپ کی مرضی۔

اُم یوسف صاحبہ (از دہلی)

جدید اکتشافات علمیہ

"جو باتیں اب سے صدیوں پہلے ناممکن اور عقلاً محال خیال کی جاتی تھیں آج علوم وفنون کی ترقی کی بدولت اُن کا وجود و امکان عقول کو حیرت میں ڈالے ہوئے ہے"

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ درجہ بدرجہ علوم وفنون کی ترقی ہر عصر میں تحقیقات واکتشافات کا ایک جداگانہ عالم دکھاتی رہی ہے لیکن موجودہ صدی کے حیرت انگیز اکتشافات واختراعات نے حکماء سابق کی آراء اور علوم قدیمہ کی بنیاد کو اسقدر متزلزل کر دیا ہے کہ اب اُن پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور نہ اُن سے کسی تحقیقات میں قابلِ اطمینان مدد حاصل کی جا سکتی ہے اور اس بناء پر یہ کہنا بیجا نہیں ہے کہ تحقیقات جدیدہ اور اکتشافات حدیثہ نے علوم قدیمہ اور فلسفہ ماضیہ کو ساقط الاعتبار اور باطل کر دیا ہے"

اگرچہ ہمارے دعوے کا ثبوت موجودات عالم کے اُن آثار وخواص اور کیفیات موثرہ سے بخوبی ملتا ہے جن کی نسبت فلسفۂ قدیم اور حکماء سابق صحیح رائے نہ رکھتے تھے یا غلطی سے اُن کی قوتوں کا صحیح اندازہ کرنے سے پہلے وہ ایک غیر صائب رائے قائم کرکے فیصلہ قطعی کر چکے تھے اور آج وہی آثار وخواص اور کیفیات موثرہ انکی تحقیقات کے خلاف کچھ کی کچھ ثابت ہو رہی ہیں لیکن ہم چاہتے ہیں کہ اپنے دعوے کے ثبوت میں آج ایک ایسا مسئلہ پیش کریں جس کی نسبت موجودہ صدی میں بھی وہی رائے ہے جو اب سے صدیوں پہلے تھی یعنی درازی یا ادامت حیات ذی روح تاکہ دعوے کا ثبوت معقول ہونے کے ساتھ ہی اکتشافات جدیدہ کے حیرت انگیز حالات کا علم بھی ہو جائے"

موجودہ صدی تک اکثر حکماء اور محققین کی رائے یہ رہی ہے کہ ہر ذی روح شے

ایک طبعی مدت رکھتی ہے کہ اس کے بعد اسکا قیام ناممکن ہے یعنی ہر ذی روح کی حیات فانی اور غیر قائم ہے اور عمر طبعی پر پہنچ کر وہ فنا ہو جاتی ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں کہ عمر طبعی پر پہنچنے کے بعد ذی روح کی حیات کو قائم رکھ سکے۔

ممکن ہے کہ اس مسئلہ میں کچھ لوگ اسکے خلاف بھی رائے رکھتے ہوں اور اپنے دعوے کا ثبوت پیش نہ کر سکنے کی وجہ سے اپنی رائے پر قائم نہ رہے ہوں لیکن حال میں فلسفۂ قدیم کی اس رائے کے خلاف جرمنی کے ڈاکٹر جارج کلبز نے اپنی برسوں کی تحقیقات کا نتیجہ ظاہر کیا ہے اور بتایا ہے کہ ہر ذی روح کی حیات میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر موصوف نے درازی حیات کے مسئلہ کے امکان پر سب سے پہلے توجہ کی اور اپنا پہلا تجربہ نباتات پر کیا اور ان کی عمر طبعی سے زیادہ ملتا ئم رکھ کر تجربہ میں کامیابی حاصل کی۔

ڈاکٹر موصوف کی رائے ہے کہ اگر اس طریقہ سے جو انھوں نے درازی حیات کے لیے نکالا ہے کام لیا گیا اور تحقیقات مزید سے اس میں اضافہ کیا گیا اور درازیِ حیات کے آلات و قویٰ میں مناسب ترقی کی گئی تو یہ امر بہت آسان ہوگا کہ انسانی زندگی بڑھائی جا سکے۔

عالم نباتات

زمانۂ ارسطو سے یہ مسئلہ مسلم چلا آتا ہے کہ ہر اُگنے والی چیز یعنی نباتات ایک مدت طبعی رکھتی ہے جس میں اُسکی زندگی کے مختلف مدارج ہوتے ہیں پہلے وہ زمین سے اُگتی ہے پھر نشو و نما ہوتا ہے اسکے بعد پھول و پھل آتے ہیں اور پھر موت اُسکا خاتمہ کر دیتی ہے۔ ڈاکٹر جارج کلبز نے اس اصول کو غلط ثابت کر کے دکھایا ہے کہ نباتات کا پیدا ہونا نشو و نما پانا پھول و پھل لانا ہر ایک درجہ میں اضافہ کیا جا سکتا اور عرصہ تک اُن کو باقی و قائم رکھا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر موصوف نے عرصہ دراز کے تجربات و مشاہدات کے بعد نباتات کی ایک قسم جس کا نام "سایپرولینا مکستا" sypeo lagnia mixeta تھا اپنے تجربہ کے لیے انتخاب کیا یہ گھاس مردہ مکھیوں کی کھاد میں پیدا ہوتی ہے اور دو ہفتہ سے زیادہ سرسبز نہیں رہتی ڈاکٹر موصوف نے اس گھاس پر اپنا عمل شروع کیا اور اسمیں اسقدر قوت پیدا کی کہ چھ سال تک اسکو سرسبز و شاداب رکھا۔

اسکے علاوہ ڈاکٹر موصوف نے اور چیزوں پر بھی اپنے عمل کا تجربہ کیا اور بعض مرجھائی ہوئی اور خشک شدہ گھاسوں کو قوتِ عمل سے سرسبز و شاداب کر کے عرصہ تک اُن کو قائم و باقی رکھا۔

ڈاکٹر موصوف کا بیان ہے کہ اگر ذی روح کی اغذیہ حرارت رطوبت اور روشنی کی شرائط کو پورے طور پر بجالایا جائے اور تحقیقات و تجربات کے موافق عمل کو جاری رکھا جائے تو ذی روح مخلوق مدت طبعی کے بعد عرصہ دراز تک قائم و باقی رہ سکتی ہے لیکن مدت طبعی کے بعد توالد و تناسل کا سلسلہ باقی نہیں رہتا اور مدت طبعی کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے۔

جن شرائط و اعمال اور آلات سے نباتات کی مدت زندگی میں اضافہ کیا جاسکتا ہے اگر اُن میں کسی قسم کا کوئی خلل واقع ہو جائے تو ڈاکٹر موصوف کی رائے ہے کہ خلل کے نقصان کو دور کرنے کے لیے اُن وسائل و اسباب کو اختیار کیا جائے جو حفاظت نوع کے لیے طبعی طور پر مقرر ہیں ان اسباب و وسائل سے یہ خلل دور ہو جاتا ہے۔

ایک جاپانی ڈاکٹر نے جس کا نام "شیروتا شیرو" ہے ڈاکٹر جارج کلنبر کی تحقیقات سے فائدہ اُٹھا کر ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے جس سے نباتات کے شعور و ادراک اور زندگی کا حال دریافت ہو جاتا ہے۔"

جاپانی ڈاکٹر اپنے آلہ کی قوت بڑھانے کی کوشش میں ہے اور چاہتا ہے

کہ اس میں اتنی قوت پیدا ہو جائے کہ انسانی زندگی کے اضافہ میں بھی کام آسکے۔

نباتات اور حیوان

مذکورۂ بالا سطروں سے معلوم ہوا ہوگا کہ ارسطو وغیرہ علماء سابق اور فلسفۂ قدیم کی رائے موجودہ اکتشافات نے غلط و غیر صحیح ثابت کردیں اب اسکے متعلق ایک اور مسئلہ باقی رہ جاتا ہے کہ نباتات پر اگر اسکا تجربہ کامیاب ثابت ہوا اور انکو عمر طبعی سے زیادہ قائم و برقرار رکھا گیا تو اس سے حیوانی زندگی کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے کیونکہ اب تک یہ امر مسلم چلا آتا ہے کہ حیوانات و نباتات کی زندگی اعمال آثار، خواص اور کیفیات میں فرق ہے اور دونوں کے اعمال و کیفیات کا فرق بیجا نا دست مشکل بلکہ ناممکن ہے اور اس صورت میں کہ انہی تمیز کا کوئی طریقہ معلوم نہیں ہے کیونکر ممکن ہے کہ نباتات پر حیوانات کو قیاس کیا جائے اس مسئلہ پر ہندوستان کے مشہور ڈاکٹر بوس پروفیسر پریسیڈنسی کالج کلکتہ نے اپنی عمر کے بہت سے حصہ میں غور و فکر کیا ہے اور آخر تجربات و مشاہدات نے انھیں اس نتیجہ پر پہنچا دیا ہے کہ نباتات کے اعمال بھی مثل حیوانات کے اعمال کے ہیں۔ ڈاکٹر موصوف نے اپنی تحقیقات کو مضبوط و قابل اطمینان دلائل و ثبوت کے ساتھ پیش کیا ہے جن میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ نباتات میں ایک مقدار کہربائی پائی جاتی ہے جب کوئی جز کسی نبات کا کسی وجہ سے معطل ہو جائے یعنی اپنے فعل کو چھوڑ دے تو قوت کہربائی اسکو پھر اصلی حالت پر لے آتی ہے۔

ڈاکٹر بوس نے نباتات میں قوت کہربائی کا قیاس بہت سے وجوہ سے کیا ہے جیسے نباتات کا قانون و ضابطہ کے ساتھ سونا اور بعض بے حس کردینے والی چیزوں سے متاثر ہونا وغیرہ بھی ہے۔

بعض درختوں کو ڈاکٹر بوس نے دیکھا کہ ان کا نشو و نما دیر سے ہوتا ہے اس قسم کے درختوں پر ڈاکٹر موصوف نے قوت کہربائی کے ذریعہ اپنا عمل کیا اور تجربہ سے

معلوم ہوا کہ اُن کے نشو ونما کی رفتار بہت کچھ بڑھ گئی ہے اور اُن میں صلاحیت قبول بھی پیدا ہو گئی ہے۔

غرض ڈاکٹر بوس نے اس مسئلہ کو بھی اپنی تحقیقات سے صاف کر دیا ہے کہ حیوانات اور نباتات اپنے اکثر اعمال و کیفیات کے لحاظ سے یکساں ہیں اور جن اشیاء کا عمل نباتات پر کارگر ہو سکتا ہے حیوانات بھی اُن سے متاثر ہو سکتے ہیں اور اس بناء پر محققین یورپ اس رائے سے متفق ہوتے جاتے ہیں کہ ڈاکٹر جارج کلبنر اور ڈاکٹر شیرو تاشیر کی نباتات پر درازیِ حیات میں کامیابی اس امر کی ضامن ہے کہ ہر ذی روح کی درازی حیات میں کامیابی حاصل کی جائے۔

بعض محققین یورپ کی رائے ہے کہ اگرچہ ڈاکٹر جارج کلبنر اور ڈاکٹر شیرو تاشیر نے درازی حیات نباتات میں کامیابی حاصل کر کے ہر ذی روح کی حیات کی درازی کو ممکن بنا دیا ہے لیکن نباتات اور حیوانات کے مدارِ حیات میں جسقدر بھی فرق پایا جاتا ہے اُسکو پیش نظر رکھتے ہوئے ابھی اس امکان میں بعض دقتیں ضرور پیش آئیں گی اور ان دقتوں اور مشکلات پر غالب آ جانے کے بعد ہر ذی روح کی درازی حیات کا مسئلہ حل اور صاف ہو جائے گا۔

اصل یہ ہے کہ ڈاکٹر جارج کلبنر، ڈاکٹر شیرو تاشیر اور ڈاکٹر بوس کی تحقیقات اور تجربات نے درازی حیات کے مسئلہ کو کسی قدر حل ضرور کر دیا ہے اور بعض نباتات کی درازی حیات سے اس اہم مسئلہ کی بنیاد پڑ چکی ہے لیکن ابھی وہ وقت دور معلوم ہوتا ہے جبکہ ہر ذی روح کی حیات کی درازی کے حل کا مسئلہ امکان سے وجود میں آ جائے اسلیے امکانی پہلو سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر ڈاکٹر جارج کلبنر وغیرہ نے اس مسئلہ پر غور و فکر کیا اور جن آلات سے نباتات کی درازیِ حیات کو ممکن بنا دیا ہے اُن میں مناسب ترمیم و اصلاح اور ترقی کی گئی تو ہر پہلو سے یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

اگر اس موقع پر علم تصوف کی اُن قوتوں اور روحانی طاقتوں کا ذکر کیا جائے جن سے یہ مسئلہ اب سے بہت پہلے حل ہو چکا ہے اور جس کے نظائر کی کثرت شائبہ ریب وشک باقی نہیں رکھتی تو بیجا نہ ہوگا کیونکہ جن آلات اور قوتوں سے آج ڈاکٹر جارج کلبر اور ڈاکٹر شیروتاشیر خارجی طریقہ پر کام لے رہے ہیں اُن سے زیادہ قوی طاقتوں سے حاملان تصوف روحانی طور پر کام لیتے تھے اور مدتوں اس عمل سے حیات انسانی کو قائم و برقرار رکھتے تھے ۔

یہ امر مسلم ہے کہ انسانی اعضاء و جوارح اور اجزاء جسم میں ایسے بعض اجزاء بھی ہیں جن کا اثر اندرونی یا روحانی طور پر دوسرے جسموں میں بغیر جاول ومس کیے ہوئے پہنچ سکتا ہے - یہی وہ اجزاء ہیں جو بعض انسانوں میں بعض روحانی ریاضتوں سے زیادہ قوی ہو جاتے ہیں اور ان سے بعض فوق العادت کام لیے جا سکتے ہیں درازی حیات میں عموماً اسی قوت سے کام لیا جاتا تھا اور اب بھی لیا جا سکتا ہے لیکن اس کے لیے وہ روحانی ریاضتیں تقریباً ناممکن ہیں جواب سے پہلے حاملان تصوف کرتے تھے۔ بہرحال جو بات اسلام کے اک گروہ نے اپنی روحانی طاقتوں سے حاصل کی تھی اب وہ عرصۂ دراز کے بعد خارجی آلات و اثرات سے اُنھیں اصول پر ممکن بنائی جارہی ہے اور یہ خیال ایک حد تک قابل تسلیم ہے کہ یہ امکان ضرور اصلی معنے میں وجود پذیر ہوگا

آغا رفیق (بلندشہری)

دیوان حسرت موہانی

(مکمل) حصۂ اول و حصۂ دوم مع ضمیمہ یعنی ۱۸۹۴ء سے ۱۹۱۶ء

تک کا کلام - قیمت صرف بارہ آنہ

منیجر "تمدن" نیا گاؤں لکھنؤ

سروجنی نائڈو

ہندوستان نے گذشتہ زمانہ میں بہت سے کاملین پیدا کیے۔ وہ لوگ شہرت کی دنیا میں چاند و سورج بن کر چکے۔ مگر جس طرح اصل چاند اور سورج کو قانون قدرت کے مسلمہ قواعد کے مطابق طلوع۔ عروج کے بعد غروب کی منزل طے کرنا لازمی ہے اسی طرح وہ لوگ بھی غروب ہو گئے۔ ہندوستان جس نے ہر زمانہ میں کچھ نہ کچھ کاملین پیدا کیے آج اس گئے گذرے زمانہ میں بھی کچھ لوگوں کو اپنی آغوش میں پالنے کا فخر کر سکتا ہے۔

سروجنی نائڈو بھی ہندوستان کے اُن قابل لوگوں میں سے ہیں جن پر اور ہند کو بجا طور پر ناز ہو سکتا ہے۔ سروجنی نائڈو کی شہرت آج اگر ہندوستان میں واقعتاً باعث فخر انگریزی شاعرہ اور ایک محب وطن مصلح خاتون کی حیثیت سے ہے جس نے اپنی زندگی کا مقصد ہندوستان کے فرزندوں اور دختروں کی بہبودی قرار دیا ہے تو سروجنی نائڈو بیرونی ہندوستان اور خصوصیت کے ساتھ انگلستان اور اُن مقامات میں جہاں انگریزی سمجھی جاتی ہے بلند تخیل رکھنے والی مشرقی جذبات کی انگریزی زبان میں ترجمانی کرنے والی شاعرہ کی حیثیت سے مشہور ہے۔

ہندوستان نے اس وقت تک دو ممتاز انگریزی شاعر پیدا کیے ہیں جو دونوں عورتیں ہیں جن میں سے ایک مس تورو دت انجہانی تھیں اور ایک دوسری خاتون جو اُن سے بھی گوے سبقت لے گئی ہیں مسز نائڈو ہیں۔ آپ ۱۳ فروری ۱۸۷۹ء کو بمقام حیدرآباد پیدا ہوئیں آپ کے والد ماجد ڈاکٹر اگھور ناتھ چٹوپادھیائے برہمن گام (مشرقی بنگال) کے چٹرجیوں کے مشہور برہمن خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور آپ کے آبا و اجداد علوم سنسکرت اور ویدک کی تعلیم میں خاص طور پر ممتاز سمجھے جاتے تھے

ڈاکٹر چٹا پادیائے نے ایڈنبرا یونیورسٹی سے ۱۸۷۷ء میں ڈاکٹر آف سائنس کی ڈگری حاصل کی اور ولایت سے مدراس آکر نظام کالج کی بنیاد ڈالی۔ سروجنی چٹا پادیائے ڈاکٹر مذکور کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔ آپ بچپنے ہی سے بہت تیز طبیعت ذکی و ذہین واقع ہوئی ہیں اور شاعرانہ جذبہ آپ کو قدرت نے ازل سے ودیعت کر دیا تھا جس کو آپ کے والد بزرگوار بھی باوجود کوشش کے دبا نہ سکے۔ اس واقعہ کے متعلق مسز نائیڈو نے خود تحریر فرمایا ہے کہ میرے والد کی یہ خواہش تھی کہ میں علم ریاضی اور سائنس کی ماہر بنوں۔ قابلِ فخر سروجنی نے جو آج دنیا میں سروجنی نائیڈو کے نام سے مشہور رہیں ۱۲ برس کی عمر میں مدراس یونیورسٹی کے میٹریکولیشن کا امتحان پاس کیا اور لوگوں پر اپنی ذکاوت کا سکہ بٹھا دیا۔ بہت سے لوگوں کو یہ معلوم کر کے تعجب ہوگا کہ میٹریکولیشن پاس کرنے سے قبل ہی آپ کا شاعرانہ جذبہ نمایاں ہو گیا تھا۔ آپ اپنے ایک خط میں جو آپ کے مجموعۂ نظم "گولڈن تھریشولڈ" کے دیباچہ میں چھپا ہے جو دیباچہ آرتھر سمنس کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے لکھتی ہیں "ایک روز جب کہ میں ۱۱ برس کی عمر کی تھی جبر و مقابلہ کا ایک سوال حل کر رہی تھی مگر سوال حل ہونا تھا نہ ہوا اور اس کی جگہ ۱۳۰۰ سطروں (مصرعوں) کی ایک نظم عالمِ وجود میں آگئی"۔ یقیناً سروجنی نائیڈو کو اُس وقت سوال کے حل نہ ہونے سے افسوس ہوا ہوگا مگر آج شاید وہ بھی اُس سوال کے حل نہ ہونے سے بہت خوش ہوں گی کون جانتا تھا کہ ۱۱ برس کی بچی کے شاعرانہ جذبات ایک سوال کے حل نہ ہونے سے بیدار ہو جائیں گے اور پھر وہ اُس کی آئندہ زندگی کو شاعرانہ زندگی اور قابلِ فخر شاعرانہ زندگی بنا دیں گے۔ آپ کی عمر پندرہ برس سے بھی کچھ کم ہی ہوگی جبکہ آپ کی آئندہ زندگی کی ایک اہم منزل نے وقت طلب صورت اختیار کر لی یعنی یہ کہ ڈاکٹر گوبند راجولو نائیڈو جو آگے چل کر آپ کے خاوند ہوئے گو ایک ممتاز خاندان سے تعلق رکھتے ہیں مگر برہمن نہیں ہیں اور اس سبب سے سروجنی چٹا پادیائے کو سروجنی نائیڈو بننے کے لیے

کچھ دقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔مس سروجنی کو ۱۸۹۵ء میں ولایت اُن کی مرضی کے خلاف ریاست حیدرآباد سے وظیفہ حاصل کرکے بھیجدیا گیا۔ ۱۸۹۸ء تک وہ ولایت میں رہیں کنگس کالج لندن اور اسکے بعد گرٹن میں تعلیم پاتی رہیں ۱۸۹۸ء میں آپ کی صحت خراب ہوئی اور ہندوستان واپس آئیں۔ہندوستان میں آنے کے بعد آپ نے ڈاکٹر نائڈو سے جو اڈنبرا یونیورسٹی کے ایم۔بی۔سی۔ایم ہیں شادی کرلی۔اُس وقت یہ ایک بڑی جسارت کا کام تھا کیونکہ اُس زمانہ تک ذات پات کی مشکلات اتنی کم نہیں ہوئیں تھیں جتنی اب کم ہیں جس زمانہ میں آپ ولایت میں تھیں اُس وقت آپ کئی مرتبہ اٹلی بھی گئیں اور اٹلی کا ملک آپ کو بہت پسند آیا۔اپنے خطوط میں اٹلی کی بہت تعریف کی ہے۔جس وقت آپ پہلی مرتبہ تعلیم کی غرض سے ولایت گئیں اُس وقت آپ خاصی شہرت حاصل کرچکی تھیں کئی نظموں کے علاوہ ایک ڈراما کی مصنف تھیں آپ کی اُس وقت کی حالت کے متعلق ایڈمنڈ گاس نے جنکو سروجنی نائڈو نے اپنی شاعری کی موجودہ روش پر ڈالنے والا قرار دیا ہے اور جنھوں نے آپ کی نظموں کے دوسرے مجموعہ "برڈ آف ٹائم" (وقت کا پرند) کا دیباچہ لکھا ہے یوں بیان کیا ہے کہ "جسوقت سروجنی چٹوپادھیائے ولایت آئیں تو وہ ۱۶ برس کی لڑکی تھیں مگر انگریزی لڑکیوں سے وہ اسقدر مختلف تھیں جسقدر ایک سوسن کا پھول ناگ پھنی سے۔اُن کی دماغی پختگی حیرت انگیز تھی مطالعہ غضب کا تھا اور دنیا کی معلومات میں مغربی لڑکیوں سے بدرجہا افضل تھیں" لندن پہنچنے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ مسٹر ایڈمنڈ گاس کے خاندان میں متعارف ہوئیں اور زیادہ عرصہ تک مسٹر گاس سے اپنی شاعری کو چھپا نہ سکیں۔سروجنی نائڈو کی شاعری میں تغیر پیدا ہونے کے واقعہ کو خود مسٹر گاس نے اپنے دیباچہ میں بیان کیا ہے جس میں ظاہر کیا گیا ہے کہ مسٹر گاس نے اُن سے کہا تم جو کچھ لکھنا

چاہتا ہوں کہ آپ نے کیا لکھا ہے" پس ایک بنڈل اُن کے سپرد کر دیا گیا جس کو دیکھکر اُنھیں
مایوسی ہوئی۔ گو وہ کلام شاعرانہ غلطیوں سے پاک تھا مگر اُس کی بنیاد مغربی خیالات اور
ٹینیسن اور شیلے کی مذاق پر تھی اور اُس میں عیسائیت کی جھلک بھی موجود تھی اُسے
دیکھکر آپ نے ہدایت کی کہ آپ مشرقی خیالات مشرقی جذبات مشرقی مناظر کو لکھا کریں چھوٹی
درختوں کو بیان کریں اور انگریزی زبان میں ہندوستان اور اپنے صوبہ کو پیش کریں
جس سے لوگ یہاں واقف نہیں ہیں یعنی آپ کو دکن کی ایک حقیقی شاعرہ بننا چاہیئے"
مسٹر گاس نے یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ سروجنی چٹاپادیائے نے میری رائے مان لی اور اسکے
بعد غالباً ایک حرف بھی پرانی روش پر نہ لکھا" اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سروجنی نائڈو انگلستان
میں جس نظر سے دیکھی جاتی ہیں اُس کا حال ذیل کے اُن خیالات سے ظاہر ہوگا جو انگلستان
کے اخبارات نے آپ کی نظموں کے پہلے مجموعہ پر ظاہر کیے ہیں۔

"سروجنی نائڈو کے شاعرانہ مشرقی مضامین اور نظموں کو میں سب سے بہتر خیال کرتا ہوں
اس چھوٹی سی کتاب سے مجھے امید ہے کہ اُن معترضین کی زبان بند ہو جائے گی جو کہتے ہیں کہ
عورت شاعری نہیں کر سکتی" ریویو آف ریویوز

"اُن کے اشعار خود زبان حال سے نغمہ سرائی کرتے ہیں اور ہر شعر میں جذبات کوٹ کوٹ کر
بھر دیے گئے ہیں اس موقع پر مغربی اور مشرقی تمدن کا اتحاد بُرا نہیں ہے۔ اُس نے شاعرہ
کو نئی آنکھیں بخش دیں جنکی بدولت وہ پرانی چیزوں کو ایک نئے عالم میں دیکھ سکی اسکا نتیجہ
ایسا عجیب ہے کہ جیسے ہم نظم کہنے سے باز نہیں رہ سکتے" ٹائمس

سروجنی نائڈو ایک فصیح و بلیغ مقررہ بھی ہیں اور ایک سوشل ریفارمر بھی۔ آپ اپنی
صنف کا درد غایت درجہ اپنے دل میں رکھتی ہیں جن لوگوں نے آپ کو کبھی تقریر کرتے سُنا ہے
وہ بتا سکتے ہیں کہ وہ کس قدر مادر ہند کی محبت رکھتی ہیں اور کن کن طریقوں سے وطن کی خدمت
کرنا چاہتی ہیں۔ آپ کی کوئی تقریر حب وطن۔ خدمت صنف لطیف کے موضوع سے خالی نہیں ہوتی

آپنے ہندوستان کے سیاسی۔ سوشیل پلیٹ فارموں پر اکثر تقریریں کی ہیں جس وقت آپ تقریر کرنے کھڑی ہوتی ہیں اُسوقت آپ پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوجاتی ہے اور بلا مبالغہ ہر سُننے والے کو وجد پیدا کرادیتی ہے۔ آپ کا طرز تقریر نہایت دل آویز اور شیریں ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک خداداد شاعر نظم کو منضبط کرکے لوگوں تک پہنچانے کا کام کر رہا ہے۔ درد۔ جوش محبت ہمدردی یہ ایسی باتیں ہیں جو آپ کی تقریر کا نمایاں جزو ہیں۔ بڑے سے بڑا مجمع آپ کی تقریر کے وقت اس حالت میں ہوتا ہے کہ گویا ہر شخص کی روح پر کسی دوسرے کا قبضہ ہے اور تقریر کرنے والے کی روح خود اسکے قبضہ میں نہیں ہے بلکہ کوئی نا معلوم قوت اُس سے تقریر کرا رہی ہے۔ ہندوستان میں اسوقت بہت سے انگریزی زبان کے مقرر ہیں مگر بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ کسی ایک شخص کی تقریر کو قدرت نے وہ دل آویزی نہیں بخشی جو مسز نائڈو کے حصہ میں آئی ہے آپ کی حرکات و سکنات سے شاعری ٹپکتی ہے ہر لفظ شاعرانہ جذبہ میں ڈوبا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ سروجنی نائڈو کسی دوسرے وقت سے زیادہ تقریر کرتے وقت شاعرہ اور مجسم شاعرہ معلوم ہوتی ہیں شاعری اور حسن سے آپ کی محبت کا صحیح علم اُسوقت ہو سکتا ہے جب کوئی شخص آپ کو تقریر کرتے وقت دیکھے۔ معلومات کا دائرہ نہایت وسیع ہے اُردو فارسی اور اسکی شاعری کا مذاق سلیم آپ میں پایا جاتا ہے اسکی ایک مثال ہم ایک واقعہ کو پیش کرکے دیتے ہیں۔

ایک نازک شاخ پر گلاب کا ایک دل آویز پھول ہوا کے جھونکوں سے جھوم رہا ہے۔ اُس پھول میں سے شاعرانہ نغمے پیدا ہو رہے ہیں اور لوگوں کے دلوں کو مسخر کر رہے ہیں نغمے آدھ گھنٹے سے جاری ہیں۔ نغموں کے تسلسل میں کچھ خرابی واقع نہیں ہوئی مگر کچھ طرز بدلا اور لوگوں نے اس شعر کو سنا ؎

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بسے   شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

اس شعر کے بعد پھر نغموں کا سلسلہ شروع ہوگیا لوگ شعر، مقرر اور تقریر کے اثر میں ڈوب گئے تقریر کے اختتام پر اسلام کے بعض احکام کا حوالہ دیا گیا اُسکے بعد مسز نائڈو اپنی کرسی پر متمکن ہوگئیں۔ یہ تقریر آل انڈیا مسلم لیگ کے گذشتہ اجلاس میں کی گئی تھی ہم طوالت کی وجہ سے اس مضمون کو مجبوراً ختم کرتے ہیں اگر ممکن ہوا تو آیندہ مسز نائڈو کی شاعرانہ زندگی پر کچھ لکھیں گے۔

ایک معرف

تلاشِ عیش

(سلسلے کے لیے تمدن نمبر ملاحظہ ہو)

حسینہ ہفتوں اسی ادھیڑ بن میں رہی کہ کس طرح تھیٹر جاؤں۔ آخرکار جوئندہ یابندہ ایک موقع اسے مل ہی گیا۔ مولوی صاحب اپنے پیرومرشد کے پاس ایک روز الہ آباد گئے۔ مولانا صاحب قبلہ کی طبیعت کچھ ناساز ہوگئی تھی جسکی اطلاع بذریعہ تار مولوی فخرالدین صاحب کو بھی کی گئی تھی۔ اسی قسم کی اطلاعیں مولانا کی جانب سے ان کے تمام معزز مریدوں کو کردی جاتی تھیں اگرچہ مولانا صاحب خود اپنے کو اس کا ذمہ دار نہیں قرار دیتے تھے بلکہ جب مرید ایک ایک کرکے پہنچتے تو ان پر مولانا برہم ہوتے کہ تم لوگ اپنا کاروبار چھوڑکر کیوں آئے اور اطلاع کا الزام بیان انیس احمد کے سر تھپتا کہ فرطِ محبت اور بیوقوفی کی وجہ سے انھوں نے تار دیدیے۔ اور بیچارے انیس احمد بھی ایسے اہلِ حیثیت کہ یہ سمجھ لیتے کہ مجھ ہی سے بیوقوفی ہوئی۔ دنیا میں ایسے پاک نفوس کثرت سے موجود ہیں جو دوسروں کے اشاروں سے کوئی کام کرتے ہیں اور اس کام پر جب الزام بیوقوفی وہی صاحب لگاتے ہیں جنکے ایما سے وہ کام ہوا تو بغیر چون و چرا کیے اپنی حماقت کے قائل ہوجاتے ہیں۔ یہ ہی برگزیدہ ذاتیں ہیں جو ذہین اور تیز دماغ والوں کو مکار اور فریبی بننے کی ترغیب دیتی ہیں اور بغیر جانے ہوئے انکی معین اور مددگار ہو جاتی ہیں۔ سچ ہے کہ کمزوری اور بیوقوفی دنیا کے لیے اس معنی میں ایک بڑی مصیبت ہے کہ تمام نیک اعلےٰ اخلاق اس سے مٹ جاتے ہیں۔ دغا فریب ظلم و تعدی اسی طرح کی بداخلاقی ہے جیسے حرام کاری جو بذریعہ بدفعل عورتوں کے عمل میں آتی ہے جس طرح ایک بدفعل عورت کسی مرد کو حرام کار بناتی ہے اسی طرح ایک بے عقل آدمی ایک ذی عقل کو

دغابازی اور ایک کمزور دوسرے طاقتور آدمی کو ظالم بنا دیتا ہے۔ ایک قوم دوسری قوم پر حکومت اسی وجہ سے کرتی ہے۔ ورنہ اعلائے اخلاق کے یہ بالکل منافی ہے۔

بہر حال حسینہ کو موقع ملا اور اس نے پورا فائدہ اس سے اٹھایا نصیبن کے لڑکے کے ذریعہ سے گاڑی منگائی گئی۔ گاڑی کی چھت پر وہ بیٹھا اور گاڑی کے اندر حسینہ اور نصیبن بیٹھ کے روانہ ہوئیں۔ حسینہ کے خوف کی یہ حالت تھی کہ راستہ میں جو بڈھا آدمی نظر آتا تھا اسکو یکایک یہی خیال ہوتا تھا کہ میرا شوہر ہے۔ لرزتی اور کانپتی ہوئی حسینہ تھیٹر پہنچی۔ نصیبن کے لڑکے نے ٹکٹ لاکے دیے اور زنانہ درجہ کے دروازہ تک دونوں عورتوں کو پہنچا کر واپس آیا اور چار آنہ والے درجے میں اس طرح جاکے بیٹھا جیسے کوئی اپنے گھر میں آکے بیٹھتا ہے۔

حسینہ جس وقت پہنچی ہے اس وقت تک تماشہ شروع نہیں ہوا تھا پردہ پڑا ہوا تھا۔ روشنی سے پورا تھیٹر جگمگا رہا تھا۔ دبی آوازوں سے لوگ باتیں کر رہے تھے۔ کوئی ہنستا تھا کوئی مسکراتا۔ ہر شخص کے چہرہ پر خوشی اور بشاشتی تھی یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ دنیا کا وہ حصہ ہے جہاں غم و فکر کا دخل نہیں ہے۔ حسینہ نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس منظر کو دیکھنا شروع کیا اور دل میں خیال کرنے لگی کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو ایسی خوش و خرم زندگی بسر کرتے ہیں۔ اتنے میں ایک پارسی دو لیڈیوں کو ساتھ لے کے آرکسٹرا میں آیا اور اپنی ریزرو کی ہوئی سوفا پر بیٹھ گیا۔ دونوں جوان عورتیں خوش دلی اور مسرت کی زندہ تصویریں تھیں۔ حسینہ کی نگاہیں انکے چہروں پر گڑ گئیں تھوڑی دیر تک اسی طرح انکی صورت دیکھا کی اس کے بعد ایک ٹھنڈی سانس بھری اور دوسری جانب دیکھنے لگی۔ ایک خوش پوشاک اور حسین عورت اسکے پاس بیٹھی تھی حسینہ کی حیرت زدہ صورت دیکھکر اس نے دریافت کیا

”کیا آپ پہلی مرتبہ تھیٹر آئی ہیں؟“

حسینہ۔ جی ہاں اس سے پہلے میں کبھی نہیں آئی۔ دیکھیے کیسی چہل پہل اور لطف کی جگہ ہے۔

عورت۔ لطف کے واسطے تو لوگ یہاں آتے ہی ہیں۔ آج تماشہ بھی بہت اچھا ہے۔ اچھا کیا آپ نے جو آج آئیں۔ آپ کے صاحب بھی آئے ہوں گے۔ میرے صاحب تو (اشارہ کر کے) وہ بیٹھے ہیں۔

حسینہ۔ تو کیا آپ اپنے میاں کے ساتھ آئیں

عورت۔ میں سیکڑوں دفعہ آ چکی ہوں۔ مگر ان کے ساتھ ہی آتی ہوں مجھے اکیلے آتے اچھا نہیں لگتا۔ مجھے یہی خیال آتا ہے کہ میں یہاں چلی آؤں گی تو وہ اکیلے گھر میں رہیں گے دل گھبرائے گا۔

اسکے ساتھ ایک دوسری عورت بھی تھی وہ بولی "ڈرتی ہو گی کہ اکیلے گھر میں بیٹھ کے کوئی گُل نہ کھلائیں"

عورت۔ نہیں خدا کی قسم ان کی طرف سے مجھے بالکل اطمینان ہے ان باتوں کا دل میں خیال بھی نہیں۔

حسینہ کا دل اس نسوانی خیال سے بالکل ہی پاک تھا اس لیے اس جملہ پر مسکراہٹ تک نہ آئی۔ پہلی عورت نے اپنے سوال کو پھر دُہرایا۔

"آپ کے میاں کون سے ہیں"

حسینہ:۔ (کچھ ٹھہر کے) وہ میرے ساتھ نہیں آئے ہیں۔

دوسری عورت:۔ تو آپ کو بھی اپنے میاں کی طرف سے ہماری بہن کی طرح بالکل اطمینان ہے۔

حسینہ:۔ اطمینان کس بات کا۔

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ گھنٹی بجی اور پردہ اُٹھا۔ حسینہ کی نظر کے سامنے

یکایک وہ سماں پیش ہوگیا جس کا خیال دماغ میں وہ قائم کر ہی نہیں سکتی تھی - بے اختیار کرسی پر سے بالشت دو بالشت اونچی ہوگئی - اسی بے اختیاری میں منہ سے نکل گیا "ا یا ہا ہا" اور اتنی زور سے کہ نیچے سے بہت سے مرد اوپر دیکھنے لگے۔

پہلی عورت:- اے ہے آپ تو بچوں کی طرح خوش ہو رہی ہیں - دیکھیے سب لوگ آپ کی آواز سے اوپر دیکھنے لگے۔

حسینہ شرما کے چپکی بیٹھ گئی -

تھیٹر میں تماشا "حسن کی دیوی" کا تھا - اس تماشہ کو نیشنل تھیٹریکل کمپنی نہایت ساز و سامان کے ساتھ اسٹیج پر لائی تھی - اسکو کامیاب بنانے میں کمپنی نے کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا تھا - صرف کثیر سے تمام سامان و پوشاک مہیا کی گئی تھی اور ملک کے استاد ایکٹروں کے سپرد ہر ایک پارٹ کیا گیا تھا - دربار حرام آباد کا سین جسکو دیکھ کے حسینہ کے منھ سے بے اختیار آ ہا ہا نکل گئی تھی واقعی ایسا تھا کہ یکایک دیکھنے سے آنکھوں میں چکا چوند ہو جائے - اسکے ساتھ پھر ایک دلکش نغمہ اور دلفریب رقص یہ سب چیزیں ایسی تھیں کہ انسان کی طبیعت اپنی اصلی حالت میں قائم نہیں رہ سکتی اور خاص کر اسکی جس نے پہلے پہل تھیٹر میں قدم رکھا ہو - حسینہ شروع سے آخر تک محو حیرت رہی اور جو کچھ دیکھتی اور سنتی تھی یہ معلوم ہوتا تھا کہ جزو روح ہو رہا ہے - آخری سین جسمیں "حسن کی دیوی" نے رقص شروع کیا ہے ایسا تھا کہ پوری تماشا گاہ کو رقص میں لے آیا - کوئی اپنی حالت میں نہ تھا ہر شخص کے عضو عضو پھڑکنے لگے - حسینہ کی تو یہ حالت تھی کہ معلوم ہوتا تھا ابھی کود کے اسٹیج پر چلی جائے گی اور ناچ میں شریک ہو جائے گی - یہ بیتابانہ حالت پیدا کر کے یکایک بھیرویں میں "حسن کی دیوی" نے جب یہ چیز شروع کی "بہت سہی توری گاری - کنہیا - اب نا سہونگی" تو پورا مجمع بیچین ہوگیا اور ٹس بڑ گئی - تماشہ میں یہ رقص و سرود جذبہ انتقام بھڑکانیوالا تھا

لیکن دکھلایا یہ گیا تھا کہ نواب حرام آباد میں سوائے حس شہوانی پیدا ہونے کے کسی اور قسم کا حس نہ پیدا ہوا۔ کثرتِ تعیش میں احساسات میں امتیاز باقی نہیں رہتا ہر ایک ایک ہی رنگ میں رنگ جاتا ہے۔ آخر میں جب نواب نے "حُسن کی دیوی" کو بُلا کے گلے سے لپٹانا چاہا اور اس نے نواب کے پہلو میں خنجر مارا ہے اُسوقت ایک عجیب قسم کا جوش وخروش تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ لوگ زمین کی سطح پر نہیں بلکہ اس سے مرتفع کوئی سطح ہے وہاں کھڑے ہیں اور وہی "حُسن کی دیوی" انکو گھسیٹ کے وہاں لے گئی ہے اسی کے بعد ہی یکایک ڈراپ سین گرجانے سے سناٹا اور ہو کا عالم ہو گیا۔

حسینہ جب گھر واپس گئی ہے تو گاڑی میں برابر یہی چیز گن گنا رہی تھی "بہت سہی توری گاری" رات کو خواب میں بھی اُسے یہی تماشا دکھلائی دیا دن کو جب اُٹھی یہی چیز بے اختیار اسکے منہ سے نکلتی تھی۔ اصلی دُھن کی نقل تو اس نے مکمل طور پر اُتار لی تھی البتہ تال اور لپٹا گلے سے نہ نکل سکتا تھا۔ تماشہ کے بہت سے چلتے بہت سے گیت اُسے ازبر ہوگئے تھے اور دن بھر بیٹھی انہیں دُہرایا کرتی تھی۔

مولوی صاحب جب آبلے ہیں تو ایک روز اس نے ایک خط بلقیس کو لکھا جسمیں تفصیل سے اپنے تھیٹر جانے کا واقعہ بیان کیا اور شروع سے آخر تک تماشے کی کیفیت لکھی آخر میں لکھا کہ اگر تم نے اس تماشے کو ابتک نہ دیکھا ہو تو ضرور دیکھو۔ بلقیس کو جس روز یہ خط ملا ہے اسی روز رات کو وہ تماشا دیکھکر آئی تھی اور اسپر اس درجہ اسکا اثر تھا کہ وہ خیال کرتی تھی کہ اسکی زندگی میں اسکی وجہ سے بہت بڑا انقلاب ہو جائے گا۔ اس نے تہیہ کر لیا کہ جس روز یہ تماشا ہوگا میں تھیٹر ضرور جاؤں گی۔ چنانچہ حسینہ کے خط کے جواب میں اس نے اپنے دل کی کیفیت من وعن بیان کی آخر میں یہ لکھا "افسوس ہے کہ مجھے گانا نہیں آتا نہیں تو تمہاری طرح اس تماشے کے بہت سے گیت میں بھی

یاد کر لیتی اور گا کے اپنا دل خوش کر تی۔ تمنے تو نقل اُستاری ہوگی کیا اچھا ہوتا کہ تمہارے گلے سے بھی وہ چیزیں سُنتی۔ میں تو کہتی ہوں کہ تمہاری آواز اس گانیوالی سے بہتر ہے۔ تمہارا نام بھی حسینہ ہے اور حسین ہو بھی تم اگر حُسن کی دیوی بن کر آتیں تو محشر بپا کر دیتیں مگر تم میں لڑکپن اور ہلکا پن بہت ہے حُسن کی دیوی بننے کے واسطے گہرے پن اور بردباری کی بھی ضرورت ہے کیونکہ وہ صرف عمدہ ناچنے گانیوالی نہیں ہے بلکہ اسی ناچنے گانے کو اپنے اعلےٰ مقصد حاصل کرنے کا ذریعہ بناتی ہے۔ کاش ایسی عورتیں اور بہت سی ہوتیں۔"

اس خط کا حسینہ پر یہ اثر ہوا کہ اسکا بے اختیار دل چاہنے لگا کہ میں اسٹیج پر جا کے گاتی اور لوگوں کو بیتاب کرتی جس طرح مس فیروزہ "حُسن کی دیوی" بنی تھی ایک خاص ادا کے ساتھ اسٹیج پر آتی تھی اور اسکے ظاہر ہونے پر ایک شور و غل مچ جاتا تھا اور اسکے ہر گیت اور ہر حرکت پر تحسین و آفریں کے نعرے بلند ہوتے تھے اسیطرح میں بھی جب اسٹیج پر آؤں تو لوگ تڑپ جائیں اور اسٹیج پر ریشمی رومالوں گلدستوں اور پھولوں کا انبار لگ جائے مس فیروزہ تو ایسی خوبصورت بھی نہیں ہے میں اس سے زیادہ خوبصورت ہوں۔ بلقیس نے سچ کہا میری آواز اس سے بہت اچھی ہے میں تھیٹر کے واسطے بنی تھی اس قفس میں میری مٹی خراب ہوئی۔ بلقیس نے ایک دن خوب بات کہی تھی۔ دنیا میں اصل جو خرابی ہے وہ یہ کہ جو جس چیز کا اہل ہے وہ اسکو نہیں ملتی۔ حسینہ مولوی فخر الدین کی بیوی بنے واہ کیا جوڑ ہے۔ کہاں حسینہ کہاں نگوڑے مولوی دنیا کمبخت اندھی ہے بے جوڑ کپڑا پہین لو تو نکتہ چینی کرتی ہے۔ بے جوڑ رشتہ کو دیکھ کے چُپ ہو جاتی ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ بیدوستی اس رشتہ کو تڑوا دے۔ دوڑ کے بڑے آئینہ کے پاس گئی اور سر سے پیر تک اپنے کو غور سے دیکھا سڑی پن جو سوجھا تو آئینہ میں اپنے کو پیار کر لیا۔ وہاں سے گاتی ہوئی واپس آئی وہ ہی دُکندھیا۔ اب

نا سہوں گی"

حسینہ اس وقت ایسی محو اور مست تھی کہ کسی طرف کچھ نہ دیکھا۔ مولوی صاحب اندر آ گئے تھے آئینہ کا پیار کرنا بھی دیکھا اور گاتے ہوئے والیس آنا بھی کوئی دوسرا ہوتا جسکے دل میں ایک قطرہ بھی خون کا ہوتا وہ اس وقت اپنے کو حسینہ کے قدموں پر بے تاب ہونا۔ گو تیا گر مولوی صاحب کا دل بالکل ہولی کا کنکر اور اتنا سخت تھا کہ تمام اثرات اس سے ٹکرا کے خود شکست ہو جاتے تھے۔ سکوت اسی بھی ضرب نہ آتی تھی۔ حسینہ نے مڑ کے جو دیکھا تو ناک بھوں چڑھا چہرہ دکھلائی دیا۔ بے اختیار چیخ کے بولی "اے ہے۔ تم نگوڑے کہاں سے آ گئے؟"

عبدالوالی

مضامین قاری

یعنی قاری محمد سرفراز حسین صاحب عزمی دہلوی (علیگ) سیاح جاپان و انگلستان کے اُن معرکۃ الآرا مضامین کا مجموعہ جو ہندوستان کے مشہور اخبارات میں شائع ہو کر ملک و قوم سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں ایک کتاب کی صورت میں چھپ کر تیار ہیں۔ ان مضامین کا زیادہ حصہ قومی اور اسلامی معاملات سے متعلق ہے اور یہ غیر ممکن ہے کہ ایکمرتبہ بھی پڑھنے کے بعد دل متاثر نہو۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ خود ہی ملاحظہ کرنے کے بعد یہ طے کرینگے کہ مسلمانوں کے لیے ان مضامین کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ کتاب میں مصنف صاحب موصوف کی تصویر بھی شامل کر دی گئی ہے۔ لکھائی چھپائی نہایت عمدہ صفحات ۲۰۰ مجلد قیمت علاوہ محصولڈاک عہ ایک روپیہ

(درخواست خریداری جلد ارسال کیجیے ورنہ دوسرے اڈیشن کا انتظار کرنا ہوگا)

مینیجر تمدن بُک ایجنسی نا گاؤں لکھنؤ

غزلیات

حضرت محشر لکھنوی

روحِ کو راضی کیا میں نے تو راضی دل نہ تھا　　ورنہ اٹھنا محفلِ ہستی سے کچھ مشکل نہ تھا
چار آنکھیں ہوتے ہی قابو میں گویا دل نہ تھا　　کہہ گذرنا ورنہ حالِ ہجر کچھ مشکل نہ تھا
سننے والے یہ قصہ سنکے یوں دیتے ہیں داد　　یا تو یہ زندہ نہ تھا یا پاس اسکے دل نہ تھا
ہو گئی ہے عام راہِ عشق بھی اس دور میں　　منہ اٹھا کر جو چلا ناواقفِ منزل نہ تھا
دیکھنے والے مرے کیوں نقشِ حیرت بن گئے　　محوِ حسنِ دوست تھا آئینۂ محفل نہ تھا
اس گھڑی پر لاکھ جانیں صدقے جب تم سے ملے　　چھٹ گئے جس وقت پھر جینے کا کچھ حاصل نہ تھا
یہ رموزِ جذب ہیں مجنوں سے پوچھا چاہیے　　باطنِ محمل کا شاہد پردۂ محمل نہ تھا
قتلگہ کی سیر سے قاتل چلا ہے یوں اداس　　جیسے مرضی کے موافق کوئی بھی بسمل نہ تھا
مدتوں میں آزما کر دل کو یہ سمجھا مزاج　　لائقِ خلوت نہ تھا اور قابلِ محفل نہ تھا
طور پر موسیٰ کو بلوایا پئے دیدارِ حسن　　کون کہتا ہے کہ انسان جوہرِ قابل نہ تھا
دردِ باطن سے دہانِ زخم جو کچھ کہہ اٹھے　　شکوۂ تقدیر تھا وہ شکوۂ قاتل نہ تھا
بیٹھے جتنی دیر یاں میں پہ ہنسی آتی رہی　　دل لگی تھی آپ کے نزدیک دردِ دل نہ تھا
عشق کی دنیا کو نامحدود سنتے آئے ہیں　　کون تیرے حسنِ عالم سوز پر مائل نہ تھا
ایک ہی نالے کی قوت سے خدائی ہل گئی　　اضطرابِ ہجر میں روحِ اثر تھا دل نہ تھا

زندگی بھر کی ریاضت تھا دلِ محشر ضرور
پھر بھی او ظالم نگاہِ ناز کے قابل نہ تھا

ابوالصواب محمد حنیف علیم صاحب مہذب قریشی انصاری

وصلِ ابد ہو تجھ کو دی جستجو نے مجھے　　کھو جاؤں دو جہان سے کہ پا نجائے تو مجھے

اے قدر یوں جلائے کوئی شمع رو مجھے
اپنے سے آئے گرمیِ محفل کی بو مجھے

مقبول عشق جز دلِ بے آرزو نہیں
مایوس کر رہی ہے مری آرزو مجھے

آنکھیں کسی کے عالمِ شوخی کو دیکھنا
آنکھوں سے جائے اشک بہانا لہو مجھے

کیوں غمزہ شوخ بطرزِ خموشی سے ہو خفا
وہ چشمِ سرمہ سا ہے لبِ گفتگو مجھے

آشفتہ حالیوں نے بنایا بگاڑ کر
افسانہ تیرے گیسوؤں کا مو بمو مجھے

خانہ خراب ہستیِ خانہ خراب ہوں
در در پھرا رہی ہے تری جستجو مجھے

بس آبروئے ضبط سے میں ہاتھ دھو چکا
اے چشمِ نم پرست ڈبوئے گی تو مجھے

خو کردہ فراغ ہوں حرمان و یاس کا
بس چھوڑ میرے حال پہ اے آرزو مجھے

خود بینیوں سے پوچھ کہ حیرت نے کس لیے
آئینہ کر دیا ہے ترے روبرو مجھے

کعبہ میں قبلہ کیا؟ مگر از روئے مصلحت
اُس کی گلی میں دفن کریں قبلہ رو مجھے

وحشت میں گھونٹنے کو گلا یادگارِ جیب
کافی ہے ایک تار بھی زیبِ گلو مجھے

کھویا گیا کہ آپ سے باہر نہ جا سکا
پاتے ہیں وہ بھی منفعلِ جستجو مجھے

نازک مزاجیاں ہیں مری سازِ اضطراب
بہتر ہے کہ بزم میں چھیڑے نہ تو مجھے

دل پھٹ گیا ہے بے رخیِ التفات سے
تارِ نظر ملے کوئی بہرِ رفو مجھے

میرا چمن حریفِ بہار و خزاں نہیں
کیوں چھیڑتی ہے اے ہوسِ رنگ و بو مجھے

وہ ہے کہ وضعِ نازکِ غیرت گری سے کام
میں ہوں کہ پاسِ کشمکشِ آبرو مجھے

وعدے کی دلکشی ہوئی تمہید بے خودی
تم سے خجل کر گئی تغافل کی خو مجھے

ضبطِ نگاہ ناز نہیں اُن کے بس کی بات
خاموشیوں سے ہے گلۂ گفتگو مجھے

آئینۂ فروغِ تجلی ہے شش جہت
لو کھو کے خود وہ ڈھونڈتے ہیں چار سو مجھے

زخمِ شگفتہ رنگ سے دل باغ باغ ہے
اس گل سے کس بہار کی آتی ہے بو مجھے

دیکھا بھی؟ کب سے تاک میں تھا عشوۂ فنا
ظالم نگاہ پھیر کے دیکھ اور تو مجھے

دیر و حرم سے لے [illegible] کفر و دیں
شرمندہ کر رہی ہے تری جستجو مجھے

رنگ چمن نے غنچۂ تصویر یہ کر دیا | گویا دہن ہے مہرِ لبِ گفتگو مجھے
وجد آفریں ہے خلعتِ ہستی برائے جاں | اس پیرہن سے آتی ہے یوسف کی بو مجھے
نیرنگِ گریہ دیکھ۔ تمنائے دل نہ پوچھ | ہر قطرہ خوں ہے خونِ ہزار آرزو مجھے

اک بے خبر کی یاد تو کاہش فزا ہے رعب
کیا بھول ہی گئی اجلِ حیلہ جو مجھے

حضرت بیخود موہانی

کسی کے حکم کے یوں منتظر مسافر تھے | کہ ایک موت کی ہچکی کے ساتھ آخر تھے
کبھی تھا دعوئے قدرت کبھی تھا شکوۂ جبر | نظر جو کی تو نہ مجبور تھے نہ قادر تھے
مقام۔ کوچ۔ پلٹنا۔ کچھ اختیار میں تھا؟ | مسافرِ رہِ ہستی عجب مسافر تھے
سپاسِ لذتِ دنیا کروں۔ کہ مثلِ اجل | جو کام جبر سے لیتے حضور قادر تھے
مآلِ فطرتِ بیتاب اور کیا ہوتا | مرے نصیب مری ابتدا سے ظاہر تھے
اُٹھے تو رختِ سفر پھر وبالِ دوش ہوا | جو مرگ و قبر کے لوٹے ہوئے مسافر تھے
حیا کی آگ میں جلتے نہ کس طرح کشتی | عمل ہی اہلِ وفا کے مآل کافر تھے
کوئی نہ پوچھ سکا ان ترانیوں کا سبب | ترے جواب سے جو اہلِ دل تھے قاصر تھے
بھنور کے ساتھ ہی دریا کی تہ میں بیٹھ گئے | جو مد و جزرِ محیطِ خرد کے ماہر تھے؟
مری نگاہوں سے چھپ گیا جہاں آکر | خرد کے بل پہ جو دو روزہ غبارِ خاطر تھے

جہاں سے کھینچ کے مرے دل میں آرہے بیخود
جو اضطراب کے بکھرے ہوئے عناصر تھے

حضرت ولی شاہ جہاں پوری

ذرہ نواز ان کی طبیعت نہیں رہی | اب خاک میں بھی ملنے کی حسرت نہیں رہی
اس کبر و تمکنت سے وہ برباد کر چلے | گویا زمین پر مری تربت نہیں رہی

تغییرِ رنگ شرحِ الم سے حضورِ یار
اظہارِ حال کی مجھے حاجت نہیں رہی

ہاں اے نگاہِ یار ترحم کا وقت ہے
شوق آفریں کسی کی طبیعت نہیں رہی

کیا با اثر ہیں اشکِ ندامت کو دیکھنا
خاکِ مزار میں بھی کدورت نہیں رہی

او فتنہ گر یہ حشر خرامی کی شان ہے
دل بول اُٹھے کہ اب کوئی حسرت نہیں رہی

تھا ہجرِ یار میں یہ بڑا آہ سرد مارنا
اک اُف کے بعد دل پہ بھی قدرت نہیں رہی

وہ صدمہ ہائے سنگِ حوادث وہ کوہسار
ہٹنے کے بعد کچھ کوئی حسرت نہیں رہی

ہر موجِ حسن صورتِ آئینہ بن گیا
اب آئینہ کی اُن کو ضرورت نہیں رہی

کھینچی دلِ حزیں نے بڑی یاس سے اک آہ
جب عرضِ حال پر مجھے قدرت نہیں رہی

اے شوقِ دید پردہ وہ کون اب اُٹھائے
اپنی نگاہ میں تو یہ قوت نہیں رہی

ظاہر ہو تیرہ بختی عاشق کا کیسے اثر
اتنی بھی روشنی سرِ تربت نہیں رہی

وہ محوِ امتحاں ہیں کہیں ہاتھ رک نہ جائے
کیونکر کہوں کہ اب کوئی حسرت نہیں رہی

محشر بپا ہوا ہے بس اتنی سی بات پر
اک نالہ کش کے بس میں طبیعت نہیں رہی

اے دل بہارِ لالہ و گل ختم ہو گئی
اب زخمِ خوں چکاں کی وہ صورت نہیں رہی

حضرت شفق امروہوی

عیاں ہے شوقِ جنگ و صلح میرے دیدۂ دل سے
کوئی لڑتا ہے قاتل سے کوئی ملتا ہے قاتل سے

ہمارے قتل میں ایک ایک کی امداد کرتا ہے
قضا ملتی ہے خنجر سے ادا ملتی ہے قاتل سے

تڑپتے رہ گئے ہیں نقشِ پا بھی صورتِ بسمل
وہ تلواریں چلی ہیں شوخیِ رفتارِ قاتل سے

قضا آئینۂ خنجر دکھانے کیوں نہیں آتی
کہ میں سکتے میں ہوں نظارۂ رخسارِ قاتل سے

کسی کو وصل کی حسرت کسی کو قتل کی حسرت
کوئی قاتل سے ملتا ہے کوئی شمشیرِ قاتل سے

دلِ مجروح تڑپے خاک و خوں میں اور ہم دیکھیں
مگر کیا کیجیے کچھ بس نہیں چلتا ہے قاتل سے

اب اس سے بڑھ کے تاثیرِ محبت اور کیا ہوگی　　بدن سے روح نکلی ہے تو نکلا کوئے قاتل سے
کسی پر وار کرتا ہے تو پورا وار کرتا ہے　　تڑپنا لوٹنا دیکھا نہیں جاتا ہے قاتل سے
شہیدِ ناز ہو کر سختیِ ایام سے چھوٹے　　ہماری عمر کے دن کٹ گئے شمشیرِ قاتل سے

غلط کہتا ہے جو اس کو نیامِ سرخ کہتا ہے
شفق کا خون جا لپٹا ہے تیغِ قاتل سے

(ابو المظہر حضور نعیمی صاحب مراد آبادی (بھوپال))

جب بات وہ کرتے ہیں سرِ بزم کسی سے　　اُس وقت کی حالت کوئی پوچھے مرے جی سے
جس شوق جس ارماں میں گزرا ہوں میں جی سے　　مرتا نہیں اس طرح کوئی اپنی خوشی سے
اک چیز ہے دنیا میں محبت بھی کسی کی　　اس درد کی لذت کوئی پوچھے مرے جی سے
اُس وقت سے کچھ اور بھی دل بیٹھ گیا ہے　　دیکھا جو نکلتے اُسے دشمن کی گلی سے
اب خاک میں مل کر بھی نہ جائے گی یہ حسرت　　اس طرح بھی ظالم کوئی ملتا ہے کسی سے
اے دل کہیں کچھ اور شگوفہ نہ کھلا ہو　　بو دوست کی کیوں آتی ہے دشمن کی گلی سے
جنت میں بھی جائیں تو کبھی چین نہ آئے　　کچھ ایسی محبت ہے ہمیں اُن کی گلی سے
تو فتنۂ محشر سے بھی دب کر نہ چلے گا　　کہتے ہیں تری چال کے انداز ابھی سے
اک بات ہے جو باعثِ بے تابیِ دل ہے　　اک راز ہے جو کہہ نہیں سکتا میں کسی سے
پھر بگڑے ہوئے طور نظر آتے ہیں دل کے　　پھر سلسلہ خط و کتابت ہے کسی سے
آ! تجھ سے گلے مل کے میں رو لوں دلِ ناشاد　　رویا تھا کبھی تو بھی گلے مل کے کسی سے
بے چین جو ہے کوئی تو یہ اُس کا مقدر　　تم چین سے بیٹھو تمھیں کیا کام کسی سے

یاد آتا ہے رہ رہ کے ہمیں اب وہ زمانہ
جب رسمِ محبت تھی حضورؔ اپنی کسی سے

اک نظر

مطبوعہ مضامین پر اشاعت:- افسوس ہے کہ ہمیں اسوقت اپنے بعض کرم فرماؤں کے متعلق ایک غیر خوشگوار فرض ادا کرنا پڑتا ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض حضرات مطبوعہ مضامین غیر مطبوعہ بنا کر رسالجات میں بھیجدیتے ہیں چنانچہ اس کا پہلا تجربہ ہمیں جناب ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی کے ایک مضمون کے متعلق ہوا تھا اسکے متعلق سختی سے لکھا گیا اسپر آپ نے "تمدن" میں مضمون بھیجنا بند کردیا۔ دوسرا اس قسم کا واقعہ جناب مولوی محمد حسین صاحب محوی لکھنوی کے چند چھوٹے چھوٹے مضامین کے متعلق ہے۔ جناب محوی صاحب نے ہمیں چند مضامین "تمدن" میں اشاعت کے لیے ارسال کیے تھے اور اُن کا غیر مطبوعہ ہونا تحریر کیا تھا۔ لیکن معلوم ہوا کہ ان مضامین سے دو گزشتہ الناظر کے مارچ و اپریل ۱۹۱۴ء کے نمبروں میں شائع ہو چکے ہیں۔ ہمیں سخت افسوس ہے کہ ہمیں اپنے کرمفرما جناب محوی صاحب کی طرف سے اس قسم کی شکایت پیدا ہوئی۔ گمان غالب ہے کہ جناب محوی صاحب سے یہ غلطی سہواً ہو گئی ہوگی مگر اُمید ہے کہ آئندہ مضمون نگار صاحبان "تمدن" میں اشاعت کے لیے کوئی مضمون ارسال کرنے سے قبل اسکے غیر مطبوعہ ہونے کا اطمینان فرما لیا کریں گے۔

ارض القرآن:- اس نام کی ایک کتاب جناب مولانا سید سلیمان صاحب ندوی اڈیٹر معارف نے شائع کی ہے۔ مولانا سید سلیمان صاحب ندوہ اور مولانا شبلی نعمانی کے قابل قدر شاگرد ہیں۔ نظام کالج میں ایک عرصہ تک پروفیسر رہنے کے بعد آپ نے اس انجمن کی نظامت کا کام اپنے ذمہ لیا ہے جو ان کے استاد مکرم جناب مولانا شبلی نعمانی کی یادگار میں دارالمصنفین کے نام سے اعظم گڈھ میں قائم ہے۔ یہ کتاب عرب کی جغرافیائی تحقیق پر مشتمل ہے۔ اس میں یونانی۔ رومی۔ اسرائیلی مصری۔ عربی روایات کے متعلق ایک محققانہ بحث کی گئی ہے اور عرب کے قبل نزول قرآن اور مابعد نزول قرآن کے صوبوں کا جغرافیہ درج کیا گیا ہے۔ کتاب میں مغربی محققین کی بدلائل

معقول تردید کی ہے جنھوں نے واقعات سے غلط اور متعصبانہ نتائج نکالے ہیں۔

مولانا سید سلیمان صاحب ایک قابل شخص ہیں اور ہمیں یہ بات اپنی توقعات کے بالکل موافق محسوس ہوئی کہ آپ نے جس امر کی تحقیق کو لیا ہے اور جس بحث کو چھیڑا ہے اس میں نہایت درجہ کامیابی حاصل کی ہے اس نوعیت کی کوئی کتاب اس وقت تک اُردو زبان میں موجود نہیں ہے اسلیے جناب مولانا صاحب اور بھی زیادہ مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے اُردو زبان میں ایسے لٹریچر کو مہیا کردیا جس کی ضرورت تھی۔ اور جس قسم کی کتابوں کے موجود نہونے پر ہر مسلمان کو ان لوگوں کے سامنے شرمندہ ہونا پڑتا ہے جو اس قسم کی کتابوں کو طلب کرتے ہیں۔ کتاب کی لکھائی چھپائی بہت اچھی ہے البتہ بعض جگہ غلطیوں نے لطف عبارت میں خامی پیدا کردی ہے۔ یہ ۳۲۳ صفحہ کی مجلد کتاب دارالمصنفین اعظم گڈھ سے عہ؍ کو مل سکتی ہے۔

تاریخ یہود:۔ ہمارے کرمفرما مولوی محمد صدیق حسین صاحب خلف جناب مولانا عبدالحلیم صاحب شرر نے اپنے رسالہ مورخ میں جس کا مقصد تواریخ کی اشاعت ہے تاریخ یہود شائع کی ہے۔ تاریخ یہود کچھ عرصہ ہوا مکمل ہوگئی اور بالاقساط مورخ میں نکلنے کے بعد کتابی صورت میں شائع ہوئی ہے۔ تاریخ یہود کے مؤلف ہندوستان کے مشہور اہل قلم جناب مولانا عبدالحلیم صاحب شرر ہیں اور کتاب بنی اسرائیل کی مکمل تاریخ ہے اس میں حضرت عیسٰی سے قبل کے کل انبیا کے حالات درج ہیں اور اس سلسلے میں اسیریا، بابل والوں، مصریوں، ایرانیوں، یونانیوں، رومیوں اور بعض دیگر اقوام کے حالات بھی آگئے ہیں۔ تاریخ یہود گو خود ایک مکمل تاریخ ہے مگر اصل میں تاریخ ارض المقدس کا پہلا حصہ ہے کتاب کے آخر میں چند نقشے درج کیے گئے ہیں جس میں بعض ارض مقدس کے نقشے ہیں اور چند میں بادشاہوں کی حکومت دکھائی گئی ہے اور بعض تاریخی مقامات کے ہیں اور چند تصاویر بھی ہیں جن میں مختلف طبقوں کے لباس کو نمایاں کیا گیا ہے۔ جناب شرر اُردو زبان کے اہل قلم میں اتنے زیادہ مشہور ہیں کہ انکے طرز تحریر کے بیان

کسی قسم کے تعارف کی ضرورت نہیں آپکا نام کتاب کی شستہ طرز تحریر کی ضمانت ہے ملاواحد لکھنو کے کتاب کی ضخامت ۲۵۶ صفحے ہے لکھائی چھپائی بھی اچھی ہے۔ قیمت عہ مجلد عما۔
پتہ علاوہ دفتر المو بچ کٹرہ بزن بیگ خاں لکھنو وغیرہ دفتر تمدن سے مل سکتی ہے۔

سخن سنج :۔ اس نام کا چھوٹی تقطیع پر سہ ماہی رسالہ جناب حکیم سراج الحق صاحب منیجر دلگداز کی ایڈیٹری میں دلگداز پریس سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ اس رسالہ کی ایک خصوصیت تو یہ ہے کہ بجائے متعدد میں اسوقت سخن سنج صرف تنہا سہ ماہی رسالہ ہے۔ رسالہ میں مضامین نظم و نثر ہوتے ہیں اور اُن میں سے بعض ممتاز اہل قلم کے زور قلم کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ سخن سنج کی سالانہ قیمت ۱ روپیہ ہے نمونہ ۱۰ کا ٹکٹ آنے پر دفتر سخن سنج کٹرہ بزن بیگ خاں لکھنو سے مل سکتا ہے۔

یادگار مولانا سید کرامت حسین صاحب مرحوم :۔ جناب چودھری محمد علی صاحب تعلقدار ردولوی نے شائع کی ہے اسمیں چودھری صاحب نے مولانا سید کرامت حسین صاحب مرحوم کی پرائیویٹ زندگی کے حالات دلچسپ پیرایہ میں درج کیے ہیں اور دکھایا ہے کہ مولانا کے دل میں قومی ترقی اور خصوصیت کے ساتھ تعلیم نسواں کا کتنا درد تھا۔ کتاب کے شروع میں مولوی کرامت حسین صاحب کی ایک تصویر بھی ہے اسکے بعد آنریبل سر راجہ محمد علی محمد خاں صاحب والی محمود آباد کی ایک تقریظ درج ہے اس کتاب کی اشاعت کا مقصد جسکو جناب چودھری صاحب نے بھی ظاہر فرمایا ہے اور جسکے لیے جناب راجہ صاحب نے بھی اپیل کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا مسلم گرلز اسکول بار آور ہو اس کی طرف قوم کی توجہ مبذول ہو جائے۔ جناب مولانا کرامت حسین صاحب کی موت نے تعلیم نسواں کو جسقدر نقصان پہنچایا ہے اس کی تلافی ہونی آسان نہیں ہے۔ مولانا کرامت حسین مرحوم کے دنیا سے اُٹھ جانے سے مسلم گرلز اسکول لکھنؤ کو بھی نقصان پہنچا لیکن اگر قوم کی توجہ اس کی طرف حقیقی طور پر مبذول ہو جائے تو مسلم گرلز اسکول کی حالت نہ صرف ویسی ہی قائم رہ سکتی ہے جیسی کہ مولانا مغفور کے زمانہ میں تھی بلکہ اس سے کچھ زیادہ ترقی کی صورتیں نظر آنے لگیں گی۔ ہم مسلم گرلز اسکول کی طرف قوم کی توجہ مبذول کرانے کو

اپیل میں چودھری محمد علی صاحب اور راجہ صاحب محمود آباد کے ہم آہنگ ہیں اور توقع کرتے ہیں کہ قوم مسلم گرلز اسکول کی طرف سے اتنی عدم توجہی نہ برتے گی جتنی اس نے اسوقت تک برتی ہے اور جس کی وجہ سے جسٹس کرامت حسین صاحب مرحوم کو زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ کتاب چودھری محمد علی صاحب سے ردولی ضلع بارہ بنکی کے پتہ پر درخواست کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔

اصنام العرب:- یہ ایک چھوٹی سی کتاب ہے جس کے مؤلف تمدن کے عنایت فرما جناب مولوی سید ظفر احسن صاحب علوی ناظم دائرۃ الادب دہلی ہیں آپ نے اس مختصر کتاب میں عرب کے علم الاصنام پر تاریخی اور مفصل معلومات جمع کی ہے نیز یہ بھی بتایا ہے کہ بت پرستی کا وجود کیونکر ہوا اور کون اس کو عالم وجود میں لایا۔ بت کیونکر خانہ کعبہ میں بارسوخ ہو گئے۔ کون کون سا بت کہاں کہاں بنا اور کس کس جگہ نصب کیا گیا اور پھر وہ کیونکر تباہ ہوئے اور اہل عرب کیوں ان کی پرستش کرتے تھے۔ کتاب دلچسپ پیرایہ میں لکھی گئی ہے اور اس میں اچھی معلومات جمع کی گئی ہیں۔ یہ کتاب ۲/ قیمت پر دائرۃ الادب دہلی سے مل سکتی ہے۔

میاں پوت = یہ نام ناظرین تمدن کو عجیب سا معلوم ہوگا یہ ایک ناول کا نام ہے جو جناب باسط صاحب بسوانی نے تصنیف کیا ہے۔ نام کی طرح ناول میں بھی ناظرین کو جدت محسوس ہو گی۔ یہ ظریفانہ پیرایہ میں ایک اخلاقی ناول ہے۔ قیمت ۴/ سے پتہ ملا ماسٹر باسط علی صاحب باسط۔ بسواں ضلع سیتاپور۔

آپ گھر بیٹھے انگریزی سیکھ لیجیے اگر آپ انگریزی زبان جلدی عمدہ طور سے اور آسانی کے ساتھ سیکھنا چاہتے ہیں تو فوراً منشی ... صاحب کا انگلش ٹیچر پڑھیے اسکی جانچ سررشتہ تعلیم کے بڑے بڑے افسروں نے نہایت شوق سے کی ہے اور اعلیٰ رائیں تحریر فرمائی ہیں یہ کتاب اس قدر پر فروخت ہو رہی ہے کہ اگر تمام انگلش ٹیچروں سے ... اور مفید نہو تو قیمت واپس اور کتاب مفت۔ قیمت عمدہ ایک روپیہ محصول ...
محصول معاف ملنے کا پتہ منیجر کارخانہ تمدن ...

مَیں خوبصورت نوجوان لیڈی ہوں

نوجوانو! خبردار ہوجاؤ

حسن و خوبصورتی پیدا کرنے والا - چہرہ کی رنگت سفید کرنے والا

پری جمال صابن

جو تمام دنیا میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کرچکا ہے - اور جس نے اپنے مفید ہونے کی وجہ سے بڑے بڑے نوابوں ورئیسوں اور راجاؤں سے سرٹیفکیٹ حاصل کیے ہیں - فوراً منگا کر استعمال کرو - آجکل بہت سے صابن فروخت ہورہے ہیں - ان سے بچنا چاہیے - اور ہمیشہ پری جمال صابن خاص ایجاد کردہ **حکیم محمد یعقوب خان دہلی** - یاد رکھیں یہ صابون تازہ تازہ نفیس خوشبوؤں سے تیار کیا جاتا ہے کالا رنگ کملایا ہوا چہرہ صرف سات روز ملکر نہانے سے گلاب کی پتی کے مانند خوبصورت اور مخمل کے مانند ملائم ہوجاتا ہے - خوشبو صابن کی اسقدر عمدہ اور تیز ہے کہ نہانے کے بعد پھر عطر و لونڈر ملنے کی ضرورت نہیں رہتی - یہ صابون چہرے کے تمام داغ دھبے - پھوڑے پھنسیاں چھائیاں مہاسے دور کرکے منہ کے چہرے کو خوشنما بنا دیتا ہے - شنجرف کی سی سرخی نظر آنے لگتی ہے - قیمت معمولی ہے - فی ٹکیہ تین ٹکیہ مع ایک فیشن ایبل صابن دانی صرف ایک روپیہ (عہ)

پری بہار ہیر آئیل

یہ سر میں لگانے کا خوشبودار پری بہار ہیر آئیل بالوں کو خوشنما بنا دیتا ہے - یہ لمبے و خوبصورت بال عورتوں و مردوں کے حسن و جمال میں ترقی دیتے ہیں روح خوش ہوتی ہے - بالوں میں نرمی سیاہی و چمک پیدا کرکے بالوں کو لمبا اور ریشم کی طرح ملائم کردیتا ہے - فی شیشی ۱۰ تولہ ایک روپیہ (عہ)

ملنے کا پتہ

مالک دواخانہ نور تن دہلی بازار فراشخانہ

جب تم اپنی جوانی کا اپنے ہاتھ سے ستیاناس کر چکے ہو۔ اور اعضائے رئیسہ کام سے جواب دے رہے ہیں۔ سول بات بات میں دھڑکنے لگ جاتا ہے۔ تنہائی پسند آتی ہے۔ عورت سے ڈر لگتا ہے۔ حافظہ کمزور۔ دماغ پریشان اور خیالات منتشر رہتے ہیں۔ بصارت گھٹ گئی ہے۔ سر میں چکر آتے ہیں۔ غذا جزو بدن نہیں بنتی بدن سوکھتا جاتا ہے۔ سستی چھائی رہتی ہے۔ چہرے کی رونق اُڑ چکی ہے۔ جوہر حیات رقیق پڑ گیا ہے۔ اور احتلام و جریان کی شکایات سے پیچھا نہیں چھوٹتا۔ غرض زندگی وبالِ جان ہو رہی ہے۔

تب تم

چندر کلا کیوں نہیں کھاتے؟

اب تک ہزاروں زندگیاں موت کے منہ سے بچا چکی ہے۔ یہ اوپر کی سب شکایات کا بہتر سے بہتر علاج ہے جو آج تک طبی دُنیا کو معلوم ہوا ہے۔ یہ کھوئی ہوئی جوانی کو واپس لا کر دوبارہ جوانی کا زمانہ دکھانے کے لئے زمانۂ حال کی بہترین طاقت بخش دوا تسلیم کی گئی ہے۔ جو دوام کے لئے ناطاقتی کی بیخکنی کر دیتی ہے۔ اس کے استعمال سے وہ مایوس العلاج بھی ازسرِ نو زندگی کے مزے لے رہے ہیں۔ جو اشتہاری دواؤں پر دولت برباد اور صحت نثار کر کے زندگی کو وبالِ جان سمجھ چکے تھے۔ جبکہ سب طرف سے مایوسی ہو چکی ہو۔ تو ایک مرتبہ **چندر کلا** کا بھی تجربہ کرو۔ یہ ناامیدی کی تاریکی میں **چندر کلا** چراغ کا کام دیگی۔ اگرچہ یہ رفتہ رفتہ اپنا اثر دکھاتی ہے لیکن وہ یقینی طور پر مستقل اور دیرپا ہوتا ہے۔ (۳۲ ٹکیہ کی شیشی کا دام ایک روپیہ (عہ) اور خرچ ڈاک ۴ٕ)

دُنیا کیا کہتی ہے؟

بہت فائدہ ہوا۔ تم سے جو دوائی چندر کلا ہمارے دوست کی خاطر طلب کیا تھا سو اُس کے استعمال کرتے ہی بہت فائدہ ہوا۔ مریض آپ کے حق میں دعائے خیر کرتا ہے۔ (محمد بخش رشید ائیدت پوری مقیم بمبئی)

اوّل اپنے ہاں کے مشہور سوداگروں یا دوائی فروشوں سے طلب کرو۔ سب اپنے پاس رکھتے ہیں۔ وہاں مل گئی تو خرچ ڈاک بچ رہے گا۔ ورنہ

کارخانہ آیورویدک فارمیسیوٹیکل کمپنی لمیٹڈ گمٹی بازار لاہور سے منگاؤ

چکنے اور ملائم بال ہوتے ہیں قیمت فولادی ہزار گونہ زیادہ کارآمد ہے۔

سرکار سے رجسٹری شدہ — دادکی بے خطا دوا۔

دودروگنج کیسری

بلا جلن اور تکلیف کے داد کو جڑ سے دور کرنے والی اگر کوئی دوا ہے تو یہی ہے۔ قیمت فی شیشی چار آنہ

جس شیشی پر سکھ سنچارک کمپنی کا نام نہ لکھا ہو اُسے ہرگز نہ خریدیے۔ سب سے قابل اطمینان خط۔

سنئے آپ کی دوا۔ دودروگنج کیسری کا استعمال کیا گیا۔ داد اچھے ہو گئے دوا سود مند ہے۔

آپ کا راجہ سر رام پال سنگھ کے۔ سی۔ آئی۔ ای راج کر یہی سدولی ضلع رائے بریلی۔

بال سدھا — اگر آپ کو اپنے بکھرے ہوئے بال تانبے اور تندرست بنانے ہیں اور روز کی برائیوں سے انکا پیچھا چھڑانا ہے تو اس تیل کو منگا کر لگائیے ایک شیشی تقریباً ایک ماہ کو کافی ہے۔ قیمت فی شیشی بارہ آنہ۔ ڈاک خرچ چھ آنہ۔

آپ کو اپنی ضرورت کی کوئی بھی چیز درکار ہو تو ہفتہ پہلے دریافت کیجیے اور ہماری فہرست طلب فرما کر ملاحظہ فرمائیے۔

ملنے کا پتہ:۔ سکھ سنچارک کمپنی متھرا۔

لوگوں کی رائے

اس بات کے یقین پختہ ہو گئی ہے کہ سکھ سنچارک کمپنی متھرا کا تیار کردہ سُدھا سندھو ہی سب سے سچی اور فوراً شفا بخشنے والی بے خطا دوا ہے باقی اسکی سب نقلیں ہیں یہی وجہ ہے کہ اس نایاب دوا کے فروخت کرنیکو **چوتھائی لاکھ** سے زیادہ ایجنٹ مہیا ہو چکے ہیں ۲۷ سال کی طویل آزمائش کے بعد یکال طور پر یقین ہو چکا ہے کہ اس کمپنی کا سُدھا سندھو بلا کسی چیز کی آمیزش کے کف۔ کھانسی۔ دمہ۔ ہیضہ۔ ہرے پیلے دست۔ خونی دست۔ آنؤں۔ پیچش۔ کھینچ۔ زکام۔ سردی۔ نزلہ وغیرہ امراض کو دفع کرنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے یہ ایک خوش ذائقہ اور خوشبودار دوا ہے۔ **قیمت فی شیشی آٹھ آنہ** ڈاک خرچ ایک سے پانچ شیشی تک تین آنہ۔ چند ہزار اسناد میں سے چند یہ ہیں:۔

شری بنکیٹیشور اخبار بمبئی ۱۲ فروری ۱۹۰۹ء سکھ سنچارک کمپنی متھرا کا سُدھا سندھو ہیضہ اور اس سے پیدا شدہ ہیضہ وغیرہ امراض کی ایک بیخطا دوا ہے...... ابھیودے اخبار الہ آباد ۶ مئی ۱۹۰۹ء سدھا سندھو حقیقت میں امرت کا سمندر سُدھا سندھو ہی ہے جیلخانہ داروں کو یہ دوا اپنے پاس رکھنا چاہیے کیونکہ یہ بہت قسم کے امراض پر مفید ہوتی ہے ہمنے ابتک ۱۰-۱۲ شیشی منگا کر فائدہ دیکھا ہے.... شری پنڈت مہابیر پرشاد جی دویدی اڈیٹر سرسوتی الہ آباد ہماری ضعیف والدہ جنکی عمر ۸۰ سال کی تھی کف اور کھانسی سے بیمار تھیں اُن کو ہم نے سُدھا سندھو کے دس قطرے دیے۔ دیتے ہی اس نے جادو کا اثر کیا....... ہمارے روا سب بڑے دوا بیچنے والے اور دیگر دوکانداروں کے پاس بھی ملتی ہے مگر دھوکے سے دوسری مصنوعی دوا نہ خریدیے گا چارہ دام کی تصویر اور تصویردار بڑی فہرست آپ کو بلا قیمت ملے گی۔

منگانے کا پتہ:۔ سکھ سنچارک کمپنی متھرا

قابل دید کتب

کتب ذیل کی قیمت میں انتہائی تخفیف کردی گئی ہے اور یقین ہے بشتر کسی دوسری جگہ سے اس قیمت پر دستیاب نہیں ہو سکتیں

ناولہائے قاری۔ قاری محمد سرفراز حسین صاحب عزمی دہلوی (علیگ) کے اخلاقی ناول سعید۔ سعادت شاہد رعنا۔ جو دو بار چھپکر قدر دانوں کے ہاتھ میں پہنچ چکے ہیں۔ اب ایک مجموعہ کی صورت میں چھپوائے گئے ہیں ۴۰۰ صفحہ کی مجلد کتاب جو نہایت عمدہ ولایتی کاغذ پر چھاپی گئی ہے اور جسمیں مصنف کی ایک تصویر بھی ہے قیمت عہ

زہرا۔ ایک ترکی ناول کا ترجمہ۔ مترجمہ سید سجاد حسین صاحب بی۔ اے۔ قیمت ۸ر

ثالث بالخیر۔ ایضاً ۴ر

نیرنگی دہر۔ حمیدہ بیگم کے مصائب اور وفاداری کی داستان۔ شریف النسا کی کج ادائیوں کا انجام مصنفہ منشی عبدالغفور صاحب صفحات ۱۳۲۔ قیمت ۴ر

گودڑ کا لال۔ ایک نہایت دلچسپ اخلاقی تعلیمی اور معاشرتی اصلاح کا طبع زاد فسانہ کہ جسمیں ایک ہندوستانی خاندان کی حسن معاشرت کو نہایت خوبی سے قلمبند کیا ہے مصنفہ محترمہ والدہ صاحبہ سید محمد افضل صاحب بی۔ اے حصہ اول و دوم صفحات ۹۴ قیمت ۳ر

قدیم ہندوستان کی تہذیب۔ مشہور مؤرخ مسٹر آرسی دت کی بے مثل تاریخ سویلائزیشن آف اینشنٹ انڈیا کا ترجمہ ۱۲ عہ

تاریخ مذہب۔ اسمیں مذہب کی ابتدا اور ترقی کا حال اور نیز بڑے بڑے مذہب مثلاً بابلی اور اسوریہ مصر اور چین اور دیگر ممالک و اقوام کے مذاہب کی مختصر تاریخ درج ہے قیمت ۸ر مجلد ۱۰ر

علوم طبیعہ کی تاریخ۔ علوم طبیعہ کی ان تمام دریافتوں اور ایجادوں کی تشریح جو ساتویں صدی قبل مسیح سے لیکر انیسویں صدی تک وقتاً فوقتاً عمل میں آتی رہی ہیں سائنس کی تحقیقات کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ قدیم و جدید حکما نے ان علمی دریافتوں اور ایجادوں میں کیا کیا حصہ لیا نہایت مفید کتاب ہے مضامین کی وضاحت کے لیئے صدہا تصویریں دیگئی ہیں قیمت ہر دو حصہ مجلد عہ

رسول عربی۔ پیغمبر اسلام کی سوانح عمری اور سچے حالات حجم ۱۵۴ صفحہ کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ قیمت ۸ر

رباعیات حالی۔ مولانا حالی کی رباعیات کا یہ جدید ایڈیشن مسدس کی تقطیع پر چھپا ہے ہر صفحہ میں دو رباعی درج ہیں قیمت ۳ر

برکات سلطانی۔ علیا حضرت بیگم صاحبہ والیہ بھوپال کی روشن زندگی کے کارنامے اور انکی اصلاحی و علمی خدمات کا مرقع باتصویر پڑھنے کے قابل کتاب ہے ۶ر

ملنے کا پتہ: تمدن بک ایجنسی نیاگاؤں لکھنؤ

چمنستان عرب غنچہ حج - اس کتاب میں قرآن شریف۔ احادیث مبارک۔ سیر و تواریخ سے حج مکہ معظمہ کعبہ مقدس۔ مدینہ منورہ و عرب کے تاریخی اور جغرافیائی حالات بہت تحقیق و تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ آج تک اس موضوع پر ایسی معتبر کتاب نہیں شائع ہوئی قیمت عمہ

تاریخ مسجد الحرام - ۸ر

الفاروق - خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق کی تحریری ملکی اور انتظام و حکومت از مولانا شبلی مرحوم قیمت عہ/

الغزالی - مولانا شبلی کی معرکۃ الآرا تصنیف امام غزالی کے حالات زندگی اور علمی معرکہ آرائیوں کا دلچسپ قابل مطالعہ بیان قیمت عہ

قواعد اردو - اردو زبان کی سب سے پہلی جامع مبسوط اور با اصول قواعد از مولوی عبدالحق صاحب بی اے سکرٹری انجمن ترقی اردو قیمت عہ/

مقالات شبلی - مولانا شبلی مرحوم کے متفرق تاریخی علمی ادبی۔ قابل دید مضامین کا مجموعہ جو رسائل شبلی کے بعد کے مضامین کو جمع کرکے تیار کیا گیا ہے قیمت عہ

محاربات صلیبی - صلیبی لڑائیوں کے متعلق اردو میں سب سے بہتر اور مکمل کتاب مجاہدین اسلام کی یادگار کارناموں کا مرقع اصل کتاب انگریزی میں لندن کی ایک علم دوست مجلس نے شائع کی تھی جس کا یہ اردو ترجمہ ہے اس کتاب کو پڑھنے کے بعد کوئی متعصب بھی مجاہدین اسلام کی اخلاقی و سیاسی فتوحات سے انکار نہیں کر سکتا قابل دید کتاب ہے قیمت عمہ

حیات حافظ - جس میں لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی کے حالات زندگی بیان کیے گئے ہیں اور ان کی شاعری پر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے - عمہ

گنج شائیگاں - قدیم شاہان ایران سے لیکر اس وقت تک کی دنیا بھر کی سلطنتوں۔ ریاستوں وغیرہ کے سونے چاندی کے سکوں کے دونوں رخوں کی اصلی تصویریں مع حالات و وزن وغیرہ۔ قیمت ۸ر

مکمل محاربات روس و جاپان - حصہ اول و دوم قیمت فی حصہ ۱۲ر

تاریخ یونان - سلطنت یونان کے عروج و زوال کے اسباب۔ نظام سلطنت۔ معرکہ آرائیاں اور فتوحات وغیرہ کے مفصل حالات۔ قیمت ۸ر

تاریخ مصر - جس میں قدیم زمانہ کے مصریوں کی رسم و رواج۔ طرز معاشرت۔ عادات و خصائل تیوہار کے معبودوں۔ علم الاصنام۔ نظام سلطنت معرکہ آرائیوں اور فتوحات عروج و زوال کے اسباب۔ علم و فنون وغیرہ کے مفصل حالات درج ہیں۔ با تصویر کتاب ہے - ۸ر

تاریخ روم - اس نادر کتاب میں مقتدر مصنف نے سلطنت روما کی ابتدا سے شروع کرکے روم کے پانچ جلیل القدر قیاصرہ کے عہد انتظام بہجت التزام کے اختتام تک بڑی دلچسپ صورت میں قلمبند کیا ہے۔ قیمت ۹ر

تاریخ تمدن - یعنی سر ہنری طامس بکل کی مشہور تصنیف "ہسٹری آف سویلائزیشن" کا ترجمہ۔ مترجمہ مرحوم و مغفور منشی محمد احمد علی صاحب بی۔ اے ایل۔ ایل بی وکیل۔ قیمت عہ

الہارون - سوانح عمری خلیفہ ہارون الرشید اعظم مع نقشہ سلطنت عباسیہ و منظر دار الخلافہ بغداد ۱۲ر

مِلنے کا پتہ :- دفتر تمدن نیا گاؤں لکھنؤ

ظل السلطان

اگر آپ بہترین خیالات و مضامین کا آئینہ دیکھنا چاہیں تو ظل السلطان ملاحظہ فرمائیے جو ماہانہ بھوپال سے شائع ہوتا ہے صرف تین روپیہ سالانہ قیمت ہے۔ اس میں زنانہ دلچسپیوں اور اصلاح تمدن معاشرت اور تعلیم نسواں کے متعلق اعلیٰ مضامین شائع ہوتے ہیں اور چار سال کے عرصہ میں جس قدر زنانہ تعلیم کا مواد اس رسالہ نے فراہم کیا ہے اردو میں اس کی نظیر نہیں۔ نمونہ کا پرچہ ۴ آنہ میں ملسکتا ہے۔ مضمون نگاروں کو معاوضہ اور انعام بھی دیا جاتا ہے اسکے ذخیرہ میں اعلیٰ مرتبت خواتین کی نہایت قابل قدر تصانیف موجود ہیں۔ خصوصاً علیا حضرت فرمانروائے بھوپال اور بیگم صاحبہ جنجیرہ کی تصانیف بھی ملتی ہیں۔ ذیل میں کچھ کتابیں لکھی جاتی ہیں اگر آپ کا کتب خانہ ان گراں بہا تصانیف سے خالی ہے تو آج ہی انکی طلبی کا خط لکھ دیجیے۔ مفصل فہرست ۔ کے ٹکٹ پر بھیجی جاتی ہے۔

حضور سرکار عالیہ فرمانروائے بھوپال کی تصانیف

بچوں کی پرورش۔ بچوں کے متعلق اصول حفظان صحت کی واقفیت اور خطرات کی اطلاع ۔۔۔۔۔۔ ۲؍

تربیت الاطفال۔ بچوں میں شائستگی تہذیب اخلاق اور دیگر صفات حسنہ پیدا کرنے کے لیے نہایت مفید ہے ۔۔ ۸؍

ہدایت تیمارداری۔ بچوں کی تیمارداری کے صحیح طریقوں پر واقف کرنے کے لیے یہ کتاب مفید ہے ۔۔۔۔۔۔ ۲؍

ہدایت الزوجین۔ خانہ داری کا پہلا حصہ جسمیں شوہر اور زوجہ کے شرعی و قانونی حقوق و تعلقات بتائے گئے ہیں ۔۔ ۸؍

حفظ صحت۔ خانہ داری کا دوسرا حصہ یعنی روزمرہ کے وہ تمام اصول جو عورتوں کی صحت جسمانی قائم رکھنے کیلیے ضروری ہیں ۱۳؍

معیشت۔ خانہ داری کے تیسرے حصہ کا جزو اول جسمیں انتظام خانہ داری وغیرہ نہایت تفصیل سے لکھا گیا ہے ۱۲؍

معاشرت۔ خانہ داری کے تیسرے حصہ کا جزو ثانی جسمیں بچوں کی تعلیم آداب ملاقات متعلق مفید ہدایات و قواعد ڈاک خانہ و قواعد ریلوے وغیرہ نہایت شرح و بسط سے لکھے گئے ہیں ۔۔۔۔۔۔ ۱۲؍

سبیل الجنان۔ ایمان، اسلام، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ پر حضور عالیہ کی نہایت عالمانہ تقریریں۔ ۱۲؍

دیگر عالی مرتبت خواتین کی تصانیف

سیاحت سلطانی۔ ہرہائینس فرمانروائے بھوپال کے حالات سفر ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۲؍

سیر یورپ۔ ہرہائینس بیگم صاحبہ جنجیرہ کے سفر یورپ کا روزنامچہ قسم اعلیٰ ۔ قسم معمولی ۔ ۸؍

تہذیب النسواں۔ امور تدبیر منزل کیساتھ مذہبی احکام نہایت تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ ۱۲؍

آغاز اسلام۔ مولانا شبلی مرحوم کی کتاب بدء الاسلام کا ترجمہ جسمیں اختصار کیساتھ آنحضرت صلعم کے حالات درج ہیں ۸؍

خوان دعوت۔ مختلف کھانوں کی ترکیبیں ایک دلچسپ قصہ کے پیرایہ میں ۔

سرگذشت۔ زاہ بیگم صاحبہ فیضی نے اس کتاب میں بعض ہندوستانی گھروں کی غیر منتظم حالتوں کا خاکہ کھینچ کر دکھلایا گیا ہے ۔

کتابوں کے ملنے کا پتہ:۔ آنریری منیجر ظل السلطان۔ بھوپال

نادر و نایاب علمی اور ادبی کتابیں

افسانۂ بنگال۔ سر رابندر ناتھ ٹیگور مصنف گیتانجلی وغیرہ اور بعض اور مشہور بنگلہ مصنفوں کی آٹھ چیدہ اور پسندیدہ کہانیوں کا اردو ترجمہ از منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری ایڈیٹر رسالہ ترجمان لاہور اگر آپ مکانوں میں شاعرانہ تخیل مصورانہ رنگ آمیزی اور خیالات کی بلند پروازی دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک جلد ضرور طلب فرمائیے۔ قیمت رعایتی ۸ر

فسانۂ لندن۔ مسٹریز آف لندن کا اردو ترجمہ از مولوی ظفر علیخاں صاحب بی۔اے سابق ایڈیٹر اخبار زمیندار لاہور تین حصوں میں۔ راتوں کی نیند اور دن کا آرام کھونے والا ناول جس کے لیے پبلک چشم براہ تھی قیمت عہ/۸

کلام محروم۔ منشی تلوک چند صاحب محروم کے مطبوعہ و غیر مطبوعہ کلام کا مجموعہ جس میں مصنف کا فوٹو بھی دیا گیا ہے۔ اس کتاب پر گورنمنٹ پنجاب نے جناب محروم کو ۲۰۰ روپیہ انعام دیا ہے۔ قیمت ۱۲ر

راج ترنگنی۔ کشمیر کی سنت۔ سنسکرت تاریخ کا اردو ترجمہ از ٹھاکر اچھر چند و منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری ایڈیٹر رسالہ ترجمان دو ضخیم جلدوں میں جس پر مترجم کو حکومت پنجاب کی طرف سے انعام بھی مل چکا ہے۔ قیمت ہر دو جلد (مجلد) سے

ملنے کا پتہ

لال برادرس۔ پارسنز روڈ۔ نولکھا (لاہور)

سبز مرہم

جو

حکیم محمد رفیق ابراہیم صاحب لکھنوی

برادر زادۂ جناب حکیم حافظ محمد عبد الولی صاحب مرحوم مغفور کا ایجاد کردہ ہے تمام جلدی بیماریوں اور دُنبل۔ خنجیشہ۔ پھنسی۔ پھوڑا۔ انگلیٹی۔ کھجلی۔ تر و خشک۔ داد۔ کنٹھ مالا۔ آتشک کے زخم وغیرہ وغیرہ کیلیے بیمثل دوا ہے۔ جملہ بلغمی و سوداوی دردوں وجع مفاصل۔ نقرص۔ عرق النسا۔ کولا۔ کمر اور شانہ کا درد اور اُن تمام کو جو سردی وغیرہ کی وجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ بہت جلد رفع کر دیتا ہے۔ انگریزی دوائیں اسکے سامنے ہیچ ہیں۔

"سبز مرہم" ناگہانی واقعات مثلاً چوٹ اور جلنے وغیرہ کی تکالیف کو فوراً دور کر دیتا ہے ہر گھر میں ایک ڈبیہ ضرور رہنا چاہیے۔ قیمت فی ڈبیہ ۸؁

سبز مرہم کمپنی

کارکن و منتظم مخزن الادویہ جھوائی ٹولہ لکھنو

ان تینوں کتابوں کے یکجائی خریدار کو محصول ڈاک وغیرہ دیلیو معاف	**پانچ پانچ روپے کے سو خریدار** فوراً مطلوب ہیں	یعنی تینوں کتابوں کا ویلیو مع جملہ اخراجات صرف ھ؍ میں بھیجا جائیگا

(۱) **انتخاب اُردوئے معلی** :- یعنی مرحوم رسالہ اُردوئے معلی علیگڈھ کی گذشتہ دس جلدوں کے بہترین مضامین نظم و نثر کا قابل دید انتخاب مجلد قیمت عہ؍

(۲) **مکتوبات امیر مینائی** :- یعنی منشی امیر احمد صاحب مرحوم لکھنوی کے دلچسپ خطوط کا مجموعہ مع تصویر و سوانحعمری امیر و موازنہ داغ و امیر حجم ۳۵۲ صفحے مجلد ۸؍

(۳) **تذکرۃ الشعراء حصہ اول مکمل** :- حجم تقریباً ۵۰۰ صفحے مرتبہ حسرت موہانی جس میں تذکرۂ شعراء و دیگر مضامین نظم و نثر کے علاوہ دیوان امیر۔ شہیدی۔ تنہا۔ مجبور۔ آتش۔ غافل۔ مائل۔ ہوس۔ مومن۔ نسیم۔ تسلیم۔ رشکی۔ حالی۔ بے نظیر۔ بسمل۔ مضطر خیرابادی و حسرت موہانی کے دواوین کا انتخاب بھی بطور ضمیمہ شامل ہے ان میں سے اکثر دیوان ایسے ہیں جو کسی اور جگہ دستیاب نہیں ہو سکتے۔

نوٹ :- طبع ثانی تک حسرت موہانی کا دیوان صرف بطور ضمیمہ تذکرۃ الشعراء مل سکتا ہے علحدہ نہیں مل سکتا۔

المشتہر

بیگم حسرت موہانی۔ دفتر اُردوئے معلی علیگڈھ سٹی

چند اکسیر ادویات

نعمتِ عظمیٰ

حمل قرار پانے کے بعد ۲ ماہ کے اندر اندر
اس دوائی کو کھلا دینے سے لڑکا ہی پیدا
ہوتا ہے جنکے ہاں لڑکیاں ہی لڑکیاں
ہوتی ہیں انکے لیے نعمت ہے قیمت عہ

عرق بخار

ہر طرح کسی قسم کا ہو روزانہ دائمی دن میں
دو بار تیسرا اتیہ یا چوتھیہ تلی وغیرہ کا
سب تین دن سے اندر رہ جاتے ہیں
قیمت میں خرچ کی عہ (۲/۱)

پھولو پھلو

(بچوں کے سوکھے کی دوائی)
یہ مرض بسبب پیٹ میں ڈالنے کی دوائی
ہے کہ پھیلی جاتی ہے اور کمر سے
چھوٹے چھوٹے کرم نکلتے ہیں۔
وہی مرض کا اصل سبب ہوتے ہیں
جب کہ بعد بچہ دن بدن پھیلنا
شروع ہوتا ہے جنکی اولاد مرض سوکھا
دیکھیہ ان سے ضائع ہوتی ہے
اس دوائی کو پلانے سے بچ جاتی ہے قیمت
مرا ایک سو روپیہ عوام سے
بیس روپیہ سے پانچ روپیہ تک

برہمی ارشٹ

حافظہ کیواسطے اس سے بڑھکر
کوئی دوائی نہیں ہے ضعف
دماغ ۔ نسیان ۔ درد سر دائمی
امراض ہذیان ۔ امراض راتن
جریان وغیرہ کو نافع ہے قبض
کشا ہے چند دنوں میں
دماغ روشن ہوجاتا ہے آواز
صاف ہوجاتی ہے ۔ راگ
ودیا شاعری اس سے
بہت جلد آتی ہے۔
قیمت دو روپے (عدما)

درد شکن

اس کی ایک ہی پوڑیہ کے
استعمال سے خواہ کسی قسم کی
عضلاتی و اعصابی درد ہو جاتا
رہتا ہے۔ سر کا درد جوڑوں کا
درد ۔ یا کمر ان گھٹنہ ۔ یا کسی بھی
جگہ کا درد ہو ۱۰ منٹ میں آرام
درد مزمن ہو تو چند دن استعمال
کرنی پڑتی ہے ورنہ پہلی پوڑیہ سے
آرام ہوجاتا ہے۔ قیمت (عہ)
نمونہ (۲/عہ)

ہار رس قیمت عہ

کی ایک چٹکی کے کھلانے ہی جاتی ہے
سینے کا بلغم ۔ دستہال بنگر منی وغیرہ
بیماری ۔ آرام ہوجاتا ہے نمونہ ۲/

ملنے کا پتہ

کارخانہ امرت دھارا
برانچ ۲۱ ۔ لاہور

اکسیر بدن قیمت ۱/۸

گلے اور چھاتی کے کل امراض تھوک بدبودار
کو مفید ہے کھانسی دمہ کو اکسیر ہے کمزور
بچوں کو طاقتور بناتا کمزور کو جسیم کرتا ہے

گرمی (آتشک)

گرمی (آتشک) بدفعلی سے ہوتی ہے۔ اسکی ابتدائی حالت مین زخم ہوتا ہے اور تھوڑے عرصہ میں دونوں پٹھوں کی گلٹیوں میں ورم ہوتا ہے۔ جسکو لوگ باگہی کہتے ہیں۔ کچھ دن میں گرمی پھوٹ کر نکلتی ہے اور تمام جسم میں چٹے۔ کھجلی۔ پھنسیاں۔ کیڑے وغیرہ ہوجاتے ہیں۔ رفتہ رفتہ گلے میں یا ناک میں زخم اور سر کے بال کا اُڑنا اور گانٹھوں میں درد ہوتا ہے۔ اخیر میں ہڈی تک اسکا اثر پہنچ جاتا ہے جوانی میں غلطی ہوئی آتشک کا زہر بڑھاپے میں ستا سکتا ہے۔ اور باپ بیٹے سے لڑکا اور پوتے تک کو آتشک کے زہر کے سبب مصیبت جھیلنے پڑتی ہے افسوس ہے کہ لوگوں کو اس بات کا کچھ بھی علم نہیں اسی سے اس بیماری کا جیسا علاج ہونا چاہیے نہیں ہوتا۔ زخم کے ہوتے ہی لوگ شرم سے چھپاتے ہیں۔ یہ بڑی غلطی ہے پھر دوا کرتے بھی ہیں تو ایسے ہی ویسے لوگوں کی۔ دیسی دواؤں میں زیادہ پارہ ملا رہتا ہے جسکا اثر مرض سے بھی برا ہوتا ہے۔ ان سب باتوں کو بخوبی غور کرکے ڈاکٹر برمن نے یہ دوا آتشک کی بنائی ہے۔ جو چیزیں آتشک کے زہر کو بیکام کرتی ہیں معروف و مشہور ہیں انکی خصوصاً آزمائش کرکے یہ دوا بنائی گئی ہے تھوڑے دن کے استعمال سے یہ دوا آتشک اسکے نقصوں کو رفع کرتی ہے۔ زخم کے لیے ساتھ ہی ساتھ مرہم لگانا چاہیے قیمت فی شیشی ۱ر زخم کا مرہم ۵ر محصولڈاک دونوں کا ۵ر

ڈاکٹر برمن کی بنائی ہوئی کان بہنے کی دوا

کان کا بہنا یعنی کان پک کر اُسکے اندر سے مواد نکلنا خواہ نیا ہو یا پرانا اس دوا کے استعمال سے فوراً آرام ہوجاتا ہے کان کو اندر سے دھو کر اُسمیں دوا ڈالنی پڑتی ہے اسلیے پچکاری کی بھی ضرورت ہے قیمت فی شیشی ۴ر پچکاری کل نیچ ۴ر محصولڈاک ۵ر

داد کی مجرب دوا

اسکے لگانے میں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی اور اسمیں کوئی خراب اور مضر چیزیں بھی نہیں ہیں جب کسی دوا سے فائدہ نہوا ہو تو اسکی بھی آزمائش ایکبار کرلیجیے۔ چھاجن ایگزیما میں بھی یہ مرہم فائدہ کرتا ہے قیمت فی ڈبیہ ۳ر محصولڈاک ایک سے چھ ڈبیہ تک ۵ر

زخم کا مرہم

یہ زخم کا مرہم سب طرح کے زخم میں فائدہ کرتا ہے۔ زخم کے کیڑے اس سے مرجاتے ہیں بدبو جاتی رہتی ہے زخم صاف ہوکر جلد انگور پھر آتا ہے اور نیا چمڑا پیدا ہوکر زخم کو آرام ہوجاتا ہے۔ معمولی زخم سے لیکر بڑے گلے زخم تک یہ مساوی اثر دکھلاتا ہے ایک اونس کی ڈبیہ کی قیمت ۵ر زخم دھونے کی ٹکیہ مرہم لگانے کے ساتھ ہی زخم دھونا بھی چاہیے جس دوا سے زخم دھونے کا پانی بنتا ہے وہ چھوٹی چھوٹی ٹکیہ کی طرح بنی ہوئی ہے ایک ٹکیہ سے ایک بوتل زخم دھونے کا پانی بنتا ہے مرہم کے ساتھ یہ ٹکیہ مل سکتی ہے قیمت فی ٹکیہ ۱ر محصولڈاک ۵ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

اگست ۱۹۱۱ء

رجسٹرڈ نمبر ا ۔ ۱۵۱

جلد ۵ — نمبر ۲

تمدن

معاشرتی۔ تمدنی۔ ادبی۔ فلسفی۔ اخلاقی۔ تاریخی اور علمی مضامین کا مخزن

ایڈیٹر ایم۔ اے قاری (علیگ) خلفِ اکبر جناب قاری محمد سرفراز حسین صاحب (علیگ) عزمی دہلوی سیاح جاپان و انگلستان

تصویر: بیان یزدانی مرحوم (میرٹھی)

فہرست مضامین

پبلشر محمد عباس حسین قاری — نارورن انڈیا پرنٹنگ پریس لکھنؤ میں چھپا — پرنٹر نواب علی

قیمت سالانہ للعہ — مقام اشاعت نیا گاؤں لکھنؤ — نمونہ کے پرچہ کی قیمت ۵ر

کیا آپ کی لائبریری ان کتابوں سے خالی ہے؟

رموزِ فطرت:۔ علم طبیعات، علم طبقات الارض، جغرافیہ طبیعی اور ثوابت و سیارے کے ابتدائی اور بنیادی اصول کی تشریح ... ۸ر

انسان:۔ انسان کی تشریح علمی رنگ میں نہایت سادہ طریقہ پر کہ بچے اور لڑکیاں بھی سمجھ سکیں قیمت ۱ر

گنجِ شائیگاں:۔ قدیم شاہانِ ایران سے لیکر اسوقت تک کی دنیا کی تمام سلطنتوں، بادشاہوں وغیرہ کے سونے چاندی کے سکوں کے دو سو نمونوں کی تصویریں مع حالات و وزن و تعداد قیمت ۸ر

سورج چاند ستارے:۔ اجسام فلکی مثلاً سورج چاند ستارے سیاروں اور دمدار ستاروں ٹوٹنے والے تاروں وغیرہ کے باہمی تعلقات کا بیان اس کتاب میں نہایت تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے قیمت مجلد ۱۲ر

داستانِ مریخ:۔ سیارہ مریخ کی جسقدر اسوقت تک تحقیقات ہوئی ہے اسکو اختصار کے ساتھ قلمبند کیا گیا ہے قیمت

رہنمائے تعلیم: تعلیم کے اصناف اور بہترین طریقوں پر بڑی خوبی اور جدت سے بحث کی گئی ہے طلباء علم کے لئے فی الحقیقت یہ کتاب رہنمائے تعلیم کا کام دیتی ہے قیمت ... ۳ر

الہارون:۔ سوانحعمری خلیفہ ہارون رشید اعظم معہ نقشہ سلطنت عباسیہ و منظر دارالخلافت بغداد قیمت ... ۸ر

یادگارِ دربارِ اسلام جلد اول یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی سوانحات عمر صفحات ۳۲۵

ایضاً جلد دوم جس میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہم خلفائے اول و دوم کے مفصل سوانحات مع فتوحات و انتظامات و ذاتی حالات وغیرہ کی پوری تحقیق کے ساتھ قلمبند کیے گئے ہیں صفحات ۴۲۴ قیمت ہر دو حصہ مجلد ۲ر

پروفیسر ویمبری کا سفرنامہ:۔ پروفیسر مذکور کا خیوہ، بخارا، ایران و کردستان کا سفرنامہ قابل دید کتاب ہے قیمت ۱۲ر

تاریخ مسجد الحرام:۔ قیمت ... ۱ر

حیاتِ حافظ:۔ جسمیں لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی کے حالات زندگی بیان کیے گئے ہیں اور انکی شاعری پر نہایت تفصیل سے بحث کی گئی ہے کاغذ و لکھائی چھپائی ... ۸ر

یادگارِ سعدی: یعنی سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ کی سوانحعمری اور انکی جملہ اخلاقی تصانیف پر تبصرہ، خلاصہ اور انتخاب اشعار و حکایات کا انتخاب قیمت ... ۹ر

حیاتِ نور الدین: یعنی ملک العادل سلطان نور الدین زنگی فاتح شام و جزیرہ و مصر کی مفصل سوانحعمری قیمت ... ۸ر

تاریخ حالاتِ جاپان: جسمیں ملک جاپان کے ہر قسم کے حالات عادی، ہندی، تعلیم و تجارت جاپان کی ترقی کی تاریخ اور جاپان کے شہنشاہ و نامور مدبرین وغیرہ کے حالات درج ہیں قیمت مجلد ۲ر

علمائے سلف:۔ وہ نوجوان جو حصول تعلیم میں سرگرم اور دنیاوی ترقی میں گوئے سبقت لیجانا چاہتے ہیں انکا فرض ہے کہ وہ مشاہیر قوم اور علمائے سلف کے سوانحی حالات اور انکے اسباب ترقی، استقلال و جفاکشی، انصاف پسندی، سادگی، نفس کشی کے حالات پڑھیں اس غرض کو پیش نظر رکھکر علمائے سلف کا مطالعہ بہت مفید ہوگا قیمت ... ۱۲ر

جنگِ روس و جاپان:۔ روس و جاپان کی گذشتہ ہولناک جنگ کے حالات قیمت ہر دو حصہ ... ۱۲ر

قدیم ہندوستان کی تہذیب:۔ مشہور فاضل مسٹر آر سی دت کی بے مثل تاریخ سویلائزیشن آف اینشنٹ انڈیا کا اردو ترجمہ قیمت، عامی ۴ر مجلد ... ۵ر

حیاتِ سرورِ کائنات ... ۶ر

حیاتِ داغ دہلوی ... ۶ر

آئینۂ جنگِ یورپ:۔ موجودہ جنگ یورپ کی ایک مفصل اور مبسوط تاریخ جسمیں اسباب جنگ، حریفوں کی جنگی قوتوں وغیرہ متعلقہ امور سے دلچسپ بحث کی گئی ہے صفحات ... قیمت ۱۲ر

سلاطین معبر یعنی دکن کا ندمنڈل کے مسلمانوں کی فراموش شدہ سلطنت کا تاریخی حال معہ نقشہ جات متعلقہ تو حکیم سید شمس اللہ صاحب قادری

سیرِ یورپ:۔ ہر ہائینس نازلی رفیعہ سلطان نواب بیگم صاحبہ والیہ ریاست جنجیرہ کا سفرنامہ یورپ جسمیں تمام واقعات کو خوبصورتی اور جامعیت کے ساتھ قلمبند کیا ہے ... صفحات ۳۰۶ قسم اول ... قسم دوم ... ۸ر

نیرنگِ فرنگ:۔ فرانس کے انقلاب کی مفصل اور نہایت دلچسپ و سبق آموز داستان قیمت ... ۸ر

ملنے کا پتہ ... الکتاب ... لاہور

علمی ادبی اور تاریخی کتب کا قابلِ قدر ذخیرہ

محاسرۂ دانیال:۔ دردانیال کی مکمل تاریخ مع یہود وجنگ کے جو کہ بابل ودو بابل کی پوری حالت اور انگریزوں کی دلچسپ دلی ناکامی کے واقعات نہایت خوبی اور تفصیل سے دکھائے ہیں قیمت مجلد ۱۲ر غیر مجلد ۱۰ر

حیات النذیر:۔ شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد صاحب مرحوم ایل ایل ڈی دہلوی کی زندگی کے مفصل حالات قیمت مجلد ہے

سفرنامہ مصر وشام حجاز:۔ خواجہ حسن نظامی کا مشہور ومعروف سفرنامہ جس میں آپ نے مقامات مذکورہ کے عجیب وغریب حالات تفصیل کے ساتھ قلمبند کئے قیمت مجلد ۔۔۔۔ ۲ر

علوم طبیعہ کی تاریخ:۔ علوم طبیعہ کی کل تمام دریافتوں اور ایجادوں کی تشریح جو سات سو صدی قبل مسیح سے لیکر انیسویں صدی تک وقتاً فوقتاً عمل میں آئیں نیز مسائل کی تحقیقات کے علاوہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ قدیم وجدید حکمائے ان علمی دریافتوں اور ایجادوں میں کیا کیا حصہ لیا مضامین کی وضاحت کے لئے صدہا تصاویر بھی دی گئی ہیں قیمت ہر دو حصہ مجلد ہے

تاریخ مذہب:۔ اس کتاب میں مذہب کی ابتدا اور ترقی کا حال اور نیز بڑے بڑے مذاہب مثلاً بابل اور اسوریہ مصر وچین اور دیگر اقوام وممالک کے مذاہب کی تاریخ درج ہے قیمت ۱ر مجلد ۱ر

سوانح عمری:۔ حضرت محمد صلعم کی مبارک زندگی کے مختصر حالات قیمت ۔۔۔۔ ۸ر

شباب لکھنؤ:۔ گزشتہ لکھنؤ کی تصویر دیکھنی چاہتے ہیں تو اس کتاب کو ضرور ملاحظہ فرمائیے ایک انگریز سیاح نے سلطنت اودھ کے عروج کے حالات نہایت دلچسپ پیرایہ میں قلمبند کئے ہیں

ترجمہ منشی احمد علی صاحب بی اے مرحوم قیمت ۱۲ر

تاریخ تمدن:۔ یعنی مسٹر ہنری ٹامس بکل کی مشہور تصنیف ہسٹری آف سولیزیشن کا اردو ترجمہ مترجمہ منشی احمد علی صاحب بی اے مرحوم قیمت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۲ر

السنہ شرقیہ:۔ یہ عربی سنسکرت اور فارسی زبان کی دلچسپ تاریخ ہے۔ زبان کی ترقی وتغیرات کے نمونے نہایت عمدہ تحقیق سے لکھے گئے ہیں قیمت ۴ر

چینی سیاح کا سفرنامہ:۔ دنیا کے مشہور مقامات کی سیاحت کے دلچسپ حالات قیمت ۱۲ر

مارکوپولو کا سفرنامہ:۔ دنیا کے جنگ وسرکشا چین ہندوستان وغیرہ وغیرہ کے حالات مشہور سیاح کے قلم سے قیمت ۔۔۔۔۔۔۔ ۸ر

مشاہیر نوع انسان آدم:۔ یعنی ان مشہور لوگ بنی نوع انسان کی سوانح عمریوں کا مجموعہ جس کے مطالعہ سے ہر شخص حب انسانی سے بہرہ یاب ہوتا ہے قیمت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲ر

مشاہیر مشائخ ہند:۔ خاندانہائے عالیہ چشتیہ سہروردیہ کے بعض مشہور مشائخ کا مقدس تذکرہ قیمت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۶ر

تاریخ یونان:۔ یونان کے عروج وزوال کی مکمل تاریخ قیمت ۔۔۔۔۔۔۔ ۸ر

تاریخ مصر:۔ مصریوں کے قدیم رسم ورواج طرز معاشرت عادات کے مفصل حالات قیمت ۸ر

تاریخ روم:۔ سلطنت روم کی ابتدا ترقی اور تباہی اور روم کے مفصل حالات قیمت ۸ر

مذہب تمدن ومعاشرت اور اخلاق وآداب کی کتابیں

حدیقۃ الاخلاق:۔ یعنی ایک اخلاقی اور سماجی

نصیحت آمیز انگریزی کتاب مسٹر کارنی آف ہوپس لائف کا سلیس اردو ترجمہ قیمت مجلد ۱ر

ادعیۃ القرآن:۔ یہ کتاب ان لوگوں کے لئے ہے جنہیں تلاوت قرآن مجید کے ساتھ ادعیہ ودعا کا بھی شوق ہے۔ ایک مختصر دیباچہ کے علاوہ جس میں دعا کے اثر اور فطرت میں داخل ہونے بحث وعلاوہ عمدہ قیمتی۔ تعداد کے سوا کسی دعا کی ممانعت ودعا کی قبولیت کے اسباب وشرائط اور حضرت آدم سے لیکر آنحضرت صلعم تک تمام انبیاؤں کی دعائیں درج ہیں۔ قیمت ۶ر

اجتہاد:۔ اس کتاب میں یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ اسلام اپنے اصول، اعمال سب فطری ہیں یعنی انسان خواہ کسی مذہب کا گرویدہ ہو اگر پورے غور وفکر سے کام لے تو قطع نظر کسی دلیل خارجی کے اس کی طبیعت کا تقاضا خود بخود اسلام کی معقولیت کو قبول کرنے پر مجبور ہوگا کاغذ سفید ولایتی قیمت ۸ر مجلد ۔۔۔۔۔۔ ۱۲ر

کفایت شعاری:۔ سموئیل اسمائلز کی مشہور دولت کتاب تھرفٹ کا خلاصہ اردو ترجمہ قیمت ۸ر قسم دوم ۔۔۔۔۔۔ ۴ر

بچوں کی پرورش:۔ زچہ خانہ کی احتیاط بچوں کی رضاعت۔ غذا۔ ۔۔۔ متعدی امراض سے حفاظت اتفاقی حادثات میں تیمارداری عام منزعات ۔۔۔۔ قیمت ۸ر

انتخاب زوج:۔ دہلی کی ایک مشہور زنانہ خاتون کے زور قلم کا تازہ کارنامہ۔ جس میں قابل مصنفہ نے اپنے طبقہ کی جانب سے ذکور تعلیم یافتہ سے اپیل کیا ہے کہ وہ غریب کی ۔۔۔ اور سادگی کو بھی قابل قدر سمجھا کریں۔ ۔۔۔ قیمت ۱۲ر

چمنستان عرب غنچہ حج - قرآن شریف احادیث اور تاریخ سے حج مکہ معظمہ کعبہ مقدسہ مدینہ منورہ اور عرب کے تاریخی جغرافیائی حالات اس کتاب میں نہایت تفصیل کے ساتھ درج کیے گئے ہیں اور عید حج بھی کتاب میں درج ہیں قیمت عہ

مرأت العروس - قیمت ۱ر

چند پند - ″ ۸ر

منتخب الحکایات - ″ ۸ر

توبۃ النصوح - ″ ۸ر

تہذیب الاسلام - جس میں فلسفۂ یورپ کی تحقیقات موجودہ سائنس جدید کے انکشافات کو اسلام کے مسائل حنفیہ کے ساتھ تطبیق اور محققین تمدن کے اعتراضات کی تردید کی گئی ہے اور مسلمانوں کے عروج و زوال کا اصلی سبب بیان کیا گیا ہے قیمت ۸ر

اتالیق بی بی - جس میں شوہروں پر عورتوں کی بے معنی نکتہ چینی اور بیجا شکایتوں کا بہت سچا خاکہ دکھایا گیا ہے قیمت ۸ر

معیشت و معاشرت - جس میں انتظام خانہ داری اور روزمرہ کے وہ اصول جو عورتوں کی صحت جسمانی قائم رکھنے کے لیے ضروری ہیں بیان کیے گئے ہیں مصنفہ علیا حضرت سرکار عالیہ فرمانروائے بھوپال قیمت حصہ اول و دوم

سبیل الجنان - ایمان - اسلام - نماز روزہ - زکوٰۃ حج پر حضور عالیہ بیگم صاحبہ بھوپال کی نہایت عالمانہ تقریریں قیمت ۸ر

تہذیب نسواں و تربیت الانسان - امراض مخصوصہ نسواں کی طبی ہدایات طریق خانہ داری کی ضروری اور کارآمد باتیں دیگر ضروری امور مصنفہ علیا حضرت نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ بھوپال

قیمت ۱ر مجلد ۱۲ر

تعلیم اصول خانہ داری - قصے اور کہانیوں میں نہایت ضروری تعلیم مولفہ مفتی انوار الحق صاحب ایم۔ اے قیمت ہر حصہ ۱۲ر

ہدایات تیمارداری - ڈاکٹری اصول کے مطابق تیمارداری کے ضروری طریقے مندرج ہیں قیمت ۲ر مجلد ۵ر

تربیت الاطفال - بچوں کی تربیت اخلاق کے اصول جن پر والدین کو کاربند ہونا چاہیے صفحات ۱۴۰ قیمت ۸ مجلد ۱۲ر

دواوین۔ مثنویات اور دیگر

اصناف نظم

بیاگ - سنسکرت کی بہترین نظم یعنی کالیداس کی نظم میگھ دوت کا منظوم اردو ترجمہ جس میں مناظر فطرت کے دلکش نظارے دکھائے ہیں۔ فوٹو کی رنگین آٹھ قابل دید تصاویر شامل ہیں لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت اعلیٰ قیمت ۲ر

اکسیر سخن - کالیداس کی موسمی نظموں (رتو سنگھار) کا اردو ترجمہ نظم کتاب کے شروع میں مشہور افسانہ نگار یلدرم کا ایک دلچسپ مقدمہ ہے - مولانا حسرت موہانی کا نام نامی پر یہ کتاب معنون کی گئی ہے اور آپ کی تصویر بھی شامل ہے قیمت ۲ر

مسدس حالی - مولانا حالی مرحوم کا مشہور مسدس قیمت مجلد ۱۲

رباعیات دبیر - حضرت دبیر مرحوم کی رباعیات کا قابل قدر مجموعہ جس میں رباعیات سے زیادہ رباعیات درج ہیں قیمت ۸ر

رباعیات حالی - مولانا حالی مرحوم کی رباعیات کا یہ جدید اڈیشن مسدس کی تقطیع پر چھپا ہے قیمت ۳ر

رباعیات انیس و دبیر - اس کتاب میں ہندوستان کے ان دونوں مشہور قادر الکلام سخنوروں کی اخلاقی رباعیات قابل دید انتخاب درج ہے حجم ۱۰۰ صفحہ قیمت ... ۱۲ر

سلک مروارید - لکھنؤ کے مشہور اخبار "سیارہ" کی قابل دید نظموں کا مجموعہ قیمت ۳ر

عالم خیال - حضرت شوق قدوائی کی ایک دلچسپ اور بے بدل اردو نظم جس میں عورت کے جذبات کو نہایت خوبی سے دکھایا ہے شروع میں ایک محو خیال عورت کی تصویر ہے قابل دید کتاب ہے جلد طلب فرمائیے قیمت ۲ر

جذبات بھاشا - بھاشا کے شاعر کا قدرتی مناظر کی تصویر کھینچنا اسکے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے خودداری حیا غرور حسن محبت ہر وہ جذبات ہیں جن پر بھاشا کی شاعری کا ستون کھڑا ہے۔ سادی آسان تشبیہات دلوں میں چٹکیاں لے لیتی ہیں جذبات بھاشا میں ملک کے قابل انشا پرداز حضرت نیاز فتحپوری نے ان دوہوں کی شرح بیان کیے ہیں قیمت پختہ ۱۲ر علاوہ محصول

جذبات مسلم - مشہور دلگداز قومی نظموں کا مجموعہ جس میں علامہ شبلی۔ ڈاکٹر اقبال اور بعض دوسرے شعراء کی مقبول عام نظمیں جمع کی گئی ہیں لکھائی چھپائی دیدہ زیب قیمت عہ

تاریخی جواہر - شبلی۔ اقبال۔ اور اکبر کی تاریخی نظموں کا قابل دید مجموعہ قیمت ۳ر

شکوہ - ڈاکٹر اقبال کی مشہور معنی خیز نظم

جواب شکوہ ۲ر

عذر شکوہ ۲ر

لسان الغیب - ڈاکٹر اقبال کی مثنوی اسرار خودی میں حافظ شیرازی پر جو نکتہ چینی کی گئی ہے اس کا جواب - قیمت ۲ر

ملنے کا پتہ دفتر تمدن خاگاؤں لکھنؤ

دیوان غالب :- اردو دیوان غالب کا یہ ایڈیشن خاص اہتمام سے چھاپا گیا ہے شروع میں ایک پُر لطف دیباچہ اور مرزا غالب کی مختصر سوانحعمری درج ہے نیز مرزا غالب کی عکسی تصویر بھی شامل ہے کلام غالب کے دلدادگان اس نسخہ کو ضرور منگائیں قیمت [illegible]

شرح دیوان غالب :- مع مقدمہ مشتمل بر حالات و تنقید کلام غالب از مولانا حسرت موہانی بی۔اے قیمت ۱۲/ مجلد ۳/

قابل دید ناول اور ڈرامے

قاسم و زہرہ :- منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی کا یہ منظوم ڈرامہ ہے مصنف نے شروع سے آخر تک زبان شستہ خیالات پاکیزہ طرز ادا انتہا کا دلآویز عمدگی اور رنگینی کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے ضرور ملاحظہ فرمائیے قیمت ۸/

زہرا :- ایک ترکی ناول کا ترجمہ مترجمہ سید سجاد حیدر صاحب بی۔اے قیمت ۱۰/

ثبات بالخیر - ” قیمت ۵/

نیرنگی دہر :- حمیدہ بیگم کے مصائب اور وفاداری کی داستان۔ شریف النساء کی کج ادائیوں کا انجام مصنفہ منشی عبدالغفور صاحب صفحات ۲۳۲ قیمت ۱۲/

گودڑ کا لال :- ایک نہایت دلچسپ اخلاقی تعلیمی اور معاشرتی اصلاح کا طبعزاد فسانہ مصنفہ والدہ صاحبہ سید محمد افضل صاحب بی اے حصہ اول و دوم صفحات ۴۹۲ قیمت [illegible]

ڈرامہ اردو :- جاپانی دراس کے ایک مشہور ناٹک کا ترجمہ مع ایک بسیط مقدمہ کے جس میں ہندو ڈراما کی تاریخ اور ماہیت پر مفصل بحث کی گئی ہے مرتبہ جناب مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی اے قیمت ۱۲/

نعت آوارہ :- مصنفہ میر سجاد مرزا بیگ صاحب دہلوی ۱۰/

جہاں آرا :- شاہجہان بادشاہ کی فاضل جہاں آرا بیگم کی مفصل سوانحعمری مورخین یورپ کی نکتہ چینیوں کے جواب قیمت ۸/

ایک شاعر کا انجام :- حضرت نیاز فتحپوری کا مشہور اور مقبول عام ناول قیمت ۱۲/

حاجی بغلول :- مصنفہ منشی سجاد حسین صاحب مرحوم ایڈیٹر اودھ پنچ قیمت ... ۴/

حمق الذین :- ” ” ۴/

آوارہ لیس :- [illegible] کا ایک خاص [illegible] ناول ہے جو پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے نہایت دردناک دلپذیر تاثیر قصہ ہے قیمت ۸/

اٹوپیا :- اس ناول میں سر ٹامس مور نے ایک خیالی ملک قوم کا حال بیان کرکے اہل انگلستان کو بیدار کرنا چاہا ہے قیمت ۴/

رومۃ الکبریٰ کی آتش زدگی :- قیصر نیرو کے زمانہ یعنی پہلی صدی مسیحی کا ایک دلچسپ تاریخی ناول حجم ۲۱۸ صفحہ قیمت مجلد ۱۰/

روح لیلیٰ :- یہ کتاب میری کوریلی کی تصنیف ہے جس میں ایک روحانی مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے ایک مردہ لڑکی کی روح کو اس کی وفات کے وقت ایسا محبوس کرلیتا ہے کہ وہ جسم کے ساتھ وابستہ رہتی ہے اور وقتاً فوقتاً اس کو زندہ کرکے اس کے ذریعہ سے بہت سے کام نکالتا ہے علاوہ

حکایات دلچسپ :- یہ ان حکایات کا اردو ترجمہ ہے جن کو سات عالم کے مشہور اور علم ڈراما کے استاد بے نظیر شکسپیر کے منظوم کھیلوں سے زبان انگریزی کے مشہور و معروف ادیب چارلس لیمب نے اختصار و لطافت کے ساتھ نثر میں تحریر کیا ہے اور اب یہ حکایات فقط ناظرین کی ضیافت طبع کے لیے اردو میں نہایت قابلیت کے ساتھ ترجمہ کی گئی ہیں ۱۲/

جنگ جرمن بلجیم :- ۱۹۱۴ء کی مشہور جنگ کے ہولناک کارنامے قیمت ۱۰/

جرمن محکمہ جنگ کے اسرار :- جرمن محکمہ جنگ کے اسرار کا مجموعہ نہایت دلچسپ کتاب ہے قیمت ۱۲/

خلق مجسم :- شائستہ زندگی کی چلتی جاگتی تصویر انسانی ہمدردی کا سبق اخلاق مجسم کی صورت قیمت ۱۲/

ماتا :- حسن فروشی و عشق آموزی کا آئینہ دلفریب کرشموں کا گنجینہ قیمت ۴/

بوالہوس :- عورتوں کی مستقل مزاجی درستی تعلیم پابندی قول اور قیافہ شناسی پر روشنی ڈالی گئی ہے حسن و عشق کی چاشنی بھی موجود ہے قیمت ... ۱۲/

خونی قسمت :- ایک ڈاکٹر کا مریم پر عاشق ہوکر مسمریزم کے ذریعہ سے قابو میں لانا قیمت ۱۲/

جوش خون :- ایک عصمت فروش عورت کی شوہر سے بیوفائی قیمت .. ۱۲/

کلجگ کی کھونٹی :- جس میں میری بہن ایک جہاز راں نے اپنے شباب کے کارنامے لکھتے ہوئے دو فرنگی بچوں کی شرارتیں دکھلائی ہیں قیمت ۸/

ناول نادر بیان :- نہایت دردانگیز اور دلچسپ ناول ہے قیمت ۸/ مجلد ۱۲/

الماس :- موسیو فرانسیسی کے ناول کنگ آف ڈائمنڈس کا اردو ترجمہ قیمت ۱۲/

آخر نقاب الٹ گیا :- یہ مشہور ناول کے ناول انا سکلڈ بیٹ لاسٹ اردو ترجمہ ایک ایک لفظ تڑپا دینے والا ہے قیمت ۱۲/

افسوں :- بالکل سچی سرگذشت [illegible]

ملنے کا پتہ [illegible]

مارچ ۱۹۱۷ء کے ایک واقعہ کی دردناک تصویر قیمت علاوہ محصول ۱۰/ر

چاک گریباں: ۔رینالڈ کے ایک مشہور ناول کا ترجمہ قابل دید کتاب ہے قیمت ۱۲/ر

چابک سوار معشوقہ: ۔ [illegible] کی بدولت ایک رئیس کی تباہی قیمت ۹/ر

بادشاہ سلامت: ۔لارڈ [illegible] کا ترجمہ گردش روزگار کے کرشمے حسن و عشق کی تصویر صفحات ۲۹۲ قیمت ۱۲/ر

گنجینۂ سراغرسانی: ۔ایک بوالہوس عاشق شوہر کا دوسری عورت کے عشق میں اپنی زوجہ کے قتل کی کارستانی کے حالات قیمت ہر چہار حصہ ..... عہ/ر

جفا و وفا: ۔ایک حسینہ دلنواز کی وفاداری عاشق خفیہ فروش کی [illegible] قیمت ۶/ر

عاشق شیطان: ۔اصلی قیمت عہ/ر رعایتی ۱۲/ر

طلسمی فانوس: ۔انگلستان کے مشہور جادو نگار رینالڈس کے انگریزی ناول کا ترجمہ قیمت ..... عہ/ر

بنفشی دیوی: ۔مسٹر بونکیم چندر [illegible] کے ناول کا ترجمہ ایک غریب نیک نفس عفت مآب عورت کی علمی زندگی کا مرقع قیمت ۱۰/ر

مارِ آستین: ۔بنگال کے جادو نگار بنکم چندر چٹرجی کے ناول [illegible] ترجمہ قیمت ۹/ر

بنگالی دلہن: ۔بنکم چندر [illegible] دو [illegible] ناول [illegible] جذبات خودداری پیدا [illegible]

پرتاب: ۔بنکم چندر چٹرجی کے بہترین بنگالی ناول کا ترجمہ قیمت ۱۰/ر

مرنالنی: ۔بنکم چندر کا مشہور فسانہ بنگالی عورتوں کے جذبات شوہر پرستی کا مرقع ۱۲/ر

ہاجرہ کی کامیابی: ۔اسمیں معاشرت اور تمدن پر دلچسپ بحث کی گئی ہے قیمت ۱۲/ر

عزیز مصر: ۔مصر کے دارالسلطنت قاہرہ کا سچا قصہ قیمت ۳/ر

حور عین: ۔ [illegible] دو شریف خاندانوں کی تباہی سچے عشق و محبت کے جذبات قیمت .. ۱۴/ر

متفرق قابل دید کتب کا ذخیرہ

ہاکی: ۔کس طرح کھیلنا چاہیے اس کتاب میں اسکے قواعد تشریحی نوٹ اور مختلف ضروری ہدایات مع فوٹو کی تصاویر کے لکھے گئے ہیں جس ہاف ٹون تصاویر ہیں قیمت ۸/ر

سلطنت برطانیہ کا مستقبل: ۔یہ اسم بامسمی کتاب ایک جاپانی مدبر کی تصنیف ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے قیمت ۴/ر

گورنمنٹ انگریزی کا طریق حکومت ۱۲/ر

باغبان: ۔مسٹر فرمنگر صاحب کے اصول باغبانی کا ترجمہ اس سے بہتر کتاب فن باغبانی پر اردو میں نہیں ہے قیمت عہ/ر

فرخندۂ آفاق: ۔یہ کتاب [illegible] لالہ [illegible] چند دلال بہادر رشاد [illegible] مغفور وزیر اعظم دولت آصفیہ کی تصنیف [illegible] اس کتاب [illegible] سلیس اور عام فہم اردو میں ترجمہ [illegible] دلچسپ رسمی آموز

حکایات اور نادر نکات کے تذکرے درج ہیں جو قابل دید ہیں حجم ۴۰۰ صفحات قیمت فی جلد ۸/ر مجلد ۱۲/ر

حقائق اسلام: ۔اصول اسلام کی حقیقت دلنشین کرنے کے لیے یہ ایک قابل قدر تصنیف ہے جو بیگم صاحبہ بھوپال کی تحریک سے حال میں لکھی گئی ہے اسمیں اسلامی عقائد اعمال و عبادات اور دوسرے متفرق اصول و فروع اسلام پر ایک نہایت کارآمد و مفید بحث کی گئی ہے جسکے مطالعہ سے اسلام کی حقیقت کا پورا پورا علم ہوجاتا ہے اور اسلام کے ہر ایک مسئلہ کی علت و حقیقت ذہن نشین ہوجاتی ہے قیمت عہ/ر

حمایت الاسلام: ۔اس کتاب میں عقلی دلائل سے مذہب کی ضرورت پر ایک پرزور بحث کی گئی ہے اور حتی الوسع مذہب کی فلاسفی اور عبادت کی عقلی خوبیاں ثابت کرنے میں فوق العادۃ کوشش کی گئی ہے غسل وضو اور نماز کے نکات موجودہ فلسفہ کے طریق پر اس خوبی سے بیان کیے ہیں کہ مصنف کی علوم جدیدہ سے مہارت تامہ کا ثبوت دیتے ہیں ہر چند کہ قابل قدر کتاب ایک شیعی المذہب کی تصنیف ہے۔ مگر تعصب کی آلائش سے بالکل پاک و صاف ہے طرز زبان پسندیدہ اور اردو نہایت شستہ و سلیس ہے۔قیمت ہر دو جلد ایک روپیہ بارہ آنے ۱۲/ر

تنقید لطیف بر خیالات ظریف: ۔اس کتاب میں علیگڈھ کالج کے ایک پروفیسر مسٹر ضمیر [illegible] ایم اے کی کتاب اسلام [illegible] کا نہایت [illegible] مدلل و مسکت جواب دیا گیا ہے اور دہریت کے تمام خیالات رد کردیے گئے ہیں قیمت ۶/ر



سید [illegible] حسن صاحب [illegible] ([illegible]) [illegible]

تمدن
لکھنؤ

عہد علائی میں انسدادِ قحط

انسان ضعیف البنیان' باایں دعوائے اشرف المخلوقی' آغاز ہی سے ہدف آفات ارضی و سماوی بنتا رہا ہے۔ طوفان بادوباراں' سیلاب' خشک سالی اور اس کے نتائج قحط سالی' و گرانی غلہ وہ بلیات ہیں' جو فرزندان آدم کو لگی رہی ہیں زمانۂ حاضرہ کی نسلیں۔ خشک سالی اور قحط سے جلد گھبرا اٹھتی ہیں۔ شاید وہ سمجھتی ہیں کہ یہ بلائے بے درماں محض ہمارے زمانہ اور ملک سے مخصوص ہے۔ حالانکہ تاریخ شاہد ہے کہ ماضی کے تقریبًا ہر دور میں قحط سالی نمودار ہوتی رہی ہے۔ ہندوستان میں مختلف زمانوں میں قحط رونما ہوا اور حکومت حاضرہ کو اسکے انسداد کی فوری تدابیر عمل میں لانی پڑیں۔ اکبری عہد کا قحط مشہور ہے۔ اسیطرح سلطان علاءالدین خلجی کے عہد میں ہند پر یہ آفت نازل ہوئی تھی۔

بالعموم سمجھا یہ جاتا ہے کہ ایشیا میں (جس میں ہندوستان بھی شامل ہے) نظام حکومت ہمیشہ خود مختارانہ رہا۔ اسی لیے ہمارے زمانہ کے بعض صاحب فہم اہل

سنجیدہ و بزرگ بھی یہ دعوے کرتے ہیں کہ ہندوستان میں جمہوریت اور کونسلی حکومت کا قدم، اقوام مغرب کے طفیل موجودہ صدی ہی میں آیا۔

اس حقیقت کو بے نقاب کرنے کا یہ موقع نہیں کہ درحقیقت اسلام ہی نظام جمہوریہ، اور مجلس شوریٰ کا دوسرا نام ہے۔ قطع نظر اسکے اگر تاریخ کی ورق گردانی کیجیے اور ماضی بعیدہ میں زقند لگائیے تو غالب ہے کہ سلاطین ہند کے نظام حکومت میں بھی جمہوریت اور شوریٰ کی جھلک اور شان نظر آجائے۔ عہد اکبری کو نظر انداز کیجیے اور دور علائی کا تصور کیجیے۔

سلطان علاء الدین خلجی کے عہد میں قحط رونما ہوا۔ سلطان نے اسباب قحط کی تحقیقات اور انسدادی تدابیر سوچنے کی غرض سے کمیشن (جماعت) مقرر کیا۔ اسکے ممبر یا وزرا تھے یا اول درجہ کے سیاست دان امرا۔ تجربہ، مشاہدہ، اور تاریخی شہادت کی بنا پر کہا جاتا ہے کہ جنگ" اور قحط میں باہم کوئی نازک رشتہ ضرور ہے۔ عہد حاضرہ ایسی ہی صورت عہد علائی میں واقع ہوئی تھی۔

(اسے روشنی طبع تو بر من بلا شدی) ہندوستان کی قسمت کو وجہ اپنی ذریں خوبیوں کے ابتدا ہی سے بیرونی حملہ آوروں سے تعلق رہا اور اس سبب یہاں کی ہر ایک موجودہ حکومت کا فرض ہوا کہ وہ ہندوستان کی محافظت ایسے حملہ آوروں سے کرے۔

عہد علائی میں مغلوں کے حملہ کا اندیشہ رہتا تھا۔ تقریباً ایک صدی سے اس شہرہ پشت قوم نے ہند کو اپنا جولانگاہ دست تختۂ مشق ستم بنا رکھا تھا۔ اسلیے سلطان نے لاکھوں کی تعداد میں فوج بھرتی کی۔ اور اسکے بغیر چارہ کار نہ تھا۔ مغلوں کی روک تھام کے علاوہ نو مفتوحہ علاقوں (دکن راجپوتانہ وغیرہ) کے انتظام و استحکام کے لیے سپاہ کی ضرورت تھی۔

لیکن اس فوج کثیر کے مصارف کثیر کا انتظام بھی ایک امرِ عظیم تھا۔

سلطان نے یہ مسئلہ وزرا کی کونسل میں پیش کیا۔ تمام ممبروں نے ہر پہلو سے اس پر غور کیا۔ بعد ازاں گفتگو شروع ہوئی۔ ایک رکن نے کہا کہ

"شاہی خزانہ اس مصارف عظیم کا متحمل نہیں ہو سکتا! نہ موجودہ محاصل سرکاری اسکو انگیز کر سکتے ہیں"

بادی النظر میں یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس کی نظیر زمانہ حال میں بھی مل سکتی ہے۔ جن دنوں موجودہ گورنمنٹ انگریز جیسی بے تاج و تخت قوم سے نبرد آزما تھی اور اس مہم پر کروڑوں روپیہ صرف ہوا تھا۔ تو اسوقت نائب سلطنت ہند (لارڈ کرزن) نے فرمایا تھا کہ

"اگر اس وقت کوئی بیرونی دشمن سر اٹھائے تو خزانہ ہند موجودہ حالات میں اسکے اخراجات کا متحمل نہیں ہو سکتا۔"

سلطانی کیبنٹ کے دوسرے ممبر نے کہا "ان حالات میں رعایا پر جدید ٹیکس لگانا ناگزیر ہوگا"

اس رائے کی مخالفت کی گئی۔ چنانچہ ایک رکن نے کہا کہ "جدید ٹیکس کا نفاذ قرین نصفت شعاری نہ ہوگا"

سلطان نے کہا "اگر یہ نہیں ہو سکتا تو پھر اہل فوج کے مشاہروں اور تنخواہوں میں تخفیف کرنی چاہیے"

اماکین کونسل نے اسکی بھی مخالفت کی اور کہا کہ اگر سرکاری عمال خصوصاً فوجیوں کے مشاہرہ میں کمی کی گئی تو پھر فوجی ملازمت کو پسند ہی کون کریگا! جب سپاہی کا پیٹ بھی نہ بھرا تو وہ لڑے گا کیا خاک! جاں نثاری اور وفاداری تو اور ہی چیز ہے! اب بھی بوجہ گرانی نرخ و قحط سالی مشکل سے گذارا ہوتا ہے۔ تخفیف

مشاہرہ کی صورت میں فاقہ کشی کی نوبت آجائے گی"

طویل و مسلسل گفت و شنید اور جرح و قدح کے بعد وزرا کی کونسل نے متفق الرائے ہوکر خدمت سلطان میں عرض کی۔

"امر مقدم یہ ہے کہ قحط کا انسداد اور گرانی نرخ دور کی جائے۔ اور اسکے لیے ہر قسم کی اشیا کا نرخ مقرر کرنا ضروری ہے۔ اسکے بعد تخفیف مشاہرہ کا سوال بھی حل ہو سکتا ہے! اسلیے کہ اُس صورت میں فوجی سپاہی (اور افراد رعایا) کم آمدنی میں بھی بہ آسانی بسر اوقات کرسکتے ہیں۔ گھوڑے۔ سامان باربرداری اور کمسریٹ کم قیمت پر دستیاب ہو سکتا ہے۔ روپیہ کی قیمت بڑھ جانے سے نئے رنگروٹ۔ بڑی آسانی سے بھرتی کیے جا سکتے ہیں"

وزرار کونسل نے یہ بھی کہا کہ "اس انتظام سے رعایا کے ادنیٰ اور متوسط طبقوں پر عمدہ اثر پڑے گا۔ جو شکار قحط ہوکر گورنمنٹ کے خلاف جذبات نفرت پیدا کرنے اور مفسدین طبائع کو بھڑکانے کے عادی ہوتے ہیں۔ اور در اصل یہی لوگ جسم سلطنت کی استخوان پشت ہیں"

وزراء کونسل کے آخری فقرات بے محل اور غیر متعلق نہ تھے۔ مشرقی دل و دماغ عجیب و غریب خیالات و جذبات کے حامل ہیں۔ یہاں ابتدا سے آفات ارضی و سماوی کو حکومت کی نیت اور طرز عمل سے متعلق کیا جاتا اور قحط و وبا کو حکومت کی مظالم پسندی سے منسوب کیا جاتا رہا ہے۔ اور اس سے زیادہ حیرت انگیز یہ امر ہے کہ تاریخ بھی اس کی تصدیق کرتی ہے۔ نوشیروانی روایت۔ اور اورنگ زیبی قحط اس خیال کی تائید کرتے ہیں۔ تاریخ طبقات ناصری میں لکھا ہے کہ "جب حاکم غور ابوعلی بن شیث کا برادر زادہ اپنے چچا عباس کو تہ تیغ کرکے خود حکومت سنبھال بیٹھا (عہد سلطان مسعود بن سلطان محمود غازی) اور اس نے رعایا پر ستم رانی شروع کی تو

"کے مظالم کے نتیجہ میں علاقہ غور میں کامل سات سال تک۔ عورتوں، گائے بھینسوں وغیرہ تمام حیوانات کے بچے پیدا نہیں ہوئے"

سلطان علاء الدین اور اس کی کونسل نے انسداد قحط سالی کے متعلق حسب ذیل تجاویز (ریزولیوشن) منظور کیں۔

(۱) غلہ کا نرخ ہر فصل کی حالت مدنظر رکھ کر خود گورنمنٹ مقرر کیا کرے۔ نہ کہ تاجران غلہ۔

(۲) سلطانی غلہ کے ذخائر جمع کیے جائیں کہ ایام قحط سالی میں رعایا کو غلہ اسی مقررہ نرخ پر دیا جا سکے۔

(۳) غلہ کی منڈیاں قائم کی جائیں۔ ان میں ہر قسم کا غلہ فروخت ہو، منڈی کے اندر شحنہ (کمشنر تجارت) مقرر کیا جائے جو معتمد الیہ اور ذی اختیار ہو۔ قانون نرخ کی نگرانی اور متعلقہ مقدمات کا فیصلہ کیا کرے۔

(۴) کمشنر تجارت اپنے رجسٹر میں تاجران غلہ کے نام درج کرے

(۵) منڈیوں میں روزنامچہ نویس مقرر کیے جائیں جو نرخ غلہ وغیرہ کی رپورٹ روزمرہ حضور سلطانی میں بھیجا کریں۔

(۶) دار السلطنت (دہلی) سے سو سو کوس تک اور گنگ و جمن کے دوآبہ میں شرح لگان اراضی۔ اس معیار سے مقرر کیا جائے کہ کوئی زمیندار دس من سے زیادہ غلہ اپنے ذخیرہ میں نہ رکھ سکے۔ لیکن لگان اسقدر زیادہ نہ ہو کہ کاشتکار اس قدر غلہ میں سے بھی فروخت کرنے پر مجبور ہو جائیں۔

(۷) عمال سرکاری کا فرض ہے کہ زمیندار کا غلہ بیوپاریوں کے ہاتھ فروخت کرانے میں مدد دیں اور سہولت پیدا کریں اور بیوپاری فوراً غلہ بازار میں فروخت لے آیا کریں۔ نہ کہ ناجائز گرانی روک رکھیں۔

(۸) ایام خشک سالی میں کوئی شخص ضرورت سے زیادہ ایک دانہ بھی خریدنے نہ پائے۔

ان اصول کے ماتحت غلہ اور دیگر ہر قسم کے اجناس کا حسب ذیل نرخ مقرر کیا گیا۔

(الف)	گندم	فی من	۷½ جیتل ٹکا	شالی (دھان)	فی من	۵ جیتل ٹکا
	نخود	″	۵ ″	جو	″	۴ ″
	ماش	″	۵ ″	موٹھ	″	۳ ″
(ب)	روغن زرد	فی سیر	۲½ جیتل	مصری	فی سیر	۲ ″
	کھانڈ	″	۱ ″	شکر	″	½ ″
	کنجد (تل)	″	۱ ″	نمک	″	۱ ″

(ج) غلام ۲۰۰ تا ۰۰ ٹ — کنیز ۰۰۰ تا ۵۰۰

(د) شاہانہ بازاریں اور اسباب تجارت کے علاوہ ضروریات کا بھی نرخ معین کیا گیا — مثلاً پارچہ جات، سبزی، میوہ جات، گوشت، مچھلی، پان، طعام، مٹھائیاں وغیرہ اشیا حتیٰ کہ سوئی سے لے کر گھوڑے، مویشی اور سوئی دھاگا تک کا سرکاری نرخ مقرر ہو گیا۔

مذکورہ قواعد اور احکام کی تعمیل اور عمل درآمد کے لیے ایک قابل افسر ملک قبول الغ خانی کو شحنۂ منڈی مقرر کیا گیا۔ یہ شخص فاضل، تجربہ کار اور سیاق وسیاق سے خوب ماہر تھا۔ مرکزی منڈی میں اس کا ہیڈ کوارٹر تعمیر کیا گیا۔ سلطان نے اس جدید خدمت کے لیے شحنۂ تجارت کو ایک قیمتی اور زرخیز جاگیر عطا کی۔ کہ رشوت ستانی کا اندیشہ نہ رہے۔ ایک لائق اور دیانت دار امیر کو اس کا نائب مقرر کیا۔ پولیس کا ایک زبردست دستہ یہاں متعین کیا گیا۔ سلطان نے ان منڈیوں میں خفیہ نویس مقرر کیے۔

ان منڈیوں کی اطلاعات روزانہ ایوان حکومت میں تین ذرائع سے پہنچتی تھیں (۱) شحنہ منڈی کی معرفت (۲) منڈی کے محرروں کی معرفت (۳) خفیہ نویسوں (جاسوسوں) کے ذریعہ۔

سلطان بذات خاص ان رپورٹوں کا باہم مقابلہ کرتا تھا۔ غلطی کرنے والوں یا دانستہ خلاف واقعہ اندراج کرنے والوں کو عبرت انگیز سزائیں دیتا تھا۔ ایک بار ایک کمشنر تجارت نے تبدیلی نرخ کی تجویز کی تو سلطان نے اسے سزا دی۔

خفیہ نویس، غیر مشہور اور گمنام اشخاص مقرر کیے جاتے تھے۔ اور یہ تبدیل و معزول بھی ہوتے رہتے تھے۔ منڈی کے محرروں کی کافی نگرانی کی جاتی تھی۔

تمام احکام و قوانین متعلقہ کی تعمیل نہایت سختی سے ہوتی تھی۔ مرد، عورت اور بچے سب کو مقررہ نرخ پر اشیا ملتی تھیں۔ پیمانہ و اوزان کے متعلق بھی قواعد بنائے گئے تھے اور تاجروں کے طرز عمل کی اس پہلو سے بھی نگرانی کی جاتی تھی۔

خلاف ورزی قانون کی سزا، جرمانہ، قید یا ضبطی مال و ملک کی صورت میں دی جاتی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ غلہ یا قیمتیں گر جانے سے زمینداروں اور کاشتکاروں کو نقصان پہنچتا ہے۔ لیکن یہ محض خیال ہی خیال ہے اس قسم کا اندیشہ عہد علائی میں بھی کیا گیا تھا۔ مگر غلط ثابت ہوا کیونکہ دیگر اشیاء کی ارزانی نے اس کی تلافی کر دی گویا روپیہ کی قیمت بڑھ گئی۔

دور حاضرہ میں اجناس بخصوصاً غلہ کی گرانی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ اس کا ماضی سے مقابلہ کرنا تحصیل حاصل ہے لیکن باایں ہمہ ہم دیکھتے ہیں کہ کاشتکاروں کی حالت کچھ بھی بہتر نہیں۔ بلکہ بد سے بدتر ہے۔ اس مشاہدہ سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ گرانی غلہ کاشتکاروں کے حق میں کچھ مفید نہیں۔ بلکہ ارزانی مفید ہے

بشرطیکہ دیگر اجناس بھی ارزاں ہوں۔

جب غلّہ تیار ہو جاتا تھا تو تاجران غلّہ کھیتوں پر پہنچ کر روپیہ کاشتکاروں کے حوالے کرکے غلّہ خود لے آتے تھے۔ اور اپنا منافع نکال کر فوراً منڈیوں میں غلّہ فروخت کر دیتے تھے۔ غلّہ کو روک رکھنا جرم تھا۔

سلطان نے غلّہ کے بنجاروں (تاجروں) کو دریائے جمن کے کنارے آباد کیا تھا۔ کہ ان کے باربرداری کے بیلوں کو چارہ بہ آسانی بہم پہنچ سکے۔ افسوس اب اس گروہ کا وجود باقی نہیں۔

خشک سالی کے مواقع پر ان بنجاروں کو سرکاری ذخیرہ سے غلّہ دیا جاتا تھا اور یہ اُن شہروں میں لے جاتے تھے جہاں اُس کی ضرورت اور مانگ ہوتی تھی۔ بنجارے سہل انکاری کی صورت میں سزا پاتے تھے۔

پارچہ کی فروخت کے لیے سلطان نے ایک سرائے عدل (منڈی) علیحدہ تعمیر کرائی۔ اس کے اندر آکر ہر قسم کا پارچہ فروخت ہوتا تھا۔ خریداروں کے لیے اس میں سہولت و آرام تھا کہ ایک ہی مقام سے ہر قسم کا کپڑا خرید اجا سکے۔ اور نرخ کی تصدیق بھی دوسری دوکان سے ہو سکے۔ اس نمونہ کی منڈی اور بازار آج تک ہندوستان کے بعض شہروں میں پائے جاتے ہیں لیکن یہ انتظام غیر سرکاری ہے۔ حکومت اس میں مداخلت کرنا پسند نہیں کرتی۔

تاجران پارچہ کے نام ایک رجسٹر میں درج کیے جاتے اور اُن سے اقرارنامے لکھائے جاتے تھے کہ وہ ہر سال کپڑا لا کر سرائے عدل ہی میں مقررہ نرخ پر فروخت کیا کریں۔

سلطان علاءالدین کی گورنمنٹ نے تاجران پارچہ کو بیس لاکھ روپیہ نقد پیشگی دیا کہ وہ ممالک غیر سے ہندوستان کے لیے پارچہ خرید کر لائیں۔ اس مقام پر یہ بات

یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تمام تاجران پارچہ ملتانی ہندو تھے۔ سرائے عدل کے تمام عہدہ دار اور کارکن بھی ہندو ہی تھے۔ ان کو حکم تھا کہ جب سوداگر باہر سے مال لائیں تو وہ خود اس کا انتظام کریں۔ افسوس کہ فرزندان ہند نے اب یہ باتیں فراموش کر دیں۔ ؎

تمھیں سے دیکھیے سارے ہندوستاں میں یاد ہے اتنا
کہ عالمگیر ہندو کش تھا۔ ظالم تھا۔ ستمگر تھا!

غلام و کنیز کی قیمتیں مقرر کر دینے کا خاص اثر پڑا۔ بردہ فروشی کی کمر ٹوٹ گئی جو ایک ایک لونڈی غلام بیشتر ایک ایک لاکھ روپیہ کو فروخت کرتے تھے۔ اب اُن کی تجارت بالکل رک گئی۔ درآمد تقریباً بند ہو گئی۔ جب بازار میں اس جنس کی قیمت گھٹ گئی تو پھر وہ قومیں جو غلام بنائی جاتی تھیں ایک حد تک اس ذلت سے محفوظ ہو گئیں

یہ اس عہد کا ذکر ہے۔ جب مغرب۔ اس تجارت میں مشرق سے کسی طرح پیچھے نہ تھا۔ بلکہ دعوائے ہم چشمی کرتا تھا۔ پس سلطان علاء الدین کی انسداد اصول غلامی کے لیے اس قسم کی کوشش کچھ کم حیرت انگیز اور اہم نہیں۔

سلطان علاء الدین نے ارباب نشاط کا بھی انتظام کیا۔ یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ اس نے اس حیا سوز اور دشمن اخلاق فرقہ کا استیصال ہی کیوں نہ کر دیا؟ کہ خس کم جہاں پاک کا مصداق ہوتا!

لیکن یہ مسئلہ معمولی نہیں۔ بلکہ نہایت پیچیدہ۔ اہم اور نازک ہے محض یہ سوال کہ اس فرقہ کا وجود مضر ہے یا مفید یا بے ضرر۔ دلچسپ۔ وسعت خواہ اور طویل گفتگو کا محتاج ہے۔ اس لیے ہم اسکے حل کرنے کی فی الحال کوشش نہ کریں گے۔

شاہان بانداری کے استیصال کے مسئلہ کی سنجیدگی اور پیچیدگی اسی سے

ظاہر ہے کہ آج تک کسی متمدن اور مہذب سے مہذب گورنمنٹ نے اس فرقہ کے فنا
کرنے کی کوشش نہیں کی۔ لیکن سلطان علاء الدین کے زمانہ میں یہ مسئلہ اور زیادہ
اہم اور پیچیدہ تھا۔ اس لیے کہ کچھ نہ کچھ سوشیل اور مذہب سے تعلق رکھتا تھا۔ اور
ظاہر ہے کہ ایسے امور میں مداخلت کرنا گورنمنٹ کے لیے آج بھی نزاکت اور پیچیدگی
سے خالی نہیں۔

عہد علائی میں اس طائفہ کی حالت ہمارے عہد سے بالکل مختلف تھی۔ ارباب
نشاط کا لقب کنچنی اور رام جنی تھا یہ سب کی سب ذات اور مذہب کے لحاظ سے
ہندو تھیں۔ ہندوستان کے مختلف حصص میں ان کی کثیر تعداد پائی جاتی تھی۔ ان
میں سے اکثر مندروں میں بھجن گانے پر ملازم تھیں۔ گدا غانزی (رنڈی) اور ہند کی
کئی دیگر اقوام۔ جن کا نشان کم و بیش اب بھی موجود ہے۔ انہیں کی ہم مشرب تھیں۔
لیکن آج رام جنی ڈھونڈھے نہیں ملتی۔ البتہ اس کی قائم مقام اللہ جنی موجود
ہندوستان میں یہ انقلاب حیرت انگیز ہے۔ اسکے متعلق ہم اپنے خواجہ تاشوں کو
مبارکباد دے سکتے ہیں مگر خود اپنے کو کیا کہیں؟؟! استغفر اللہ!! (ع)

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

کیا ہماری قوم کے غیرت مند اور باہمیت قائدین و مصلحین نے کبھی اس انقلاب پر
ایک لمحہ سنجیدگی سے غور و تدبر کیا ہے؟ اور کیا اب بھی وہ یہ زحمت گوارا نہ فرمائینگے!

• عہد علائی کے مذکورۂ بالا انتظام کے نتائج توقع سے زیادہ مفید نکلے۔ باوجود
متواتر خشک سالیوں کے غلہ کا نرخ بدستور رہا۔ ایک تولہ تک کم نہ ہوا۔ دیگر اشیا کا
نرخ بھی وہی رہا۔ جو مقرر کیا گیا تھا۔ اس وقت یہ عقدہ کھلا کہ غلہ ہی کی ارزانی
پر دیگر اشیا کے نرخ کا دار و مدار ہے۔

[illegible] کثرت ہوئی کہ دہلی کے ہر ملک

عہد میں دو تین ذخیرے (سٹور) ہر زمانہ میں مہیا رہنے لگے۔ کمی کی ہرگز شکایت نہیں پیدا ہوئی۔ نرخ میں کمی و بیشی نہیں ہوئی۔ خاص و عام خصوصاً متوسط درجہ کے لوگ اور غریب رعایا بھی فارغ البال و خوش حال نظر آنے لگے۔ مفسدین کے ہاتھ میں بدامنی کے جو ذرائع تھے وہ معدوم ہو گئے اس لیے اُنھیں خاموش ہوتے ہی بنی۔ الغرض ملک میں بہمہ وجوہ امن، اطمینان، اور خوش حالی کی گرم بازاری ہو گئی۔ فوجی نتائج بھی نہایت کامیاب حاصل ہوئے۔ جنگی ضروریات بالکل تھوڑے خرچ سے پوری ہونے لگیں۔ رنگروٹ آسانی سے مل گئے۔ چند ہی روز کے اندر پانچ لاکھ جدید فوج بھرتی ہوئی۔ اور وہ کیل کانٹے سے درست، آمادۂ پیکار ملک کے ہر حصہ میں مامور کر دی گئی۔

پنجاب میں اُمید سے زیادہ فوج بھرتی ہوئی۔ یہ خصوصیت پنجاب نے اب تک ہاتھ سے نہیں دی۔ زمانۂ حاضرہ میں بھی فرزندان پنجاب دیگر صوبجات ہند سے پیش پیش رہے۔ اور حکومت نے اس امر کو محسوس کیا۔

عہد علائی میں گورنر پنجاب، غازی بیگ تغلق (آئندہ سلطان غیاث الدین) تھا اس نے کثرت سپاہ سے فوری مفاد یہ حاصل کیا کہ پنجاب سے آگے بڑھ کر اُن علاقوں کو اپنا جولانگاہ بنایا جو مغلوں کے ماتحت تھے۔ حالانکہ قبل ازیں محض مغلوں کے حملات کی مدافعت کی جاتی تھی۔ افواج ہند کو یہ قوت و جرأت تقریباً [illegible] صدی کے بعد حاصل ہوئی۔ بنگال۔ بہار۔ اودھ۔ مالوہ۔ گجرات [illegible] کی افواج کے علاوہ دہلی۔ سمانہ۔ دیپالپور اور ملتان وغیرہ پنجاب کے [illegible] میں پانچ لاکھ کے قریب سپاہ موجود تھی جس میں چار لاکھ ستر ہزار سوار [illegible] سامان رسد و حرب کے ذخیرے بکثرت موجود تھے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ تمام فوج مسلم فوج تھی۔ اس سے اس عہد کے مسلمانوں کی حالت پر ایک حد تک روشنی

پڑتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس عہد کو مسلمانوں کا زمانۂ شجاعت کہا جاتا ہے ما کنیزیں اور خواجہ سرا فوجوں کی کمانیں کرتے اور دشمن کو نیچا دکھاتے تھے لیکن یہ کوئی امر عجیب نہیں۔ عہد اقبال مندی میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ تاریخ بہترین رہنما ہے۔ ماضی خضر طریقت ہے حال کے حق میں۔ اگر یہ اصول درست ہے تو کیا ہم ماضی سے کوئی سبق نہیں لے سکتے!

حکیم مظفر حسین آظہر دہلوی

غزل

از سید حبیب احمد صاحب اُفق موسوی امروہوی

کب منتشر سحر پہ ہماری غبار تھا	پھیلا ہوا یہ دودِ چراغ مزار تھا
تازہ جگر کے داغ ہوئے آہ سرد سے	پھولوں کو انتظارِ نسیمِ بہار تھا
کوندی تھی برق پردۂ ابرِ سیاہ میں	یا دودِ آہ میں نفسِ شعلہ بار تھا
یوں منتشر حواس ہوئے اُن کو دیکھ کر	یہ بھی خبر نہیں مجھے کیوں انتشار تھا
اب دل پہ اختیار نہیں؟ وائے انقلاب	اک دن وہ تھا۔ کہ اُن پہ ہمیں اختیار تھا
اک یاد اُن کی باعث تسکیں تھی ہجر میں	اک دھیان اُن کا مونسِ لیل و نہار تھا
بعد فنا بھی رہ گئیں آنکھیں کھلی ہوئی	آنے کا اُن کے نزع میں جو انتظار تھا
جو بات تھی جناب کی بے اعتبار تھی	جو عہد تھا حضور کا ناپائدار تھا
جیسے کیا حباب نے اظہار اضطراب	ایسے ہی دوسرا بھی کوئی بیقرار تھا
بے وجہ میں وہ آپ سے ابتک جدا رہا	یہ بھی کرشمۂ ستم روزگار تھا

گذرا جو ہے ابھی ابھی کوچہ سے آپ کے
وہ ہی جنازۂ اُفقِ جاں نثار تھا

عادت

لغوی معنی لفظ (عادت) کے بار بار کرنے یا ایک عمل اور ایک فعل کے متواتر یا پے در پے ظہور پذیر ہونے کے ہیں اور اصطلاحاً یا مجازاً مراد ایک ایسے عمل ایسے فعل یا کسی ایسی حرکت سے ہے جو ایک استمراری رنگ رکھتی ہو یا جس میں اکثریت پائی جاتی ہو۔

الفاظ ذیل بھی کبھی کبھی یا بعض حالات میں عادت کے مرادف متصور ہوتے ہیں یا بہ خیال مترادف عادت کے مفہوم میں استعمال کیے جاتے ہیں۔

فطرت خو سرشت طبیعت طینت خصلت چلن چال
مزاج خاصیت میلان مذاق روش طور طریقہ طرز

ممکن ہے کہ ان الفاظ میں سے بعض الفاظ مفہوم عادت سے پوری مشابہت یا توافق نہ رکھتے ہوں مگر ان الفاظ میں تقریباً وہ اثرات پائے جاتے ہیں جو عادت کے مفہوم میں ہوتے ہیں مثلاً الفاظ خو۔ خصلت۔ روش وغیرہ کا اطلاق بعض دفعہ باعتبار طرز کلام کے عادت پر بھی کیا جاتا ہے اور سامعین انکے اطلاق سے عموماً عادت ہی کا مفہوم مراد لیتے ہیں اگرچہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ لفظ عادت اور ان الفاظ کے مفاہیم میں کوئی فرق اور تمیز ہی نہیں۔ فرق اور تمیز تو ہے کیونکہ میری رائے میں کسی دو لفظوں میں کلی طور پر توافق اور ترادف نہیں ہوتا کچھ نہ کچھ ان میں فرق ہوتا ہے۔

اگرچہ ہم بعض الفاظ بعض الفاظ کی جگہ بول دیتے ہیں اور مجازاً انہیں ایک ہی مفہوم کے تابع سمجھتے ہیں مگر درحقیقت کوئی دو لفظ کلیتاً مترادف نہیں ہوتے سوائے اسکے کہ

کسی واضع نے جان بوجھ کر ایسے دو لفظ صرف ایک ہی یا ایک ہی قسم کے مفہوم کے تابع وضع کیے ہوں سو یہ ایک دوسری صورت ہے اس صورت میں گویا ایسے دو الفاظ در اصل ایک ہی ہوتے ہیں۔

بحث اُن مختلف الفاظ کی ہے جو شروع ہی سے دو متضاد اغراض کے ماتحت موضوع ہوں جب کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں فلاں الفاظ مترادف ہیں تو منشا ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ اُن میں نسبتاً کچھ کچھ توافق اور ترادف پایا جاتا ہے جیسے آدمی اور شیر میں سوائے جاندار اور ذی روح ہونے کے اور کوئی مشابہت نہیں ہوتی مگر کبھی کبھی بلحاظ شجاعت اور تہور کے انسان کو بھی شیر یا شل شیر کہہ دیتے ہیں

جن الفاظ کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اُن کا اطلاق بھی بعض وقت عادت کے مفہوم میں اسی قبیل سے ہوتا ہے اور مجازاً انھیں معنوں میں اُنھیں بھی حاوی کیا جاتا ہے جس میں عادت کا لفظ مستعمل ہوتا ہے۔ باوجود اس تفریق اور تمیز کے بھی یہ کہا جائے گا کہ الفاظ مندرجۂ بالا کا کچھ نہ کچھ اطلاق عادت پر ہوتا رہتا ہے اور عادت کا مفہوم اُن الفاظ میں بھی منتقل کرتے رہتے ہیں۔

جب ہم ان الفاظ کے تحت عادت کا استعمال کرتے ہیں تو باوجود اس استعمال کے بھی اُن میں فرق ہوتا ہے اور ہم مزید غور کے بعد اس فرق اور تفاوت سے آگاہ ہو سکتے ہیں قبل اسکے کہ ہم عادت اور ان دیگر الفاظ کے مفاہیم میں فرق کر کے دکھلائیں یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ (عادت کیا ہے)

جب کوئی شخص کسی ایک عمل۔ اور کسی ایک فعل کا گرویدہ ہو جاتا ہے یعنے ایسا کوئی فعل اس کی سرشت کا ایک جزو ہو جاتا ہے یا اُس سے اُسکا اس درجہ تک تعلق۔ واسطہ۔ دلچسپی اور گرویدگی ہو جاتی ہے کہ وہ قریباً مجبوراً اُسے کرتا ہے یا کرنا چاہتا ہے تو کہا جاوے گا کہ

وہ اُس کا عادی ہے یا اُس کی ایسی عادت ہے۔

جب کوئی کہتا ہے کہ

یہ میری عادت ہے

تو منشا اس سے یہی ہوتا ہے کہ میں یہ عمل یہ فعل اور یہ حرکت محض اس واسطے کرتا ہوں کہ وہ میری طبیعت کا ایک جزو ہو چکی ہے اور میں اُس سے قریباً باز نہیں رہ سکتا۔

مثلاً

میں کیا کروں میری عادت ہی ایسی ہے

وہ اپنی عادت سے مجبور ہے۔

اُسے عادت کچھ نہیں کرنے دیتی۔ (وجود عادت)

ہر شخص جس طرح ایک فطرت ایک سرشت اور ایک مزاج یا ایک خو رکھتا ہے اسی طرح ایک عادت بھی رکھتا ہے کوئی متنفس عادت سے خالی نہیں ہونا چاہیے وہ کوئی ہی نوعیت رکھتی ہو۔

عادت فطری ہے یا کسبی

یہ سوال ایک طرف ایک بڑا پیچیدہ اور دوسری طرف ایک اہم سوال ہے جس طرح ہم عادت کے وجود سے انکار نہیں کر سکتے اسی طرح فطرت سے بھی انکار نہیں کر سکتے ہر شخص ایک فطرت رکھتا ہے یعنی وہ حقیقت اور وہ کیفیت جس پر قدرت نے ہر ایک انسان کو پیدا کیا ہے۔

انسانی فطرتوں کی دو قسمیں ہیں۔

(ا) فطرت عامہ۔

(ب) فطرتِ شخصی۔

ایک فطرت کُل نوع انسان کی ہے جسے دوسرے الفاظ میں بجاے فطرت جامع کے فطرت نوعی کہنا چاہیے ہر انسان باعتبار نوع انسان کے یہ فطرت رکھتا ہے اور اس فطرت میں ایک قسم کی یکسانیت اور وحدت پائی جاتی ہے اس فطرت کے کُل انسانوں یا کُل نوع انسان میں ایک ہی قسم کا جذبہ اثر اور رجحان پایا جاتا ہے اور کوئی انسان بھی اس سے باہر اور بیگانہ نہیں ہو سکتا

شخصی فطرت وہ ہے جو اس نوعی فطرت کی بحث میں ہر شخصیت کے مقابلہ میں ایک جدا اگانہ افر۔ اور پہلو رکھتی ہے اور ہر شخصیت کی ہستی کا اُسپر ایک بڑی حد تک باعتبار معاملات۔ خیالات اور تقاضیات کے انحصار ہوتا ہے دوسرے الفاظ میں یہ کہ اُس کی حیات کا بہت سا حصہ اسپر موقوف ہوتا ہے اور باوجود ایک قسم کے توافق اور تبائن کے بھی یہی شخصی فطرت ایک کو دوسرے سے تمیز دیتی ہے۔

جس طرح سارے انسان باوجود تبائن اشکال اور آثار کے باعتبار نوع انسان ہونے کے ایک ہی ہیں اس طرح تمام انسانی فطرتیں باوجود اسقدر تبائن اور تضاد کے بھی نوعی فطرت کے تحت میں ایک ہی ہیں۔

جب ہم مختلف فطرتوں کی متحدہ صورت پر غور کرتے ہیں تو ہمیں اس امر کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ باوجود اتحاد نوعی فطرت کے شخصی فطرتوں کے درمیان ایک قسم کی وحدت اور یکسانیت بھی پائی جاتی ہے۔ فردی یا شخصی فطرتیں احفاظ شخصیت کے واسطے دی گئی ہیں اور نوعی فطرت نوعی احفاظ کی خاطر ودلیعت کی گئی ہے باوجود اسقدر تبائن اور اختلاف کے بھی انسانوں کا ایک ہی قسم کی ضروریات عامہ اور تمدن کی جانب کھنچے جانا دلیل ہے اس بات کی کہ اُن میں ایک فطرت مشترکہ بھی ہے۔

(فطری تمیز)

دیکھو جس طرح جانوروں اور دیگر حیوانات میں ایک قسم کی جداگانہ فطری تمیز ہوتی ہے اور اُن کی زندگی کے واسطے ہمیشہ عمل تک میں اُسکی بحد ضرورت رہتی ہے اُسی طرح انسان بھی ایک فطری تمیز رکھتا ہے اور اُسپر اُسکی اغراض عام یا زندگی کی عام اور فوری ضروریات کا بہت کچھ انحصار رہتا ہے۔ تھوڑا سا غور کرنے پر بھی ہم معلوم کر سکتے ہیں کہ یہ فطری تمیز اس کا پہتہ ساخت سب انسانوں میں قریبًا ایک ہی رنگ اور ایک ہی نوعیت رکھتا ہے کہ گھر اور کسی نسل میں بچہ پیدا ہو عمومًا اس کی فطری تمیز ایک ہی رنگ رکھے گی۔ اور یہی سب فطرتوں میں ایک قسم کی مجانست پائی جائے گی چونکہ زندگیوں کی اکثر یا فوری ضروریات کا مدار اس قسم کی فطرت پر ہوتا ہے اسواسطے اس میں یکجہتی توافق اور مجانست پائی جاتی ہے اگر اس میں ایسا توافق نہ پایا جاتا تو انسان ایک بڑی حماقت کی غلطی میں گرفتار رہتا اگرچہ فطری تمیز میں بھی گونہ فرق پایا جاتا ہے مگر باوجود اسکے بھی یکسانیت اور عمومیت ایک مشترکہ ہستی رکھتی ہے

انسانی فطرتوں کی یکسانیت اور توافق کا مشاہدہ ان نسلوں میں زیادہ تر اور ایک وضاحت کے ساتھ ہو سکتا ہے جو اس سفر زیست میں نووارد ہوتی ہیں یعنی بچوں کو ایک ہی جگہ پر بٹھا کر دیکھ سکتے ہو کہ ان کی فطری تمیز ایک دوسرے سے کسقدر ملتی جلتی ہے اور قدرت نے اس میں کس قدر مشابہت رکھدی ہے اگرچہ لڑکوں کی طبائع میں گونہ فرق بھی ہوتا ہے مگر باوجود اسکے بھی اُن کی فطری تمیز متحد ہوتی ہے۔

میری رائے میں۔

فطرت ایک قدرتی حقیقت یا کیفیت ہوتی ہے اور عادت ایک کسبی یا اجتہادی

کیفیت کو فطرت یا فطرتی آثار میں بھی عادت کا نمونہ پایا جاتا ہے اور بعض عادتیں فطری ہی معلوم ہوتی ہیں مگر فطرت اور عادت میں فرق ہے۔

یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ

فطرتی عادات جدا ہیں اور عادتی عادات جدا۔

جو کچھ ہمیں فطرت کے رنگ میں بخشا گیا ہے وہ ہی در اصل مجموعہ عادات بھی ہے انسان جو کچھ فطرتاً یا فطری تمیز کے تحت رکھتا ہے وہ بھی عادت ہی ہوتی ہے۔ انسان کا ہنسنا رونا۔ کھانا۔ پینا۔ وغیرہ وغیرہ سب فطری جذبات ہیں مگر یہ بھی باوجود فطری ہونے کے ایک عادت ہیں یعنی انسان اُن کا بھی اُسی طرح عادی ہے جس طرح اُن روشوں کا جنھیں خصوصیت سے عادت کہا جاتا ہے ایسی فطری عادات کا انسان اس شدومد اور اس منضبطی سے عادی ہوتا ہے کہ اُن کے بغیر وہ ایک مشکل اور صعوبت سے مراحل زندگی میں چل سکتا ہے اس سے میں قیاس کرنے پر مجبور ہوں کہ وہ کیفیات اور وہ روشیں جنھیں ہم اپنی اصطلاح میں عادات سے تعبیر کرتے ہیں زیادہ تر کسبی ہیں یا یہ کہ اُن کا اکثر حصہ کسبی ہوتا ہے جو رفتہ رفتہ بنتا اور نشوونما پاتا ہے چونکہ ان دونوں قسم کی کیفیتوں اور معملات میں ایک قسم کی مشابہت یا مطابقت ہوتی ہے اس واسطے ہم اکثر اوقات ان کی تفریق اور تمیز سے معذور رہتے ہیں اور ان دونوں میں بعض وقت اس قسم کی مشابہت پائی جاتی ہے کہ سوائے اس کے کہ انھیں ایک ہی کہیں اور کچھ کہہ نہیں سکتے۔

عادت رفتہ رفتہ بنتی اور نشوونما پاتی ہے عادت پیدائش کے ساتھ وجود پذیر نہیں ہوتی بلکہ اس کا نشوونما اور ظہور رفتہ رفتہ ہوتا ہے لیکن وہ کیفیات یا وہ روشیں جو انسان کی خلقت کے ساتھ ہی شروع اور وجود پذیر ہو جاتی ہیں فطری ہوتی ہیں چونکہ ایسی فطری روشیں اور کیفیات کے ساتھ ساتھ ہی عادتیں بھی رفتہ رفتہ نشوونما

پانے لگتی ہیں اور ایک خاموشی کے ساتھ اُن کی خلقت بھی ہوئی رہتی ہے اس واسطے ہم ایک آسانی کے ساتھ اُن میں تفریق نہیں کر سکتے اور مجازاً یا مجملاً اُن سب پہ عادات کا اطلاق کرتے ہیں۔

قبل اسکے کہ ہم فلسفہ عادت کی بابت بحث کریں یہ دکھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ جن دیگر کیفیات کے ساتھ بعض اوقات عادت کو ملا دیا جاتا ہے یا اُن پر بھی عادت کے مفہوم کا گمان ہوتا ہے اُن میں اور عادت میں کیا کچھ فرق ہے ممکن ہے کہ ہم اس تفریق میں بوجہ احسن کامیاب نہ ہوسکیں لیکن ہماری اس بحث سے یہ ثابت ہو جائیگا کہ انسانی کیفیات کی مختلف فطری اور کسبی صورتوں کا اتحاد کہانتک اور کسقدر ہو سکتا یا ہوتا رہتا ہے اور اس اشتراک اور امتزاج سے اُن میں کس قسم کی نسبتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور اس وجہ سے اُن کا اخلاق انسانی پر کیسا اثر پڑتا ہے اور فلسفۂ اخلاق کے تحت اُسکی قیمت اور وسعت کیا کچھ ہوتی ہے۔

ہم شقوق ذیل میں اس بحث کی تقسیم کرتے ہیں۔

(۱) فطرت اور عادت میں کیا فرق ہے

(۲) جبلت اور عادت میں کیا فرق ہے۔

(۳) طبیعت اور عادت میں کیا فرق ہے۔

(۴) طینت اور عادت میں کیا فرق ہے۔

(۵) خصلت اور عادت میں کیا فرق ہے۔

(۶) مزاج اور عادت میں کیا فرق ہے۔

(۷) جذبہ اور عادت میں کیا فرق ہے۔

(الف) فطرت اور عادت میں جو کچھ فرق ہے اوپر کی بحث میں مختصراً اُسکا ذکر کر دیا گیا ہے جس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(ب) بیشک چلن کا اطلاق بھی بعض وقت عادت پر ہوتا ہے لیکن صحیح طور پر چلن وہ مفہوم نہیں رکھتا جو عادت کا ہے۔ چلن ایک ایسی چال اور ایک ایسی روش سے مراد ہے جو مختلف مجموعہ کی شکل میں ہوتی ہے یا ایک ایسی کیفیت اور ایسی حالت ہے جو چند عام اغراض کے ماتحت مرعی رہتی ہے خلاف اسکے عادت عام کیفیات سے وابستہ نہیں ہوتی بلکہ اُس کا نمبر ایک دو کیفیات پر ہی ختم ہو جاتا ہے اور اُسکی وسعت کچھ بہت نہیں ہوتی۔

(ج) طبیعت اور عادت میں فرق ہے عادت طبیعت کے تحت نشو و نما پاتی ہے یا اُسکی آڑ میں ظہور پذیر ہوتی ہے عادت طبیعت میں ہو کر ہستی پذیر ہوتی ہے یا طبیعت اُس کا محل ہوتا ہے۔

(د) طینت انسان کے اُس روش اور عمل کا نام ہے جو باعتبار اثر اور نتیجہ کے کسی انسانی طبیعت کا پرورش یافتہ ہوتا ہے اور اُسکا تعلق عموماً بعض امور یا بعض معاملات سے بالفرض ہوتا ہے خلاف اسکے عادت کچھ اور رنگ رکھتی ہے اور اُس میں ایک قسم کی دوامیت یا استقلال پایا جاتا ہے۔

(ہ) خصلت بعض کے نزدیک صرف خوئے نیک سے مراد ہے اور بعض کے خیال میں خوئے بد پر بھی حاوی ہے۔ بایں مفہوم عادت اور خصلت گویا ایک ہی ہیں مگر پھر بھی ان میں فرق ہے اگر بخیال بعض خصلت صرف خوئے نیک ہی سے مراد ہے پھر تو فرق ظاہر ہے اور اسی طرح اگر صرف خوئے بد ہی ہے تو پھر بھی فرق ہے۔

ان دونوں باتوں کو چھوڑ کر بھی خصلت سے انسان کی کوئی ایسی روش اور ایسی خصوصیت عملی مراد ہے جو ان امور سے زیادہ تر وابستہ ہوتی ہے جو فطری خصائص سے قرین تر ہیں۔

(و) مزاج عموماً اخلاطی کیفیات سے وابستہ ہے اور اخلاطی کیفیات کو ہی محتوی ہے

اور عادت اس تقیدت باہر اور آزاد ہے۔

(ح) جذبہ سے وہ امور یا وہ کیفیات مراد ہیں جو عموماً مختلف انسانی قوتوں سے مخصوص ہیں اس میں شک نہیں کہ عادات پر بھی جذبات کا مختلف طور پر اثر ہوتا ہے اور عادتیں بھی جذبات کی کشش میں آجاتی ہیں مگر جذبات عادات نہیں ہیں جذبات کا رنگ زیادہ تر طبیعی قوتوں کے تحت وجود پذیر ہوتا ہے اور عادات خارجی اختیار کے بھی تحت ہوتی ہیں۔

ان تفصیلات کے بعد پھر بحث ہونی چاہیے۔ کہ

(۱) عادت کس طرح بنتی ہے۔

(۲) عادت کا شروع کیسے ہوتا ہے۔

(۳) عادت کا قیام۔

(۴) عادت کا ازالہ۔

(۵) عادت اور طبیعت ثانی۔

(۶) اختیار اور عادت۔

(۷) عادت اور بلامعلوم اختیار۔

(۸) عادت اور اخلاق میں فرق یا وابستگی۔

(۹) اخلاق پر عادت کا اثر۔

(۱۰) العادت لایرد الا بالموت۔

اگر یہ قرار دیا جائے یا یہ سمجھا جائے کہ عادت ایک جبلی خاصہ ہے تو پھر کسی بحث کی ضرورت نہ ہوگی کیونکہ جبلی خاصہ ایک فطری خاصہ ہوتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ عادت کوئی جبلی خاصہ نہیں تو پھر یہ بحث دلچسپ ہوگی کہ عادت کیونکر بنتی یا کیونکر نشوونما پاتی ہے۔

یہ کہنا کہ کوئی انسان جسقدر عادات رکھتا ہے اُن میں سے کسی میں بھی کوئی فطری عادت یا کسی فطری عادت کا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔ میری رائے میں درست نہیں اگرچہ یہ کلیہ نہیں کہ ہر کسبی عادت کے ساتھ کوئی نہ کوئی فطری خاصہ بھی ہو لیکن یہ بھی نہیں کہ کوئی نہ کوئی عادت ایسا ضمیمہ نہ بھی رکھتی ہو۔

مثلاً غصہ ایک فطری جذبہ ہے خود غرضی ایک فطری خاصہ ہے ایک شخص ان دونوں جذبات یا خاصوں میں رفتہ رفتہ اسقدر بہوت ہو چکا ہے کہ بجائے خود یہ دونوں خاصے یا دونوں جذبات ایک مستقل عادت ہو گئے ہیں تو کہا جائیگا کہ ایک فطری خاصہ یا فطری جذبہ رفتہ رفتہ ایک عادت کے رنگ میں منتقل ہو چکا ہے یا ایک عادت کے ساتھ ایک فطری جذبہ یا فطری خاصہ بھی شامل اور ضم ہو گیا ہے

(اول) عادت کے بننے کے تین طریقے ہیں۔

(الف) فطری جذبات کے تحت۔

(ب) فطری اور کسبی صورت کے تحت۔

(ج) محض کسبی صورت کے تحت۔

بعض فطری جذبات ایسے ہیں کہ وہ بھی عادت کا ہی رنگ رکھتے ہیں اور انھیں بھی عادت ہی کے رنگ یا عادت ہی کے قالب میں قبول کیا جاتا ہے مثلاً سچ بولنا مضر اشیاء سے نفرت کرنا یہ دونوں باتیں فطری ہیں، وہ فطرت ہی ان کی تعلیم دیتی ہے جب کوئی انسان فطری رنگ میں ان دونوں جذبات سے متصف ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص بڑا ہی راست گو اور بڑا ہی محتاط ہے اور اس کی عادت میں یہ دونوں باتیں داخل ہیں در اصل یہ دونوں جذبات یا دونوں خاصے فطری ہیں اور انھیں مجازاً عادت کے رنگ میں تعبیر کیا جاتا ہے خود غرضی بھی ایک فطری جذبہ ہے ہر شخص کسی نہ کسی حد تک خود غرض ہوتا ہے

اور ہر انسان کی زندگی کے واسطے خود غرضی لازمۂ زندگی ہے دوسرے الفاظ میں زندگی ہی کا نام خود غرضی ہے جب تک کوئی انسان ایک حد جائز تک جو فطری جذبے محدود ہوتی ہے خود غرضی نہ رکھے تب تک اُسکی زندگی کامیاب ثابت نہیں ہوتی جب انسان جائز حدود سے تجاوز کرکے ایسی خود غرضی کا شکار ہو جاتا ہے جو دوسروں کے واسطے ایک وبال ہے تو کہا جاوے گا کہ وہ ایک ایسی عادت رکھتا ہے کہ جو ایک فطری جذبہ سے بھی وابستگی اور نسبت رکھتی ہے وہ حصہ خود غرضی کا جو اضافتاً طور پر شامل ہو گیا ہے ایک کسبی یا بناوٹی حصہ ہے کیونکہ فطرت تو ایسی اجازت دیتی نہیں ہے رفتہ رفتہ ایسا شخص اپنی طبیعت میں ایسی کیفیت پیدا کر لیتا ہے یہانتک کہ پھر یہ شبہ بھی نہیں گزرتا کہ اس میں کوئی نامناسب اور زائد حصہ بھی شامل ہو چکا ہے۔

محض کسبی صورت کے تحت وہ عادتیں بھی آجاتی ہیں جو جذبات فطری سے کلیتہً مغائر ہیں اور جن کی کوئی فطری جذبہ بھی تائید نہیں کرتا اور نہ کسی فطری جذبہ سے اُن کی نسبت کوئی شہادت ملتی ہے نتیجتاً عادتوں کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) عادات حسنہ۔

(۲) عادات سیئہ

عادات حسنہ وہ ہیں جو قانون فطرت قانون سوسائٹی اور قانون سیاسی اور قانون مذہبی کے منافی نہیں ہیں قانون فطرت ایک عام قانون ہے باقی کے ہر سہ قوانین میں کچھ نہ کچھ تباین اور تناقض دیکھا جاتا ہے جب تک کوئی انسان اُن قوانین میں سے کسی ایک قانون کا مقید۔ پابند اور پیرو رہتا ہے تب تک اُسپر اُسی قانون کی پیروی لازمی ہے اور جب وہ اس سے باہر ہو جاتا ہے تو پھر اُسکی عادات کا سلسلہ کسی دوسرے قانون کے تحت آجاتا ہے۔

اور پہلے قانون کی تعقید اور تاثیر سے جو عادات مرعی ہوتی ہیں اُنھیں پیروان قانون اول اپنی حدود میں سے نکال دیتے ہیں اگرچہ اُن پر عادات سیہ کا اطلاق نہ ہو سکے لیکن اس قانون اول کے نقطۂ خیال سے عادات حسنہ کا اطلاق بھی اُن پر نہیں ہو سکتا مثلاً ایک مذہب یا ایک مت میں سود لینا اور تنبا کو پینا منع ہے او مذہبی نقطۂ خیال سے اسکی ممانعت ہے اب ایسے شخص یا ایسے معتقدین اُس قانون کی حد سے نکل گئے ہیں جس میں یہ دونوں باتیں ممنوع ہیں اس صورت میں ایسے اشخاص کا تنبا کو یا سود لینا کوئی عادت سیہ نہ ہوگی بلکہ ایک غربی یا ایک عادت حسنہ یا ایک ایسی عادت جس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

(باقی آیندہ)

سلطان احمد

غزل

جسے سمجھا ہے غافل تو تری اُٹھتی جوانی ہے
وہ کیا ہے ہستی موہوم کی مٹتی نشانی ہے

ہماری زندگی افسانہ ہے بے اختیاری کا
یہ بڑھنا عمر کا قرب اجل کی اک نشانی ہے

کسی کے تشنۂ ظلم وجفا مایوس کیا ہونگے
ابھی تک آب ہے شمشیر میں خنجر میں پانی ہے

بتائیں سرگذشت اپنی تمھیں کیا اے عدم والو
کہ اب ہستی کا قصہ ایک بھولی سی کہانی ہے

فلک کے دل میں جتنے داغ ہیں وہ مٹ نہیں سکتے
زمانہ کے لیے یہ آہ بیکس کی نشانی ہے

چمن والوں نے کیا دیکھا تھا یارب کچھ نہیں کھلتا
بہاریں منتظر ہیں لیکن نظر کا رنگ دھانی ہے

اُبلتا ہے لہو زخم جگر سے تو تعجب کیا
خدا رکھے ابھی تو تیر سے خنجر میں روانی ہے

چھپایا راز جو تو نے رازِ الفت کو تو کیا حاصل
تری جانب سے اے صہبا ہر اک کو بدگمانی ہے

عبد الاحد صہبا دہلوی

لالہ

(از سید شاہ محمد اسمٰعیل صاحب تمنا مدنی گیاوی)

آیا خزاں کے بعد جو موسم بہار کا — وقت آگیا عروس چمن کے نکھار کا
جس دم خیال آیا کسی گلعذار کا — جوشِ جنوں میں قصد کیا لالہ زار کا
دل اپنا یاد آگیا لالے کو دیکھ کر
پھر آئی آنکھ مے کے پیالے کو دیکھ کر

لالہ نہیں بھرا ہوا جامِ شراب ہے — روشن جو صحن باغ میں مثل آفتاب ہے
جامِ عقیق سرخ میں لب تک شہاب ہے — عکسِ شفق سے سرخ رخِ ماہتاب ہے
یاقوت کا ہے جام کہ لالے کا پھول ہے
یا لالہ رو کے کان کے بالے کا پھول ہے

جس دم حسین پاتے ہیں لالے کے پھول کو — مٹھی میں وہ دباتے ہیں لالے کے پھول کو
عاشق کا دل بناتے ہیں لالے کے پھول کو — جوڑے میں وہ چھپاتے ہیں لالے کے پھول کو
کرتے ہیں قدر اس لیے وہ لالہ زار کی
تصویر ہے کسی کے دلِ داغدار کی

لالہ تمنا کے دل کے مقابل ہو کس طرح — چھوٹا سا سرخ پھول بھلا دل ہو کس طرح
اس میں شبیہ حور شمائل ہو کس طرح — ارماں کی فوج لالے میں داخل ہو کس طرح
دل ہے وہ پھول جس میں سمائی جہاں کی ہے
اس میں شمیم گیسوئے حورِ جناں کی ہے

مرض

جس طرح علمائے اصول کے نزدیک اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ حرمت یا کراہت کسی صراحت شرعی سے اُن پر وارد ہوتی ہے۔ ویسے ہی جسم انسانی کے لیے اصل صحت ہے۔ مرض خلط یا عضو فعال کے وظیفۂ مقررہ اور فعل صحیح کے نہ قائم رہنے سے پیدا ہوتا ہے۔

۱۔ ایسی حالت میں مافی الکون سے اوضاع اور نسبات مقررہ مثلی اور نقل وحرکت بضرورت لوازم ضروریہ عادیہ کے ہوتی ہیں اُن کا معمول بضرورت علاج یا بدرجۂ مجبوری برقرار نہیں رہتا، اور اس وجہ سے مرض ڈبل اور دوہرا ہو جاتا ہے۔ یعنی ایک اصلی مرض۔ اور دوسرا اُسکے متعلق علاجی تکلف جو معمولات کا جاذب وسالب ہوتا ہے۔ بس اس نظر سے علاج ومعالجہ کا طریقۂ مناسب وہی ہوگا جسمیں مریض کے معمولات روزانہ سلبِ قوت اور حالتِ ضعف کی نسبت سے بڑے پیمانہ سے گھٹاکر چھوٹے پیمانہ پر قائم رکھے جائیں۔ صحت نسبتہً اس طریق علاج میں مریضانہ وضع نبانے والے طریق علاج سے بجلد عود کرتی ہے۔

۲۔ امراض سخت اور معمولی ہر طرح کے ہوتے ہیں۔

(الف) بعض کا تعلق اعضاء ظاہری سے ہوتا ہے مثلاً پھوڑا۔ پھنسی۔

ملہ اگرچہ بعض اورام اور زخم اندرونی اعضاء کی خرابی کے اثر سے پیدا ہوتے ہیں۔ مگر وہ اس طریقۂ علاج کے اصول سے کہ مرکز کی طرف سلسلۂ علاج کو دائرہ کی طرف سے لے جائیں گے۔ ظاہری امراض میں شمار کیے جائیں گے۔

ہڈی کا قطع کسر۔ اور اُس کی تبدیل وضع یعنی جگہ سے سرک جانا وغیرہ۔

(ب) دوسرے! وہ امراض جو اعضاء باطنی سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً امراض دماغ صدر۔ جگر۔ معدہ۔ گردہ۔ مثانہ۔ اوجاع (درد) مختلفہ وغیرہ۔

منجملہ امراض مذکورہ الصدر۔ کے مریضانہ نظر سے قسم اول کے امراض جو شدید التاثیر ہوتے ہیں۔ اور اگر کسی قسم کی کوئی آیت یا زہر یا قسمتی یا ب اعمال سے سرایت نہ کر جائے تو سریع الزوال ہونا بھی انھیں کی شان سے ہے۔ یہ اگرچہ طبیعت اور مزاج کی سطح مستوی کے لیے زلزلہ فگن ضرور ہوتے ہیں۔ اضطراب شدیدہ اور اضطراب منعجمہ کے تمام ہولناک اثرات کا نزول وورود بھی ان میں ہوتا رہتا ہے۔ مگر چونکہ ان کی مدت قلیل ہوتی ہے اس لیے ان کی تکالیف سے انسان عاجز ہو کر بطور مفہوم فرقوت کے موت یا موت کی دعا نہیں کرتا۔ بلکہ صحت چاہتا ہے۔ اور صحت عاجل کے لیے دست بدعا رہتا ہے۔ اگرچہ اس میں بھی جسم کے حصۂ زیریں کے قرحات وزخم۔ قطع وکسر عظمات جس سے تبدیل وضع نشست و برخاست میں تامل و تکلف واقع ہوتا ہے زیادہ تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ بعض اوقات وہ پہلو بدلنے کی مہلت نہیں دیتے۔

واسے بہرحال! ان امراض سے جن کا تعلق بطون جسم سے ہوتا ہے۔ ان کے اثر سے طبیعت میں ایک ہیجان برپا رہتا ہے۔ تمام کیفیات میں ایک بدمزگی وانقباض کا اثر پایا جاتا ہے۔ ہر شے اور ہر بات بُری معلوم ہوتی ہے۔ فی الحقیقت بیزاری سی پر طبیعت الجھتی ہے۔ غذا کی صورت سے متلی اور صفراویت کے پریشان کن اثرات جاری ہوتے ہیں۔ منہ سے کبھی لعاب دار رطوبت خارج ہوتی ہے۔ اور کبھی منہ خشک ہو جاتا ہے۔ ذائقہ بھی مختلف ناگوار۔ تلخ و ترش۔ میٹھی پھیکی شکلیں بدلتا رہتا ہے۔ اور یہ روحانی اور ذوقی تکالیف بطور علامات مرض کے چہرہ اور جسم پر بھی (انقباض) بدمزگی کے اثرات نمایاں کرتی رہتی ہیں۔

آنکھوں کا چڑھنا اُترنا، منہ پر زردی۔ ہونٹھ چوسنا، چہرہ دائیں بائیں پھیرنا۔ لیٹنے سے اُٹھ بیٹھنا، پھر دونوں گھٹنوں کے اوپر جھرجھری دار ہاتھوں پر سر رکھ لینا، کرب و بےچینی سے یہ اور اسی قسم کے اور حرکات بعض وقت اسطرح صادر ہوتے ہیں کہ دیکھنے والے بے اختیار مریض کی قدرت ضبط اور حد برداشت کو جاتا ہوا دیکھکر اُسکی تسہیل مشکل کے لیے صحت یا موت کی التجا کرنے لگتے ہیں۔

۳- مگر یہ مرض اور اُسکے اثرات ہیں۔ یہ قابل برداشت ہوں یا نا قابل برداشت قسم اول سے ہوں۔ یا دوم میں سے۔ جو لاحق ہوں گے اُن کی تکلیف و مشقت ہم کو اور آپ کو اُٹھانا ہوگی کوئی صورت اور حالت ہماری اور آپ کی تکلیف کو بٹا نہیں سکتی ہم ہوں گے اور شدائد مرض!

قدرتاً مریض کی نظر التجا اسوقت صاحب تدبیر اور چارہ سازی کی طرف اُٹھیگی اور تکالیف کا رد و دفعیہ اُسی کی حسن تدبیر اور قوت فکر و تشخیص کے متعلق ہوگا۔

اُسکے بعد درجہ بیمار داری کا ہے کیونکہ طبیب یا معالج آٹھ پہر مریض کے پاس نہیں رہتا۔ اُسکی نگہداشت و بیمار پرسی کا تعلق اُسکے اعزہ و اشخاص متعلقہ سے ہوگا لہذا بدرجہ اعلےٰ تمام تیمارداروں کو پہلے معالج کے بارہ میں فکر سلیم سے کام لینا چاہیے۔ معالج عام اس سے کہ شہرت عامہ رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو مگر یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اہل محلہ اور قرب و اتصال کے لوگ اُسکی بابت کیا خیال رکھتے ہیں نیز اپنا تجربہ یا مشاہدہ ذاتی اگر کچھ اسمیں امداد دے سکے۔ بطریقۂ علاج کی بابت بھی اُس نقطۂ نظر سے غور کرنا چاہیے جو بعد تمہید نمبر ا میں عرض کیا گیا ہے۔ اور ان سب کو ملا کر نتیجہ نکالنا چاہیے۔ یہ نتیجہ اگر صحیح اصول سے قضایا و مقدمات کی ترتیب صحیحہ کے ساتھ نکالا جائے گا تو ہمیشہ کے لیے مفید ہوگا، اور ہر ایک ہرج و مرج میں کام دیگا۔

فی الواقع یہ نہایت نازک مسئلہ ہے جس کا طے ہونا مرض اور صحت دونوں

حالات کے لیے ضروری ہے۔ حالت صحت میں اسلیے کہ اگر اصول حفظان صحت و احتیاط کی تا حد امکان انسان پابندی کرتا رہے تو اُسکی صحت یعنی حالت صحتیہ اغلب امر ہے کہ متاثر و مسموم نہو گی۔ اور اس قسم کے ہدایات طبیب اور معالج ہی کی رائے سے حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ طبیب کی سلامت تشخیص امتحان کا یہ ایک موقع ہے کہ حفظان صحت کی ہدایات ایسی تو نہیں وہ بتلاتا ہے جن سے صحت رواں اور جاریہ میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو یا عادات کے نظام و سلسلہ میں کوئی مزاحمت بیجا بیں تعمیل سے لاحق ہو۔ اور حالت مرض میں طبیب کی ضرورت سے تو شاید بہت کم لوگوں کو انکار ہوگا۔

۳۔ تیمارداری کا مسئلہ جس کا دوسرا نمبر ہے۔ کہ اسکا تعلق مریض کے دیکھ رکھاؤ حالات عامہ کہ جو متعلق شدت اور نقص عوارض مرض سے ہے انھیں کے ہاتھ میں ہے مریض کی دلدہی اور بے جانے والی صورتوں سے اُسکی طبیعت کو علیحدہ رکھنا۔ یہ اُنکے اہم ترین فرائض ہیں۔ پس استیصال و انحلال مرض کے لیے مقدم و موخر ہر دو اشخاص کا ہونا نہایت ضروری ہے۔

۴۔ میں آغاز سنہ ۱۹۱۶ء تک خود اس مسئلہ میں کچھ صحیح انتخاب یا نتیجہ تک نہ پہنچ سکا تھا۔ مگر اسکے خاص وجوہ تھے۔ اولاً تو خود ایسی قابل رشک صحت رکھتا تھا جو کبھی کسی مرض آشنا نہ تھی۔ دوسرے دیگر اشخاص کے اہتمام صحت و انسداد مرض کی واردات سے مجھے علاقہ نہ تھا۔ مگر جون سنہ ۱۹۱۶ء سے مجھے اس مسئلہ میں فکر کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یا ہمہ خدا کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ مجھے ایسے صحیح و قیمتی انتخاب کی تلقین حاصل ہوئی جس کے امتنان سے میری اور میرے متعلقین کی صحت و عافیت انشاءاللہ تعالیٰ تا زیست عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔

مگر اکثر اوقات یہ کانٹا کہ ع

پڑھنے کی اُنھیں حاجت نہیں بلکہ عادات جاریہ اور رواسم ساریہ ہی اُن کے لیے معلم حقیقی بن گئے ہیں۔ جس کا یہ معجزہ ہے کہ چند انسانوں کی نہیں بلکہ اقوام اور ملکوں کی قسمتیں علے الاطلاق اُن کے دست قدرت میں ہیں،

یہ تکمیل معاشرت اور اخلاق ہی کا انعام ہے ؎

عروسِ ملک کسے تنگ در بغل گیرد
کہ بوسہ برلب شمشیر آبدار زند

الحاصل۔

(۱) معمر اور ہوشمند اشخاص کے لیے ضروری ہے کہ اپنے طریق زندگی کو طبی اصول اور لحاظات پر بحسن اسلوب مرتب کر لیں۔

(۲) بچوں کے کورس کے لیے ایسے چھوٹے چھوٹے رسالہ طبی تعلیمات اور ضروری ہدایات کے تیار کیے جائیں۔ جن سے اُنکے دماغ ابتدا سے ممارست طبی حاصل کر لیں۔

(۳) عورتوں کی خانگی تعلیم میں رواج پذیر ہونے کے لیے چھوٹی چھوٹی کتابیں تیار کی جائیں جن پر والدہ ہونے کی حالت میں وہ عملدرامد کریں۔ جن میں طبی طریق پر سہل اور آسان تربیت اور پرورش کی باتیں لکھی ہوں۔

اول الذکر ہم سے اور موخر الذکر دو امور تعلیمی، ادبی اور اخلاقی مصلح انجمنوں سے متعلق ہیں۔

جواد علی

ضروری گذارش ۔ "تمدن" بلا طلب جن حضرات کی خدمت میں نمونۃً یا کسی معزز دوست کی تحریک سے پہنچے براہ کرم فوراً اپنے ارادۂ خریداری سے مطلع فرمائیں، ورنہ خاموشی رضامندی سمجھی جائے گی اور دوسرے ماہ میں ان کا نام درج رجسٹر کرکے تیسرے ماہ کا پرچہ بذریعہ وی۔پی بھیجا جائے گا۔ جس کا وصول کرنا ان کا قومی اور اخلاقی فرض ہوگا۔ مینیجر

طرح کی کوئی غزل یا کوئی نظم وغیرہ لکھوانی ہوتی۔ میر صاحب کے پاس جاتے نا توے ادب تہ کرکے بیٹھتے اور کہتے کہ آج تو فلاں صاحب نے ایک اچھی غزل کہی ہے کہ بس اب اُس سے بہتر ناممکن ہے۔ سنتے اور ہنس کر فرماتے خوب۔ بھلا وہ کیا غزل ہے۔ ذرا مطلع تو پڑھو۔ ممکن ہے۔ فوق کل ذی علم علیم شاید اور بھی کوئی ویسی لکھ سکے۔ ہم جی میں تو خوش ہو جاتے مگر چھیڑنے۔ اور ذرا چونکانے کو عرض کرتے کہ اب سننا بھی فضول ہے چونکہ نیستان شاعری کے وہ ایک ببر شیر تھے یہ سمجھتے ہیں آپ نہ ہوتی پھر اصرار کرتے کہ پڑھو تو سہی۔ ہم سمجھتے کہ بس اب سب سامان موجود ہے فوراً اسی زمین میں جس میں غزل وغیرہ کا ارادہ ہوتا بہتر سے بہتر کسی کا مطلع پڑھتے۔ سنتے اور سن کر پھر تبسم فرماتے مگر غوراً فرماتے اچھا لکھو۔ اور پھر بے تکلفانہ اسی رنگ میں اُس سے اچھی اور بہت اچھی غزل لکھوا دیتے۔ طبیعت ایک کنیز علی مضمون ایک غلام خانہ زاد تھا کہ دونوں ہر وقت دست بستہ سامنے رہتے تھے جملہ اوصاف سخن پر قادر تھے۔ شاعری اور نثاری کے جملہ فنون سے ماہر تھے بقول آزاد مرثیہ کا خاتمہ میر نفیس اور مرزا دبیر نے کر دیا ہے۔ مگر میر صاحب نے جو اپنی زندگی میں کچھ مراثی لکھے ہیں انہیں بالکل کلام نہیں کہ انیس و دبیر کو چھوڑ کر بہت ہی کم شاعر مرثیہ گوئی کے میدان میں ان کے مقابلہ پر نکل سکے۔ مرزا دبیر کے ایک مرثیہ کے جواب میں جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے ‖ رن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے

بیان مرحوم نے بھی مرثیہ لکھا ہے۔

کس شیر کی آمد ہے کہ شر کانپ رہا ہے ‖ تیروں کے خدنگوں کا جگر کانپ رہا ہے

اگر ان دونوں مرثیوں کو مخلوط کر دیا جائے تو پڑھنے والا تمیز نہیں کر سکتا کہ یہ دبیر ہیں یا بیان اور کوئی شک نہیں ہے کہ اس میں کے بعض بند مرزا دبیر سے بہت بڑھ گئے ہیں۔ مگر دبیر اور بیان کے نام کا فرق کچھ کم فرق نہیں ہے۔ اس لیے بھی تقابل کی جرأت نہیں ہوتی۔ دوسرے اس وقت وہ ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔ یہ مرثیہ کتابی صورت میں چھپ چکا ہے

بیان مرحوم عرصہ تک اخبار طوطی ہند کے اڈیٹر رہے ہیں جس میں سیاسیات وغیرہ کے سوائے ظرافت سے لبریز مضامین بھی بہت زیادہ نکلتے ہیں۔ اور آج بھی وہ پھولوں کی بہار دکھا رہے ہیں۔ اپنے ہمعصروں میں آپ کی سجاد حسین صاحب مرحوم اڈیٹر اودھ پنچ سے

عرصہ تک نوک جھونک ہی ہے اور چونکہ مؤخرالذکر بھی ایک عالی دماغ ظرافت نگار تھے اسواسطے ہم یہ تو کسی صورت میں نہیں کہہ سکتے کہ بیان کے مضامین اُن سے بڑھ گئے ہیں۔ مگر یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ بیان اُن سے کسی صورت سے کم نہیں رہے اُن مضامین کو دیکھکر کہنا پڑتا ہے کہ وہ ظریف بھی ایسے ہی تھے جیسے شاعر۔

میر صاحب درمیان میں کچھ دماغی عوارض میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اور پھر جبتک بقید حیات رہے اُن سے آزاد ہونے نہ پائے۔ روشنی میں نکلنے پیدل کہیں جانے سے صرف انکار ہی نہ تھا بلکہ سخت تکلیف بھی ہوتی۔ ان عارضوں کو وہم کی جانب منسوب کیا جائے یا قسم جنون سے گنا جائے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ اکثر عالی دماغ بعد میں ایسے ہی امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور پھر عمر بھر کے لیے اپنے قلم کے زور سے اہل زمانہ کو محروم کر دیتے ہیں مگر اس کلیہ سے بیان مرحوم جدا تھے دماغ گو ردی کیا تھا قریب قریب بیکار ہو گیا تھا۔ مگر آخر وقت تک نظم و نثر میں وہی زور، وہ ہی رنگ موجود رہا جو ابتدا میں تھا اور اسیطرح سے آپ مضامین نظم و نثر سے ارباب مذاق کی خدمت کرتے رہے جلوہ طور وغیرہ اخباروں میں مضامین ہمیشہ اُسی آب و تاب کے ساتھ نکلتے رہے۔

بیان مرحوم نے زبان کی خدمت اپنے ذمہ فرض سمجھ لی تھی اسی لیے ایک رسالہ لسان الملک نامی نکالا تھا جسمیں آپ کا اور تلامیذ کا کلام ہوتا تھا اور اگر وہ اور رسالوں کی طرح بند نہ ہو جاتا تو اہل ملک کے لیے حد سے زیادہ مفید تھا۔

بیان مرحوم کی تصانیف کا اس بات اندازہ ہو سکتا ہے کہ تمام عمر تک قلم اُنکے ہاتھ سے نہ چھوٹا مگر یہاں آکر بڑا ہی افسوس کرنا پڑتا ہے جب کانوں میں یہ آواز آتی ہے کہ اُنکی کلیات یا اُن کا مکمل دیوان تک موجود نہیں ہے۔ میر صاحب کے کلام کو اُنکی زندگی میں شہرت ہوئی تو ضرور مگر وہ اتنی ہی شہرت تھی کہ اسے گمنامی سے کچھ بہت زیادہ دور نہیں کہا جا سکتا۔ اُن کے کلام کا وہ حصہ جسے ہم بیان کے نام سے فخر کے ساتھ منسوب کر سکتے ہیں بعض شاگردوں کے ہاتھ پڑا جسے وہ آج اپنے دریائے طبیعت کا گوہر مشہور کرتے ہیں مگر تاڑنے والی نظریں تاڑ جاتی ہیں کہ یہ موتی کون سے سمندر کے ہیں اور یہ پھول کون سے گلشن میں کھل سکتے ہیں۔ ایک بہت مختصر مجموعہ اُنکی غزلیات بیان مرحوم کے نام سے اُن کی وفات کے بعد شائع ہوا ہے جس میں اُن مشہور غزلوں کے سوائے جواب تک

بچے بچے کی زبان پر ہیں۔ دوسری غزلیں نظر نہیں آتیں۔ اور آنکھیں یہ دیکھکر خون روتی ہیں کہ سوائے دو اور تصانیف بھی راقم کی نظر سے گذری ہیں جنمیں ایک پنجۂ فولاد کے نام سے موسوم ہے جسمیں مولوی عبد الرحمٰن صاحب راسخ مرحوم کی ایک غزل پر جس کی نسبت انکی تحریر انھوں نے اشتہار دیا تھا کہ اس زمین میں اگر کوئی اس سے بہتر غزل لکھدے گا تو اسکو معقول انعام دیا جائیگا۔ دو غزلہ لکھا ہے۔ اس میں کلام نہیں کہ راسخ مرحوم کی یہ غزل ایسی ہے جسکے جواب میں قلم اٹھانا کوئی آسان کام نہیں ہے مگر بیان مرحوم سے یہ مشکل بھی نہ دیکھی گئی اور فوراً ایک دو غزلہ لکھا۔ اس اسانذہ کی نظر کو دیکھکر ظہوری اور ظہیر کے لغزشی کا گمان ہوتا ہے۔ بے اختیار آنکھوں سے لگانے کو جی چاہتا ہے۔ اردو زبان میں ایسی عبارت اردو لٹریچر کی بیش بہا ناز ہے۔ اگرچہ ایکی ترجیح جدید طرز میں نہیں لکھی گئی ہے۔ مگر پھر بھی ہمیں عربی کے فقرے، فارسی ضرب الامثالیں اس خوبی سے لائی گئی ہیں کہ نگینوں کی طرح چمکتی ہیں۔ ہمیں زیادہ تر بیان مرحوم نے یہ دکھایا ہے کہ صلہ اور داد کی تمنا نہیں ہے مگر راسخ صاحب یہ سمجھ لیں کہ دنیا میں کوئی کام کسی پر ختم نہیں ہوجاتا۔

دونوں استادوں کی غزلوں کے اوپر اپنی رائے زنی کرنا مشکل ہے۔ مگر ہم یہ ضرور کہیں گے کہ راسخ صاحب کی غزل سے یہ غزلیں اگر زیادہ نہیں تو بہت کم بھی نہیں ہیں۔ راسخ کا مطلع یہ ہے۔

دفن ہوجائیگا بے موت مرنا تیری فرقت میں بنے گی جان پر جینا پڑے گا مجھکو تربت میں

پوری پوری غزل نقل کرنے اور اسپر تنقید کرنے کی ہمیں فرصت اور ضرورت نہیں ہے کیونکہ اسپر بہت تنقیدیں ہوچکی ہیں اور حد سے زیادہ یہ غزل مشہور ہے لہذا ایک آدھ مشہور شعر پر اکتفا کرتے ہیں۔

راسخ
گناہوں سے مرے عاجز ہے یہانتک مصیبت میں
مجھے دوزخ میں رکھکر ڈالدے دوزخ کو جنت میں

بیان مرحوم
کیا تشہیر لعنت نے تصور شام فرقت میں
کہ سر خورشید کا نیزے پہ لائے ہیں قیامت میں

جہاں پر شور ہے ایدل پڑا رہ کنج عزلت میں کہیں مارا نہ جائے جنگ ہفتاد و دو ملت میں
تعصب سینہ سوز شیخ ہے باقی چھوڑ ساقی پھینکا جاتا ہے زاہد ننگ مذہب کی حرارت میں

ایک مختصر سا رسالہ رخصت عروس جو مسدس حالی کے جواب میں لکھا ہے۔ بلحاظ نزاکت شاعری کے مولانا کے مسدس سے بہت بڑھا ہوا ہے مگر اُسکے مقاصد حالی کے مسدس سے کسی طرح زیادہ مفید نہیں ہیں۔ اور غالباً یہی وجہ اُسکے زیادہ نہ مشہور ہونے کی ہے اس بحث کو ہم یہیں ختم کرکے اب بیان کی نظم و نثر پر نظر ڈالتے ہیں نثر کے لیے یہ مختصر جملے کافی ہیں کہ ایک زبردست نثار کے یہ جملے ہیں "کہ میں نے بیان مرحوم سے دل کے اشتیاق سے تنگ ہوکر خط و کتابت کی تھی مگر افسوس کہ اب انکے خطوں کا جواب نہیں لکھ سکتا۔ نظم پر البتہ اختصار سے کام نہیں چلتا۔ ورنہ میں ہمیں اختصار کو مد نظر رکھکر تمام اقسام اور شاعری کی خوبیوں کے نمونے جو ایک کامل الفن میں ہونے چاہئیں دکھانے کی ضرورت ہے۔ جو اُن کے کلام میں موجود ہیں۔ غالب مرحوم کی ایک مشہور غزل ہے۔

عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا — درد کا حد سے گذرنا ہے دوا ہو جانا

اس میں کون کلام کرسکتا ہے کہ غالب نے ایسا مطلع کہا ہے کہ اس زمین میں قلم اُٹھانا ہی بہت دشوار ہے مگر ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ بیان مرحوم کیسی سادگی کے ساتھ اس راستہ سے نکل گئے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ مطلع۔

اُن کا منجملہ اسباب وفا ہو جانا — میرے نزدیک ہے بندے کا خدا ہو جانا

سادہ سادہ الفاظ ہیں۔ مگر ہر لفظ اپنی جگہ پر ایک نگینہ ہے جسکے علیحدہ کرنے سے شعر میں آب و تاب باقی نہیں رہ سکتی اور یہی کمال شاعری ہے۔ حضرت ثاقب لکھنوی نے بھی اسپر بہت خوب مطلع لکھا ہے۔

دل کو تاکید وفا ہے کہ فنا ہو جانا — درد کو حکم قضا ہے کہ دوا ہو جانا

بیان مرحوم کی ایک نہایت مشہور غزل ہے۔

سر شوریدہ پائے دشت پیما شام ہجراں تھا — کبھی گھر تھا بیاباں میں کبھی گھر میں بیاباں تھا

عام اور سلیس یا اُفتادہ مضمون ہے مگر اس خوبی سے بیان کیا گیا ہے کہ اُسکا جواب مشکل ہے اور سیکڑوں غزلیں اسپر کہی گئیں آج تک ایسا مطلع نہیں ہوا۔

گئے تھے روندنے دل کو لیے بیٹھے ہیں تلوؤں کو — فرو رگ رگ میں نشتر تھے نہاں نس نس میں پیکاں تھا

فصاحت یعنی آفرینش۔ سلاست بیان۔ تناسب الفاظ۔ مراعات وغیرہ کی مثال۔

نہ کھولی آنکھ وقت نزع بیمار محبت نے — کسی کا پردہ رکھنا تھا کوئی آنکھوں میں پنہاں تھا

بیان مرحوم مولانا جس وقت غزل لکھنے بیٹھتے تھے ایک ہی رنگ میں تمام غزل لکھدیتے تھے

اور ایک سے ایک بڑھا چڑھا شعر ہوتا تھا۔ مندرجۂ ذیل غزل کے پانچ چار شعر ہم ہم لکھتے ہیں ملاحظہ ہو جرأت کی زندہ تمثیل ہے۔

روتی ہے شبنم کہ نیرنگ جہاں کچھ بھی نہیں　　خندہ زن ہے گل کہ جور گلستاں کچھ بھی نہیں

جیسے اس غزل کا مطلع دنیائے بے ثبات کی بے ثباتی کی تصویر آنکھوں کے سامنے کھینچتا ہے اسی طرح غزل کا ہر شعر بہتر سے بہتر ہے ساتھ ہی بندش کی چستی مراعات الفاظ کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور یہ بھی شاعر کا کمال ہے کہ اپنے پیدا کردہ معانی آفرینی رنگ تو ہر جگہ قائم رکھے

جن کے محلوں میں ہزاروں رنگ کے فانوس تھے　　جھاڑ ان کی قبر پر ہیں اور نشاں کچھ بھی نہیں

تخت والوں کا پتہ دیتے ہیں تختے گور کے　　کھوج ملتا ہے یہیں تک بعد ازاں کچھ بھی نہیں

زیر محراب فلک اللہ اکبر کے سوا　　چیخ کر کہتی ہے پانچوں وقت اذاں کچھ بھی نہیں

جن کی نوبت کی صدا سے گونجتے تھے آسماں　　دم بخود ہیں مقبروں میں ہوں نہ ہاں کچھ بھی نہیں

جو سدا سے توڑ ڈالے باندھ کر بند کفن　　گور کی تنگی سے پست ہیں پہلواں کچھ بھی نہیں

کس کا افسوں تکلم کیسا اعجاز کلام　　جب نہ الطاف زبانی و بیاں کچھ بھی نہیں

ہمارے خیال میں یہ اشعار جرأت کا خاکہ ہونے کے سوا کمال شاعری کا پورا پورا نمونہ ہیں۔

ہم کہہ چکے ہیں کہ بیان کے لیے اصناف شاعری سے کوئی صنف خاص نہ تھی وہ نعت اور توحید۔ تصوف کے مضامین بھی اسی قابلیت سے لکھتے تھے جیسے غزل کے۔ تصوف ملاحظہ ہو

سارے جہاں کے دل میں تیرا مقام نکلا　　تو ہم سے بھی زیادہ رسوائے عام نکلا

ہر ایک شے میں پنہاں تیرا مقام نکلا　　توڑا جو بتکدہ کو بیت الحرام نکلا

کلیسا میں بت کی ادا بن گیا تو　　حرم میں پہونچ کر خدا بن گیا تو

یہ پردے کی ہے بات سن لے نہ کوئی　　کہ پردے میں کیا جانے کیا بن گیا تو

لگائی ہے لو تجھ سے اجڑے ہوؤں نے　　اندھیرے گھروں کا دیا بن گیا تو

ہر اک رنج و غم کو کیا محو تو نے　　ہر اک درد دکھ کی دوا بن گیا تو

بیاں کے سوا تو نے سب سے نباہی　　یہیں آن کر بے وفا بن گیا تو

حجاب قالب خاکی ہے جب تک یہ مشکل ہے　　مکان عاشق و معشوق میں دیوار حائل ہے

خدا ملتا نہیں ہرگز خودی ملتی نہیں جب تک　　یہ پردہ عاشق و معشوق میں حائل نکلتا ہے

توحید و تصوف میں مضمون آفرینی کی مثال ملاحظہ ہو۔

سمائی ہے آنکھوں میں یکتائی اسکی وہ احول ہیں جنکو دوئی سوجھتی ہے

معانی آفرینی کی بہتر سے بہتر مثالیں۔ ؎

تہمت قتل مٹائے سے نہیں جانے کی خون ناحق مرا سرخی ہے ہر افسانے کی
اگر پیچھے تو پیچھے گیسوؤں کا سلسلہ ہم تک ازل سے پیش پا افتادہ مضمون سلاسل ہے
چلی ارض و سما پر آتشیں تیغ دو دم کسکی کہ سینہ ماہ کا زخمی گلو ماہی کا بسمل ہے
مزہ پڑتا ہے ہونٹوں پر تلاش خون بسمل سے زباں نکلی ہوئی ہے کیا ہتھوڑی تیغ قاتل کی
تڑپ جاتے ہیں انکے خال رخ کے دیکھنے والے نہ کر دے ہم کو بسمل کیوں کہ تل بھی نیم قاتل ہے

آخری شعر کا مضمون غالباً نیا ہے اور بیان کے دماغ کی اختراع اور پھر اس صفائی سے باندھا گیا ہے کہ اس سے بہتر مشکل ہے

مصرع سے مصرع پیدا کیا ہے اور الٹ پھیر سے سہل ممتنع بنا دیا ہے۔

لگا جیلس کی کچہریوں نے چھوڑا قصاص اپنا جو قاتل تھا وہ بسمل ہے جو بسمل تھا وہ قاتل ہے

نزاکت الفاظ اور معانی آفرینی کے ساتھ درد بہت کم شعرا کے کلام میں ہوتا ہے مگر بیان کے انداز بیان میں وہ قدرت یزدانی ہے کہ یہ بھی موجود ہے ملاحظہ ہو۔ ؎

قیامت آگئی قاتل ترا بسمل نکلتا ہے غریق آب خنجر بر لب ساحل نکلتا ہے
بیاں کہدو قیامت سے اٹھا لیجائے حسر اپنا ہزاروں حسرتیں لیکر تمہارا دل نکلتا ہے

سہل ممتنع کی مثالیں۔ شب[1] فرقت کی درازی کے سادے اور موثر الفاظ جذب[2] دل معشوقانہ شرم و ادا ۔ بیکسی[3] اور مضمون آفرینی ۔ آہ[4] عاشقانہ کا اثر ۔ ان چاروں شعروں میں ملاحظہ فرمائیے۔

[1] یہ ہے شام فرقت یہ ہے شام فرقت نہ ہوگی نہ ہوگی سحر دیکھ لینا
[2] وہ پوشیدہ رکھتے ہیں اپنا تعلق ادھر دیکھنا پھر ادھر دیکھ لینا
[3] کرو ذبح تم صید بے بال و پر ہوں اڑے گی نہ اصلا خبر دیکھ لینا
[4] جو سو ٹھوکریاں لے کے آئی ہے لب تک اسی آہ کا تم اثر دیکھ لینا

معشوق کے پاس نزاکت کا خیال

کبھی رکتا ہے اگر دست نازنیں ان کا تڑپ کے ہم نے گلا رکھدیا ہے خنجر پر

ایک سامنے کے مضمون کو کس خوبی سے ادا فرماتے ہیں۔

ہماری نعش کا احساں ہوگا محشر پر کہ منحصر ہے قیامت کسی کی ٹھوکر پر

یہ خاص خوبی ہے کہ پیش پا افتادہ مضمون ہے اور اسکو ایک نئی صورت سے جلوہ گر کر دکھایا ہو کچھ آسان نہیں ہے علےٰ ہذا۔

جلوے سے ڈالدیا چشم تماشا پہ نقاب — یہ نئی وضع ہے ظالم ترے شرمانے کی
اے فلک گردش ایام کا کیا رونا تھا — وصل کی رات اگر چاہے سحر کی ہوتی

غالب کا ایک نہایت عمدہ شعر ہے غالب ہی کو مدنظر رکھکر بیان مرحوم نے کہا ہے اور کیا خوب فرمایا ہے۔ غالب ہی کا انداز بیان تمام ہے کا طرز بیان غالب کا رنگ ملاحظہ ہو۔ غالب

گرچہ ہے کس کس برائی سے ولے باایں ہمہ — ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے
ولہ۔ اپنی گلی میں مجھکو نہ کر دفن بعد قتل — میرے پتہ سے خلق کو کیوں تیرا گھر ملے

بیان مرحوم
رشک آئے ہے غمخوار سے احوال نہ کہتا
میں جا نہ سکوں واں تلک اور میری خبر جائے

اس غزل کا مطلع ذوق مرحوم کے مطلع سے لڑتا ہوا ہے ملاحظہ ہو۔

ذوق
اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

بیان مرحوم تغزل کے استاد تھے اور نعت کے بھی مرد میدان تھے۔ مگر آجکل جیسی خشک نعت کہتے ہیں اُس سے وہ کوسوں دور تھے انھوں نے اسمیں بھی اپنا کمال دکھایا ہے اور کچھ شک نہیں کہ اُن سے ایک سچے عاشق رسول کے جذبات دلی کا پتہ چلتا ہے نمونۃً ہم دو ایک شعر ایک جگہ کے لکھتے ہیں ناظرین خود ہمارے قول کی تصدیق فرمائیں ؎

بے نقاب آج تو اے گیسوؤں والے آجا — خواب میں زلف کو مکھڑے سے ہٹائے آجا
ہوں سیہ کار مرے عیب کھلے جاتے ہیں — کملی والے مجھے کملی میں چھپائے آجا
بے کسی پر مری خوں رونے ابر چھانے آجا — راہ میں چھوڑ گئے قافلے والے آجا
دیکھتے ہیں تجھے پھر پھر کے ضعیفان صدا — ڈگمگاتے ہیں قدم کون سنبھالے آجا

اس پر خود انھوں نے یا انکے شاگردوں میں سے کسی نے خوب خوب مصرعہ لگائے ہیں چونکہ ہم نے جو کچھ لکھا حافظہ کی مدد سے لکھا ہے اس واسطے بہت ممکن ہے کہ اس میں اس مخمسہ کا کوئی مصرع لکھ گئے ہوں باقی یاد نہیں آتی لہذا اسے چھوڑ کر

اُن کا کچھ اور مختصر حال لکھکر مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

بیانؔ مرحوم نہایت آزاد اور وارستہ مزاج تھے۔ ان کی کوئی اولاد نہیں ہے مگر اُن کے شاگرد بہت ہیں جن میں اکبر حسین اکبرؔ وارثی یہ بھی ممتاز اور مشہور شاگرد ہیں اور اُن کے کلام میں بیانؔ کا رنگ جھلک رہا ہے بقول بعض اُن کی غزلوں میں نہایت ہی تصرف کے ساتھ مرحوم نے اصلاح کی ہے اور اسی لیئے اکبرؔ کا کلام مشہور و مقبول عام ہو چکا ہے مگر افسوس کہ آجتک اُن کا پورا کلام شائع کرنے کا کسی شاگرد کو خیال نہیں۔ اور یہ ادب اُردو کی بدنصیبی ہے۔ اور اس کا یقینی بیانؔ مرحوم کی روح کو صدمہ ہوگا۔

عبدالباری آسی

"عرضِ مدعا"

نئے انداز کی یہ داستاں ہے غور سے سُن لو
تمہارے کام کا ہے میرا عرضِ مدعا کرنا

تمہاری اس جفا میں کچھ عجب جاں بخش لذت ہے
میں تم سے کب یہ کہتا ہوں کہ تم مجھ سے وفا کرنا

مزہ ہے مرتے مرتے اشتیاق دیدہ رہ جائے
قسم ہے تم کو اپنے حسن کی یوں ہی حیا کرنا

محبت کا جو حق ہے ہم ادا کرتے ہیں رو رو کر
عداوت کا جو حق ہے تم بھی ہنس ہنسکر ادا کرنا

چھپانا اہل دنیا سے نہ میرے خون ناحق کو
خوشی سے مر رہا ہوں۔ قتل مجھ کو بر ملا کرنا

تمہارا کام یہ ہے کام لو ہنسکر تغافل سے
ہمارا کام یہ ہے رو کے آہِ نارسا کرنا

ذرا سا دیکھ لینا ہنسکے ان ترچھی نگاہوں سے
بہت بیتاب جب دل ہو فقط اتنی دوا کرنا

کبھی بیتاب ہو کر میں جو مرنے کی دعا مانگوں
اُٹھا کر ہاتھ میرے واسطے تم بھی دعا کرنا

تمہارا ظلم کیوں دشمن پہ ہو۔ یہ رشک کی جا ہے
مجھی پہ ابتدا کرنا مجھی پہ انتہا کرنا

ہمارا مدعا یہ ہے ہماری عرض اتنی ہے
گذرتے جائیں جتنے دن مظالم کچھ سوا کرنا

بلائیں لوں جو بھولے سے تمہاری زلف مشکیں کی
تو دونوں ہاتھ میرے باندھ کر میری سزا کرنا

مزہ دے گی مجھے محفل میں بیگانہ وشی کیا کیا
خدارا غیر کی جانب نگاہیں آشنا کرنا

اُٹھا رکھنا نہ کوئی بات اپنے حسن کا صدقہ
جو اب تک ناروا ٹھہرا ہے اسکو تم روا کرنا

مزہ آتا ہے باسطؔ کو تمہارے ظلم پیہم میں
اسی کمبخت پر اس ابتدا کی انتہا کرنا

ماسٹر باسط بسوانی

تلاش عیش

(سلسلے کے لیے جولائی نمبر ملاحظہ ہو)

مولوی صاحب :- اب تو تم نے ناچنا گانا بھی سیکھ لیا ہے۔ چوک میں کوئی کمرہ لے لو۔ یا تھیٹر میں جا کر ایکٹ کیا کرو۔

حسینہ :- میں پوچھتی ہوں کہ تم اتنے روکھے سوکھے آدمی کیوں ہو گئے ہو پہلے تو ایسے نہیں تھے۔ یا اپنے کو بنایا ہوگا۔ سب لوگ آتے تھے گانا بجانا ہوتا تھا کبھی تمہیں برا نہیں لگتا تھا۔ گانا کیا بری چیز ہے۔ آواز بھی خدا کی دی ہوئی ہے اسے کیوں نہ استعمال کرے۔

مولوی صاحب :- حسن بھی تو خدا کا دیا ہوا ہے اس کو بھی استعمال کرے اور رنڈی ہو جائے۔

حسینہ :- آخر عورت کی شادی ہوتی ہے۔ یہی حسن کا استعمال ہے کیا ضرورت ہے کہ رنڈیوں کی طرح استعمال کرے۔ (گلے میں ہاتھ ڈال کے) پیارے پیارے ہو جاؤ۔ ہر بات پر اعتراض نہ کیا کرو۔ یہ باتیں بری ہوتی ہیں۔

مولوی صاحب : اچھا خیر بہت خوش نہ ہو جاؤ۔

حسینہ :- اللہ ہمیں ایک دفعہ تھیٹر دکھا دو۔ بہت دل چاہتا ہے۔ بس دو باتوں کو دل چاہتا ہے ایک تھیٹر دیکھنے کو اور دوسرے ہارمونیم باجہ لینے کو۔ دیکھنا کتنی جلدی میں بجانا سیکھ لیتی ہوں۔ اس زن بلقیس کے باجے پر میں نے دس پانچ منٹ میں ایک چیز نکال لی۔

مولوی صاحب:۔ میں دیکھتا ہوں کہ آج آپ کی طبیعت بہت خوش ہے مجھ سے فرمایش ہوتی ہے کہ تھیٹر لے چلو۔

حسینہ:۔ اچھا تم نہ جاؤ۔ مولانا صاحب کے مرید ہو گئے۔ مجھ کو اجازت دے دو کہ اکیلی چلی جاؤں۔

مولوی صاحب:۔ یک نہ شد دو شد۔ ایک تو تھیٹر جانا اس پر اکیلی جانے پر تیار ہیں۔ آخر یہ خیالات تمھارے دماغ میں کس نے بھر دیے ہیں۔

حسینہ:۔ خدا نے بھر دیے ہیں اور کون بھرے گا۔

مولوی صاحب:۔ اگر ایسے خیالات تھے تو میرے ساتھ کیوں شادی کی۔

حسینہ:۔ کس کمبخت نے تمھارے ساتھ شادی کی۔ پر کتر کے چڑیا کو سب لوگوں نے پنجرہ میں بند کر دیا۔

یہ سن کے مولوی صاحب آگ بگولہ ہو گئے اور کہنے لگے "تم یقینی آوارہ ہو۔ تمھارے دل میں نہ معلوم کیا کیا خیالات ہوں گے۔ تمھاری گذر میرے یہاں نہیں ہے۔ مجھے تو تمھاری شرافت میں شک ہے۔"

حسینہ:۔ اب ذرا شرافت نہ جتاییے۔ پہلے اپنی بہنوں کی تو خبر لیجیے۔

یہ حوالہ اصلی واقعہ کی طرف تھا۔ مولوی صاحب کسی بات میں اپنے اوپر آنچ نہیں آنے دیتے تھے۔ پھر پیر کی جوتی سر کو لگے بیوی اور مولوی صاحب ایسے میاں کو اس طرح ذلیل کرے بھلا یہ کیونکر برداشت کیا جا سکتا تھا اسپر طرہ یہ ہوا کہ بیوی کی آوارگی کا یقین ہو گیا کیونکہ خیال یہ ہوا کہ الزامی جواب ہمیشہ مجرم ہی دیا کرتا ہے اب تو مولوی صاحب کے غصہ کی کوئی حد نہ تھی۔ جو زبان میں آیا کہنا شروع کیا حسینہ بھی زبان لڑا سکتی تھی اس لیے غصہ اور بڑھتا جاتا تھا۔ یہانتک نوبت آئی کہ پنکھے کی ڈنڈی سے مارنا شروع کیا وعظ پند شرافت اپنے غیظ و غضب میں

اس وقت حد درجہ کمینے پنے ہوئے تھے۔ اتفاق کی بات عین اسی وقت اکبر بھی آگئے غل و شور سن کر فوراً اندر چلے گئے۔ جا کے دیکھا تو یہ ہنگامہ ہو رہا ہے۔ مار پیٹ اور گالی گلوچ پر نوبت ہے۔ حسینہ دوڑ کے اکبر کے پاؤں پر گر پڑی اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی "خدا کے واسطے مجھے اس بھوت سے بچا لو"

اکبر:۔ آپ مطمئن رہیں آپ کا کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔

مولوی:۔ (اکبر سے) نکل جا تو میرے گھر سے۔ میری بیوی کے معاملہ میں دخل دینے کا تجھے کوئی حق نہیں ہے۔

اکبر:۔ ماموں جان آپ بالکل ہوش میں نہیں ہیں۔ مجھے سب کچھ حق ہے میں ممانی کو اپنے گھر لیے جاتا ہوں اور آپ کچھ منھ سے نہ بولیے ورنہ اس ریوالور سے ابھی آپ کا خاتمہ کر دوں گا۔

اکبر حسینہ کو موٹر پر سوار کر کے اپنے گھر لے گیا اور مولوی صاحب منھ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔

(۶)

حسینہ کے دل پر اس ذلت اور رسوائی کا یہ اثر تھا کہ کئی روز تک اس معاملہ کے متعلق کسی سے کچھ گفتگو نہ کی۔ خاوند کے گھر کو اس نے ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ دیا اور تہیہ کر لیا کہ ان کی اور ان کے گھر کی صورت کبھی نہ دیکھوں گی۔ جب میکے میں خبر ہوئی تو ماں باپ دوڑے آئے اور [illegible]۔ باپ کی مرضی تھی کہ حسینہ پھر اپنی سسرال واپس جائے۔ ماں بیچاری حیران و پریشان تھیں ان کی کوئی رائے نہ تھی۔ میاں کے سامنے ان کی ہاں میں ہاں ملاتی تھیں اور بیٹی کے روبرو وہی کہنے لگتی تھیں جو بیٹی کہتی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ ان میں قوت فیصلہ ایک تو یوں ہی کم تھی اس اہم معاملہ کے صدمہ سے یہ [illegible] ہی جاتی رہی۔

حواس گم تھے نہ کیا کہے کیا نہ کہے۔ میاں جو کچھ کہتے تھے وہ بھی سچ معلوم ہوتا تھا اور بیٹی کا رنج و غصہ جب دیکھتی تھی تو خیال کرتی تھی کہ کیونکر وہاں گذر ہونا ممکن ہے اگر ممکن ہے تو اسی طرح کہ اس پیچ و تاب میں اپنی جان پر بنالے۔ میاں سے آن کر جب بیٹی کی حالت بیان کرتی تھیں تو وہ برہم ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ لونڈیا کا دماغ خراب ہوگیا اس کو وہیں رہنا ہوگا"

بیوی: مگر تم دیکھو تو کہ اس کی کیا حالت ہوگئی۔ مجھے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک منٹ بھی وہاں نہ رہ سکے گی اگر ہم سب لوگوں نے زبردستی کی تو میں یہ جانتی ہوں کہ وہ اپنی جان دے دے گی۔

میاں:۔ تو کیا تمہارا قصد ہے کہ جوان بیٹی کو اپنے گھر بٹھاؤ گی اور دنیا بھر کی بلا اپنے سر لوگی۔ خیر اسوقت مولوی صاحب کو غصہ ہے لیکن ہے تو ان کی نکاحی بیوی جس وقت چاہیں گے پکڑ بلائیں گے تمہیں نہ بھیجنے کا کیا حق ہے۔ پھر اگر جبر سے گئی تو تمہاری کیا بات رہ گئی اور اس کے واسطے بھی زیادہ برائی ہے کیونکہ اس حالت میں تو یہ ہے کہ غصہ رفع ہوجائے گا۔ آپس میں ملاپ ہو ہی جائے گا لیکن اُس حالت میں میاں بیوی کے درمیان ایک مستقل جنگ چھڑ جائے گی۔

بیوی کو یہ دلائل نہایت مستحکم معلوم ہوئے اور میاں سے وعدہ کیا کہ بیٹی کو یہ اونچ نیچ سمجھاؤں گی یقین ہے کہ اُس کی سمجھ میں آجائے۔

میاں:۔ (چپکے سے) اس سے کہنا کہ میکے میں بیٹھ کے کھائے گی کہاں سے۔ وہاں کا ایسا چین نصیب ہوگا۔

ماں نے جب بیٹی سے یہ باتیں کہیں تو اسکو اتنا غصہ آیا کہ اپنے آپے میں نہ رہی۔ کہنے لگی "ابا اپنی باتیں اپنے پاس رکھیں۔ میرا منہ نہ کھلوائیں۔ ایک تو مجھے دیدہ و دانستہ کنوئیں میں آپ لوگوں نے جھونک دیا۔ اس پر سے یہ باتیں اب کی جارہی ہیں۔ میں

فاقے کر کے مر جاؤں گی مگر وہاں نہ جاؤں گی۔ میں آپ لوگوں پر دو بھر نہ ہوں گی مطمئن رہیے۔

ماں :- اولاد بھی ماں باپ پر دو بھر ہوئی ہے یہ کیا تم خیال کرتی ہو۔ تمھارے ہی چین و آرام کے خیال سے ہم لوگ کہہ رہے ہیں۔

بیٹی :- یہ کہنے کی باتیں ہیں دو بھر نہ تھی تو اُس کمبخت کے حوالہ مجھے کیوں کر دیا۔

ماں :- ہم نے تو سب کچھ دیکھ بھال کے کیا تھا۔ روپیہ پیسہ شان شوکت اب تقدیر کا لکھا نہیں جانتے تھے کہ یہ ہوگا۔

بیٹی :- بس بس اب میرا دل نہ جلائیے۔ ان باتوں سے میری جان جل کے خاک ہو جاتی ہے۔ میں کچھ کہوں گی تو یہی کہنے کو ہو گا کہ۔

یہ جملہ تمام نہیں ہوا تھا کہ بلقیس کے چچا مولوی محمد عظیم صاحب جو بہت ذی علم اور صاحب عقل مانے جاتے تھے اتفاق سے اپنی بھتیجی کو دیکھنے آئے۔ حسینہ سے بھی ان سے قرابت تھی اور مولوی فرید الدین سے بھی۔ اس لئے ان جھگڑوں کی خبریں دونوں طرف سے انھیں پہنچی تھیں لیکن مولوی محمد عظیم کی عادت یہ تھی کہ کسی دوسرے کی بات میں جبتک وہ خود نہ کہے دخل مطلق نہیں دیا کرتے تھے جس نے جو قصہ کہا سُن لیتے تھے ایک لفظ مُنھ سے اس کی بابت نہ نکالتے تھے۔ جب سے بیوی مریں ان کی زندگی درویشانہ ہوگئی تھی۔ وکالت عین عروج کی حالت میں چھوڑ کر خانہ نشین ہو گئے۔ نہایت دلچسپ اور با اثر شخصیت رکھتے تھے۔ ہر شخص کے دل میں ان کی محبت اور عزت تھی۔ جس وقت گھر میں آئے سب نے کھڑے ہو کر سلام کیا اور ادب سے بیٹھ گئیں۔ دو چار منٹ ادھر اُدھر کی باتیں ہوئیں لیکن چونکہ خیالات سب لوگوں کے حسینہ کے معاملات میں اُلجھے ہوئے تھے اس لیے ان باتوں کا سلسلہ بہت دیر تک جاری نہ رہا۔ یکایک سب خاموش ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد حسینہ کی

والدہ نے مولوی صاحب کو مخاطب کر کے کہا "بھائی صاحب! آپ نے تو یہ قصے سنتے ہی ہوں گے۔ آخر آپ کی کیا رائے ہے۔ کچھ آپ ہی ان دونوں آدمیوں کو سمجھائیے"

مولوی صاحب:۔ ہاں قصے میں نے سب کچھ سنے اور جو کچھ ہوا اس پر مجھے کوئی تعجب بھی نہیں بلکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو تعجب کی بات تھی۔ بہن تم جانتی ہو کہ میاں بیوی کے جھگڑوں میں دخل دینا زیادہ اچھا نہیں ہوتا۔ کیونکہ تیسرے آدمی کو دونوں کی اندرونی باتوں سے تو پوری واقفیت ہو نہیں سکتی اس لیے رائے قائم کرنے میں اول تو دقت ہوتی ہے دوسرے میاں بیوی کے تعلقات کی بابت ہر شخص کے خیالات جداگانہ ہوتے ہیں اپنے خیالات کے مطابق رائے دینے والا رائے دے گا۔

بلقیس:۔ اگر اس اصول پر چچا جان عمل کیا جائے تو یہ جھگڑے کیونکر طے ہوں یہ صحیح ہے کہ یہ معاملات بہت نازک ہوتے ہیں لیکن ایک حد کے بعد اوروں کو دخل دینا ہی پڑتا ہے نہیں تو.....

مولوی صاحب:۔ اچھا تو میری رائے اسکی بابت جو تم پوچھتی ہو تو یہ ہے کہ حسینہ کو وہاں چلا جانا چاہیے اور ہر سختی کو برداشت کرنا چاہیے۔ سوائے اس کے کوئی چارہ ہی نہیں کیونکہ رواج اور قانون میاں کے موافق ہے اور بیوی کے مخالف اس لیے ہر کوشش ناکامیاب ہو گی"

بلقیس کو یہ بات سن کر بہت بڑا تعجب ہوا وہ اپنے چچا کو جانتی تھی کہ بہت انصاف پسند اور روشن خیال شخص ہیں رواج وغیرہ کی بندشوں سے ان کی عقل اور رائے الجھی نہیں ہے۔ ذرا برہم ہو کے بولی "آپ بھی تو آخر مرد ہیں۔ مرد کی طرفداری کیوں نہ کریں گے مگر آپ کو انصاف کرنا چاہیئے۔

مولوی صاحب: تمھیں معلوم نہیں میں ایسی صورتوں میں انصاف کا قائل نہیں ہوں۔

بلقیس: - چچا جان آج آپ بالکل عجیب باتیں کر رہے ہیں۔

مولوی صاحب: نہیں عجیب نہیں ہیں۔ تم ذرا خود غور کرو۔

بلقیس: - میں کیا غور کروں آپ کہتے ہیں کہ میں انصاف کا قائل نہیں ہوں۔

مولوی صاحب: - طلب انصاف اقرار کمزوری ہے بیٹیا۔ اور طاقتور کے سامنے کمزور کا کوئی حق نہیں ہے۔ طاقتور کے رحم پر کمزور کی زندگی ہے جس کو تم انصاف کہتی ہو وہ ایک طاقتور کا فیصلہ ہے جو دو کمزوروں کے درمیان کر دیا جاتا ہے ورنہ کمزور کیا اپنا حق طاقتور کے سامنے جتا سکتا ہے۔

(باقی آئندہ) **عبد الوالی**

مضامین فارسی

جنٹی قاضی محمد سرفراز حسین صاحب عزمی دہلوی (عفیگس) یا ح جاپان و انگلستان کے ان معرکۃ الآرا مضامین کا مجموعہ جو ہندوستان کے مشہور اخباروں میں شائع ہو کر ایک قوم سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں ایک کتاب کی صورت میں چھپ کر تیار ہیں۔ ان مضامین کا زیادہ حصہ قومی اور اسلامی معاملات سے متعلق ہے اور یہ غیر ممکن ہے کہ ایک مرتبہ بھی پڑھنے کے بعد دل متاثر نہ ہو۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ خود ہی ملاحظہ کرنے کے بعد یہ طے کر لیں گے کہ مسلمانوں کے لیے ان مضامین کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ کتاب میں مصنف صاحب موصوف کی تصویر بھی شامل کر دی گئی ہے لکھائی چھپائی نہایت عمدہ صفحات ۲۰۰ مجلد قیمت علاوہ محصول ڈاک عہ - ایک روپیہ۔

(درخواست خریداری جلد ارسال کیجیے ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا ہوگا)

منیجر تمدن بک ایجنسی نیا گاؤں لکھنؤ

دیوان حسرت موہانی مکمل (حصہ اول و دوم مع ضمیمہ یعنی سنہ ۱۹۱۹ء تک کا کلام - ۱۲ر

المشتہر منیجر تمدن نیا گاؤں لکھنؤ

غزلیات

(حضرت حسرت موہانی)

شکوۂ سنجی کے عوض میں نے بھی یہ خوب کیا — کیا کیا شکرِ جفا سے اُنھیں محجوب کیا
جانِ پُر غم نے بھی الزام لگایا نہ اُنھیں — یاس کو خوبیِ تقدیر سے منسوب کیا
مشترک دونوں میں اک بات خدا نے رکھی — طالبِ شوق مجھے آپ کو مطلوب کیا
اب نہ کچھ عیش کی خواہش ہے نہ غم کی پروا — جذبۂ عشق نے آخر مجھے مجذوب کیا
مال کیا شے ہے جسے آپ سے رکھینگے دریغ — جب کہ ہم نے دل و دیں کو بھی نہ محبوب کیا
فتنۂ جور نہ کرنا مجھے اُن کا یارب — جن کو گمراہ کیا تو نے کہ مغضوب کیا

سخت محرومِ ادب ہے۔ دلِ حسرت نے اگر
بیوفائی سے ترے جور کو منسوب کیا — مرسلہ بیگم صاحبہ حسرت موہانی

(حضرت مرزا ثاقب قزلباش لکھنوی)

ایک مقتولِ جفا و ظلم کے قابل نہ تھا — ورنہ دل کا مارنا آساں نہ تھا مشکل نہ تھا
شوقِ آزادی میں تڑپوں، اس پہ راضی دل نہ تھا — ورنہ بیتابی سلامت چھوٹنا مشکل نہ تھا
حشر میں وہ سر جھکائے ہیں میں شکوہ کیا کروں — جانے والی جان تھی میرا کوئی قاتل نہ تھا
اب سلیمانی کسے کہتے ہیں بتلا دے مجھے — ایک عالم تھا تری مٹھی میں میرا دل نہ تھا
ناشناسی کا گلہ کیا چھپنے والوں کی خوشی — پردۂ دل سے زیادہ پردۂ محمل نہ تھا
اس دلِ گم گشتہ مطلب کے سبب سے دہر میں — کون سا دن تھا کہ میں آوارۂ منزل نہ تھا
دے صدا اے دل مگر نقشِ قدم کو دیکھ کر — ایسے بھی در ہیں کبھی جن پر کوئی سائل نہ تھا
دہر میں آنے سے میں خوش تھا مگر رونا پڑا — کب کھلیں آنکھیں کہ جب پہلو میں اپنے دل نہ تھا

خاص وقتِ یادِ گلشن اور میرا چھیڑنا
شب کو بھی صیاد میرے ذبح سے غافل نہ تھا

صبح و شام غم نے جھولی بھر کے بھیجا دہر سے
ورنہ اس عمرِ دو روزہ کا کوئی حاصل نہ تھا

اُسکی قدرت ناتوانوں کو بھی دیتا ہے عروج
آسماں کے سر چڑھے نالے تو اس قابل نہ تھا

زخم ہے لیکن نمک پاشی سے ہو مسرور کون
درد میں جب کچھ مزا ملنے لگا تو دل نہ تھا

حشر میں اک نہ نہیں سے نام کا منھ کھلنے لگا
کون تھا جو اس نگاہِ ناز کا بسمل نہ تھا

تب کے پہچانے نہ آئے قبر پر کیا اُنکا ذکر
اک چراغ شامِ غربت بھی سرِ منزل نہ تھا

دل نے اپنی حسرتوں کے قافلے ٹھہرا دیے
اس قدر آباد پہلے کوچۂ قاتل نہ تھا

تیرے نقشے نے بھی فرقت میں نہ بہلایا مجھے
شامِ غم جب آئی گردوں پر مہِ کامل نہ تھا

دیکھ لیتے دو قدم چل کر کہ مطلب تھا یہی
در پہ جو آیا تھا وہ بیمار تھا سائل نہ تھا

قلب سوزاں اور یہ دھوکا نہ کھاتا دھڑکیں
رہ گیا جو آگ دے کر سنگ تھا وہ دل نہ تھا

ایک جلتی شمع اٹھوا دی بہت اچھا کیا
سوختہ دل تھا میں کوئی رونقِ محفل نہ تھا

ہم وہاں کیا عید جس میں شامِ غم برسوں رہے
وہ تو آ جاتے مگر یہ دل ہی اس قابل نہ تھا

ڈوبتا تھا دل شبِ ہجراں آ چلی تھی تا سحر
ایک تنکے کا سہارا بھی لبِ ساحل نہ تھا

جز فریبِ حسن اور الفت کو ثاقب کیا کہوں
زندگی سی شے کبھی اُسپر بھی دل مائل نہ تھا

حضرت ابوالوفا نجم دموہانی

اف آشنائے گل تھا ہر آشنائے بلبل
اک داستانِ عبرت ہے ماجرائے بلبل

ہے مجھکو شوقِ عبرت ہر ذرّہ سے کہ دیکھوں
بنیادِ گل ہے میرے یا ہو بنائے بلبل

ہم نے تو بس یہ دیکھا ہر ذرہ اس چمن کا
یا آشنائے گل تھا یا آشنائے بلبل

نقش بن چکے ہیں اب سے صبا جو چھیڑے
رگ رگ سے گل کی اُٹھے شور نوائے بلبل

فطرت کو بیخودی ہے کیوں فلسفی یہ سمجھے کیا
یاں گل بجائے گل ہے بلبل بجائے بلبل

ہاں ہاں وہ کچھ نہیں تھا لیکن زمیں پہ گر کر ہر برگ گل نے چومے کیوں نقش پائے بلبل
آنکھیں کھلیں چمن میں آئی ابھی قفس میں وہ ابتدائے بلبل یہ انتہائے بلبل
اک یوں چمن میں مہکے اک یوں قفس میں تڑپے تو ہی خدائے گل ہے کیوں اے خدائے بلبل
کب چھیڑ سے صبا کی کلیاں کھل رہی ہیں چوٹیں ابھر رہی ہیں سنکر صدائے بلبل

گل کیا کہ بوٹا بوٹا گلشن کا جانتا ہے
تھا کچھ نہ اک چمن میں پہلے سوائے بلبل

حضرت بیباک شاہ جہانپوری

یہ جوش بے قراری و ذوق نظر نہ ہو نظارہ سوز برق تجلی اگر نہ ہو
تم سامنے ہو اور مجھے کچھ خبر نہ ہو اتنی بھی آزمائش ذوق نظر نہ ہو
ہوتی ہے پرسش دل بیمار اس لیے ہم چارہ گر نہیں تو کوئی چارہ گر نہ ہو
ہے بوالہوس کو کب یہ سلیقہ کہ عشق میں آنکھیں بھی اشکبار ہوں دامن بھی تر نہ ہو
میں نامراد سکیہ نکالوں تو کس طرح جس آرزو کا آپ کے دل میں بھی گھر نہ ہو
اے برق طور ہے وہ تبسم ستمگرانہ کا جس میں ادائے خندۂ زخم جگر نہ ہو
اتنی تو آج تم کو رعایت ضرور ہے یوں بے حجاب ہو کہ گمان سحر نہ ہو
دل نے تو اپنا آپ ہی پیدا کیا رقیب کہتے ہیں مثل آئینہ پیش نظر نہ ہو
کس سادگی سے دیکھ کے حیران رہ گئے جیسے کہ آپ کو مرے دل کی خبر نہ ہو
کوچہ میں ان بتوں کے ٹھکانا اسی کا ہے جس کا کہیں خدا کی خدائی میں گھر نہ ہو
اے دل ابھی تو اس بت کافر کے ہجر میں ایسی بھی ایک رات ہے جس کی سحر نہ ہو
آخر یہ بات کیا ہے کہ فریاد غیر سے تم پر اثر تو ہو مرے دل پر اثر نہ ہو
آشفتگی نکہت گل سے نہ دو مثال وہ خاک ہوں نصیب جسے رہ گزر نہ ہو
موجد تھا رسم شوق کا کیا جانے کون تھا سیلاب خوں ہو دل میں مگر آنکھ تر نہ ہو

اتنا کرے سلوک دلِ بدگمان سے شمع — گریاں شبِ وصال وہ وقت سحر نہ ہو
دیکھے تو اپنے آپ کو دل اُسکو دیکھ کر — کیا دشمنی بُری ہے محبت اگر نہ ہو
کس طرح کر سکے وہ قیامت کا سامنا — آنا اثر نہ ہو تو فغاں بے اثر نہ ہو

بیباک ایسے لوگ تو عنقا سے کم نہیں
کچھ جن کو حسنِ معنی و عرضِ ہنر نہ ہو

حضرت محشر لکھنوی

وصلت محبوب مرنے پر اگر مشروط ہے — موت سے انسان ڈرے پھر بھی تو وہ مخبوط ہے
جانتا ہوں صبح تک یہ دور رہنے کا نہیں — سیکڑوں غم ہیں شبِ فرقت میں دل مضبوط ہے
تیرے دیوانے کی باتوں پر ہنسی کیونکر نہ آئے — بات جو منھ سے نکلتی ہے وہ نامربوط ہے
جذبِ حسن و عشق کی ادنیٰ کرامت دیکھیے — جان دینے سے کسی پر زندگی مشروط ہے
خوش ہوا میں مشقِ گریہ کا جو یہ دیکھا کمال — اشکِ غم آلود میں خونِ جگر مخلوط ہے
کیوں نہ ہو دل کا مناسب وقت کے طرزِ عمل — بزمِ الفت میں کبھی نازک کبھی مضبوط ہے
اُن سے تحریرِ غمِ فرقت کا یہ پایا جواب — کہدیا ہنس کر کہ جو فقرہ ہے نامربوط ہے
عشق کا یہ رمز بھی ہے اک معمائے عجیب — اہلِ دل کی زندگی کیوں ہجر میں مشروط ہے
یہ تماشا اور بھی اُن کو ہوا وجہِ غرور — وقتِ زینت آئینے کا دل بہت مضبوط ہے

محشر اہلِ حسن سے یہ سُن کے کیا دیجیے جواب
عشق کی دنیا میں جس کو دیکھیے مخبوط ہے

حضرت دل شاہجہانپوری

رازِ دل آہ! وہ عالم پہ عیاں ہو جانا — قوتِ ضبط کا اک دم سے فغاں ہو جانا
شرحِ غم دردِ محبت کا بیاں ہو جانا — گھٹ کے مرنا بھی ہے سرگرمِ فغاں ہو جانا
ہے سیہ بختیِ عاشق کی علامت شبِ ماہ — آہ اک چاند کا نظروں سے نہاں ہو جانا

دیکھ اک جوش بھرے دل کی طبیعت نہ بجھے
پھر کبھی دیدۂ تر اشک فشاں ہو جانا

کوچۂ عشق میں مٹنا مگر اک شان کے ساتھ
خاک ہونا تو محبت کا نشاں ہو جانا

ہر بنِ مُو سے نکلتی ہے صدا سے فریاد
اس کو کہتے ہیں مجسم بہ فغاں ہو جانا

خنجرِ یار ترا شکر ادا کرنا ہے
تو ہی اک جوش بھرے دل کی زباں ہو جانا

یہ تربت۔ سرِ منزل۔ پسِ دیوارِ صنم
ہم بھی تقدیر پہ یہ شاکر ہیں جہاں ہو جانا

خنجرِ یار یہ گویا ہے روانی تیری
حلقِ بسمل پہ جو چلنا تو گراں ہو جانا

ہے ہمیں کوچۂ قاتل میں ٹھہرنا معلوم
منتظر ہیں کہ وہاں جا کے کہاں ہو جانا

رنگ لائے گی ابھی دیدۂ دیدار طلب
دیکھتے جائیے خوننابہ فشاں ہو جانا

ہے یہی شان یہی جلوہ نمائی ان کی
طالبِ دید کی نظروں سے نہاں ہو جانا

اُف رے نظارہ کہ پھر کچھ نظر آیا نہ ہمیں
شعلۂ عشق بھڑکنا کہ دُھواں ہو جانا

وہ مراقِ نظر ذوقِ نظر کی حیرت
وہ ترا سامنے آنا کہ کہاں ہو جانا

ضبطِ گریہ یہ نہیں سیکھ رہے ہیں آنسو
ہر بنِ مو سے لہو ہو کے رواں ہو جانا

گھر کا مٹنا ہے جنوں اور علاماتِ جنوں
در و دیوار سے وحشت کا عیاں ہو جانا

اے صبا ساتھ چلے گی مری بربادیِ دل
کوچۂ یار کو جانا تو یہاں ہو جانا

عشق کیا چیز ہے ہنگامۂ یاس و امید
کبھی ہنسنا کبھی سرگرمِ فغاں ہو جانا

شبِ وعدہ کبھی کچھ یاس کی باتیں دل سے
کبھی خوش ہو کے ہر اک سے سرگراں ہو جانا

چشمِ عاشق سے ٹپکنا کبھی آنسو بن کر
وہ دب کر کبھی سینہ میں نہاں ہو جانا

وہ بھی مشتاق کھڑے ہیں پسِ پردہ اے دل
اب تمہیں چاہیے سرگرمِ فغاں ہو جانا

از شاعرِ قادر الکلام سید بینظیر شاہ صاحب بینظیر

پھر ستانے لگی [illegible] ان کی یاد کیا
ستا رہا ہے او دلِ ناشاد کیا

دل نہ دینے پہ ہوئے ناشاد کیا — غیر تو تم بھی کرو گے یاد کیا
اُسکی رحمت کو بہانا چاہیے — ورنہ میں کیا اور مری فریاد کیا
یاد کرنے والے تو بھولے ہمیں — بھولنے والے کریں گے یاد کیا
صبر کرے ضبط ہو پاتا ہے کہاں — سُن تو کہتے ہیں لبِ فریاد کیا
راستی کا پھل نہیں ملتا یہاں — بے ثمر ہیں سرو کیا شمشاد کیا
کیا شکایت ہو کہ لب کھلتے نہیں — جس کی یہ لذت ہو وہ بیداد کیا
عرش ہل جاتا ہے دل کی آہ سے — اے فلک تو کیا تری بنیاد کیا
کیا عنایت ہے کہ وہ سُنتے نہ تھے — پھر تجاہُل سے ہوا ارشاد کیا؟
کوئی ہنگامہ ہو کہتے ہیں یہی — آگیا وہ خانماں برباد کیا
بال و پر سب ہو گئے نذرِ قفس — اب ہوئے بھی تو ہوئے آزاد کیا
ناقۂ لیلیٰ رواں ہے سوئے نجد — ساربان سے قیس کی فریاد کیا
مرثیہ ہے میری شادیِ مرگ کا — اُن کی آمد کی مبارکباد کیا
کچھ ستم ہو تو شکایت کیجیے — اس ستم کی داد کیا فریاد کیا

مار ڈالا تھا بتوں نے بے نظیر
کام آئی ہے خدا کی یاد کیا

ابو ظفر صاحب واقف متعلم بھاگلپور کالج

بہارِ داغِ گُلگوں، زخمِ نشتر دیکھتے جاؤ — ذرا گُلکاریِ عشقِ ستمگر دیکھتے جاؤ
دمِ آخر تمہیں کچھ سوجھتا میری نگاہوں سے — تمہیں میری طرف شاید پھرا کر دیکھتے جاؤ
رقیبوں سے تمہیں دعوائے الفت ہے بہت اچھا — محبت میں جلا کرتے ہیں کیونکر دیکھتے جاؤ
خدا کے واسطے اب زندگی بے کیف ہے ساقی — کہاں تک تو کہے گا دورِ ساغر دیکھتے جاؤ

لہو جاری ہے سر سے ہاتھ میں تارِ گریباں ہیں
چلا آتا ہے واقف ٹھہرو دم بھر دیکھتے جاؤ

اک نظر

تمدّن اور تصویر۔ تمدّن میں تصویر کا سلسلہ جنوری ۱۹۱۳ء سے شروع ہوا اور بیچ میں سوا ایک ماہ کے تصویر نہ نکلنے کے باقی ہر پرچہ میں کوئی نہ کوئی تصویر شائع ہوتی رہی اور یہ بھی التزام رکھا گیا کہ جو تصویر درج ہو اسکے متعلق ایک مبسوط مضمون بھی ہو چنانچہ "تمدّن" نے اس فرض کو بھی انجام دیا۔ "تمدّن" جنوری ۱۹۱۳ء میں ہم نے تحریر کیا تھا کہ "تمدّن" کی مالی حیثیت کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمارا تصویر شائع کرنے کا قدم کوئی دانشمندانہ قدم نہیں کہا جا سکتا۔ افسوس ہے کہ ناظرین "تمدّن" نے ہمارے اس خیال کو باطل کرنے کی بہت کم کوشش فرمائی اور آج ہمیں یہ اعلان کرتے ہوئے سخت افسوس ہوتا ہے کہ "تمدّن" میں اس وقت تک تصویر شائع نہ ہوگی جس وقت تک ناظرین "تمدّن" توسیع اشاعت کی کوشش کر کے یہ نہ ثابت کر دیں گے کہ وہ "تمدّن" میں تصویر دیکھنا چاہتے ہیں "تمدّن" میں سات ماہ تک تصویر شائع کرتے رہنے سے جو صرف کثیر ہمیں برداشت کرنا پڑا ہے اس کا اندازہ صرف وہ لوگ کر سکتے ہیں کہ جن کو اس کاغذ اور چھپائی کی گرانی کے زمانہ میں تصویر چھپوانے کا اتفاق ہوا ہو۔

یہ بالکل ناظرین "تمدّن" پر منحصر ہے کہ وہ "تمدّن" میں تصویر کے التوا کو کم سے کم مدت میں ختم کر دیں۔ جنگ کے زمانہ میں اخبارات کہیں پیپر ریلیف فنڈ قائم کرتے ہیں کہیں اخبارات و رسائل اپنے حجم کو کم کرتے ہیں مگر "تمدّن" کے حجم میں کوئی فرق نہیں آیا "تمدّن" نے کسی فنڈ کی اپیل نہیں کی۔ تصویر شروع کرتے وقت تصویر کو قیام بخشنے کے لیے توسیع اشاعت کی اپیل کی تھی مگر سخت افسوس ہے کہ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج ہم "تمدّن" میں تصویر نہ شائع ہونیکا اعلان کر رہے ہیں۔ گذشتہ چند ماہ میں "تمدّن" اس قدر پابندی وقت سے شائع نہ ہو سکا جس قدر پابندی وقت سے وہ اُس زمانہ سے شائع ہوتا تھا جب سے وہ لکھنؤ میں آیا ہے اسکی وجہ بھی تصویر ہے۔ اور یہ تاخیر تصویر کے متعلق کم و بیش صرف یہ انتظام کرنے کی وجہ سے ہوئی۔ وہ انتظام قدرتی طور پر ایسا مکمل نہیں ہو سکتا تھا کہ ہر پرچہ کو تصویر کی وجہ سے دیر نہ ہو۔ تصویر کی ابتدا ناظرین "تمدّن" کے اصرار پر کی گئی تھی اور اب جس مجبوری کی وجہ سے تصویر کو ملتوی کیا جاتا ہے وہ ہم سے زیادہ انھیں کی وجہ سے ہے۔

وہ حضرات جو "تمدّن" میں تصویر کی اشاعت ضروری خیال کرتے ہیں وہ اب بھی توسیع اشاعت میں کوشش فرمائیں اور ایسی کوشش فرمائیں کہ ہم "تمدّن" میں تصویر شائع کرنے کا

اعلےٰ پیمانہ پر انتظام کر سکیں جس کی وجہ سے کم از کم پرچہ کے وقت پر شائع کرنے میں دقت پیدا نہ ہو۔ تو ہم پھر "تمدن" میں تصویر کا سلسلہ شروع کر دیں گے ورنہ موجودہ حالت میں تو صرف یہ ممکن ہے کہ کبھی کبھی تصویر شائع کر دی جایا کرے۔ امید ہے کہ ناظرین "تمدن" اس مسئلہ پر غور کرنے کے لیے چند منٹ اپنے وقت سے نکال سکیں گے۔

کرم ہائے تو مارا کرد گستاخ:- خطہ ہند کی بلندیوں کی آب و ہوا ممکن ہے بعض دماغوں پر عمدہ اثر ڈال سکتی ہو مگر ہمیں افسوس ہے کہ گرمی اور برسات کے درمیان جو گنگا جمنی موسم ہوتا ہے جہاں ایک طرف لوگوں میں شاعرانہ تخیل کو ہیجان میں لاتی ہے وہاں اکثر اوقات بعض مخصوص حضرات سے ایسی باتیں سرزد کر دیتی ہے جسکی بدولت انکی وجہ سے کسی دوسرے کو شرمندہ ہونا پڑتا ہے اور انکے بعض احباب کو جو خواہش لیکر آئیں ندامت کا سامنا ہو برسات سے قبل کا زمانہ ایک صاحب کے دل میں "تمدن" کی نسبت محبت کے جذبات پیدا کرتا ہے مگر وہ صاحب اس زمانہ کے آتے ہی جس کے لیے شاید یہ شعر لکھا گیا تھا۔

[illegible]

مژدہ خار دشت پھر تلوے مرے کھجلائے ہے

"تمدن" سے اس وجہ سے ناراض ہو جاتے ہیں کہ وہ "تمدن" کو ریاضی کی ایک کتاب کی صورت میں دیکھنا چاہتے تھے مگر وہ کچھ اس سے مختلف کیوں ہے وہ "تمدن" کے تو اگر لٹریری پالیسی بنانا چاہتے تھے مگر انکی بڑا لٹریری سے ایڈیٹر "تمدن" کیوں منحرف ہوا۔ وہ "تمدن" میں ایک اشتہار امیز اعلان شائع کرانا چاہتے تھے اسکو کیوں شائع نہیں کیا گیا ایڈیٹر "تمدن" کے یہ قصور ہیں جو حضور کے دل میں تلاطم پیدا کر دیتے ہیں اور انکو ایک عتاب نامہ لکھنے پر مجبور کرتے ہیں جس کا اُنکے الفاظ میں پرائیویٹ جواب تنہا لکھنے والے کی توہین ہے۔

ابھی اُن کوششوں کا ذکر کرتے ہیں جن کے لیے آپ "تمدن" کے ذریعہ سے شکریہ بھی قبول کر چکے ہیں سزا دینے کے لیے یہ الزام قائم کرتے ہیں کہ آپ نے میرے رسلہ مضامین اسوقت تک شائع نہیں کیے آپ مضمون واپس کر دیجیے۔ ہم نے آپ کا مضمون روانہ کر دیا کہ کوشش کے متعلق پرائیویٹ اور پبلک دونوں طریقوں سے شکریہ ادا کیا تھا۔ اور اب مضامین کی واپسی کے مطالبہ کا بھی پرائیویٹ تو نہیں مگر پبلک طور پر شکریہ ادا کرتے ہیں اس شکریہ کی زائد ضرورت اس وجہ سے اور محسوس ہوئی کہ جن حضرات کے مضامین آپ

واپس مانگتے ہیں اُن میں سے بعض صاحبان ہمیں مضامین کے واپس نہ کرنے کی ہدایت فرماتے ہیں۔

ہمیں افسوس ہے کہ "تمدّن" کی سنزا کا جو مقصد سمندر کی سطح سے بہت کچھ اونچے مقام پر رہنے والے صاحب نے سمجھا ہے وہ پورا نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ اگر "تمدّن" میں مضامین کی کمی ہوتی تو غیر معمولی قوت متخیلہ رکھنے والے صاحب آج مضامین کی شاعت پر مضمون واپس مانگنے کی سنزا نہ تجویز کر سکتے۔ ان مضامین کے شائع نہ ہو سکنے کا قصور سب سے زیادہ "تمدّن" کے اُن کرم فرماؤں کا ہے جو مضمون مرحمت فرما کر ممنون و مشکور فرماتے رہتے ہیں۔ خاکسار ایڈیٹر "تمدّن" اُن حضرات کے مضامین کو دوسرے مضامین سے بہتر خیال کرکے مقدم رکھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

جناب محوی اور "تمدّن":۔ گذشتہ ماہ کے "تمدّن" میں ایک نوٹ "مطبوعہ مضامین براے اشاعت" کے ذیل میں جناب مولوی محمد حسین صاحب محوی سے بھی شکایت کی گئی تھی اس کے ساتھ یہ بھی تحریر کیا گیا تھا کہ غالباً ایسا سہواً ہو گیا ہوگا چنانچہ جناب محوی اپنے ایک خط میں مضامین کی بابت تحریر فرماتے ہیں۔ ہمیں عین خوشی ہے کہ ہمارا خیال صحیح نکلا۔

خط کا اقتباس

یقین کامل تھا کہ غیر مطبوعہ ہیں ورنہ قدرا جاتا ہو کہ کبھی نہ بھیجے جاتے کیونکہ اُن میں کوئی خاص بات نہ تھی کہ دوبارہ شائع ہونے کے قابل ہوتے۔ جو اصل واقعہ تھا وہ عرض کر دیا گیا۔ اس میں کوئی میری ذاتی غرض یا بددیانتی نہ تھی اسکو خداے عالم الغیب خوب جانتا ہے۔ وہ ظاہر و باطن سے واقف اور حاضر و ناظر ہے۔ خاکسار محمد حسین محوی صدیقی"

"میاں پوت"

سے نئی روشنی کے نئے بھوت ہیں مگر دیکھنے میں میاں پوت ہیں

بالکل اچھوتا۔ انوکھا۔ اخلاقی۔ ظریفانہ ناول۔ پڑھیے اور ہنستے ہنستے لوٹ جائیے۔ پسند ہونے کے میاں پوت خود ذمہ دار ہیں۔ ۷۰ صفحہ پر قیمت ۴؍ پتہ ذیل سے مصنف سے طلب فرمائیے۔

ماسٹر بانکے۔ بسوانی۔ بسواں ضلع سیتاپور (اودھ)

میں خوبصورت نوجوان لیڈی ہوں

نوجوانو! خبردار ہو جاؤ

حسن و خوبصورتی پیدا کرنے والا۔ چہرہ کی رنگت سفید کرنیوالا

پری جمال صابن

جو تمام دنیا میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کر چکا ہے۔ اور جس نے اپنے مفید ہونے کی وجہ بڑے بڑے نوابوں اور رئیسوں اور راجاؤں کے سرٹیفکٹ حاصل کیے ہیں۔ فوراً منگا کر استعمال کرو۔ آجکل بہت سے صابن فروخت ہو رہے ہیں۔ ان سے بچنا چاہیے اور اصلی پری جمال صابن خاص ایجاد کردہ حکیم محمد یعقوب خاں دہلی یاد رکھیں۔ یہ صابن تازہ تازہ نفیس خوشبوؤں سے تیار کیا جاتا ہے کالا رنگ کملایا ہوا چہرہ صرف سات روز مل کر نہانے سے گلاب کی پتی کے مانند خوبصورت اور مخمل کے مانند ملائم ہو جاتا ہے۔ خوشبو صابن کی اس قدر عمدہ اور تیز ہے کہ نہانے کے بعد پھر عطر و لونڈر ملنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ یہ صابن چہرے کے تمام داغ دھبے۔ پھوڑے پھنسیاں چھائیاں مہاسے دور کر کے چہرے کو خوشنما بنا دیتا ہے۔ شنگرف کی سی سرخی نظر آنے لگتی ہے۔ قیمت معمولی ہے۔ فی بکس تین ٹکیہ عہ ایک فیشن ایبل صابن دانی ایک روپیہ (عہ)

پری بہار ہیر آئل

یہ سر میں لگانے کا خوشبودار پری بہار ہیر آئل بالوں کو خوشنما بنا دیتا ہے۔ لمبے خوبصورت بال عورتوں و مردوں کے حسن و جمال میں ترقی دیتے ہیں۔ روح خوش ہوتی ہے۔ بالوں میں نرمی سیاہی و چمک پیدا کر کے بالوں کو لمبا اور ریشم کی طرح ملائم کر دیتا ہے۔ فی شیشی ۱۰ تولہ ایک روپیہ (عہ)

ملنے کا پتہ:

مالک دواخانہ نورتن دہلی بازار فراش خانہ

کارخانہ آیورویدک فارمیسیوٹیکل کمپنی لمیٹڈ لاہور کا تیار کردہ

ٹنیسون پراش اور سپاری پاک

ڈس مینوریا (حیض کے درد اور قلت کے ساتھ آنے) کی شکایت کو دور کرنے کے لئے اس سے اچھی دوا آج تک نہیں بنی رحم کی عصبی کمزوری کو رفع کر کے اسقاط۔ اٹھراہ۔ بانجھ پن اور ہسٹیریا کی شکایات کو دور کرنے اور اولاد نرینہ کی خواہش بر لانے کے لئے عجیب چیز ہے

قیمت فی پیکیٹ (۵ تولہ) ۱۲؍ خرچہ ڈاک ۴؍

لیوکوریا (سیلان الرحم) کا حکمی علاج ہے۔ ایام حمل کے اثنا میں کھانے سے قیام حمل کو پوری مدد دیتا ہے۔ اسقاط اور اٹھراہ کی مریضاؤں کے لئے نعمت بے بہا ہے۔ ہزاروں عورتیں اس کی بدولت از سر نو زندگی حاصل کر چکی ہیں

قیمت فی پیکیٹ (۱۶ تولہ) عہ؍ خرچہ ڈاک ۴؍

مفصل حالات "رسالہ آئینۂ امراض نسواں" میں ملاحظہ فرمائیں۔ جو آدھ آنہ کا ٹکٹ آنے پر مفت ارسال ہوگا۔

بابو رام رتن صاحب لائل پور سے فرماتے ہیں۔ کہ میری عورت اٹھراہ کی بیماری میں مبتلا تھی۔ دو دو لڑکیاں پیدا ہو کر مر چکی تھیں۔ آپ کے ٹنیسون پراش اور سپاری پاک سے بیماری اٹھراہ بھی دور ہو گئی ہے۔ اور اس دفعہ لڑکا بھی پیدا ہوا ہے۔ جو مضبوط اور تندرست ہے۔ پرماتما آپ کے کارخانے کو برکت دے۔

ملنے کا پتہ

شفاخانہ آیورویدک فارمیسیوٹیکل کمپنی لمیٹڈ گمٹی بازار لاہور

(ت۔ ۔ ۔ ۔ ریسا ٹن (لاہور))

ظل السلطان

اگر آپ بہترین خیالات و مضامین کا آئینہ دیکھنا چاہیں تو ظل السلطان ملاحظہ فرمائیے جو ماہانہ بھوپال سے شائع ہوتا ہے صرف تین روپیہ سالانہ قیمت ہے۔ اسمیں زنانہ دلچسپیوں اور اصلاح تمدن و معاشرت اور تعلیم نسواں کے متعلق اعلیٰ مضامین شائع ہوتے ہیں، دس چار سال کے عرصہ میں جسقدر زنانہ تعلیم کا مواد اس رسالہ نے فراہم کیا ہے اردو میں کہیں نظیر نہیں۔ نمونہ کا پرچہ ۳ آنہ میں مل سکتا ہے۔ مضمون نگاروں کو معاوضہ اور انعام بھی دیا جاتا ہے اسکے ذخیرہ میں اعلیٰ مرتبت خواتین کی نہایت قابل قدر تصانیف موجود ہیں خصوصاً علیا حضرت فرمانروائے بھوپال اور بیگم صاحبہ جنجیرہ کی تصانیف بھی ملتی ہیں ذیل میں کچھ کتابیں لکھی جاتی ہیں اگر آپ کا کتب خانہ ان گرانبہا تصانیف سے خالی ہے تو آج ہی ان کی طلبی کا خط لکھدیجیے مفصل فہرست ۔ر کے ٹکٹ پر بھیجی جاتی ہے۔

حضور سرکار عالیہ فرمانروائے بھوپال کی تصانیف

بچوں کی پرورش۔ بچوں کے متعلق اصول حفظان صحت کی واقفیت اور خطرات کی اطلاع ۱۲ر

تربیت الاطفال۔ بچوں میں شائستگی تہذیب اخلاق اور دیگر صفات حسنہ پیدا کرنے کے لیے نہایت مفید ہے۔ ۸ر

ہدایت تیمارداری۔ بچوں کی تیمارداری کے صحیح طریقوں پر واقف کرنے کے لیے یہ کتاب مفید ہے ۴ر

ہدایت الزوجین۔ خانہ داری کا پہلا حصہ جسمیں شوہر اور زوجہ کے شرعی اور قانونی حقوق و اختیارات بتائے گئے ہیں ۔ ۸ر

حفظ صحت۔ خانہ داری کا دوسرا حصہ جسمیں وہ تمام اصول جو عورتوں کی صحت جسمانی قائم رکھنے کے لیے ضروری ہیں ۱۲ر

معیشت۔ خانہ داری کے تیسرے حصہ کا جزو اول جسمیں انتظام خانہ داری وغیرہ نہایت تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ ۱۲ر

معاشرت۔ خانہ داری کے تیسرے حصہ کا جزو ثانی جسمیں بچوں کی تعلیم۔ آداب ملاقات متعلق مکتوبات و قواعد کھانا و قواعد ملبوس وغیرہ نہایت شرح و بسط سے لکھے گئے ہیں ۱۲ر

سبیل الجنان۔ ایمان، اسلام، اور نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ پر حضور عالیہ کی نہایت عالمانہ تقریریں۔ ۱۲ر

دیگر عالی مرتبت خواتین کی تصانیف

سیاحت سلطانی۔ ہر ہائنس فرمانروائے بھوپال کے حالات سفر ۱۲ر

سیر یورپ۔ ہر ہائنس بیگم صاحبہ جنجیرہ کے سفر یورپ کا روزنامچہ قسم اعلیٰ و قسم معمولی ۱۲ر

تہذیب النسواں۔ امور متعلقہ پرورش بمراعات تعلیم، خانم نہایت تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں ۱۲ر

آغاز اسلام۔ مولانا شبلی مرحوم کی کتاب بدء الاسلام کا ترجمہ جسمیں اختصار کیساتھ آنحضرت صلعم کے حالات درج ہیں ۸ر

خوان دعوت۔ مختلف کھانوں کی ترکیبیں ایک عجیب قصہ کے پیرایہ میں ۸ر

سرگذشت۔ بیگم صاحبہ فیضی کی کتاب جسمیں بعض ہندوستانی گھروں کی غیر تعلیم یافتہ عورتوں کا خاکہ کھینچکر دکھایا گیا ہے۔

کتابوں کے ملنے کا پتہ :- آنریری منیجر ظل السلطان۔ بھوپال

حکیم عبدالقوی صاحب۔ لکھنوی

کی چند مجرب دوائیں جو صرف دواخانہ مخزن الادویہ ہی میں مل سکتی ہیں ان کے استعمال سے سیکڑوں آدمیوں کو فائدہ ہو چکا

معجون شاطر :۔ سستی اور کاہلی کو دور کر کے چستی و چالاکی پیدا کرتی ہے اور فرحت دیتی ہے قیمت ۱ر خوراک ۶ ماشہ پاؤ بھر یا کم و بیش گائے کے دودھ کے ساتھ بہت جلد فائدہ محسوس ہوگا۔

سفوف سوزاک کہنہ :۔ پرانے سوزاک کے لیے بہتر طبیہ جاری پول میں ہے گوشت : پیدا ہو گیا ہو نہایت فائدہ مند ثابت ہوا ہے قیمت فی تولہ ۸ر خوراک ۲ ماشہ پاؤ بھر گائے کے دودھ میں پاؤ بھر پانی ملا کر اوپر سے پی لیا جائے۔

سفوف درد معدہ و قولنج :۔ ریاحی اور بلغمی درد معدہ و قولنج کو جو دورہ سے ہوا کرتا ہو یا ناگہانی طور پر یکایک ہو جائے فوراً زائل کرنے میں اکسیر کا حکم رکھتا ہے فی تولہ ۸ر خوراک ۶ ماشہ دورہ کے وقت تھوڑے سے گرم پانی یا سونف کے عرق کے ساتھ۔ فہرست دواخانہ طلب کیجیے مفت بھیجی جائے گی۔

سبز مرہم :۔ تمام جلدی بیماریوں پھنسی۔ پھوڑا۔ گلٹی۔ کھجلی۔ داد۔ کنٹھ مالا۔ آتشک کے زخم وغیرہ کے لیے بے مثل دوا ہے۔ سبز مرہم ناگہانی چوٹ اور جلنے وغیرہ کی تکلیف کو بہت جلد رفع کرتا ہے فی ڈبیہ ۸ر

پتہ :۔ مخزن الادویہ۔ جھوائی ٹولہ۔ لکھنؤ

ان تینوں کتابوں کے یکجائی خریدار کو محصول ڈاک و فیس وی پیو معاف

پانچ پانچ روپے کے سو خریدار فوراً مطلوب ہیں

یعنی تینوں کتابوں کا وی پیو مع جملہ اخراجات صرف ۵ر میں بھیجا جائے گا

(۱) انتخاب اردوئے معلیٰ :۔ یعنی مرحوم رسالۂ اردوئے معلیٰ علی گڑھ کے گذشتہ دس جلدوں کے بہترین مضامین نظم و نثر کا قابل دید انتخاب مجلد قیمت ۔ عہ

(۲) مکتوبات امیر مینائی :۔ یعنی منشی امیر احمد صاحب مرحوم لکھنوی کے دلچسپ خطوط کا مجموعہ مع تصویر و سوانح عمری امیر و موازنۂ داغ و امیر حجم ۳۵۲ صفحے مجلد عہ

(۳) تذکرۃ الشعراء حصۂ اول مکمل :۔ حجم تقریباً ۵۰۰ صفحے مرتبہ حسرت موہانی جس میں تذکرۂ شعراء و دیگر مضامین نظم و نثر کے علاوہ دیوان آسیر۔ شہیدی۔ تنہا۔ مخمور۔ آتش۔ غافل۔ مائل۔ ہوس۔ مومن۔ نسیم۔ تسلیم۔ تجلی۔ ساقی۔ منیر۔ حسرت۔ مضطر خیرآبادی و حسرت موہانی کے دواوین کا انتخاب بھی بطور ضمیمہ شامل ہے ان میں سے اکثر دیوان ایسے ہیں جو کسی اور جگہ دستیاب نہیں ہو سکتے۔

نوٹ :۔ طبع ثانی تک حسرت موہانی کا دیوان صرف بطور ضمیمہ تذکرۃ الشعراء مل سکتا ہے علیحدہ نہیں مل سکتا۔

المشتہر

بیگم حسرت موہانی۔ دفتر اردوئے معلیٰ علیگڈھ سٹی

[illegible]ت دھارا والے مقدمہ کی کامیابی کی خوشی میں

[illegible] ہم کو ... گریب ہیں کہ ہم ان کو بھی اس آئندہ میں حقیقی سود پر شامل کریں وہ کہتے ہیں کہ کارخانہ امرت دھارا کو [illegible] اعلیٰ کتب کی تصنیف ۔ بلا معاوضہ [illegible] ادویات کی سفلائی [illegible] کانفرنس [illegible] کی طرف سے ایک سونے کا تمغہ اور سارٹیفکیٹ مل چکے ہیں اور آپ نے ایسی خوشیوں کے موقع پر [illegible] کانفرنس کلکتہ کی طرف سے ایک سونے کا تمغہ اور سارٹیفکیٹ مل چکے ہیں [illegible] جنگ کی وجہ سے تمام اشیا کی گرانی کے باعث رعایت کرنا [illegible] بھی اگر کوئی رعایت ہو تو عجیب بات ہے [illegible] پیدا ہو گئی کہ ہم نے امرت دھارا کی شیشیوں [illegible] کی شکل تک پہنچا دیں تاکہ سب شکل میں کچھ تبدیلی کی ہے ۔ ہم چاہتے ہیں کہ بہت جلد یہ سہولیت تمام اپنے مہربانوں کو [illegible] کی شیشیوں کی شکل اب کیا ہو گی [illegible] شیشی کی شکل کی تبدیلی کو سب ہمارے مہربانوں کو دکھلانا چاہتے ۔ لیکن [illegible] یاست ٹیپارے کھتے [illegible] اگر قیمت میں بھی رعایت ہو تو [illegible] محصول بھی معاف ہو جائے [illegible] کیا جاتا ہے کہ کوئی وندوریند بھوشن جناب پنڈت

ٹھاکر دت شرما وید ایڈیٹر طبی اخبارات و لٹریچر ایجاکٹ وید امرت و مصنف متعدد

رسالہ جات طبی کی تیار کردہ

تمام ادویات و کتب امرت دھارا کیم جون ۱۹۱۷ء سے ۱۵ اگست ۱۹۱۷ء تک

¾ قیمت پر دیجاویں گی

[illegible]

یعنی ایک روپیہ میں ۴ر کی رعایت ہو گی -

حساب امرت دھارا کی بڑی شیشی عہ کی تھی ۲/۳ ... کو ملیگی ایسی ہی گیارہ ... تک متعلق سمجھ لیں -

ایک خاص رعایت

یہ بھی کی گئی ہے کہ اگر کوئی صاحب ایک فہرست بھی ... منگوانا چاہیں مگر ابھی فائدہ نہ اٹھانا چاہیں تو وہ جو رقم چاہیں دفتر میں بھیج دیں جب تک وہ رقم ان کی ختم نہ ہو گی ان کو ادویات ¾ قیمت پر دیجاتی رہینگی - وہ صاحب جو اپنی پیچیدہ امراض کا علاج جناب پنڈت جی صاحب سے بذریعہ خط و کتابت کرانا چاہیں جو ادویات انکو جو تجویز ہوں وہ اسی طرح منگوانا چاہیں وہ بھی ایک معقول رقم بھیج کر ایک دیرتک اس رعایت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

ایک خاص اعلان

یہ بھی کیا جاتا ہے کہ جس صاحب کا آمد و رعایت کے خاتمہ پر سب سے بڑی رقم کا ثابت ہوگا ان کو اسکی اور آرڈر قیمت کا ... بطور انعام کے واپس کر دیا جاویگا - اور ان کا نام مشتہر کر دیا جائے گا :

امید ہے کہ اس رعایت سے سب بھائی پورا فائدہ اٹھاوینگے - وقت بھی کافی لکھ دیا ہے کہ سب کو خبر ہو جاوے اور کوئی شکایت نہ رہے کہ ہم کو خبر نہ ہوئی -

منیجر امرت دھارا اوشدھالیہ امرت دھارا بھون - امرت دھارا اسٹریٹ - امرت دھارا ڈاکخانہ لاہور -

خط و کتابت و تار کے واسطے اتنا پتہ کافی ہے امرت دھارا (دی برانچ) لاہور .

اشتہار

جس کا درد وہی جانتا ہے دوسرا کیونکر جان سکتا ہے

یوں تو کوئی ایسا مرض نہیں جس کی تکالیف سے مریض نالاں اور پریشان نہو مگر دمہ کے مریض خاص کر دمہ کے ناقابل برداشت تکلیف سے واقعی بہت ہی پریشان ہوتے ہیں اور رات دن سانس پھولنے کی وجہ سے دم گھٹے جاتے ہیں۔ اور نیند حرام ہوجاتی ہے دیکھیے آج تک کس قدر تکلیف ہے لیکن افسوس ہے کہ اس لاعلاج مرض کی بازاری دوا زیادہ نیلی دشیا زہر اور دھتورہ بھنگ بلاڈونا پوٹاس ای اور انڈے کرتی ہے اس لیے فائدہ ہوتا تو درکنار مریض بے موت مارا جاتا ہے۔ ڈاکٹر برمن کی کیمیائی اصول سے بنی ہوئی دمہ کی دوا ایک انمول جوہر ہے یہ صرف ہماری ہی بات نہیں ہے بلکہ ہزاروں مریض اس مرض سے شفا پاکر مداح ہیں۔ آپ نے بہت خرچ کیا ہوگا لیکن ایک مرتبہ اسے بھی آزما لیں۔ اسمیں نقصان نہیں قیمت ۱ ؎ فی شیشی۔ محصول ڈاک ۵ ؍ اس دوا کے دو خاص فوائد ہیں (۱) فوراً کی میں دمہ دبا دیتا ہے (۲) اور کچھ روز کے استعمال سے جڑ سے جاتا ہے اور جب تک استعمال میں ہے دمہ نہیں ہوتا ہے۔ دیکھیے جناب بابو کالکا پرشاد صاحب موضع نگرو ساضلع جالون کیا لکھتے ہیں۔ آپ کی دمہ کی دوا نے مجھے اس قدر صحت پہنچائی ہے کہ آپ کے احسان اور دمہ کی دوا کی تعریف نہیں کر سکتا۔

فصلی بخار و تلی کی دوا

فصلی بخار اور تلی کے لیے یہ ایک دوا ہے

آج کل سیکڑوں اشتہار فصلی بخار و طحال کے دوا کا آپ دیکھتے ہوں گے ان میں عموماً کونین رہتی ہے۔ اس لیے دوائیں بخار کو کچھ وقت تک روک دیتی ہیں لیکن آرام نہیں کر سکتی ایسے بخار کے لیے ڈاکٹر ایس۔ کے برمن کی فصلی بخار کی دوا چند روز میں ایک دم آرام کرنے کا دعوے رکھتی ہے اور عوام کا فائدہ مدنظر رکھ کر قیمت بھی کم رکھی گئی ہے اسمیں تین خاص صفتیں ہیں (۱) یہ ملیریا کے کیڑوں کو مار دیتی ہے اسلیے چار پانچ خوراک کے استعمال سے بخار کا آنا بند ہوجاتا ہے (۲) یہ خون کو گاڑھا کرتی ہے اور اس کی خرابیوں کو مٹاتی ہے (۳) یہ تلی کو گلا دیتی ہے قیمت فی شیشی ۱۴ ؍ شیشی خورد ۸ ؍ محصول ڈاک ۵ ؍ دو شیشی ۶ ؍

کلوروڈائن

یہ انگریزوں کی خانگی دوا ہے۔ ہیضہ یا درد مروڑ خواہ کسی صورت سے ہو اس کی ایک ہی دو خوراک سے جاتی ہے۔ اوّل دست اور پیچش کے لیے یہ نہایت مفید ہے۔ ڈاکٹر برمن نے انگلینڈ کے ایک نامی دواخانہ سے بنوایا ہے اور دیگر کلوروڈائن سے کہیں بہتر ہے اس لیے بازاری کلوروڈائن کو نہ خرید کر کے اس کلوروڈائن کو خریدیں قیمت ۶ ؍ اور ایک درجن کے چار روپے (للعہ) محصول ڈاک ۵ ؍

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۱۴ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

ستمبر ۱۹۱۱ء

نمبر ۳ — جلد ۲

تمدن

معاشرتی، تمدنی، ادبی، فلسفی، اخلاقی، تاریخی اور علمی مضامین کا

مخزن

ایڈیٹر ایم اے قاری (علیگ) خلف اکبر جناب قاری محمد سرفراز حسین صاحب (علیگ) عزمی دہلوی سیاح جاپان و انگلستان

فہرست مضامین

پبلشر

محمد جواد حسین مجاری

نادرن انڈیا پرنٹنگ پریس لکھنؤ میں چھپا

مقام اشاعت نیا گاؤں (لکھنؤ)

قیمت سالانہ ۳ روپے

کیا آپ کی لائبریری ان کتابوں سے خالی ہے؟

رموز فطرت:- علم طبیعات علم طبقات الارض جغرافیہ طبیعی اور فلکیات و سیارے کے ابتدائی اور بنیادی اصول کی تشریح۔ عہ

انسان:- انسان کی تشریح علمی رنگ میں مگر نہایت آسانی طور پر کہ بچے اور لڑکیاں بھی سمجھ سکیں قیمت ۸ر

گنج شائگان:- قدیم شاہان ایران سے لیکر اسوقت تک کی دنیا کی تمام سلطنتوں ریاستوں وغیرہ کے سونے چاندی کے سکوں کے دونوں رخوں کی تصویریں مع حالات وزن وغیرہ قیمت ۸ر

سورج چاند ستارے:- اجسام فلکی مثلاً سورج چاند ستاروں سیاروں دمدار ستاروں ٹوٹنے والے تاروں اور انکے باہمی تعلقات کا بیان اس کتاب میں نہایت تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے قیمت ۸ر مجلد ۱۲ر

داستان مریخ:- سیارہ مریخ کی جسقدر اسوقت تک تحقیقات ہو چکی ہے اسکو اختصار کے ساتھ قلمبند کیا گیا ہے قیمت ۱ر۶

رہنمائے تعلیم:- کے اصناف اور بہترین طریقوں پر بڑی خوبی اور جدت سے بحث کی گئی ہے طلبا علم کے لیے فی الحقیقت یہ کتاب رہنمائے تعلیم کا کام دیتی ہے قیمت ۴ر

الہارون:- سوانحمری خلیفہ ہارون رشید اعظم مع مقدمہ سلطنت عباسیہ و منظر دارالخلافت بغداد قیمت عہ

پروفیسر ویمبری کا سفرنامہ:- پروفیسر مذکور کا خیوہ بخارا ایران و کردستان کا سفرنامہ قابل دید کتاب ہے قیمت عہ

تاریخ مسجد الحرام:- قیمت ۸ر

حیات حافظ:- جسمیں لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی کے حالات زندگی بیان کیے گئے ہیں اور انکی شاعری پر نہایت تفصیل سے بحث کی گئی ہے کاغذ لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ عہ

حیات نورالدین:- یعنی ملک العادل سلطان نورالدین زنگی فاتح شام و جزیرہ مصر کی مفصل سوانحمری قیمت ۹ر

جمیع حالات جاپان:- جسمیں ملک جاپان نے ہر قسم کے حالات عادی۔ ہندی تعلیم وغیرہ مع جاپان کی ترقی کی تاریخ اور جاپان کے مشاہیر و نامور مدبرین وغیرہ کے حالات درج ہیں قیمت مجلد ۶ر

جنگ روس و جاپان:- روس و جاپان کی گذشتہ ہولناک جنگ کے حالات قیمت ہر دو حصہ ۱۲ر

علمائے سلف:- وہ نوجوان جو حصول تعلیم میں سرگرم اور دنیاوی ترقی میں گوئے سبقت لیجانا چاہتے ہیں انکا فرض ہے کہ وہ مشاہیر قوم اور علمائے سلف کے سوانحی حالات اور ان کے اسباب ترقی۔ استقلال و جفاکشی۔ انصاف پسندی۔ ایثار۔ اخلاق حسنہ کے حالات پڑھیں اس غرض کو پیش نظر رکھکر علمائے سلف کا مطالعہ بہت مفید ہوگا قیمت - ۱۲ر

حیات سرور کائنات:- ۶ر

حیات داغ دہلوی:- ۶ر

آئینۂ جنگ یورپ:- موجودہ جنگ عظیم کی ایک مفصل اور مبسوط ڈائری جسمیں اسباب جنگ حریفوں کی جنگی قوتوں وغیرہ متعلقہ امور سے دلچسپ بحث کی گئی ہے صفحات ۱۰۰ قیمت ۴ر

سلاطین مبر:- یعنی ساحل کارومنڈل کے مسلمانوں کی فراموش شدہ سلطنت کا تاریخی حال مع نقشہ جات متعلقہ نوشتہ حکیم سید شمس اللہ صاحب قادری قیمت ۲ر

سیر یورپ:- ہر ہائنس نازلی رفیعہ سلطان نواب بیگم صاحبہ ریاست جنجیرہ کے سفر یورپ کا روزنامچہ جسمیں تمام واقعات کو خوبصورتی اور جامعیت کے ساتھ قلمبند کیا ہے ۴۴ عکسی تصاویر شامل ہیں کاغذ و چھپائی نہایت اعلیٰ صفحات ۳۰۲ قسم اول سے قسم دوم .... عہ

نیرنگ فرنگ:- فرانس کے انقلاب کی مفصل اور نہایت دلچسپ و سبق آموز داستان قیمت - عہ

محاصرۂ دردانیال:- دردانیال کی مکمل تاریخ موجودہ جنگ کے معرکہ سے دردانیال کی پوری حالت اور انگریزوں کی واپسی و ناکامی کے واقعات نہایت خوبی اور تفصیل سے دکھائے ہیں قیمت مجلد ۱۲ر غیر مجلد ۱۰ر

حیات النذیر:- شمس العلما حافظ نذیر احمد صاحب مرحوم ایل ایل ڈی دہلوی کی زندگی کے مفصل حالات قیمت ... مجلد ... ۴ر

سفرنامہ مصر و شام و حجاز:- خواجہ حسن نظامی کا مشہور و معروف سفرنامہ جسمیں آپ نے مقامات مذکورہ کے عجیب و غریب حالات تفصیل کے ساتھ قلمبند کیے ہیں قیمت مجلد ۴ر

ملنے کا پتہ دفتر رسالہ تمدن نیا گاؤں لکھنؤ

علمی ادبی اور تاریخی کتب کا قابل قدر ذخیرہ

علوم طبیعیہ کی تاریخ: علوم طبیعیہ کی ان … کی تشریح جو سائنس … صدی تک … مسائل کی تحقیقات کے علاوہ … [illegible] … قیمت …

تاریخ مذہب: اس کتاب میں مذاہب کی ابتدا اور ترقی کا حال اور بڑے بڑے مذاہب مثلاً … دیگر اقوام و ممالک کے مذاہب کی تاریخ درج ہے قیمت … مجلد …

شباب لکھنؤ: اگر آپ گذشتہ لکھنؤ کی تصویر دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کتاب کو ضرور ملاحظہ فرمائیے ایک … سیاح نے سلطنت اودھ کے عروج کے زمانے کے حالات نہایت دلچسپ پیرایہ میں قلمبند کیے ہیں ترجمہ منشی احمد علی صاحب بی اے مرحوم قیمت ۱۲

تاریخ تمدن: یعنی ہنری ٹامس بکل کی مشہور تصنیف ہسٹری آف سولائزیشن کا اردو ترجمہ مترجمہ منشی احمد علی صاحب بی اے مرحوم قیمت ……

السنۂ مشرقیہ: عربی سنسکرت … زبان کی دلچسپ تاریخ ہر زبان کی ترقی … کے نمونے نہایت عمدہ تحقیق سے لکھے گئے ہیں ۶

چینی سیاح کا سفرنامہ: دنیا کے مشہور مقامات کی سیاحت کے عجیب حالات قیمت ۱۲

مارکوپولو کا سفرنامہ: ایشیا … فارس چین ہندوستان وغیرہ وغیرہ کے حالات مشہور سیاح کے قلم سے قیمت ۸

مشاہیر مشائخ ہند: … حالات … چشتیہ سہروردیہ کے بعض مشہور مشائخ کا تذکرہ قیمت …… ۸

مشاہیر بہی خواہان آدم: یعنی … بنی نوع انسان کی سوانح عمریوں کا مجموعہ جس کے مطالعہ سے ہر شخص محبت انسانی سے بھر جاتا ہے قیمت …… ۱۲

تاریخ مصر: مصریوں کے قدیم رسم و رواج … عادات کے مفصل حالات قیمت ۸

تاریخ یونان: یونان کے عروج و زوال کی مکمل تاریخ قیمت …… ۸

تاریخ روم: سلطنت روم کی جامع تاریخ اور دنیا … کے مفصل حالات قیمت ۸

مذہب تمدن معاشرت و اخلاق و آداب کی کتابیں

ادعیۃ القرآن: یہ کتاب ان لوگوں کے لیے ہے جنہیں … قرآن … کے ساتھ … اردو … کا شوق ہے۔ ایک مختصر دیباچہ … ادعیہ … قبولیت … حضرت آدم سے لیکر آنحضرت صلعم تک تمام انبیاؤں کی … قیمت …… ۶

اجتہاد: اس کتاب میں یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ اسلام اور اس کے اصول … فطری ہیں یعنی انسان خواہ کسی مذہب کا گرویدہ ہو اگر پورے غور و فکر سے کام لے تو قطع نظر کسی بیرونی خارجی کے اس کی طبیعت کا تقاضا خود بخود … کی معقولیت کو قبول کرنے پر مجبور ہوگا … لائق قیمت مجلد …

بچوں کی پرورش: … بچوں کی … ان امراض سے حفاظت … تیمارداری … [illegible]

آفتاب …: … کی ایک … خاتون کے زور قلم کا تازہ کارنامہ … مصنفہ نے … کی جانب سے … اپیل کیا ہے کہ اس غریب کی … وقعت سمجھ کر حاصل کر لیا جائے قیمت ۱۲

چمنستان عرب عقبہ حج: قرآن شریف … احادیث اور تاریخ سے جمع کر کے … مقدسہ مدینہ منورہ اور عرب کے تاریخی جغرافیائی حالات اس کتاب میں نہایت تفصیل کے ساتھ درج کیے گئے ہیں … قیمت …

مرأت العروس: قیمت ۸

… : ۸

منتخب الحکایات: ۸

توبۃ النصوح: ۸

تہذیب الاسلام: جس میں فلسفۂ یورپ کی تحقیقات موجودہ سائنس جدیدہ کے انکشافات کو اسلام کے مسائل مذہبیہ کے ساتھ تطبیق دی گئی ہے … تمدن کے اعتراضات کی تردید کی گئی ہے اور مسلمانوں کے عروج و زوال کا اصلی سبب بیان کیا گیا ہے قیمت … ۸

اتالیق بی بی: جس میں شوہروں … عورتوں کی بے … کا بہت سچا خاکہ کھینچا گیا ہے قیمت ۸

اکسیر سخن: … کالیداس کی موسمی نظموں … کا اردو ترجمہ نظم کتاب کے شروع … مشہور افسانہ نگار بابو پریم چند کا ایک … مقدمہ ہے۔ مہاراجہ سر کشن پرشاد … تصویر بھی شامل ہے۔ قیمت ۶

ملنے کا پتہ: دفتر رسالہ تمدن نیا گاؤں لکھنؤ

پکے اور ارزاں لوہے سے بیش قیمت فولاد ہزار گونہ زیادہ کار آمد ہے۔

سرکار سے رجسٹری شدہ

دد روغنِ کیسری

داد کی بے خطا دوا۔

بلا جلن اور تکلیف کے داد کو جڑ سے دور کرنے والی اگر کوئی دوا ہے تو یہی ہے۔ قیمت فی شیشی چار آنہ۔
جس شیشی پر سکھ سنچارک کمپنی کا نام نہ لکھا ہو اُسے ہرگز نہ خریدیے۔ سب سے قابلِ اطمینان خط۔
مہاشے آپ کی دوا دد روغن کیسری کا استعمال کیا گیا داد اچھے ہو گئے دوا سود مند ہے۔
آپ کا راجہ سر رام پال سنگھ کے۔ سی۔ آئی۔ ای راج کرسی سدولی ضلع رائے بریلی

بال سدھا اگر آپ کو اپنے بچے ہوئے تازے اور تندرست بنانے ہیں اور روز کی بیماریوں سے اُن کا پیچھا چھڑانا ہے تو اس میٹھی دوا کو منگا کر پلایئے ایک شیشی تقریباً ایک ماہ کو کافی ہے۔ قیمت فی شیشی بارہ آنہ۔ ڈاک خرچ چھ آنہ۔
آپ کو اپنی ضرورت کی کوئی بھی چیز درکار ہو تو پیشتر ہم سے دریافت کیجیے اور ہمارا فہرست طلب فرما کر ملاحظہ فرمائیے۔
ملنے کا پتہ:۔ سکھ سنچارک کمپنی متھرا

لوگوں کی رائے

اس بات کے لیے پختہ ہو گئی ہے کہ سکھ سنچارک کمپنی متھرا کا تیار کردہ سُدھا سندھو ہی سب سے سچی اور فوراً شفا بخشنے والی بے خطا دوا ہے باقی اس کی سب نقلیں ہیں یہی وجہ ہے کہ اس نایاب دوا کے فروخت کرنے کو **چوتھائی لاکھ** سے زیادہ ایجنٹ مہیا ہو چکے ہیں ۲۷ سال کی طویل آزمائش کے بعد یہ کامل طور پر یقین ہو چکا ہے کہ اس کمپنی کا سُدھا سندھو ہا کسی چیز کی آمیزش کے کھانسی۔ دمہ۔ ہیضہ۔ سر درد۔ پیلے دست خونی دست۔ آنوں پیچش۔ قے۔ زکام۔ سر درد۔ نزلہ وغیرہ امراض کو دفع کرنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے یہ ایک خوش ذائقہ اور خوشبو دار دوا ہے۔ قیمت فی شیشی آٹھ آنہ ڈاک خرچ ایک سے چھ شیشی تک تین آنہ ہوگا۔ چند ہزار اسناد میں سے چند یہ ہیں:۔
تحریری بنگلہ شور اخبار بمبئی ۲۱۔ فروری ۱۹۱۸ء سکھ سنچارک کمپنی متھرا کا سُدھا سندھو بمبئی میں اس سے پیدا شدہ ہیضہ وغیرہ امراض کی ایک مجرب دوا ہے ...... ابھیودے اخبار الٰہ آباد ۲۰ مئی ۱۹۱۹ء سُدھا سندھو حقیقت میں امرت کا سمندر ہے ...... ہر ایک گھر میں رکھنا چاہیے کیونکہ یہ بیشتر قسم کے امراض میں مفید ہوتی ہے ...... شری پنڈت مہابیر پرشاد جی دویدی ایڈیٹر سرسوتی الٰہ آباد ہماری ضعیف ماں جی کی عمر ۷۰ سال کی ہے ...... سُدھا سندھو کے دس قطرے دیے ...... اُس نے جادو کا اثر کیا ...... ہماری دوا سب بڑے بڑے شہروں اور دیہات کے دکانداروں کے پاس بھی ملتی ہے ...... ہماری فہرست سب کو بلا قیمت ملے گی۔

ملنے کا پتہ:۔ سکھ سنچارک کمپنی متھرا

میں خوبصورت نوجوان لیڈی ہوں

نوجوانو! خبردار ہو جاؤ

حسن و خوبصورتی پیدا کرنے والا۔ چہرہ کی رنگت سفید کرنے والا

پری جمال صابن!

جو تمام دنیا میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کر چکا ہے۔ اور جس نے اپنے مفید ہونے کی وجہ سے
بڑے بڑے نوابوں اور رئیسوں اور راجاؤں کے سرٹیفکٹ حاصل کیے ہیں۔ فوراً منگا کر استعمال کرو۔
آجکل بہت سے صابن فروخت ہو رہے ہیں۔ ان سے بچنا چاہیے۔ اور ہمیشہ پری جمال صابن خاص ایجاد کردہ
حکیم محمد یعقوب خاں دہلی یاد رکھیں۔ یہ صابون تازہ عمدہ و نفیس خوشبوؤں سے تیار کیا جاتا ہے
کالا رنگ کملایا ہوا چہرہ صاف سات روز مل کر نہانے سے گلاب کی پتی کے مانند خوبصورت اور مخمل کے
مانند ملائم ہوتا ہے خوشبو صابن کی اسقدر عمدہ اور تیز ہے کہ نہانے کے بعد پھر عطر و لونڈر ملنے کی ضرورت
نہیں رہتی۔ یہ صابون چہرے کے تمام داغ دھبے۔ پھوڑے پھنسیاں چھائیاں مہاسے دور کر کے
چہرے کو خوشنما بنا دیتا ہے۔ شنگرف کی سی سرخی آنے لگتی ہے۔ قیمت معمولی ہے۔ فی بکس تین ٹکیہ
مع ایک فینسی ڈبیہ صابن دانی ایک روپیہ (عہ)

پری بہار ہیر آئل

یہ سر میں لگانے کا خوشبودار تیل ہے۔ یہ تیل بالوں کو خوشنما بنا دیتا ہے۔ یہ لمبے و خوبصورت بال
عورتوں و مردوں کے حسن و جمال میں ترقی دیتے ہیں اور خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ بالوں میں ترو تازگی
و چمک پیدا کر کے بالوں کو لمبا اور نرم ملائم کر دیتا ہے۔ فی شیشی بارہ آنہ ایک روپیہ

مِلنے کا پتہ

مالک دواخانہ نور تن دہلی بازار فراش خانہ

علمی - ادبی اور تاریخی کتب کا قابلِ قدر ذخیرہ

معیشت و معاشرت: جس میں انتظام خانہ داری اور روزمرہ کے وہ اصول جو عورتوں کی صحت جسمانی قائم رکھنے کے لیے ضروری ہیں بیان کیے گئے ہیں مصنفہ علیا حضرت سرکار عالیہ فرمانروائے بھوپال قیمت حصہ اول و دوم - ۳ ر

سبیل الجنان: ایمان - اسلام اور نماز روزہ زکوٰۃ حج پر حضور عالیہ بیگم صاحبہ بھوپال کی نہایت عالمانہ تقریریں قیمت ... ۸ ر

تہذیب نسواں و تربیت الانسان امراض مخصوصۂ نسواں کی طبی احتیاطیں خانہ داری کی ضروری اور کارآمد باتیں دیگر ضروری امور مولفہ خلد مکان نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ (بھوپال) قیمت ۱۲ ر مجلد ۱۴ ر

تعلیم اصول خانہ داری: قصے اور کہانیوں میں نہایت ضروری تعلیم مولفہ مفتی انوار الحق صاحب ایم اے قیمت ہر چہار حصہ ۱۲ ر

ہدایات تیمارداری: ڈاکٹری اصول کے مطابق تیمارداری کے ضروری طریقے مندرج ہیں قیمت ۲ ر مجلد ۵ ر

تربیت الاطفال: بچوں کی تربیت فطرت کے اصول سے والدین کو کیا کرنا چاہیے صفحات ۱۴۷ قیمت ۸ ر مجلد ۱۲ ر

مسدس حالی: مولانا حالی مرحوم کا مشہور مسدس مدوجزر اسلام قیمت مجلد ۱۲ ر

رباعیات دبیر: حضرت دبیر مرحوم کی رباعیات کا قابل قدر مجموعہ اسمیں ساڑھے سو سے زیادہ رباعیات درج ہیں قیمت ۸ ر

رباعیات حالی: مولانا حالی مرحوم کی رباعیات کا یہ جدید اڈیشن مسدس کی تقطیع پر چھپا ہے ہر صفحہ میں دو رباعی درج ہیں قیمت ... ۳ ر

سلک مروارید: لکھنؤ کے مشہور اخبار "سیارہ" کی قابل قدر نظموں کا مجموعہ قیمت ۴ ر

جذبات بھاشا: بھاشا کے شاعروں نے مناظر کی تصویر کھینچنا دیکھ بائیں ہاتھ کا کرتب خودداری - حیا - غرور حسن محبت پر وہ جذبات ہیں جنپر بھاشا کی شاعری کا ستون کھڑا ہے سادی آسان تشبیہات دلوں میں چٹکیاں لیتی ہیں جذبات بھاشا میں ملک کے قابل انشا پرداز حضرت نیاز فتحپوری نے انکے دوہوں کے معنے بیان کیے ہیں قیمت پختہ ۱۲ ر علاوہ محصول

جذبات مسلم: مشہور دلگداز قومی نظموں کا مجموعہ جسمیں علامہ شبلی - ڈاکٹر اقبال اور اکثر دوسرے شعرا کی مقبول عام نظمیں جمع کی گئی ہیں لکھائی چھپائی دیدہ زیب قیمت ۵ ر

تاریخی جواہر: منشی اقبال احمد دہلوی کی تاریخی نظموں کا قابل دید مجموعہ قیمت ۳ ر

شکوہ: ڈاکٹر اقبال کی مشہور معنی خیز نظم ۱ ر

جواب شکوہ: ۲ ر

عذر شکوہ: ۳ ر

لسان الغیب: ڈاکٹر اقبال کی مثنوی اسرار خودی میں حافظ شیرازی پر جو نکتہ چینی کی گئی ہے اسکا جواب قیمت ۲ ر

دیوان غالب: اردو دیوان غالب کا یہ اڈیشن خاص اہتمام سے چھاپا گیا ہے شروع میں ایک پرلطف دیباچہ اور مرزا غالب کی مختصر سوانحعمری درج ہے نیز مرزا غالب کی عکسی تصویر بھی شامل ہے کلام غالب کے دلدادگان اس نسخہ کو ضرور منگائیں قیمت ۱۲ ر مجلد ۱۴ ر

شرح دیوان غالب: مع مقدمہ مشتمل بر حالات و تنقید کلام غالب از مولانا حسرت موہانی بی - اے قیمت ۱۲ ر مجلد ۱۴ ر

قابلِ دید ناول اور ڈرامے

قاسم و زہرہ: منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی اس منظوم ڈرامے کے مصنف ہیں شروع سے آخر تک زبان کی شستہ خیالات پاکیزہ طرز ادا نہایت دلاویز شوخی اور بانکپن کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے ضرور ملاحظہ فرمائیے قیمت ۸ ر

زہرا: ایک ترکی ناول کا ترجمہ مترجمہ سید سجاد حیدر صاحب بی اے قیمت ۱۰ ر

خالہ بالخیر: قیمت ۵ ر

نیرنگی دہر: مجیب و نعیم کے مصائب اور وفاداری کی داستان شریف النسا کیسی دلچسپ کا انجام مصنفہ منشی عبد الغفور صاحب صفحات ۲۳۰ قیمت ۱۲ ر

گودڑ کا لال: ایک نہایت دلچسپ اخلاقی تعلیمی اور معاشرتی اصلاح کا طبعزاد افسانہ مصنفہ والدہ صاحبہ سید محمد افضل صاحب بی - اے حصہ اول و دوم صفحات ۹۴۲ قیمت ۳ ر

وکرم اروشی: مہاکوی داس کے ایک مشہور ناٹک کا ترجمہ مع ایک بسیط مقدمہ کے جسمیں ہندو ڈراما کی تاریخ اور نوعیت پر مفصل بحث کی گئی ہے مترجمہ جناب مولوی محمد عزیز مرزا بی اے قیمت ۱۲ ر

تمنا: دلچسپ مصنفہ مرزا سجاد بیگ صاحب دہلوی ۱۰ ر

دواوین، مثنویات اور دیگر اصناف نظم

بیاک ایروست: سنسکرت کی بہترین نظم یعنی کالیداس کی نظم مسکے دوت کا منظوم اردو ترجمہ جس میں مناظر فطرت کے دلکش نقشے دکھائے ہیں - نوٹوں کی رنگین آٹھ قابل دید تصویریں بھی ہیں لکھائی چھپائی کاغذ اعلیٰ ... ۶ ر

علمی، ادبی اور تاریخی کتب کا قابلِ قدر ذخیرہ

جہاں آرا: شاہ جہاں بادشاہ کی شاہزادی جہاں آرا بیگم کی مفصل سوانح عمری مورخینِ یورپ کی گمراہ کن تنقیدوں کے جواب قیمت ۸ر

ایک شاہ کا انجام: حضرت نیاز فتح پوری کا مشہور و مقبول عام ناول قیمت ۱۲ر

حاجی بغلول: مصنفہ منشی سجاد حسین صاحب ایڈیٹر اودھ پنچ قیمت ۱۰ر

احمق الذین: [illegible]

آوارہ: رومینہ انگلبرن کا ایک فرانسیسی ناول جس میں بیان کیا گیا ہے نہایت [illegible] دلچسپ اور [illegible] قصہ ہے قیمت ۸ر

الحوریا: اس ناول میں [illegible] ایک خیالی ملک اور قوم کا حال بیان کرکے انگلستان کو سبق [illegible] کرنا چاہا ہے قیمت ۴ر

روحِ لیلیٰ: یہ کتاب [illegible] ہے جس میں ایک روحانی مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے ایک شخص مردہ لڑکی کی روح کو اسکی وفات کے وقت ایسا محبوس کر لیتا ہے کہ وہ جسم کے ساتھ وابستہ رہتی ہے اور وقتاً فوقتاً مکینِ زندہ لڑکی کے ذریعہ سے بہت سے کام نکالتا ہے عہ

حکایاتِ دلچسپ: یہ ان حکایات کا اردو ترجمہ ہے جنکو سارے ملک کے مشہور [illegible] عالم ڈراما کے استاد بے نظیر شکسپیئر کے منظوم کھیلوں سے زبان انگریزی کے مشہور و معروف ادیب چارلس لیمب نے خصوصاً اطفال کے ساتھ نثر میں تحریر کیا تھا اور اب یہ حکایات ناظرین کی ضیافتِ طبع کے لیے اردو میں نہایت قابلیت کے ساتھ ترجمہ کی گئی ہیں قیمت ... عہ

جرمن محکمۂ جنگ کے اسرار: جرمن محکمۂ جنگ کے اسرار کا مجموعہ نہایت دلچسپ کتاب ہے قیمت ... عہ

جنگِ جرمن و بلجیم ۱۹۱۴ء کی مشہور جنگ کے حالات [illegible] ہے قیمت ۱۰ر

جرمن جاسوس: جس میں حال کی جنگ یورپ سے متعلق جرمن جاسوسوں کی ان تھک کوششوں کے تمام و کمال حالات جو دوران جنگ یورپ کے خلاف کی گئیں نہایت [illegible] تفصیل وار درج ہیں وہ [illegible] کے [illegible] کے حالات [illegible] [illegible] بھی موجود ہیں [illegible] صفحات ۳۰۶ قیمت عہ

پیاری ایلین: نہایت دلچسپ انگریزی ناول کا ترجمہ صفحات ۲۴۴ قیمت ۱۰ر

فرانس کا شہزادہ: جس کا حصہ دوم قاہرہ، شاہزادی [illegible] دیبار اکبر اعظم ملکۂ حسن، سلطان دارا، عالی مرتبہ قلعہ چتوڑ کے مفصل حالات مسلمانوں اور راجپوتوں کے [illegible] واقعات وغیرہ درج ہیں صفحات ۲۴۲ قیمت ۱۰ر

لعبتِ فرنگ: پرانے شیکسپیئر کا ترجمہ عہ

مقدس ولی: قیمت عہ

خریدۂ الحسن: بدکاروں کی بدکاریاں پاکبازوں کی پاکبازیاں ظالم کا ظلم شوہر کی سچی محبت حسن و عشق کی کرشمہ سازیاں لکھنؤ کی [illegible] زبان میں قیمت ۱۰ر

بسنتی دیا: مسٹر [illegible] حیدر کے ناول کا ترجمہ مترجمہ مرزا [illegible] علی صاحب خنجر لکھنوی قیمت ... عہ

مظلوم لڑکی: پولیس کی سراغرسانی امیر مجگاں کی موت مظلوم لڑکی کی مصیبتیں قیمت ... ۴ر

انتظام نا تمام: ایک حسین دوشیزہ کی ایک مولانا کے مقصد کے لیے تیاری حسن و عشق کی [illegible] زبان قیمت ۴ر

جمیلہ کی ناکامیابی: بقول حسرت موہانی اس زمانہ کا بہترین ناول ہے چونکہ علیحدہ نہیں چھپا ہے اسلیے جو صاحب اس ناول کو پڑھنا چاہیں انکو رسالہ "تعلیمات" کی کامل تیرہ نمبروں کی جلد خریدنا پڑے گی کہ اسمیں یہ ناول چھپا ہے عہ

[illegible] مرید: [illegible] ڈکنس کی [illegible] ظرافت آمیز تصنیف کا ترجمہ قیمت ۱۲ر

مکاری کا نتیجہ: ایک رئیس کی تباہی کا نظارہ خونناک پریشان کن طلسمی حکمت عملی کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں قیمت ۱۲ر

مادامِ قادری: قاری محمد سرفراز حسین صاحب عزمی دہلوی (علیگ) کے اخلاقی مضامین متعدد عادت قاہرہ خاص جو دو دہائی کی تمہید قدر والوں کے ہاتھ میں پہنچ چکے ہیں اب ایک مجموعہ کی صورت میں چھپائے ہیں ۴۰۰ صفحات کی مجلد کتاب جو نہایت عمدہ ولایتی کاغذ پر چھاپی گئی ہے۔ اور جسمیں مصنف کی ایک تصویر بھی شامل ہے۔ قیمت ... عہ

خلق مجسم: شائستہ زندگی کی جیتی جاگتی تصویر انسانی ہمدردی کا سبق اخلاق مجسم کی صورت قیمت ... ۴ر

مادام: حسن فروشی و عشق آموزی کا آئینہ دلفریب کرشموں کا گنجینہ قیمت عہ

بوالہوس: عورتوں کی مستقل مزاجی جدید تعلیم پابندی قول اور قیافہ شناسی پر روشنی ڈالی گئی ہے حسن و عشق کی چاشنی بھی موجود ہے قیمت ... عہ

حکیم عبدالقوی صاحب لکھنوی

کی مجربات جو صرف دواخانہ مخزن الادویہ ہی میں مل سکتی ہیں انکے استعمال سے سیکڑوں آدمیوں کو فائدہ ہو چکا ہے:-

معجون نشاط:- سستی اور [illegible] دور کر کے چستی و چالاکی پیدا کرتی ہے اور فرحت دیتی ہے فی تولہ ۸ر خوراک ۶ ماشہ پاؤ بھر یا کم و بیش گائے کے دودھ کے ساتھ بہت جلد فائدہ محسوس ہوگا۔

سفوف سوزاک کہنہ:- پرانے سوزاک کے لیے بہتر ہے جاری بول میں [illegible] نہ پیدا ہوگی نہایت فائدہ مند ثابت ہوا ہے فی تولہ ۲ر خوراک ۶ ماشہ پاؤ بھر گائے کے دودھ میں پاؤ بھر پانی ملاکر اوپر سے پی لیا جائے۔

سفوف درد معدہ و قولنج:- ریاحی اور بلغمی درد معدہ و قولنج کو جو دورہ سے ہو آرام پہنچاتا ناگہانی طور پر اگر پیدا ہو جائے فوراً زائل کرنے میں اکسیر کا حکم رکھتا ہے فی تولہ ۲ر خوراک ۶ ماشہ دورہ کے وقت ٹھنڈے سے گرم پانی یا سونف کے عرق کے ساتھ۔ فہرست دواخانہ طلب کیجیے مفت بھیجی جائے گی۔

سبز مرہم:- تمام جلدی بیماریوں جیسے پھوڑا، گلٹی، کھجلی، داد، لنٹھ، بالا، آتشک کے زخم وغیرہ کے لیے مستعمل ہوا ہے۔ سبز مرہم ناگہانی چوٹ اور جلنے وغیرہ کی تکلیف کو بہت جلد رفع کرتا ہے۔ فی ڈبیہ آٹھ آنہ (۸ر)

پتہ:- مخزن الادویہ جھوائی ٹولہ - لکھنؤ

ان تینوں کتابوں کے یک جائی خریدار کو محصول ڈاک و فیس وی پی معاف	پانچ پانچ روپے کے سو خریدار فوراً مطلوب ہیں	یعنی تینوں کتابوں کا وی پی مع جملہ اخراجات صرف صہ میں بھیجا جائے گا

(۱) انتخاب اردوئے معلی:- یعنی مرحوم رسالہ اردوئے معلی کے گزشتہ دس جلدوں کے بہترین مضامین نظم و نثر کا قابل دید انتخاب مجلد قیمت - عمر

(۲) مکتوبات امیر مینائی:- یعنی منشی امیر احمد صاحب مرحوم لکھنوی کے دلچسپ خطوط کا مجموعہ مع تصویر و سوانح عمری امیر و موازنۂ داغ و امیر حجم ۲۵۲ صفحہ مجلد عہ

(۳) تذکرۃ الشعراء حصہ اول مکمل:- حجم تقریباً ۵۰۰ صفحے مرتبہ حسرت موہانی جس میں تذکرۂ شعراء و دیگر مضامین نظم و نثر کے علاوہ دیوان امیر، شہیدی، تنہا، مجموعہ آتش، غافل، مائل، ہوس، مومن، تسیم، تسلیم، تجلی، حالی، بینظیر، بیتاب، مضطر خیرآبادی و حسرت موہانی کے دواوین کا انتخاب بھی بطور ضمیمہ شامل ہے ان میں سے اکثر دیوان ایسے ہیں جو کسی اور جگہ دستیاب نہیں ہو سکتے۔

نوٹ:- طبع ثانی تک حسرت موہانی کا دیوان صرف بطور ضمیمہ تذکرۃ الشعراء مل سکتا ہے علیحدہ نہیں مل سکتا۔

المشتہر

بیگم حسرت موہانی - دفتر اردوئے معلی علیگڈھ سٹی

کارخانہ آیورویدک فارمیسیوٹیکل کمپنی لمیٹڈ لاہور کا تیار کردہ

پنسون پرایش اور سپاری پاک

ڈِس مینوریا (حیض کے درد اور قلت کے ساتھ آنے) کی شکایت کو دور کرنے کے لئے اس سے اچھی دوا آج تک نہیں بنی۔ رحم کی عصبی کمزوری کو رفع کر کے اسقاط، اٹھراہ، بانجھ پن اور ہسٹیریا کی شکایات کو دور کرنے اور اولاد نرینہ کی خواہش برلانے کے لئے عجیب چیز ہے۔

قیمت فی پیکٹ (۵ تولہ) ۸؍ خرچ ڈاک ۔

لیوکوریا (جریان الرحم) کا حکمی علاج ہے۔ ایام حمل کے اثنا میں کھانے سے قیام حمل کو پوری مدد دیتا ہے۔ اسقاط اور اٹھراہ کی مریضاؤں کے لئے نعمت ثابت ہوا ہے ہزاروں عورتیں اس کی بدولت از سر نو زندگی حاصل کر چکی ہیں۔

قیمت فی پیکٹ (۲ تولہ) عہ خرچ ڈاک ۔

مفصل حالات رسالہ آئینہ امراض نسواں میں ملاحظہ فرمائیں۔ جو آدھ آنہ کا ٹکٹ آنے پر مفت ارسال ہوگا

بابو رام رتن صاحب لائل پور سے فرماتے ہیں۔ کہ میری عورت اٹھراہ کی بیماری میں مبتلا تھی۔ اور دو لڑکیاں پیدا ہو کر مر چکی تھیں۔ آپ کے پنسون پرایش اور سپاری پاک سے بیماری اٹھراہ بھی دور ہو گئی ہے۔ اور اس دفعہ لڑکا بھی پیدا ہوا ہے۔ جو مضبوط اور تندرست ہے۔ پرماتما آپ کے کارخانے کو برکت دے۔

ملنے کا پتہ

شفاخانہ آیورویدک فارمیسیوٹیکل کمپنی لمیٹڈ گمٹی بازار لاہور

تار کا پتہ رسائن لاہور

علمی ادبی اور تاریخی کتب کا قابلِ قدر ذخیرہ

خوبی قسمت:- ایک ڈاکٹر کا مریم پر عاشق ہوکر مسمریزم کے ذریعے سے قابو میں لانا قیمت ۸ر

جوشِ خون:- ایک عفت فروش عورت کی شوہر سے بیوفائی قیمت ... ۱۲ر

کلجگ کی کسوٹی:- جس میں ہیری برٹن ایک جہاز راں نے اپنے شباب کے کارنامے لکھتے ہوئے دو ترسیلوں کی شرارتیں دکھلائی ہیں قیمت ۸ر

ناول نادر بیان:- نہایت درد انگیز اور دلچسپ ناول ہے قیمت ۸ر مجلد ۱۲ر

الماس:- سوئن شریسی کے ناول گنگ آف ڈائمنڈس کا اردو ترجمہ قیمت ۱۲ر

آخر نقاب الٹ گیا:- بیجنیڈ وائلر کے ناول دی ماسکڈ ٹیلاسٹ کا اردو ترجمہ ایک ایک لفظ پڑھنے والا محو حیرت ہو جاتا ہے قیمت ۱۲ر

افسوں:- بالکل سچی سرگذشت اور تاریخی فسانہ غدر ۱۸۵۷ء کے ایک واقعہ کی درد ناک تصویر قیمت علاوہ محصول ... ۱۲ر

چاک گریباں:- دینا لڈ کے ایک مشہور ناول کا ترجمہ قابل دید کتاب ہے قیمت ۸ر

چابک سوار معشوقہ:- گھوڑ دوڑ کی بدولت ایک رئیس کی تباہی قیمت ... ۹ر

بادشاہ سلامت:- لانگ تیھو ڈانگ کا ترجمہ گردش روزگار کے کرشمے حسن و عشق کی تصویر صفحات ۲۹۶ قیمت ... ۱۲ر

گنجینۂ سحر غسانی:- ایک بوالہوس عاشق شوہر کا دوسری عورت کے عشق میں اپنی زوجہ کے قتل کی کارستانی کے حالات قیمت ہر چہار حصہ ...... عہ

جفا و وفا:- ایک حسینہ دلنواز کی

عاشق نغمہ فروش کی دنیا بازی قیمت ۸ر

عاشق شیطان:- اصلی قیمت ۱۲ر رعایتی ۸ر

طلسمی فانوس:- انگلستان کے مشہور ناول نگار رینالڈس کے انگریزی ناول کا ترجمہ قیمت ۸ر

بنگالی دولہن:- بنکم چندر کا سب سے بہتر و دلچسپ ناول شوہر پرستی اور عورتوں میں جذبات خودداری پیدا کرنے کا بہترین آلہ قیمت ۱۲ر

پرتاب:- بنکم چندر جی کے بہترین بنگالی ناول کا ترجمہ قیمت ۱۰ر

مرنالنی:- بنکم چندر کا مشہور فسانہ بنگالی عورتوں کے جذبات شوہر پرستی کا مرقع ۸ر

تاجر دلی کا مینجر:- جس میں معاشرت اور تہذیب کی ... قیمت ۱۲ر

قصر زیب مصر:- ... سلطنت قاہرہ کا سچا قصہ قیمت ۱۲ر

حور عین:- غدر ۱۸۵۷ء کے بعد اودھ کے شریف خاندانوں کی تباہی اور عشق و محبت کے جذبات قیمت ۱۲ر

متفرق قابل دید کتب کا ذخیرہ

ہاکی:- کس طرح کھیلنا چاہیے اس کو بیان کرنے کے علاوہ تشریحی نوٹ اور متعلق ضروری ہدایات مع فوٹو کی تصاویر کے لکھے گئے ہیں ۱۲ر

میز بانی کا مکمل طریقہ:- ...

سلطنت برطانیہ کا مستقبل:- ... یہ کتاب ایک سیاسی مبحث کی تحقیق سے تعلق رکھتی ہے قیمت ۴ر

... انگریزی ... قیمت ۴ر

باغبان:- مسٹر فرمینگر صاحب کے اصول باغبانی کا ترجمہ جس سے بہتر کتاب فن باغبانی پر اردو میں نہیں ہے قیمت عہ

حقائق اسلام:- اصول اسلام کی حقیقت دلنشین کرنے کے لیے یہ ایک قابل قدر تصنیف ہے جو مولانا ... صاحب ... کی تحریک سے عالم میں لکھی گئی ہے اس میں اسلامی عقائد اعمال و عبادات اور مذہب سے متعلق اصول و فروع پر نہایت مفید بحث کی گئی ہے جسکے مطالعہ سے اسلام کی حقیقت کا پورا نقشہ کھنچ جاتا ہے اور اسلام کے ہر ایک مسئلہ کی علت و حقیقت ذہن نشین ہو جاتی ہے قیمت ...... عہ

حیات الاسلام:- اس کتاب میں عقلی دلائل سے مذہب کی ضرورت پر ایک پرزور بحث کی گئی ہے اور حتی الوسع مذہب کی فلاسفی اور عبادت کی عقلی خوبیاں ثابت کرنے میں فوق العادت کوشش کی گئی ہے غسل و وضو اور نماز کے نکات موجودہ فلسفہ کے طریق پر اس خوبی سے بیان کیے ہیں کہ مصنف کے علوم جدیدہ سے مہارت تامہ کا ثبوت دیتے ہیں ہر چند کہ یہ قابل قدر کتاب ایک شیعی المذہب کی تصنیف ہے مگر تعصب کی آلائش سے بالکل پاک و صاف ہے طرز بیان پسندیدہ اور اردو نہایت شستہ و سلیس ہے قیمت ہر دو جلد ۱۲ر

الٰہیہ بجیبہ پارہ آسے ...

حقیقت لطیف بر خیالات ظریف:- اس کتاب میں علیگڑھ کالج کے ایک پروفیسر مسٹر محمد ظریف ایم اے کی کتاب اسلام و حقیقت کا نہایت ہی مدلل و مسکت جواب دیا گیا ہے اور وہ ہر چیز جسکا ... دو کر دیے گئے ہیں قیمت ۶ر

ملنے کا پتہ:- دفتر رسالہ تمدن نیا گاؤں لکھنؤ

تمدّن
لکھنؤ

عربی زبان کا اثر فارسی زبان پر

"ظہور اسلام سے پہلے دنیا میں مختلف قسم کی بہت سی زبانیں بولی جاتی تھیں اور ہر ایک زبان مختلف اعتبارات سے بہت سی اقسام رکھتی تھی بعض اقسام مذہبی حیثیت رکھتی تھیں جن کو علمائے مذہب اور مذہبی کتابوں میں استعمال کیا جاتا تھا اور بعض ملکی و سیاسی نوعیت رکھتی تھیں۔"

ظہور اسلام کے بعد دنیا کی زبانوں پر ایک انقلاب انگیز اثر پڑا اور ترقی اسلام و فتوحات کے ساتھ ساتھ زبان کا مسئلہ بھی صاف ہوتا چلا گیا مسلمانوں نے عموماً مفتوحہ ممالک میں اپنی مذہبی و قومی زبان (عربی) کو رواج دیا اور جہاں اس کے رواج میں کچھ مشکلات پیش آئیں وہاں ملکی زبان میں عربی زبان کے الفاظ و کلمات کو داخل کر کے زبان کی ایک نئی صورت پیدا کر دی۔

عربی زبان نے اس وقت تک دوسری زبانوں پر کیا اثر ڈالا ہے اور اُن کو

نوعیت کس طرح عربی زبان کے اثر سے بدل گئی ہے یہ ایک طویل بحث ہے اسوقت ہم صرف فارسی زبان پر عربی اثرات کا تذکرہ کریں گے اور اسی ضمن میں فارسی زبان کی اقسام پر بحث کرکے یہ دکھائیں گے کہ عربی بادشاہوں اور خلفائے بغداد نے فارسی اور دوسری غیر عربی زبانوں کا زور توڑنے میں کیوں تشدد اور غلو سے کام لیا اور اب بھی بعض حکومتیں اس پر کیوں سختی سے عمل درآمد کررہی ہیں۔

حضرت رسول اکرم محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ ولادت اور دعوئے نبوت میں فارس کا بادشاہ نوشیرواں عادل تھا جیسا کہ حضرت رسول خدا صلعم فرماتے ہیں وُلِدْتُ فی زمن الملك العادل انوشیروان کسریٰ (میں بادشاہ عادل انوشیروان کسریٰ کے زمانہ میں پیدا ہوا ہوں) زمانۂ کسریٰ یا ولادت حضرت سرور کائنات کے وقت فارس میں فارسی زبان کی چار قسمیں تھیں جن کی مناسب تشریح حسب ذیل ہے۔

(۱) باستانی زبان

اہل فارس کے نزدیک فارسی زبان کی اصناف میں باستانی زبان ایک متبرک اور دینی زبان خیال کی جاتی تھی جس میں مذہبی کتابیں اور احکام شرعیہ تحریر کیے جاتے تھے زردشتیوں کی مشہور مذہبی کتاب مقدس اوستا اسی زبان میں تھی جس کی نسبت زردشتیوں[۱] کا یہ اعتقاد ہے کہ یہ کتاب اُن کے نبی زردشت پر خدا کی جانب سے اُتری تھی یہ کتاب عرصہ تک محفوظ رہی اور اس کی متعدد شروح لکھی گئیں لیکن حوادثات عالم سے اس کا بہت سا حصہ ضائع ہوگیا اور اب بہت کم اجزا اس کے بعض قدیم کتب کے کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں۔

---

[۱] زردشتیوں کی تعداد اب بہت کم ہوگئی ہے گذشتہ مردم شماری کے نقشوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فقط ایران اور ہندوستان وغیرہ میں صرف ۲ لاکھ کے قریب زردشتی پائے جاتے ہیں ۱۲ رفیق

کتاب اوستا تعلیمات آسمانی اور کلمات ربانیہ کا ایک مجموعہ تھا جو غالباً دوسری مذہبی کتابوں سے اخذ کر کے ترتیب دیا گیا تھا بعض حصے اس کے علوم فلسفہ ہیئت طبیعیات، قوانین مذہب، اور شرائع دینیہ سے بھی لبریز تھے محکمات، متشابہات نصوص، رموز، علم نباتات اریاضیات، قصص اور تاریخ کے بھی کچھ حصص تھے۔ زبان کے لحاظ سے یہ کتاب نہایت فصیح تھی لیکن فصاحت کے ساتھ ہی اس کا سمجھنا دشوار اور مشکل تھا اس لیے علمائے زردشت نے اس کی ایک جامع شرح ژند باستانی زبان میں کئی جلدوں میں لکھی۔

ذیل میں ہم معلومات مزید کے خیال سے کتاب اوستا کی ایک ایسی آیت درج کرتے ہیں جو دوسری مذہبی کتابوں کے ہم معنی ہے تاکہ اوستا کی تعلیم اور باستانی زبان کا کافی اندازہ ہو سکے۔

"سروش تن پیشت ہا دوخت سروشم اشیم ہورودم درتہ ترا تمم فراد کیستم
اشہ دنم اشہہ رتیم برمیدہ یود نبود سود نیا یہائے دینام ویسہ یداہورو
مزدا استرودہ"[1]

آیت مذکور قرآن مجید کی آیت ذیل کے بالکل ہم معنی ہے۔

قل من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ مصدقا لما بین یدیہ وھدی وبشری للمؤمنین ہ

اوستا کی بہت سی آیات توریت، انجیل اور قرآن کریم کی تعلیم سے ملتی جلتی ہیں جس سے اس امر کا اندازہ ہوتا ہے کہ احکام الٰہی کا اکثر حصہ چونکہ تمام کائنات کے لیے یکساں مفید ہوتا ہے اس لیے اوستا کے جامع نے بعض قدیم دینی کتب سے صحیح اعلیٰ زبان میں مفید عام تعلیم الٰہی کا ترجمہ کر کے کتاب کو ترتیب دیا ہے۔

---

[1] منقول از کتاب فروغ مزدیسنی تالیف کیخسرو شاہ رخ کرمانی زردشتی ممبر پارلیمنٹ ایران ۱۲ رفیق

ہو گئیں اور اس امتزاج کا نتیجہ یہ نکلا کہ فارس کی زبان میں بہت سے الفاظ غیر زبانوں کے داخل ہو گئے۔ فارس کی یہ حالت تقریباً ۵۰۰ برس تک قائم رہی ساسانی حکمرانوں کے دورِ حکومت میں زبان کا مسئلہ پھر اُٹھایا گیا اور ایران کے ایک مشہور فاضل پہلہ نام نے فارسی کی مخلوط و ممتزج حالت سے متاثر ہو کر ایک جدید مرکب زبان بنائی جو اوستا کی زبان باستانی 'دری' اور دوسری مروجہ مختلف زبانوں سے نکالی گئی جو کچھ عرصہ تک بغیر کسی نام کے جاری رہی اور پھر واضع کے نام سے پہلوی زبان مشہور ہوئی۔

پہلوی زبان کے رواج کے بعد ساسانی بادشاہوں نے محسوس کیا کہ فارس کا ملک اس وقت دینی اور مذہبی کتب سے بالکل خالی ہے جو ایک مذہبی قوم کے لیے باعثِ ننگ و شرم ہے۔ اور خصوصاً کتاب اوستا اور ژند کا موجود نہ ہونا اس لیے اُنھوں نے فارسی قوم کی مشہور دینی کتب اوستا اور ژند کی تلاش شروع کی مختلف ممالک و امصار میں لوگوں کو تلاش کے لیے روانہ کیا اور بہت سی جستجو و کوشش کے بعد اسکندر مقدونی کے ہاتھوں سے بچے ہوئے کچھ اجزا اوستا اور ژند کے ملے۔

اوستا اور ژند کے اجزا کے حصول کے بعد شاہی حکم سے ایک مجلس علمائے عصر کی بٹھائی گئی کہ وہ اوستا اور ژند کے موجودہ اجزا کی شرح لکھے چنانچہ علما نے محنت کثیر کے بعد باستانی زبان میں اوستا اور ژند کی ایک جامع شرح لکھی جس کا نام پاژند رکھا گیا۔

پاژند کی تیاری کے بعد پھر شاہی حکم سے علما کی ایک مجلس بٹھائی گئی کہ اوستا اور ژند کے موجودہ اجزا کی ایک شرح پہلوی زبان میں لکھی جائے۔ شاہی حکم سے یہ پہلی شرح اوستا اور ژند کی تھی جو باستانی زبان کے

سوا دوسری زبان میں لکھی گئی اس کا نام دساتیر رکھا گیا۔

ساسانی حکمرانوں کے زمانۂ حکومت میں زبان کا مسئلہ عرصہ تک چھڑا رہا اور آخر ترمیم و تبدیل کے بعد تین زبانیں رائج رہیں یعنی۔

(۱) دینی و مذہبی زبان باستانی۔

(۲) ملکی و سیاسی زبان۔

(۳) عام زبان۔

پہلوی زبان بہت جلد اس زمانہ میں پھیل گئی تھی اور شعرا نے اس کو خاص طور پر پسند کرکے اس میں نظمیں اور اشعار لکھنے شروع کر دیے تھے جو باوجود عرصۂ دراز منقضی ہو جانے اور پہلوی زبان فنا ہو جانے کے اس وقت تک ایران میں پڑھے جاتے ہیں۔

ذیل میں معلومات مزید کے خیال سے پہلوی زبان کا ایک شعر درج کرتے ہیں جس سے نہ صرف پہلوی زبان کا اندازہ ہوگا بلکہ یہ بھی معلوم ہو سکے گا کہ موجودہ فارسی زبان ہر چند کہ عربی اثر سے مغلوب ہو کر عربی الفاظ کی محتاج ہو گئی ہے لیکن بایں ہمہ اس میں اب بھی بہت سے الفاظ پہلوی زبان کے پائے جاتے ہیں ؎

ہُش[1] براکیہان انوشہ بزی

جہاں را بدیدار توشہ بزی

اس شعر میں پانچ لفظ پہلوی زبان کے ایسے ہیں جو فارس کی موجودہ پارسی بولی میں اب بھی بولے جاتے اور استعمال کیے جاتے ہیں یعنی۔

(۱) ہستش بہ

---

[1] شعر مذکور کا مطلب یہ ہے کہ اے بہادروں کے بہادر تیری زندگی کے ہم دعا گو ہیں تو عزت اور شوکت کے ساتھ دنیا میں زندہ رہ اور دنیا تجھے دیکھ کر خوش ہو شاعر اپنے بہادر ممدوح کی تعریف کرتا ہے ۱۲ رفیق

(۲) نیہاں

(۳) نری

(۴) جہاں۔

(۵) دینا۔

اس سے اندازہ ہوگا کہ ہر چند موجودہ فارسی۔ الفاظِ عربی کے گراں بارسے دبی ہوئی ہے لیکن پھر بھی اس میں بہت سے الفاظ پہلوی زبان کے پائے جاتے ہیں :۔

(۴) دیاری زبان

دیاری زبان فارس کی پہاڑی آبادی، دیہاتی قبائل اور خانہ بدوش قوموں میں بولی جاتی ہے جس کی متعدد اصطلاحات اور مختلف لہجے ہیں انقلاب ایام اور حکمرانوں کی تبدیلیوں سے اس زبان پر بہت کم اثر پڑا ہے بلکہ تقریباً جس حالت میں اور جس نوعیت سے یہ وضع ہوئی تھی بدستور اس وقت تک رائج و جاری ہے۔

مذکورۂ بالا چاروں زبانوں کے قواعد صرف و نحو، معرب و مبنی ایک ہی ہیں اور آخری تین زبانیں باستانی کی فرع کہی جاسکتی ہیں کیونکہ یہ تقریباً اُسی زبان سے ماخوذ و مستنبط ہیں۔　　　　(باقی آیندہ)

آغا رفیق بلند شہری

ضروری گذارش

"تمدّن" بلا طلب جن حضرات کی خدمت میں نمونتاً یا کسی دوست کی تحریک سے پہنچے براہ کرم فوراً اپنے ارادۂ خریداری سے مطلع فرمائیں ورنہ خاموشی رضامندی سمجھی جائےگی اور دوسرے ماہ میں ان کا نام درج رجسٹر کرکے تیسرے ماہ کا پرچہ بذریعہ وی پی بھیجا جائیگا۔ جس کا وصول کرنا انکا قومی اور اخلاقی فرض ہوگا　　　　مینیجر

چاند کیوں گھٹتا اور بڑھتا ہے؟

ہم ہمیشہ دیکھتے ہیں کہ جس روز چاند نکلتا ہے بہت باریک اور نمیدہ شکل قوس نظر آتا ہے اور روزمانہ بڑھتے بڑھتے چودھویں رات کو بدر کامل بن جاتا ہے اور پندرھویں رات سے پھر گھٹنا شروع ہو جاتا ہے یہاں تک کہ ہلالی شکل پر آ کر غروب ہو جاتا ہے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

دانایانِ یورپ کہتے ہیں کہ چاند کا گھٹنا اور بڑھنا زمین کے چاند اور سورج کے درمیان حائل ہو جانے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جس وقت زمین آفتاب اور ماہتاب کے درمیان آجاتی ہے تو ماہتاب پر آفتاب کی روشنی پورے طور پر نہیں پڑتی بلکہ جس قدر حصہ ماہتاب کا آفتاب کے سامنے رہتا ہے آفتاب کی روشنی سے روشن نظر آتا ہے اور باقی حصہ زمین کی آڑ میں ہونے کی وجہ سے تاریک رہتا ہے اور جیوں جیوں ماہتاب آفتاب کے سامنے آتا جاتا ہے روشن ہوتا جاتا ہے۔ چودھویں رات کو ماہتاب بالکل آفتاب کے سامنے آ جاتا ہے اس وجہ سے پورا نظر آتا ہے۔ بعد ازاں جیوں جیوں زمین کی آڑ میں آتا جاتا ہے روشن حصہ گھٹتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور جس روز بالکل زمین کی آڑ میں آ جاتا ہے پورا چاند نظروں سے غائب ہو جاتا ہے جس کو غروب ہونے سے تعبیر کرتے ہیں۔ اب غور طلب یہ امر ہے کہ آیا یہ قول کہاں تک صحیح ہے۔

ہم ہمیشہ ہر ماہ کی چودھویں شب کو دیکھتے ہیں کہ صرف ایک ہی نصف کرۂ ماہتاب (جس کو ہر شخص اس کی مخصوص علامتوں سے باآسانی شناخت کر سکتا ہے) ہر مرتبہ آفتاب کی روشنی سے روشن ہوا کرتا ہے اور دوسرا نصف کرہ ہمیشہ تاریک رہتا ہے۔ آخر یہ

نصف کرہ جو زمین پر سے تاریک نظر آتا ہے درحقیقت تاریک ہے یا روشن۔ انشاء اللہ آگے بیان ہوگا۔

زمین اور چاند کی باہمی رفتار کا یہ نتیجہ ہونا چاہیے کہ چاند ایک روز ہلالی شکل پر طلوع ہو اور بدر کامل بن کر آہستہ آہستہ پھر ہلال ہو کر غروب ہو جائے۔ مگر تین کیفیتیں ایسی پیدا ہوتی ہیں جو زمین کے عکس کے بالکل برعکس ہیں۔ اوّل ساتویں رات کے چاند کی نصف دائرہ کی سی شکل پیدا ہونا زمین کے عکس سے ہرگز ممکن نہیں ہو سکتی کیونکہ زمین گول ہے اور جب چاند پر زمین کا عکس پڑے گا تو گول پڑے گا اور گول عکس سے خط مستقیم ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا۔



دسویں اور گیارھویں رات کے چاند کو ملاحظہ کیجیے اس طرح کا نظر آتا ہے یعنی ان تاریخوں میں چاند میں خم تاریک حصہ کی طرف پیدا ہوتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمین خمدار ہے مگر درحقیقت زمین گول ہے۔ اس لیے یہ بھی صورت چاند کی زمین کے عکس سے نہیں پیدا ہوئی کیونکہ اگر زمین کے عکس سے پیدا ہوتی تو اس طرح



سے پیدا ہوتی یعنی چاند میں خم روشن حصہ کی طرف پیدا ہوتا۔ اور جب ایسا نہیں ہوتا تو زمین کے عکس سے نہیں ہے بلکہ کوئی دوسری وجہ ہے۔

ایک صورت اور بھی پیدا ہوتی ہے جس کو چاند گرہن کہتے ہیں اور اسکی بھی وہی وجہ ہے یعنی زمین کا عکس۔ جب گرہن اور چاند کا بڑھنا گھٹنا دونوں زمین کے عکس سے ہوتے ہیں تو معلوم ہوا کہ روزانہ چاند جو بڑھتا گھٹتا ہے یہ بھی چاند گرہن کی ایک قسم ہے جو روزانہ چاند پر ہوا کرتا ہے۔ مگر ان دونوں گرہنوں میں بہت فرق ہے۔ ساتویں رات کو نقلی گرہن یعنی بڑھتے ہوئے چاند کو دیکھیے اور اصلی گرہن کو جب کہ نصف چاند پر ہو دیکھیے



اب ان دونوں کے چاند میں جو فرق ہے صاف نظر آتا ہے حالانکہ چاند وہی ہے اور زمین وہی ہے زمین کا

عکس وہی ہے آفتاب وہی ہے تو چاند کے اندر یہ دو مختلف صورتیں کس طرح پیدا ہوگئیں۔ علاوہ اسکے ایک اور بھی صورت ملاحظہ کیجیے گیارھویں رات کے چاند کو اور اس چاند کو جب نصف سے کم چاند گرہن ہو ملاحظہ کیجیے





ان دونوں میں جو فرق ہے صاف نظر آتا ہے۔

گیارھویں رات کے چاند میں روشن حصہ کے خلاف خم پیدا ہوا ہے اور چاند گرہن میں روشن حصہ کی طرف خم پیدا ہوا ہے۔ ان دونوں دن بھی وہی زمین اور چاند وغیرہ ہیں پھر دو مختلف صورتیں پیدا ہوئیں جو در اصل ناممکن محض ہیں۔ چاند گرہن میں چاند پر اسی طریقہ سے خم پیدا ہوتا ہے جس طرح زمین کے عکس سے پیدا ہو سکتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ چاند گرہن زمین کے عکس سے پیدا ہوتا ہے اور چاند کا بڑھنا اور گھٹنا زمین کے عکس سے نہیں ممکن بلکہ اس کی کوئی دوسری وجہ ہے اور وہ یہ کہ چاند کرہ کی شکل پر اس صورت میں ہے کہ اسکا نصف حصہ آفتاب کی روشنی سے روشن ہو سکنے کی قابلیت رکھتا ہے اور دوسرا نصف کرہ اس قابل نہیں ہے۔ پس جبکہ چاند زمین سے مغرب کی طرف ہوتا ہے نصف کرۂ تاریک کا زیادہ حصہ زمین کی طرف ہوتا ہے اور بہت کم حصہ روشن زمین کی طرف رہتا ہے جو بشکل ہلال نظر آتا ہے۔ اور جیوں جیوں چاند بلند ہوتا جاتا ہے زمین کے سامنے روشن حصہ زیادہ ہوتا جاتا ہے اور جب ٹھیک زمین کے اوپر چاند آجاتا ہے تب نصف حصہ روشن اور نصف حصہ تاریک زمین پر سے نظر آتا ہے اور نصف حصہ روشن نصف روشن حصہ کی آڑ میں اور نصف تاریک حصہ تاریک حصہ کی آڑ میں ہو جاتا ہے اور جب چاند بالکل پورب کی طرف زمین کے آجاتا ہے تو کل روشن حصہ زمین کے سامنے آجاتا ہے اور کل تاریک حصہ روشن حصہ سے چھپ جاتا ہے علی ہذا القیاس پھر گھٹنا شروع ہو جاتا ہے۔

اس کو اگر عملی صورت میں دیکھنا منظور ہو تو ایک گول لٹو وغیرہ کو نصف سیاہ اور نصف سفید رنگ کر او رگردش دے کر دیکھیے خوب اچھی طرح سمجھ میں آجائے گا۔

محمد احمد خاں

غزل

جو دل کو اُسنے مسلا ہے کلیجے کو بھی مل جائے ۔۔۔ رقابت میں کہیں دونوں کی آپس میں نہ چل جائے
نگاہ شوخ سے کرتے نہیں رخصت انھیں ڈر ہے ۔۔۔ کہیں دل سے نہ کوئی آرزو میری نکل جائے
ابھی آئے ہو تم رنگِ نگاہ وا پسیں دیکھو ۔۔۔ ذرا دم لو چلے جانا مرا دم تو نکل جائے
وہ پُرفن ہے کرے اغیار ت باتیں لگاوٹ کی ۔۔۔ مجھے دیکھے وہیں تقریر کا پہلو بدل جائے
بہت خوش ہیں ذرا اظہار مطلب تو کرو اُن سے ۔۔۔ ابھی ابرو پہ بل آئے ابھی چتون بدل جائے
رسائی کے لیے ہے خاص شرط جبہ فرسائی ۔۔۔ جسے جانا ہو کوے یار میں وہ سر کے بل جائے
نگاہیں شوخ کی جب برچھیاں تانے ہوئے نکلیں ۔۔۔ صدا یہ دی نظر جسکو لڑانی ہو سنبھل جائے
حسینوں کی گلی کا رخ کیا ہے آج واعظ نے ۔۔۔ کہیں ایسا نہو واں پاؤں حضرت کا پھسل جائے
نہیں ہم روکتے صاحب جیسے جانا چلے جانا ۔۔۔ ابھی تھوڑی سی ہے شمع سحر دو تو پگھل جائے
دلِ شیدا کے اس ضبط و سکوں کا ہے یقیں کسکو ۔۔۔ ذرا ابھی دیکھ لے اُنکو تڑپ جائے مچل جائے
دکھائیں اُنکو پہلے پیرہن کے گلہائے جراحت کی ۔۔۔ کہیں پھر بات مطلب کی جو دل اُنکا بہل جائے
کسی دن رات کو چھپکر مرے گھر میں چلے آؤ ۔۔۔ بہت دن سے یہ حسرت ہے جو تم چاہو نکل جائے
تری رفتار سے رفتار محشر لاگ رکھتی ہے ۔۔۔ کہیں اُس سے نہ بڑھ جائے نہ کوئی چال چل جائے
نہو نے پائے غمخوار و تمہیں شامل حضرتِ ناصح ۔۔۔ وہ سمجھے تھے یہاں اُنکی بھی شاید دال گل جائے

تحریر فکرِ سخن کر لو یہ فرصت کا زمانہ ہے
زمانہ ہے تعجب کیا اگر کروٹ بدل جائے

تحریر کاکوروی

قحط الرجال

کوئلہ، کپڑا، کاغذ، اور کئی کار آمد چیزیں، صنف نازک کے علاوہ، رفتہ رفتہ عنقا ہوئی جاتی ہیں! موجودہ جنگ نے سوئیوں کی پوٹ سے لے کر رنگ کی پوڑیہ تک، یہاں بھی پن کی پوڑیہ شامل نہیں۔ ہر چیز کی قیمت کو المضاعف کا بھی المضاعف کر دیا ہے! دی روزہ امروزت فردا کی نسبت رائے لگانے والے۔ جو حتی الامکان فردائے قیامت تک کا روزنامچہ پیشگی تیار کر دینے کے ہر وقت درپے رہتے ہیں۔ ان کم ہوتی جانے والی اشیائے کار آمد کے محفوظ رکھنے اور صرف بچائے بچانے کے قابل عمل طریقوں پر رات دن سرمارا کرتے ہیں! لیکن تعجب ہے۔ اور تعجب ہی نہیں افسوس بھی ہے۔ کہ پٹرول اور تانبے سے زیادہ بیش قیمت، زیادہ کار آمد، زیادہ صرف میں آنے والی، اور بدرجہا عزیز چیز کی طرف توجہ نہیں کی جاتی پائی جاتی ہے تو آنے والے خطرناک مستقبل کے لیے کوئی تدابیر دفعیہ اختیار نہیں کیجاتیں!

یورپ کی مرد آبادی کا قتل عام ایک ایسے سوشیل خطرہ کا پیش خیمہ ہے جو ایکمرتبہ واقع ہو جانے پر مہذب دنیا کی قانون معاشرت و ازدواج کی بنیادوں کو متزلزل کر دے گا اور "ایک کو ایک" والے۔ اور محض بظاہر بلند نظر آنے والے قصر ازدواج کے کنگروں کو گرا دے گا! راوی کہتا ہے کہ یورپ کی آبادی مرد و عورت میں مساوی طور پر تقسیم تھی۔ یعنی مرد اگر چھ تھے تو عورتیں بھی آدھی درجن۔ اور غالباً "ایک کے لیے ایک" کا قانون مجبوراً اسی لحاظ سے وجود میں آگیا تھا۔ تاہم طلاق کے زیر سایہ جدت پسند طبائع کو تبدیل زوج کا موقع۔ تبدیل آب و ہوا کی طرح ہر وقت ملتا رہتا تھا! مرد آبادی کو افسوس ہے کہ موجودہ جنگ کا خیال پہلے سے مطلق نہ تھا

ورنہ ۵۰ فی صدی نوجوان "طوقِ آدم" سے اپنی گردن کو بچائے رکھتے اور اسوقت اُن کا ہر فرد یوسفِ شنیدہ سے زیادہ بازارِ معاشرت میں قیمت پاتا! وہ عورت جو آج سے ۵۰ برس پیشتر ایک متمول لارڈ کو بھی ممنونِ نگاہ دُزدیدہ بنانے میں اغماض کرتی تھی آج نہایت خوشی کے ساتھ ایک بازیگر کو۔ گدھے کو نہیں حجام کو۔ فخریہ طور پر اپنا چاہنے والا سمجھنے کے لیے تیار ہے۔ محض اس شرط پر کہ حجام کو ابھی تک اپنے بالوں کی سفیدی کی حجامت نہ بنانی پڑتی ہو!

'پولیٹکل اکنومکس' بتاتی ہے کہ جب کوئی شے حاجت و ضرورت سے زیادہ مہیا ہو سکتی ہے تو بازار میں اُسکی قیمت گر جاتی ہے اور جب ضرورت یا حاجت رسد سے بڑھ جاتی ہے تو وہی چیز بیش قیمت ہو جاتی ہے! یورپ سے مرد۔ اور خصوصاً جوان اسقدر اُڑ گیا اور اُڑتا جاتا ہے کہ شاید آیندہ اُسکو محض تمہارے نسل کے لحاظ سے زیبرا یا گلدار کی طرح۔ آہنی پنجروں میں محفوظ رکھنا پڑے! راوی کا بیان ہے کہ برلن میں عنقریب۔ لوہے اور پٹرول کی کمی کی طرح۔ شوہر کی کمی پر ایک ہلچل ہونے والی ہے: اس میں شک نہیں کہ جرمن دماغ سائنس کے زیر سایہ چند اجزاء سے 'قلعہ شکن توپ سے لے کر تہِ آب چلنے والی کشتی تک' ہر ایک چیز بنا سکتا ہے مگر یہ ناممکن ہے کہ بجلی اور فاسفورس کی آمیزش سے وہ اپنی الماری میں سے ایک جیتا جاگتا جوان آدمی پیدا کرلے! اگر ہر عورت نے۔ کم از کم ایک ایک مرد فی عورت طلب کیا تو کیا ہوگا؟ غالباً جرمن کے بڑے بڑے چکنے سر والے سر جوڑ کر گھنٹوں غور کریں گے اور سوائے اسکے کچھ نہیں کر سکتے کہ مرد کو اپنی پوری طاقت حیوانی استعمال کرنے کے لیے مجبور کریں، اور اس طرح ایک ایک اونٹ کے گلے میں متعدد بلیاں باندھ دیں: یا علم الحیوانات کے لحاظ سے ایسی مدت دریافت کریں جو قدرتی طور پر ایک عورت کے لیے مرد کی محض ایک مرتبہ کی خدمات کے بعد تنہائی کے واسطے کافی ہو۔ اور جو

مرد اس مدت میں اسی ایک عورت سے دوبارہ التفات کرے اسکو تعزیرات جدید اور ضابطۂ معاشرت کی رو سے سزا دی جائے۔ سزا غالباً یہ ہوگی کہ وہ اپنی حیثیت وقوت سے زیادہ تعداد کو ایک خاص مدت تک خوش رکھے اور مطمئن کرے! بہرحال اس مصیبت کے دفعیہ کی تدبیر یہ :۔ ابتک غور کیا گیا اور نہ قابل عمل تجاویز دنیا کے سامنے پیش کی گئیں حالانکہ قحط الرجال کا خطرہ ایک ایسا معمولی خطرہ نہیں ہے۔ جو سال بھر کی خشک سالی کی طرح دوسرے سال کی عمدہ بارش کے ساتھ رفع ہوجائے۔ یہ قحط اگر پڑ گیا تو یقین مانیے لینے کے دینے پڑ جائیں گے! اس میں شک نہیں کہ مرد آبادی کی ان تھلک کوشش کے بدولت نو مہینے کی مدت میں تخم ریزی کا نتیجہ صورت پذیر ہوسکتا ہے۔لیکن اس نوزائیدہ فصل کے بارآور یا کارآمد بننے کے لیے اسقدر بڑی مدت درکار ہوگی جو ۱۸ سے ۲۵ سال تک سمجھی جاسکتی ہے! ساتھ ہی ساتھ سب سے بڑا احتمال اور ناقابلِ دفعیہ امر یہ ہے کہ اس فصلِ انسانی کی کاشت پر کاشتکار کو کسی طرح یقین نہیں ہوسکتا کہ گیہوں بونے پر گیہوں ہی پیدا ہوگا! کون بتا سکتا ہے کہ آنے والی نسل میں سے کس قدر تعداد اناث ہوگی اور اس اتفاق ناگزیر سے کس طرح سرتابی کی جاسکتی ہے؟

ایشیا کے ایک زمانہ شناس فلاسفر نے قحط الرجال کا تذکرہ کرتے ہوئے مختصراً کچھ ہدایت کی ہے:۔

اگر قحط الرجال اُفتد ازیں سہ جنس کم گیری
یکم افغاں دوم کمبوہ سوم بدذات کشمیری
ز افغاں کینہ می آید ز کمبوہ حیلہ سازی آید
ز کشمیری نمی آید بجز اندوہ و دلگیری

حکیم شیرازی کی یہ ہدایت اول تو اس زمانہ کی ہدایت ہے جبکہ آدمی تودہ کنار گھوڑے تک کا نسب نامہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دلدل تک پہنچایا جاتا تھا، دوسرے فی الحقیقت قحط الرجال کا لفظ محض مبالغہ کے طور پر استعمال ہوا ہے منشا صرف

یہ ہے کہ قحط الرّجال کے موقع پر بھی مذکورہ بالا تین ذاتیں قابلِ تعلق نہیں ہیں! حکیم مرحوم اگر قحط الرّجال سے اپنی مدتِ عمر میں ایک دفعہ بھی دوچار ہوئے ہوتے تو یقینی مہتر وچمار تک کو ـ جو مشن کے نصف صدی کے تجربے اور رائے کے لحاظ سے ہندوستان کی صرف دو روشن خیال ذاتیں ہیں ۔ روا قرار دیتے! معتبر راوی کی ذاتی رائے ہے ـ اور ریوٹر جیسے معتبر راوی کو اپنے عینی مشاہدہ پر رائے لگانے کا پورا حق حاصل ہے کہ برلن کی آبادیٔ اُناث کی بڑی تعداد ـ بعد رفع شر ـ دیگر جرمن مال کے ساتھ مختلف ملکوں میں ـ ایسے ملکوں میں جہاں مردآبادی کا قلع وقمع نہ ہوا ہو ـ "امپورٹ" کی جائے گی! ایسے ملکوں میں خوش قسمتی سے ہمارا ملک بھی ہے: اور اسی وجہ سے تمام تر تردد پیدا ہوتا ہے!

افسوس یہ ہے کہ ہمارے جاہل ملک میں نہ تو کوئی ممتاز اخبار اب تک موجود ہے جو اپنے اوقات وصفحات کو ایسے جوڑے لگانے میں صرف کرتا ہو اور نہ ایسا کوئی میونسپل مجمعِ عقد ہے جس میں داخل ہو کر ہر پردیسی عورت ایک ٹکٹ حاصل کرلے اور یہ ٹکٹ اُسکو اور کہیں نہیں تو "وائی ـ ایم ـ سی ـ اے" ہی میں کم سے کم ایک مرد پالینے کا مستحق بنادے! خوف یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم ہندی مرد ایسے نفسی نفسی کے عالم میں "آئی ٹیکس" کے برابر قابلِ قدر اور مشکل الحصول نہ قرار پائیں! ہم کو اپنی خدمات کے نذر کردینے میں ایک حد تک اعتراض نہیں ـ ہمارے سرفروش ہندوستانی فرانس کی سرزمین میں بہت کچھ ثبوت بھی دیچکے ہوں گے ـ لیکن خوف یہ ہے کہ نیشنل کانگریس کے بعض کھولتے ہوئے دماغ سودیشی تخم کا اصراف شاید کسی حد تک بھی پسند نہ کریں! اُن کو چھوٹتے ہی یہ خوف دامنگیر ہوگا کہ اس گوری نازک کھال اور کالے چمڑے کے اتصال سے جو تیسری "اَبلَق" ہستی وجود میں آئے گی وہ ہندوستانی سمجھی جائے گی یا اور کچھ؟ اُس کا قیام دیہ ورش ہندوستانی

نیل ونہار میں ہوگا یا پردیسی میں؟ اُسکا نام باپ کے نام کا تتبع کرے گا یا ماں کا؟
ہم کو اس پولیٹکل سمع خراشی سے کچھ مطلب نہیں۔ البتہ اسقدر ہمارا ایمان ہے کہ ہندوستان بڑا "اَن داتا" ملک ہے، وہ خود بھوکا رہ کر دوسرے کی جوع البقر کو ٹھنڈا کرتا ہے "اور قلمے۔ قدمے۔ سخنے۔ یا جس طرح ضرورت ہو حسب حاجت پردیسی کے کام آنا مہمان نوازی۔ یا مسافر نوازی۔ یا مسافر پروری۔ کی شان سمجھتا ہے"!!

یقین کیا جاتا ہے۔ اور اس یقین کی غالباً تردید بھی مشکل سے کی جا سکتی ہے۔ کہ اختتام جنگ کے بعد جب محصولِ جہاز کی غیر معمولی بیشی جاتی رہی، کیتھرائن بجنیاں حشرات الارض کی طرح نکل پڑیں، اور نئے "فینسی گڈز" کے ساتھ صنف نازک کے نمونہ ہائے نظر فریب بھی ہندوستانی بازار میں افراط کے ساتھ پہنچ گئے تو عالم قطعی دگرگوں ہو جائے گا! اشارہ۔ جسکو ہندوستان میں اشارۂ چشم و ابرو اور فرنگستان میں "گلینڈ آئی" کہتے ہیں بھولی اور چلبلی آنکھوں سے دیا جائے گا: تھیٹر اور بائیسکوپ کی دعوت صنف لطیف کی طرف سے ہوگی: ناچ میں شریک رقص کی تلاش عورت کو ہوگی: ریسٹورانٗ سے لے کر "رنک" تک ہر جگہ لے جانے کی استدعا فرقۂ اُناث کرے گا اور مرد کی قدر و قیمت۔ کم یابی کی وجہ سے یا ضرورت کے لحاظ سے۔ بہت بڑھ جائے گی!

پھر بھی اس میں شک نہیں کہ مشرق کے بازار میں مغرب سے کہیں زیادہ یہ جنس کمیاب میسر آسکے گی۔ اور مشرق پر نظر ڈالیے تو سب سے زیادہ مطمئن اور خاموش ہندوستان نظر آئے گا! "کم خرچ و بالانشین" والے اصول کے عامل ہندوستان کی طرف نقل مکان کرنا زیادہ پسند کریں گے!

اس میں شک نہیں کہ بدیسی جنس نازک نسبتہً زیادہ مالدار اور زیادہ چالاک ہوگی، یہ ہی نہیں، اُسکے خال و خد۔ رنگ کا تو کہنا ہی کیا بدرجہا نظر فریب ہونگے۔ اُس کا استعمالِ چشم و لب کہیں زیادہ گرویدہ کن ہو ۔ اور ہر طرح ہندوستان کی،

پردہ نشین گھر والیوں کے حقوق غصب ہونے کا احتمال ہو گا! گمان قوی ہے کہ متمول اور حرفت معمور گوری چٹی اچھوتیاں ہندوستان کی غریب بے زبانوں کو محروم مطلق نہ بنا دیں اور تمام جنس ذکور پر یا اس کے کار آمد افراد پر۔ قابض ہو کر گیہوں، کپاس اور چمڑے کے ساتھ اسکو بھی نہ جکڑ لے جائیں! اگر کبھی ایک آدھ کھیپ بھی چلی گئی تو یقین جانیے کہ ملک الموت نے گھر دیکھ لیا! چار دیواری کی مقید آبادی کا پھر اللہ ہی مالک ہے! ہندوستان کا بے زبان طبقہ اپنے اساس معاشرت و ازدواج کو اسطرح اغیار کے حوالہ کر دینا غالباً کسی طرح بھی بخوشی نہ پسند کرے گا! مگر بازار معاشرت میں متلاشی مرد پردیسی پُر فن گروہ کا مقابلہ بھی اس سے ناممکن ہے! نتیجہ وہی ہو گا جو ایسی حالت میں ہوا کرتا ہے اور "چار پایہ برلیتین ناچار پایہ نشیین" کے موافق ہندوستان کی جنس نازک کو عرصہ دراز تک چند آشیانہ نما ڈاڑھیوں اور سکہ سلیپٹ کے مانند کھوپڑیوں پر اکتفا کرنا ہو گا؟ ممکن ہے کہ جوان حصہ میں سے مدوّر و چوٹی دار شکم رکھنے والے مرد بھی بچ جائیں۔ مگر ان کا عدم و وجود عملی دائرہ میں ایک ہی معنے رکھتا ہے!

اس آنے والے خطرہ کا انسداد اگر ابھی سے کیا جائے تو امید ہے کہ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت کہنے کا موقع آیندہ نصیب ہو سکے! خدا کا فضل ہے کہ ہندوستان کا طبقہ اناث بہت کچھ ترقی پا گیا ہے۔ اس میں مضمون نگار سے لے کر مصنف تک اور اڈیٹر سے لے کر شاعر تک تمام ہستیاں موجود ہیں: بلکہ اب تو اسکی سُریلی سامع فریب آواز پولیٹکل اسٹیج پر بھی اپنی نازک کلائیوں سے ایسا شاعرانہ انچھ مارتی ہے کہ بایدو شاید! بفضلہ وہ اسقدر مستقل مزاج بھی ہے۔ اور غالباً یہ صفت تریا ہٹ کے نام سے ہمیشہ سے اس میں مانی گئی ہے۔ کہ نظربندی کو اطاعتِ مخالف پر دیدہ دلیری کے ساتھ ترجیح دے! اس خطرہ سے کم یا زیادہ۔ جو کچھ بھی نقصان ہونے والا ہے عام

اس سے کہ وہ براہ راست پہنچے یا کسی اور طرح - ہندوستان کے طبقہ بے زبان کا ہوگا، اس لیے مناسب یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ اس خطرہ کے دفعیہ کی تدابیر بھی یہ ہی سوچے اور اپنی سمع فریب آواز اور دلکش گلو کے ذریعہ سے صدائے ناراضگی بلند کرے! خصوصاً زنانہ رسائل کے زنانے اڈیٹر، تہذیب نسواں و ترقی نسواں کے سنگین خاتون اسٹوروں کے حامی، نازک خیال مصنف خواتین، صد ہا زہرہ جبین و نگار شعریت مجسم ہستیاں، اور ایسی ہی اور متانت و معروف بیگمیں کسی سربرآوردہ اور صاحب خیال ہم جنس فرمانروا کی سرپرستی میں سب کچھ کر سکتی ہیں! مناسب ہوگا کہ مرد آبادی کا زن مرید حصہ مع اُن افراد کے جو آئندہ چل کر زن غلام ہونے کی صلاحیت رکھتے ہوں اس معاملہ خاص میں کام کرنا اپنے نازک اندام کا ہاتھ بٹائے۔ امید قوی ہے کہ جارشتہ کے موجد اور بر قدرِ حضرت کے مداح ضرور امداد و حمایت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے! ضرورت اس بات کی ہے کہ دقیقہ سنج دماغ جن کو فلسفۂ معاشرت کا کافی تجربہ ہو اپنی اپنی بیش قیمت تجاویز و تدابیر سے تبادلہ خیالات کا موقع دیں!

ہمارے خیال میں موجودہ جنگ غارت گر کے ختم ہوتے ہی روپے اور اسلحہ کی کمی پر غور کرنے سے پیشتر مرد آبادی کے کارآمد افراد کی مردم شماری اس لحاظ سے کی جائے کہ مغرب کے ہر ملک میں کون کون اپنے فارغ البالی اور صحت جسمانی کے بدولت ایک سے زیادہ مرد بچہ عورتوں کو اپنے حلقۂ معاشرت و ازدواج میں شامل کر سکتا ہے! اور پھر ایسے شخص کو مجبور کیا جائے وہ اپنی استعدادِ مالی و جسمانی کی آخری حد تک مجوزہ تعداد کا کفیل بنے: اس طرح اول خویش سے انتظام کیا جائے - بعدہٗ درویش کو بھی کوئی عذر نہ ہوگا! ملک کے اندرونی ذرائع کے پورے پورے استعمال کے بعد جو تعداد پھر بھی مونس عشرت سے محروم رہ جائے - اور یقین کامل ہے کہ ایسی تعداد ضرور

تعداد کثیر ہوگی۔ تو بیرونی امداد کی طرف نظر دوڑائی جائے! اس عالمگیر عمل تسخیر کے
جاری کرنے کے لیے ایک پوری تجربہ کار کیبنٹ اور وزیر خارجیہ کی ضرورت محسوس ہوگی!
خارجی امداد۔ ہم کو محض اُس سے مطلب ہے جو ہمارے ہندوستان کے حصہ میں آئے۔
خوش اسلوبی کے ساتھ اور ٹھنڈے پیٹوں اسوقت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ غیر ملک کے
صنفِ نازک سے اُن کا آذوقۂ معاشرت بہ زور یا بہ چالائی۔ چھینا جائے! اس کی
صورت آپ کے اگر دماغ میں ہو تو آپ پیش کریں ورنہ اہل الرائے موجود ہیں اُن سے
رجوع کی جائے! ہمارے خیال میں ہندوستان کا مرد ایک مغربی مرد سے کئی گنی
زیادہ تعداد کو مطمئن اور خوش رکھ سکتا ہے۔ اگرچہ کفیل ایک کا بھی مشکل سے ہو سکتا
ہے! اس ہندوستانی خصوصیت کو ایک سے زیادہ بیویاں روا رکھنے سے منو جیسے
واضع قوانین نے بھی تسلیم کر لیا ہے!

آپ سمجھیے ہندوستانی مرد کے لیے دو باتوں کا لحاظ نہایت ضروری قرار دیا گیا ہے۔
قوت حیوانی کے لحاظ سے وہ چشم بد دور۔ پورا حیوان ہے! اکنومک نقطۂ نظر سے وہ محض
محتاج یا فارغ البال بنا دیے جانے پر بالمقابلہ وہ ہر قوم سے زیادہ کار آمد او خصوصیت
کے ساتھ دیر پا ہے! بعض نباض زمانہ تو اس کو میدان معاشرت کا شہسوار سمجھتے
ہیں! ان باتوں پر غور کرنے سے ایک صاحب کی رائے یہ ہوتی ہے کہ اس سے کام
لیا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ کفیل نہ بنایا جائے! ایسی صورت میں۔ وہی حضرت فرماتے
ہیں۔ اوقات کی باقاعدہ تقسیم سے پورا نفع اُٹھایا جا سکتا ہے۔ ہندوستان کی
چار دیواری والی آبادی کو پامال نہ کیا جائے تو عملی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس
ملک میں ایک "میٹریمونیل بیورو" بالفاظ دیگر جماعت تعلقاتِ ازدواج۔ قائم کی جائے!
یہ جماعت بظاہر و پوشیدہ ذریعہ سے ایک ایک مرد کی استعداد و قابلیت کا صحیح اندازہ
کرے، اور ملکی اندرونی و بیرونی۔ داخلی و خارجی۔ خدمات کے لیے علیٰحدہ علیٰحدہ

مدت مقرر کردے! ہر عورت اُس سے زیادہ ایک مرد سے کام نہ لے سکے جس کی وہ علم الحیوانات و علم الابدان کے رو سے مستحق قرار پائے! کوئی عورت کسی مرد کے دائرۂ فیض کے انعکاس کو محدود کرنے کی مرتکب نہ ہوسکے! کوئی مرد صرف ایک عورت کے پیچھے فضول تضئیع اوقات و طاقت نہ کرنے پائے! جب تک ایک مرد کسی خاص عورت کو مستقل طور پر اپنا نہ بنائے اس سے اقتضا عمل خدمت لی جائے! کوئی مرد کسی ایسی محبت کو جو محض مفروضات خیالی پر مبنی ہو خدمت سے کنارہ کرنے کے لیے پیش نہیں کرسکتا! ایک سال میں صرف ایک مہینہ کی رخصت رعایتی اور دنوں کی اتفاقیہ سے زیادہ کسی مرد کو جو ۲۰ سے ۳۵ برس کے اندر ہو قطعی نہ دی جائے! آ ذات اچھی و معاوی کے موقع پر سول سرجن کا نہیں بلکہ حکیم معاشرت کا سرٹیفکیٹ پیش کیا جائے! بیماری کی رخصت اس شرط پر دی جائے کہ بیمار کو تنہا رہنا ہوگا۔ یعنی جنس لطیف کا کوئی فرد اس کے پاس تک نہیں جاسکتا! ۳۵ برس سے ۴۵ برس تک فرائض نصف رہ جائیں اور ۴۵ سے ۵۵ تک چوتھائی حصہ تک قصر کیا جائے! پنشن کسی صورت میں ۶۰ برس سے پیشتر نہ دی جائے اور پنشن کے بعد اگر ایک بھی دوسرے کی طرف رغبت کا اظہار ہو تو ۵ برس کی قید با مشقت کی سزا دی جائے۔ مشقت وہی ہوگی جس سے پنشن ملی تھی!

مختصر یہ کہ ایسے یا کسی اور طرح کے قواعد بنانے اور اس آنے والے خطرہ کو سائنس کے نقطۂ نگاہ سے حل کرنے کی نہایت ضرورت ہے! "کیوق" جیسے زمانہ شناس حضرت کے اظہار خیالات کی حاجت ہے! کوئی صاحب اظہار خیالات میں مذہبی تقدس یا سیاسی خشکی کو دخل نہ دیں!

مجھے امید ہے کہ "قحط الرجال" کو معمولی چیز سمجھ کر پس پشت نہ ڈالا جائے گا! یہ خطرہ۔ اگر موجودہ لیل و نہار نے طول کھینچا تو۔ ضرور پیش آئے گا اور یقینی پیش

آئے گا! کیا اچھا ہو اگر کہنے والے [illegible] سے کچھ لیں اور کرنے والے ابھی سے کر گذریں ورنہ آج کا کام کل پر چھوڑ دینے سے جو کچھ نتیجہ ہونا چاہیے وہ ہوگا اور ضرور ہوگا۔

"جان بل"

کل سے بھی آج ہے بیمار محبت بیکل

کل سے بھی آج ہے بیمار محبت بے کل
رات کٹتی ہے کسی طرح نہ آتی ہے اجل

بیقراری کا ہے اصرار کہ اب لے نہ قرار
ناتوانی کا تقاضا ہے کہ کروٹ نہ بدل

ضبط الفت کا ہے ایما کہ نہ ہوں تر پلکیں
جوش رقت کا اشارہ ہے کہ بھر جے چھل چھل

سوز پروانہ یہ کہتا ہے کہ تو بھی کہیں جل
شمع کہتی ہے نہیں اور غم ہجر میں جل

آس کہتی ہے کہ جی وعدۂ فردا سے نہ ہار
یاس کہتی ہے [illegible] جسم سے اے روح نکل

عہد بد عہد کا کہتا ہے کہ ہے صبر سے کام
شوق کہتا ہے کیا وقت ہے [illegible] تحمل

جذب کہتا ہے کہ کھینچ آ نگہ ناز کہ [illegible]
حسرت کہتی ہے کہ اللہ رے تیرے کس بل

دل کا ہے قول شب آخر ہے سنبھالا لے لے
درد کہتا ہے کہ یہ لاکھ سنبھالے نہ سنبھل

عشق لاتا ہے کوئی شکوہ زباں تک جو کبھی
حسن کہتا ہے کہ ظالم نہ بہت منہ سے نکل

ایسی کچھ آگ لگی ہے کہ [illegible]
دل ہے جلتا ہوا انگارہ تو سینہ مشعل

جی میں آتا ہے سر شام ہی دیدیجئے جان
صبح کرنی شب غم کی تو ہے اک [illegible]

تا با شکلوں کا نہیں شام سے ٹوٹا اب تک
دل یہ کہتا ہے کہیں صبح [illegible] ظالم کے بادل

ہو چکی قاصد ناشاد کے آنے سے بھی یاس
اب تو بیمار ہے بس منتظر پیک اجل

حسرتیں روتی ہیں ارمانوں سے مل مل کے گلے
کائنات دل عاشق میں پڑی ہے ہلچل

ہچکیاں نزع کی آغاز ہیں کھنچتی ہیں رگیں
حل ہو کب دیکھیے یہ عقدۂ لاینحل

دیکھتا جو ہے وہ منہ پھیر کے کہتا ہے یہی
ہو بھی جائے کہیں ہر روز کا قصہ فیصل

اسی انداز سے بیمار بھی ہے اور نڈھال
جس طرح رات مصیبت کی گئی ہے کچھ ڈھل

دیکھنے والوں سے ڈوبی ہوئی نبضوں کا ہے قول
اور بچ جائے یہ شاید کوئی ساعت کوئی پل

جھلملاتا نہیں رہ رہ کے چراغ سحری
گل ہوا چاہتا ہے ہستی عاشق کا کنول

اس طرف صبح کا چمکا ہے فلک پہ تارا
عرق موت ادھر ماتھے پہ آیا ہے نکل

صدق جائسی

خوشی

دنیاوی خوشی [illegible] چیز ہے جو محض ایک معدوم چیز ہے جسکی نسبت ہم لوگوں کی باتیں کثرت سے سنتے ہیں۔ مگر جسے ہم نے خود نہ کبھی آنکھوں سے دیکھا نہ کانوں سے سنا۔ جو وعدے بہت کرتی ہے مگر انھیں پورا بہت کم [illegible] تک دکھایا جاتی ہے مگر اصلی چیز تک پہنچنے کا موقع نہیں دیتی۔ اور بجائے پھل کھلانے کے محض خوشنما شگوفے دکھانے پر اکتفا کرتی ہے۔ [illegible] جانے کے وقت تو ایک اونچی [illegible] معلوم ہوتی ہے۔ مگر جب اس تک پہنچ جاؤ۔ تو بادلوں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ جو اسے حاصل نہیں کرسکتے۔ وہ اسے خدا سمجھتے ہیں اور جنھیں مل جاتی ہے وہ [illegible] جانتے ہیں۔ مثلاً اسکا ایلچی ہے [illegible] امیدی [illegible] انتظار [illegible] [illegible] اور نا امیدی [illegible] تجربہ سے [illegible] ہوتی ہے اس بھروسہ پر کہ وہ اسکی نصیحت پر ضرور عمل کرے گا۔ [illegible] تمام رسوم اور [illegible] جاتی ہے۔ اس دنیا کے حاصل کرنے کے لیے بہت طرح طرح کے ناچ نچاتی ہے مگر اس کا [illegible] نے ہمارے حواس خمسہ اور دل کی خوشی کو [illegible] قرار دیا [illegible] نے عقل اور دانائی کو خوشی گردانا۔ اور ایپکیورس نے ان دونوں [illegible] بتایا۔ ان سب کی توجہ اس نے اپنی طرف مبذول کرلی۔ مگر خود سب سے [illegible] جتنی وہ سمجھے بیٹھے تھے۔ ان تینوں کی ناکامیابی کو [illegible] نے اس تک پہنچنے کا ایک اور طریق نکالا۔ انھوں نے خیال کیا کہ شاید [illegible] وہ اس پر [illegible] جائیں اور اسکی اس عنایت پر اپنا استحقاق ظاہر کریں [illegible] کے دل میں اپنا خیال پیدا کرسکیں۔ مگر نہیں ان باتوں [illegible] کی طرح اسے اگر دور سے دیکھا جائے۔ تو بہت

خوشنما معلوم ہوتی ہے۔ مگر پاس پہنچنے پر اس حقیقت پر اطلاع ہو جاتی ہے۔ البتہ اگر اسکے پیچھے مارے مارے اور سرگرداں پھرا جائے تو اسکا ملنا ممکنات سے ہے۔ کیونکہ اچانک اور خود بخود آجانا اسکی عادت میں داخل ہے۔ مگر جو اسکے پیچھے دوڑتے ہیں۔ ان سے وہ کنارہ کش رہتی ہے۔ اور ان کے قریب تک نہیں پھٹکتی۔ اور لطف یہ ہے کہ اسکے متلاشی اسے ڈھونڈھتے بھی ان جگہوں میں ہیں۔ جہاں اس نے کبھی بھول کر بھی قدم نہیں رکھا۔ ایتھنی نے اسے محبت میں ڈھونڈھا۔ بروٹس نے شان و شوکت میں۔ اور سیزر نے ملک گیری میں۔ مگر بیفائدہ۔ پہلے نے اسکے بجائے بے عزتی پائی۔ دوسرے نے بغاوت اور تیسرے نے کفران نعمت اور ہلاکت سب کو یکساں نفع میں ملی بعض لوگوں پر اسکی خود بخود نظر عنایت ہو جاتی ہے۔ مگر اسکی وجہ سے وہ اپنے ظلم و تعدی پر کمی نہیں کرتے۔ ان کو وہ اپنے پیالے میں شراب پلاتی ہے۔ یہانتک کہ وہ جی بھر کے پی لیں۔ اور سرور میں آجائیں۔ مگر پھر یا تو اغیس فذیب کی طرح اپنے انسان ہونے ہی میں کلام ہوتا ہے۔ یا سکندر کی طرح وہ خود کو خدا سمجھنے لگتے ہیں۔ بعض لوگوں سے وہ بخندہ پیشانی ملتی ہے۔ مگر اس خندہ پیشانی میں بھی ہزار دھوکے پنہاں ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب اپنے چاہنے والے کے زخم دل پر اچھی طرح نمک چھڑکنا ہوتا ہے۔ باوجود ان سب باتوں کے وہ باتفاق رائے ملکہ مانی جاتی ہے۔ دیگر خواہشات اسکی خواصیں ہیں جو ہر لحظہ و ہر آن اسکے حکم کی تابع ہیں۔ دوسرے اولوالعزم بادشاہوں کی طرح اس کثرت سے ہیں۔ کہ اسے انہیں کے امور کے فیصلوں سے فرصت نہیں ملتی۔ کہ وہ کسی دوسرے کی درخواست سنے۔ عشق۔ حرص۔ طلب۔ انتقام وغیرہ سب اسکے خاص بارِیو میں ہونے کے خواہاں ہیں مگر نہیں ان کے پاس وہ اپنے سفیر بھیجدینے پر اکتفا کرتی ہے۔ جو ان کو دھوکہ دیتے ہیں۔ حرص کے پاس وہ دولت بھیجدیتی ہے۔ عشق کے پاس حسد اور طلب، انتقام کے پاس حسرت۔ دیکھا جائے تو یہ چیزیں کیا ہیں۔ محض نا امیدی و یاس کی دوسری صورتیں ہیں۔ رشوت اور خوشامد سے وہ کوسوں بھاگتی ہے۔ اسکے حاصل کرنے کا آسان طریق یہ ہے۔ کہ اس سے علٰحدہ رہا جائے۔ اور اسکے دشمنوں سے جنگ کی جائے۔ جو اسکے دشمنوں پر فتحمند ہو گیا۔ وہ دیکھ لے گا کہ اسکے پاس وہ خود بخود بن بلائے چلی آئے گی۔ بادشاہ اسکے حاصل کرنے کے سخت

در پے ہوتے ہیں مگر اسکی نظروں میں انکی بھی ایسی وقعت ہوتی ہے جیسی انکی رعایا کی۔ وہ ان کے ساتھ مسخراپن کرتی ہے۔ اپنا تمام سامان اور اپنے تمام درباری انکے پاس بھیجا کرتی ہے۔ مگر خود نہیں جاتی۔ وہ بھیس بدل کر اکثر اپنی سہیلی قناعت سے ملنے جایا کرتی ہے۔ اور کبھی کبھی دن رات اسکے پاس بیٹھی رہتی ہے۔ سن اے زبردست اور ذیشان ملکہ۔ میں صاف صاف اور سچ سچ تیرے منہ پر کہے دیتا ہوں۔ میں تو تجھے حد سے زیادہ حقیر جانتا ہوں اور نہ تیری بہت عزت ہی کرتا ہوں۔ کیونکہ تیری طاقت محض دنیاوی ہے۔ اور تیری عطائیں بس یہیں کے لیے۔ دوسرے حکمرانوں کی طرح تو بھی وقت کی ساختہ پرداختہ ہے۔ اور بغیر اپنے حامیوں اور مددگاروں کے دم بھر تجھے قیام نہیں۔ اگر ایک طرف سے قناعت اور دوسری طرف سے صحت تجھے سہارا دیتے رہیں۔ تو فوراً تو زمین پر ایک بیکار چیز کی طرح آگرے۔

رام چھپال سنگھ شیدا دہلوی

دردِ دل

نہ چھیڑ اے چارہ گر پُر درد ہے وہ داستاں میری
لرزتا ہے کلیجہ لڑکھڑاتی ہے زباں میری

مری فریاد وہ فریاد ہے جو دل ہلا دے گی
ارے ناداں یہ سب جمعیت خاطر بھلا دے گی

خلاف عقل ہے تو کیا کرے گا فکر جمعیت
کرے گا جسقدر کوشش بگڑتی جائے گی قسمت

کوئی تو راز حکمت ہے جو پُر حسرت بنایا ہے
مجھے تقدیر نے آئینہ عبرت بنایا ہے

ستاتا ہے اگرچہ مجھکو ذوق آرزو میرا
مگر میں خوش ہوں مجھ سے خوش تو ہوتا ہے عدو میرا

لڑکپن سے مجھے تکلیف کا خوگر بنایا ہے
ازل نے بد فطرت سے دل مضطر بنایا ہے

کہے گی گردش تقدیر اب کیا سرزنش مجھ کو
کیا ہے بیکسی نے گود میں خود پرورش مجھ کو

نہ سیلاب بلا تھا نہ تازہ انقلاب آیا
لڑکپن سے مرے ہمراہ ان سب کا شباب آیا

ستم جو کوئی کرتا ہے تو میں اُلفت سمجھتا ہوں
جسے تکلیف تو کہتا ہے میں راحت سمجھتا ہوں

مری محرومی قسمت پہ مہر سوں زندگی روئی
مری حسرت پہ اکثر یاس روئی بیکسی روئی

آشفتہ لکھنوی

عادت

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

فرائض اور عادات

فرائض اور عادات میں بہت کچھ خلط ملط ہو گیا ہے ایک مذہب میں ایک بات فرائض کے رنگ میں مانی جاتی ہے لیکن رفتہ رفتہ وہی عادت ہو جاتی ہے اور لوگ اُسے عادتاً کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں اور اُسکا نام مجازاً عادت رکھتے ہیں

(رسوم اور عادات)

اسی طرح رسوم اور عادات میں بھی خلط ملط ہوتا رہتا ہے اگرچہ رسم رسم ہی ہوتی ہے اور فرض فرض ہی لیکن اکثر کرکے یا تو وہ عادت کا رنگ اختیار کر لیتے ہیں اور یا اُن میں اور رسوم اور فرائض میں کسی حد تک اختلاط ہو جاتا ہے یہی نقص ہے جس کی وجہ سے قانون عادات بہت کچھ خلط ملط ہو گیا ہے اور رسوم فرائض اور عادات میں تمیز کرنا خیلے مشکل۔

(معیار صحت عادت)

عادات کی صحت کا معیار سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ

۱ وہ قانون فطرت سے ایک وابستگی رکھے۔

۲ یا اُس کے تحت ہو۔

۳ یا اُس سے منافی نہ ہو۔

۴ اگر اُس میں فائدہ نہ ہو تو مضرت بھی نہ ہو۔

یہی باتیں ہیں جن سے عادت کی تمیز اور صحت ہو سکتی ہے یا بالفاظ دیگر ان ہی

باتوں کا نام قانون عادات بھی ہے بہت سی عادات ایسی ہیں کہ جن سے محض ایک عارضی یا بالائی نقص سرزد یا متصور ہوتا ہے اور انھیں اس رنگ میں ایک عادت سے کہا جاتا ہے لیکن فی الحقیقت اس مد سے یہ ان کی حد نہیں پڑتی۔

عادات دو طرح پیدا ہو کر پختہ ہوتی اور نشو و نما پاتی ہیں۔

(الف) ذاتی اجتہاد کے تحت۔

(ب) صحبت کے تحت۔

بعض عادتیں محض اپنے ہی اجتہاد کے تحت مرتب ہوتی ہیں ان میں یا تو کچھ کچھ غالب فطری بھی ہوتا ہے اور یا محض کسبی۔ ایک شخص جو خود بخود بے تعین ہونے کے بھی آنکھ دبا کر دیکھتا ہے یہ فطری کمزوری ہے فطرتاً آنکھ میں ہے۔ یہ ایک انسان کی ایک اپنی حرکت یا روش کا اثر اگرچہ اس میں کوئی نقصانات کچھ نہیں مگر پھر بھی ایک بُری عادت ضرور ہے یہ عادت بعض وقت یہاں تک پختہ ہو جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے اس کی اولاد بھی اس سے خالی نہیں رہتی گویا ایک موروثی عادت ہو جاتی ہے۔

صحبت کے تحت انسان بہت سی عادات کا انتساب کرتا ہے اگرچہ بعض اوقات انسان کو پتہ نہیں لگتا کہ فلاں بات کس صحبت کا اثر ہے لیکن ... کسی صحبت کا اثر ہوتا ہے صحبت کا اثر بھی کوئی ایک دن میں نہیں بلکہ رفتہ رفتہ ہوتا ہے دماغ اور دل تو چپکے چپکے اثر قبول کرتا رہتا ہے لیکن قوت حاسہ کو احساس میں بہت دیر لگتا ہے۔ بد صحبت سے اگر اسی وقت ہی نتیجہ نہیں نکل جاتا اگر اس سے فوراً ہی کوئی اثر ہو سکتا ہے بلکہ اس واسطے بھی کہ صحبت کا مخفیہ اثر اس سے بھی زیادہ خطرناک اور مضر ہوتا ہے اور اسی طرح اچھی صحبت اچھا پھل لاتی ہے۔ بعض عیوب اور محاسن ہم میں ایسے بھی پائے جاتے ہیں کہ جن کی بابت ہم خود بھی یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ ان کا شروع کس طرح اور کہاں سے ہوا اور ان کی بنیاد کس کے ہاتھوں رکھی گئی۔

(دوم) عادات خصوصاً اُن عادات کا شروع جو عموماً کسبی ہوں دو طرح سے ہوتا ہے۔

(الف) ظاہراً۔

(ب) تدریجاً یا خفیۃً

یا تو ہم فوراً ہی ایک عادت اختیار کر لیتے ہیں لیکن ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے اور یا تدریجاً خفیۃً اور رفتہ رفتہ ایک عادت ہم میں ہو کر نشو و نما پاتی ہے یہ صورت اکثر ہے اور اسی کی وجہ سے عادت کی تعبیر بنام عادت کی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ بنتے بنتے بنتی اور نشو و نما پاتی ہے اور اُس کا متواتر دور جاری رہتا ہے۔ دراصل عادت وہی ہے جو تدریجاً اور رفتہ رفتہ ہمارے دل و دماغ پر موثر ہوتی اور غالب آتی ہے اور ہم اس دیرینہ عمل سے اُسکے ترک پر کامیاب نہیں ہو سکتے۔ افیون کھانا ایک عادت ہے بڑے افیونیوں کا شروع اس عادت کے متعلق محض معمولی حالت میں ہوتا ہے کوئی شخص محض نزلہ اور زکام کی خاطر شروع شروع میں اُسے کھاتا ہے اور بعض لوگ محض لطف شبانہ کی وجہ سے لیکن رفتہ رفتہ یہ ماشوں تک بڑھ جاتی ہے اور پھر اسکا ترک عقلاً مشکل ہو جاتا ہے۔

بڑے سے بڑا چور اور ڈاکو شروع ہی میں بڑی بڑی چوریاں نہیں کرتا اور نہ ڈاکے مارتا ہے یہ نوبت تو رفتہ رفتہ ہی آتی ہے بہت سی چوریاں صرف ایک پیسہ، پیسہ، قلم وغیرہ سے شروع ہوتی ہیں اور پھر تدریجاً سو اور ہزاروں تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

شروع شروع میں تو غیر اور اکثر نوکر کے لڑکیاں اپنے ماں باپ بھائیوں سے ناقص بات سیکھتی ہیں رفتہ رفتہ اُن کی زبانیں بھی اسقدر اس گندگی سے آلودہ ہو جاتی ہیں کہ وہ بری باتیں ... اسی طرح اچھا نیا باتیں بھی رفتہ رفتہ ہی نشو و نما پاتی ہیں

ہر ملک اور ہر قوم میں اس قسم کی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں اور اُن سے سوچا جا سکتا ہے کہ کس کثرت سے لوگ چھوٹی باتوں سے بڑی باتوں تک اور چھوٹی اچھائیوں اور چھوٹی بُرائیوں سے بڑی اچھائیوں اور بڑی بُرائیوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ بعض وقت ہم ایک عادت محض شوقیہ اختیار کرتے ہیں یا محض تفریحی رنگ میں لیکن رفتہ رفتہ وہی بات اس درجہ تک عادت کا رنگ اختیار کر لیتی ہے کہ اُس کا چھوٹنا اور ترک مشکل ہو جاتا ہے اور ہم خود حیران ہوتے ہیں کہ یہ عادت کیونکر لگی اور اب اس سے چھٹکارا کیونکر ہو۔

کہ عشق آساں نمود اوّل ولے اُفتاد مشکلہا

صدہا نہیں ہزاروں جانیں اور متعدد لطیف اور حسین ہستیاں جو کسی اور رنگ میں پوری پوری شہرت اور درجۂ کمال پا سکتی تھیں شروع شروع کی نمائشی۔ شوقیہ اور تفریحی عادات کے نرغہ میں گھر کر مختلف مایوسیوں۔ ادباروں اور مشکلات کا منظر بن رہی ہیں۔

غم تنگ نشستہ در دل من غم خانۂ من فضا ندارد

ایسی روحیں یا ایسے دل و دماغ ایسی غلطیوں کے اس قدر بے رحمی سے شکار ہوتے ہیں کہ کوئی طریق رہائی اور ذریعۂ علاج اُن کے ہاتھ میں نہیں رہتا ہاں ایک ندامت اور مایوسی ہی کبھی کبھی اُن کی غمگسار ہوتی ہے لیکن وہ بھی بعض دفعہ ایک یاس کے ساتھ جواب دے جاتی ہے۔

ز عشق آشنا و دشمن چہ پُرسی مرا منصور ساں ہم کُشت و ہم سوخت

(سوم) عادات کا قیام۔ اگر انسان تھوڑے تھوڑے ہاتھ پاؤں صاف نہ کرے تو رفتہ رفتہ میل بیٹھ جاتی ہے یہاں تک کہ بعض اوقات اُس کے جزو جلد ہونے کا بھی گمان گزرتا ہے اور جب ہم کسی وقت اُسے صاف کرتے ہیں تو پپڑیاں ہو ہو کر علیحدہ یا اُترتی ہے۔

یہی کیفیت عادت کی بھی ہے عادتیں بھی رفتہ رفتہ سخت۔ پختہ اور دل میں جاگزین

ہوتی ہے کہ ایک عادی کے نزدیک وہ ایک جزو فطرت معلوم ہونے لگتی ہے۔ اور اُسکے ترک کی مشکل نوبت آتی ہے ہر حسن اور ہر قبح کے معلوم کرنے کے واسطے ایک حس ہوتی ہے یا ایک حس کی ضرورت ہے مفید ہوں تو حس یا تو نہیں ہوتی ہے اور یا مدہم اور کُند۔ جب ایک بری عادت اور بُرے اخلاق کے ہم پختہ عادی ہو جاتے ہیں تو ہماری حس میں ایک قسم کی بے حسی آ جاتی ہے اور ہم اُس کا ازالہ نہیں کر سکتے یا اُسکے ازالہ کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

مذہب والوں نے توبہ اور حکما نے اخلاق نے ندامت اور تربیت کا صیغہ اسی واسطے کھولا ہے اور اس پر اسی غرض سے زور دیا ہے کہ کوئی بُری عادت گھر نہ کرنے پائے اور کسی اچھی عادت کے واسطے عادت کی پوری غرض سے تاکید کی گئی ہے سو عادت کی مذمت پر اسی واسطے زور دیا جاتا ہے کہ انسان اُسکا عادی ہو جائے

چہارم۔ دونوں قسم کی عادتیں یعنی نیک اور بد عادت کے قیام اور ازالہ کے واسطے مختلف تدابیر اختیار کی جا سکتی ہیں صحبت اور بد صحبت کی بحث بھی اسی غرض کے خیال سے چھڑتی ہے اگر کوئی نیک عادت قائم رہ سکتی ہے تو کوئی بُری عادت دور بھی ہو سکتی ہے اگرچہ نیک قائم عادت سے ازالہ عادت مشکل تر رکھتا ہے مگر پھر بھی اس کا ازالہ ضرور ہے اور بعض لوگ کیا اکثر اس میں کامیاب بھی ہو جاتے ہیں اگر ایسا نہ ہو تو یاس لابدی ہونا چاہیئے اور وہ تربیت یا سب اخلاق سود اُس صورت میں نہ تو مذاہب کی ضرورت ہے نہ کسی علم خصوصاً فلسفہ اخلاق کی کیونکہ جب انسان کا دل بدل ہی نہیں سکتا اور انسان کوئی نیک بات اختیار ہی نہیں کر سکتا اور کوئی بُری بات چھوٹ ہی نہیں سکتی تو پھر ان اسباب اور ان مساعی کی ہستی بھی کوئی قیمت نہیں رکھتی۔ ہاں اس میں کچھ شک نہیں کہ جب حس ماری جاتی یا بہت کچھ ماؤف ہو جاتی ہے تو اُس وقت ازالہ عادت مشکل ہو جاتا ہے اور اس مرحلہ پر

یہ کہا گیا ہے۔

العادۃ لا یرد الا بالموت

اور اس کیفیت کا نام مذہب میں ضلالت رکھا گیا ہے اور اس کی نسبت کہا گیا ہے کہ وہ ایک حد تک دور نہیں ہو سکتی یا اس کا دور ہونا ایک حد تک مشکل ہے۔

(ہفتم) جب یہ نوبت پہنچ جاتی ہے تو عادت طبیعت ثانی کا رنگ پکڑ لیتی ہے یعنی ایک کسی بات یا ایک کسی کیفیت طبیعت کے ساتھ اسقدر مناسبت پیدا کر لیتی ہے کہ دونوں کو ترکیب خود اپنے تئیں [illegible] اس میں اور طبیعت میں کوئی فرق معلوم نہیں دیتا ایسا کب ہوتا ہے جب حس بڑھتے بڑھتے اسقدر تیز ہو جائے کہ کسی کیفیت کو بالکل طبیعت کے رنگ میں رنگ دے اور یا حس اسقدر کم ہو جائے کہ کسی بری عادت کا احساس بھی نہ رہے گویا ایک عادی کو اسکا علم ہی نہ ہو سکے۔

یاد ہو گا کہ ایک ایسی کیفیت انکی ذات میں موجود ہوتی ہے اور وہ پھر دوسروں کا مرتکب بھی ہوتا ہے۔ ایک گندہ ذہن [illegible] کرتا [illegible] گالیاں نکالتا ہے نہ صرف دوسروں ہی کو بلکہ اپنے عیال و اطفال اور خود کو بھی لیکن وہ اسقدر ذہن میں رکھتا کہ دن اور رات کے کسی حصہ اور کسی جزو میں بھی اس بدزبانی اور اس گندہ کا احساس نہ ہو۔ اس موقع پر کہا جاتا ہے کہ اس شخص کو ہو گیا ہے یعنی عادت یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ بعض لوگ اُسے معذور سمجھنے میں معذور ہوتے ہیں۔

ہشتم، آثار کیا ہیں۔ جو ہمارے اردگرد پایا جاتا ہے انکی چند جدید قسم ہیں مثلاً

(۱) آثار کلامی یا آثار زبانی۔

(۲) آثار افعالی یا آثار عملی۔

(۳) آثار متکلمہ۔

(۴) آثار داخلی۔

(۵) آثار خارجی

(۶) آثار بیرونی۔

انسان ایسے یا اسی قسم کے اور آثار میں سے گذرتا اور ان میں رہ کر زندگی بسر کرتا ہے اور ان کا کم و بیش اُس کی زندگی پر اثر ہوتا ہے کبھی اچھائی کی صورت میں اور کبھی بُرائی کی صورت میں کبھی محبت کی صورت میں اور کبھی بغض اور نفرت کے پیرایہ میں ان آثار کی تعبیر ذرّات سے کیجیے جس طرح مختلف ذرّات سے اجسام ترتیب اور ترکیب پاتے ہیں اسی طرح ان سے عادات اور اخلاق بھی ترکیب پاتے ہیں اگر کوئی غور کرتا ہے تو اُسے معلوم ہوتا رہے گا کہ مختلف اور گردو پیش کے آثار رفتہ رفتہ کیا کچھ مختلف صورتیں اور کیفیات اختیار کرتے ہیں اور اُن کو اُن کی کس کس رنگ میں تعبیر کیجاتی ہے

ایک بالکل کورے دل و دماغ کو جو ہمیشہ ایک تہ خانہ میں ہی رہا ہو دو چار ہفتہ باہر نکلنے کی اجازت دو اُسے کوئی راہ نہ دکھاؤ وہ خود ہی جائے اور خود ہی آئے دو چار ہفتوں ہی میں اُسکے دماغ میں مختلف خیالات متموج ہونے لگیں گے اوروں کو کیا ضرور خود اُسے بھی معلوم نہ ہوگا کہ جدید خیالات کس وقت اور کہاں کہاں سے اُسے ملے ہیں اور دل و دماغ نے کیونکر اور کب اُن کا اقتباس کیا ہے۔

(ہشتم) ان آثار میں سے بہت سے آثار بالکل بے معلوم ہوتے ہیں جس طرح بعض امراض کے جرم ظاہر میں نمایاں نہیں ہوتے اور عارض ہونے پر سخت تکلیف کا باعث ہوتے ہیں اسی طرح ایسے آثار بھی ہوتے ہیں۔ انسان کی طبیعت میں انجذاب اور تمسک کی قوت مودع ہے۔ انسان کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ اُسکی طبیعت راہ جاتے بھی اُن کا اکتساب اور اقتباس کر لیتی ہے۔

(ہشتم) عادات اور اخلاق میں اوّل تو کوئی فرق نہیں عادات اخلاق ہیں اور اخلاق عادات - اور اگر ہے بھی تو بہت ہی ہلکا اور مجوب ایسا کہ دونوں میں اشتراک ہم ان میں کوئی تمیز کر سکیں ایک اس قسم کی وابستگی ہے کہ اُن کی تفریق ذرا مشکل سے ہو سکتی ہے -

ہاں یہ ضرور فرق ہے کہ اخلاق فاضلہ کی وابستگی زیادہ تر فطرت سعید سے ہوتی ہے اور در اصل وہ ہوتے ہی فطرت سعید ہیں اور اخلاق سیہ فطرت سعید سے کوئی نسبت نہیں رکھتے اس صورت میں گویا اخلاق بھی فطرت ہیں اور عادات تحت اکتساب -

(نہم) بعض اوقات عادت کسبی اخلاق پر مؤثر اور محتوی ہوتی ہے اور اخلاق کو اپنے رنگ میں رنگ لیتی ہے اگرچہ نیک فطرت کچھ اور چاہتی ہے لیکن ایسی کسبی عادت فطرت کا زور یا رنگ کمزور کر کے اُس پر خود غالب آجاتی ہے اور اخلاق کی قیمت بہت کچھ گھٹ جاتی ہے دیکھئے نہیں ہو کہ

ایک پڑھا لکھا آدمی بعض مایوسیوں کا شکار ہو کر خودکشی کر لیتا ہے اور اُس پر ایک بزدلی کی بُری عادت کس طرح غالب آجاتی ہے - خودکشی ہمیشہ کسی نہ کسی بُری عادت کے تحت ہی سرزد ہوتی ہے بزدلی بھی ایک عادت ہی ہے جو رفتہ رفتہ طبیعت میں اسقدر محکم اور پیوستہ ہو جاتی ہے کہ اُسکی تحریک سے انسان اکثر کمزوریوں کا شکار ہو جاتا ہے ضرورت ہمیشہ انسان کو گھیرتی ہے اور ایک حد تک مجبور بھی کرتی ہے لیکن بعض لوگ مثلاً بعض ملازم رشوت لینے لگ جاتے ہیں اور بعض لوگ چوری اور بد دیانتی پر تُل جاتے ہیں اگر ضرورت کا احساس اُنھیں ایک عادت کے رنگ میں مجبور نہ کرتا تو وہ ایسا نہ کرتے چونکہ ایسے لوگ عادتاً ضروریات کا مقابلہ کرنے کی طاقت اور سکت نہیں رکھتے اسواسطے اُنھیں ایسی کمزوریوں میں

گرفتار ہونا پڑتا ہے۔

عادت انسان کے دل ودماغ کو یا تو زورآور بنادیتی ہے اور یا کمزور کردیتی ہے جس طرح ہر مفید دوائی زور بخشتی ہے اور ہر مضر دوائی کمزور کرتی ہے ہر نیک عادت انسان کو مضبوط بناتی ہے اور ہر بُری عادت کمزور نیک عادت سے ہم اپنے اندر ایک حوصلہ پاتے ہیں اور بُری عادت سے ہمارا حوصلہ پست ہوجاتا ہے کیونکہ دونوں کی خاصیت جداگانہ ہوتی ہے

(دہم) **العادت لایرد الا بالموت** ایک پرانا مقولہ اور تقریباً ہر زبان میں اس قسم کے اقوال یا اس قسم کی ضرب الامثال پائی جاتی ہیں۔ بمصداق

سو سیانیاں اکومت

انسانی فطرت نے ہر گوشۂ دنیا میں بہت سے فیصلے ایک ہی رنگ میں کیے ہیں اور سب کی افتاد ایک ہی پیرایہ اور ایک ہی غرض رکھتی ہے۔ یہ ضرب المثل بحث طلب ہے اس میں کہنے والے نے یہ کہا ہے کہ

کوئی عادت اُس وقت تک ازالہ پذیر نہیں ہوسکتی جب تک کہ عادی مر نہ جائے

اگر اس ضرب المثل کا مفہوم درست اور صحیح ہے تو پھر اصلاح اور تبلیغ یا نصیحت اور تعلیم اور تربیت کی کوئی قیمت باقی نہیں رہتی کیونکہ جب جلب عادت محال ہے اور سوائے اسکے کہ ایک شخص جان سے ہی دجائے وہ عادت دور ہو ہی نہیں سکتی تو پھر ان تدارکات کی کیا ضرورت ہے۔

دوسرے الفاظ میں جب انسان غلطی کی درستی نہیں کرسکتا اور گناہ سے اسکی جان محفوظ نہیں رہ سکتی یا وہ اس کا کوئی تدارک نہیں کرسکتا تو پھر کسی توبہ کسی ندامت اور کسی زہد وریاضت کی کیا ضرورت ہے ہر ایک قسم کی تربیت اور تعلیم فضول ہی نہیں بلکہ محض فضول ہے اس ضرب المثل کی بحث یا تاویل اور تعبیر کے پہلے ہم یہ دکھاتے

ہیں کہ انسانی کائنات کی کیفیت اس بارہ میں عملی رنگ میں کیسی ہے اور اس سے کیا کچھ ثابت ہوتا یا نکلتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ

انسان کے دل و دماغ پر تربیت اور تعلیم اثر پذیر ہوتی ہے اور بہت سے انسان رفتہ رفتہ اپنی بُری عادات سے متنفر ہو کر نیک عادات کے پابند ہو جاتے ہیں اور بعض کی تو کایا ہی پلٹ جاتی ہے اس قسم کی انسانی کائنات میں ایک نہیں صدہا نظیریں بآسانی مل سکتی ہیں بڑی بڑی اور سخت متمرد روحیں متاثر مذاہب اور فلاسفروں کے دائرۂ اثر میں آکر بالکل سیدھی ہو گئیں بہت سی روحیں خود بخود ہی جادۂ مستقیم پر آگئیں خدا نے انسانوں میں صحائف۔ الہامی اسی غرض سے نازل کیے کہ لوگ اپنی نامطبوع عادات سے ہٹ کر محمود عادات کے پابند ہو جائیں اور ان کی مدد سے لوگ متاثر بھی ہوئے۔

اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ بہت سے لوگ مدتوں نیک رہ کر بُری عادات کا شکار ہو گئے ان کا رنگ ایسا بدلا کہ گویا کوئی رنگ ہی نہ تھا۔

کیا یہ دونوں کیفیات ہمیں اس مرحلہ پر نہیں لے جاتی ہیں کہ عادتیں بدلتی رہتی ہیں یا یہ کہ ان کا خود انسان کی اپنی زندگی میں ہی دوسرا رُخ اختیار کرنا قرین قیاس ہی نہیں ہے بلکہ مختلف نظیروں سے بھی ثابت ہے۔

اگرچہ ہم اس کایا پلٹ کے واسطے ایک عرصہ اور ایک مدت کی قیدیں کیوں نہ لگا دیں ایسا ہونا ضرور ہے ہر غور کرنے والا اپنے ارد گرد بھی ایسی نظیریں آسانی کے ساتھ پا سکتا ہے کسی اور دائرہ میں جا کر تلاش کی ضرورت نہیں ہے خود انسان اپنے اندر ہی بعض عادات کے مقابلہ میں اس کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔

ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ

انسان بعض وقت بعض عادات اُس وقت چھوڑتا ہے جب کہ اُس میں کسی عادت کے عمل میں لانے کی طاقت اور سکت باقی نہیں رہتی۔

اسکو عادت کا چھوڑنا نہیں کہیں گے بلکہ یہ کہ جس دور پہ ایسی عادت جو پذیر ہوتی تھی وہی باقی نہیں رہا۔

آن قدح بشکست و آن ساقی نہ ماند

بیشک ایسا بھی ہوتا ہے لیکن اسپر بھی اُن نظائر سے انکار نہیں کیا جا سکتا جو بطریق دیگر موجود ہیں۔

بہ نسبت اس دوسری قسم کی نظیروں کے پہلی قسم کی نظیریں اس کثرت سے ہیں کہ ان کی قیمت کا اندازہ النادر و المعدوم رہ جاتا ہے۔

انسان تو انسان انسان جانوروں کو اپنے رنگ میں بذریعہ ایک نرالی تربیت کے سدھا لیتا ہے جب تربیت اور تعلیم موثر ہے تو پھر یہ کہنا کہ عادات سوائے موت کے اصلاح پذیر نہیں ہو سکتیں میری رائے میں صحیح نہیں۔

ضرب المثل زیر بحث کی مندرجہ ذیل تعبیرات ہو سکتی ہیں :-

(الف) عادت سوائے مرنے کے دور نہیں ہوتی۔

(ب) عادت مر کر دور ہوتی ہے۔

(ج) عادت کی اصلاح مر کر ہوتی ہے۔

(د) عادت دور تو مر کر ہی ہوتی ہے لیکن اُسکی اصلاح ہو سکتی ہے۔ ان چاروں صورتوں میں فرق ہے بصورت (الف) یہ مطلب ہوگا کہ عادت سوائے مرنے کے دور نہیں ہو سکتی جس کی بابت اوپر کی بحث کی گئی ہے۔

بصورت (ب) یہ مطلب ہوگا کہ وہ عادت جو ایک دفعہ طبیعت میں بیٹھ چکی ہے یا طبیعت ثانی ہوگئی ہے مر کر یعنی بڑی مشکل سے دور ہو سکتی ہے اس تعبیر کی

صورت میں موت سے مراد تکلیف ہوگی جیسے کہ کہا گیا ہے موتوا قبل انتموتوا۔
دیکھو اس فقرہ میں موت سے مراد اُن عوارض کا اپنی ذات پر وارد کرنا ہے
جو ایک واقعی موت سے عائد ہو سکتے ہیں اس فقرہ میں کہا گیا ہے کہ مرنے سے پہلے
مر جاؤ یعنی اپنی خواہشات اور اپنی نفسانیتوں کی اس حد تک اصلاح کرو کہ گویا تم
مر ہی چکے ہو۔ اسی طرح اس ضرب المثل میں بھی یہ کہا گیا ہے کہ
کوئی سی عادت بھی اُس وقت تک دور نہیں ہو سکتی جب تک اُسکو ترک
کرتے ہوئے انسان چند تکالیف کا نشانہ نہ بنے یعنی تکلیف اُٹھا کر ہی عادت
دور ہو سکتی ہے۔
بصورت (ج) یہ کہ عادت کی اصلاح مر کر ہی ہوتی ہے یعنی خود کو ایک مصیبت
اور تکلیف میں ڈال کر۔
بصورت (د) یہ کہا گیا ہے کہ جب تک کوئی عادت بہ تردد اور بہ تکلیف شاقہ
چھوڑی نہ جائے تب تک وہ چھوٹ نہیں سکتی ہاں بتدریج اور بحکمت اُسکی اصلاح
ہو سکتی ہے۔ ہماری رائے میں سادہ یہ تعبیر ہوگی کہ
ہر عادت اُسی صورت میں ترک ہو سکتی ہے جب کہ انسان کسی نہ کسی تکلیف
میں پڑے۔ یہاں موت سے مراد تردد، سختی اور تکلیف ہے کیونکہ اصلی موت اگر اصلی موت
ہو تو اُس صورت میں کل تربیتی اور اصلاحی سلسلے شکستہ ہو جاتے ہیں۔

اطلاق عادت

لفظ عادت دونوں قسم کی عادت نیک اور بد پر اطلاق پاتا ہے اور دونوں
قسم کی عادتوں کے چھوڑنے پر تکلیف ہوتی ہے اگر ایک زاہد عادت زہد چھوڑے تو
اُسکے دل پر بھی ایک صدمہ ہوگا لیکن یہ کہا جائے گا کہ بمقابلہ عادات نیک کے
عادات بد کا چھوڑنا ذرا دو بھر معلوم ہوتا ہے کیونکہ ہر نیک عادت کسی نہ کسی حد تک

مشروط ہوتی ہے اور اس میں لاابالیانہ آزادی نہیں ہوتی لیکن ہر بُری عادت ایک بڑی حد تک غیر مشروط اور غیر مقید اور آزاد ہوتی ہے۔ انسان ایسی عادت کے چھوڑنے میں بہ نسبت عادات حسنہ کے ترک کے خود کو ایک مزید تکلیف میں پاتا ہے۔ کسی فطری و مذہبی قانون اور کسی سیاسی یا سوشل قانون کی پابندی ہمیشہ ایک تقید اور ایک پابندی رکھتی ہے لیکن ایسے قوانین سے آزاد ہو جانا موجب تکلیف نہیں ہو سکتا کیونکہ اس صورت میں انسان اپنے خیالات کے تمرد اور بجا و بےجا روش کی ایک آزادانہ حالت میں اپنے نزدیک کوئی سزا اور جزا نہیں دیکھتا اور نہ اُسپر کسی قسم کی ذمہ داری اور جوابدہی عاید ہوتی ہے۔

قانون مقودات

قانون مقودات نہ صرف انسانوں ہی میں پایا جاتا ہے بلکہ دوسری مخلوق اور دوسری ہستیاں بھی اس کی محتاج یا اس کی گرویدہ ہیں اگر ہم دوسری ہستیوں اور دوسری مخلوقات کا جائزہ لیں گے تو ہمیں پتہ مل جائے گا کہ اُن کی بھی کچھ نہ کچھ عادات ہوتی ہیں صرف فرق یہ نکلے گا کہ اُن کی تمام عادات فطری رنگ رکھتی ہیں اور اگر کوئی عادت اُن کی قانون فطرت سے مغائر اور باہر ہوتی ہے تو اُسکی وجہ عارضی اور بیرونی ہوتی ہے اور ایسا شاذ و نادر ہوتا ہے یہ صرف ایک انسان ہی ہے۔

جو اپنی ذات میں بہت سی بناوٹی اور مفروضہ یا کسبی عادتیں بھی رکھتا ہے اسکی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ چونکہ اُسکا سلسلہ تمدّن مقابلتاً بہت کچھ وسعت اور جامعیت رکھتا ہے اس واسطے اُسے اکتسابی ضروریات بھی پوری کرنی پڑتی ہیں انسان کے تمدّن۔ تہذیب ہی کی نہیں بلکہ مذہب اور معاد کی بنیاد بھی عادات پر رکھی گئی ہے تمدّن کیا ہے چند عادات اور چند شعائر کا مجموعہ تہذیب کیا ہے چند عادتوں کا ایک

مسلمہ دستور العمل۔ مذہب کیا ہے وہ بھی چند روحانی عادات اور معادی روشوں کا ایک مجموعہ ہے۔ اگر ایک تمدّنی تہذیبی۔ سیاسی قانون چند عادات کا لوگوں کو پابند بنا تا ہے تو مذہب بھی اپنے رنگ میں چند عادات ہی کی تعلیم دیتا ہے۔

خدا نے ہمیں فطرت ہی اس قسم کی دی ہے جو معادی اور معاشرتی دونوں رنگوں میں ہمیں فطرتاً چند شعائر اور چند عادات کا مقید اور خوگر بنا تی ہے اور اُسکے ساتھ ہی ہم اُسی کی روشنی میں اپنی ذہنی طاقتوں کے تحت اکتسابی یا بناوٹی عادات کا بھی ایک زائد مجموعہ بنا لیتے ہیں جس طرح ہمیں جھونپڑیاں۔ گھر گاؤں۔ قصبات۔ اور شہر بنا کر رہنا پڑتا ہے اسی طرح ہم چند زائد عادتوں کی بھی بنیاد ڈال لیتے ہیں اُن میں سے بعض عادات فطرت کی حامی یا فطرت کا عکس ہوتی ہیں اور بعض فطرت سے مغائر اور متبائن۔

جب تک ہماری فطرتی اور اکتسابی عادات اور جذبات صحیح پہلو نہ رکھیں اُس وقت تک ہم اور ہمارا تمدّن۔ تہذیب سیاسیات اور معادیات بہ حیثیت مکمل قابل تعریف اور مفید ثابت نہیں ہو سکتے۔

تنازع للبقاء

قانون معقودات کی دفعات میں سے ایک دفعہ تنازع للبقاء کی بھی ہے یہ گویا راس الدفعات ہے اور راس العادات جو شخصیت جو قوم اس سے معرا اور بے بہرہ ہے وہ بہ نقطۂ خیال قانون معقودات کوئی قیمت اور کوئی خوبی نہیں رکھتی۔

تنازع للبقاء کیا ہے خود کو بحیثیت ایک شخصیت ایک قومیت کے اُن امور اور اُن موانعات سے بچانا اور محفوظ رکھنا جو اُسکے دعاوی تمدنیہ کے خلاف عمل پذیر ہوں دوسرے الفاظ میں ہر شخصیت اور ہر قوم اور قومیت کا اس کائنات میں ایک خود داری سے رہنا اور زندگی بسر کرنا اور اپنی عزت اور احترام کا یہ پہلو سے خود داری قائم اور

زندہ رکھنا تنازع للبقا، یا زندگی کی ایک صحیح روش یا ایک صحیح مسلک ہے۔

خویش را چوں از خودی محکم کنی | تو اگر خواہی جہاں برہم کنی
گر فنا خواہی ز خود آزاد شو | گر بقا خواہی ز خود آباد شو
چیست مردن از خودی غافل شدن | تو چہ پنداری فراق جان و تن
از خودی اندیش مرد کار تو | مرد حق شو حامل اسرار تو
زندگانی را بقا از مدعا است | کاروانش را درا از مدعا است

(حضرت اقبال)

گل و بلبل

سلطان احمد

چمن سے نکالی ہوئی بلبل ناشاد، مدت کے بعد فراق گل میں، ایک صبح جب کہ باد نسیم کے مشک بیز جھونکے دماغوں کو معطر کر رہے تھے، باغ میں داخل ہوئی۔

لیکن صیاد کے خوف سے چمن کی شاداب پتیوں کے آغوش میں چھپی ہوئی لالہ چمن کے داغ پر دو آنسو ٹپکاتی ہوئی، اور شاخ صنوبر و برگ نرگس سے گلے ملتی ہوئی جب گلوں کے قریب پہنچی تو چمن کا ہر تختہ آتشکدہ بنا ہوا پایا، اور ہر آتشکدہ میں پارہائے آتشیں نظر آنے لگے۔

پہلے تو بیقرار بلبل کو طلوع آفتاب کا دھوکا ہوا پھر خیال کیا کہ آہ جس صیاد نے مجھے یہاں سے نکالا تھا، آج اس ظالم نے اس چمن میں بھی آگ لگا دی۔

گھبرا کر اوڑی اور چاہا کہ ان جلتے ہوئے گلوں کے ساتھ خود بھی جل جائے لیکن جوں ہی ایک شاخ گل پر پہنچی تو معلوم ہوا کہ یہ تو شباب گل کی سرخی تھی، جو آگ کی شکل میں نمایاں، اور طلوع آفتاب کا دھوکا دے رہی تھی۔

(حافظ) امام الدین (اکبر آبادی)

تلاشِ عیش

(بسلسلہ ماہ اگست ۱۹۱۲ء)

بلقیس:۔ یہ نیا فلسفہ ہے اگر یہ ہی طرز عمل اختیار کیا جائے تو کمزور کی زندگی کا ہے کو ہو۔

مولوی صاحب:۔ نیا فلسفہ نہیں بہت پرانا فلسفہ ہے۔ کمزور کی زندگی غلام بن کر ہو سکتی ہے۔ دوسری صورت اس کے جینے کی کوئی ہے ہی نہیں۔ کمزور اگر جینا چاہتا ہے تو طاقتور سے رحم کی درخواست کرے۔

بلقیس:۔ اگر غلامی اسے پسند نہیں ہے اور رحم کے واسطے ہاتھ جوڑنا کوئی گوارا نہیں کرتا تو پھر۔

مولوی صاحب:۔ تو پھر لڑے مارے یا مرے۔

بلقیس:۔ یہ تو ایک عام بات آپ نے کہی اس خاص صورت میں اس اصول کا عملدرآمد کیونکر ہو سکتا ہے۔

مولوی صاحب:۔ اس خاص صورت میں بھی اسی اصول کو برتنا ہو گا یا تو مقابلہ کے واسطے تیار رہو یا سپر ڈال دو۔ عورت کمزور ہے یعنی مقابلہ کی طاقت اسے نہیں ہے اس لیے غلامی اختیار کرے یعنی مرد کی مرضی اس کے عمل کے لیے قانون ہو۔

بلقیس:۔ جیسا آپ سمجھتے ہیں عورت اتنی کمزور نہیں ہے کہ بالکل غلام ہو جائے۔

مولوی صاحب:۔ بہت خوشی کی بات ہے کہ وہ کمزور نہیں ہے پس مقابلہ کرے لیکن میں تو نہیں دیکھتا کہ اس میں مقابلہ کی ہمت یا لیاقت ہے کیونکہ تمام رواج

و قانون اس کی آزادی کے خلاف ہیں ان کے بدلنے کی کوشش اس نے نہیں کی
بلقیس:- اچھا میں آپ کا مطلب اب سمجھی۔ بیشک آپ سچ کہتے ہیں۔
حسینہ کی ماں:- تم سمجھ گئی ہو گی میری تو سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا۔ نگوڑی عورت مرد کا کیونکر مقابلہ کرے گی۔
بلقیس:- خالہ جان تو چچا جان یہ بھی تو کہتے ہیں کہ پھر ہاتھ جوڑے اور جو مرد کی مرضی ہو اس پر چلے۔
حسینہ کی ماں:- ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔
حسینہ:- ٹھیک ہو یا نہ ٹھیک ہو میں مرنے کو اس غلامی سے بہتر سمجھتی ہوں۔
مولوی صاحب:- ایک تم ہو جو ایسا کہتی ہو۔ کوئی اور عورت بھی تمہاری ہم رائے ہے۔
حسینہ:- مجھے اوروں سے نہیں مطلب مجھ سے غلامی نہیں ہو سکتی۔ مجھے اس خیال سے تکلیف ہوتی ہے۔ اس وقت تک میرے دل میں یہ خیال آیا ہی نہ تھا کہ ہم لوگوں کی حالت غلامی کی ہے۔
آپ کی باتوں سے معلوم ہو گیا کہ ہم لوگ بالکل غلام ہیں۔ اب جن کو غلام بن نے میں لطف آتا ہے اُن کو تو میں نہیں کہتی اپنے متعلق میں کہتی ہوں کہ میں آزاد رہوں گی چاہے اس میں جو کچھ ہو۔ اپنی جان و مال اس آزادی پر قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔
مولوی صاحب:- تم اپنی کوشش میں یقیناً ناکامیاب ہو گی۔ کیونکہ کوئی ایک شخص کسی پہاڑ کو اپنے گھونسے سے گرانا چاہے یا صدمہ پہنچانا چاہے تو اسی کے ہاتھ کو ضرر پہنچے گا پہاڑ کو مطلق اثر نہ ہو گا۔ صدیوں کے رواج اور قانون ایک

فرد کی کوشش سے ٹوٹ نہیں سکتے خود اس فرد کی زندگی کو برباد کردیں گے۔ اس کوشش میں تمھیں پر لعن طعن ہوں گے۔ محفلوں میں انگلیاں اٹھیں گی۔ کوئی دقیقہ بدنامی کا اٹھا نہ رہے گا۔

حسینہ: جو کچھ ہو۔ تو آپ کیا چاہتے ہیں' اس سے میں ڈر جاؤں اس پہاڑ کو اور مضبوط کردوں۔ میرا ایک کا سر ٹوٹ جائے گا لوگوں کو نیاں تو ہوگا۔ شاید میرے سر کے ٹوٹنے سے لوگوں کو پہاڑ کے کاٹنے کا خیال ہو جائے۔

مولوی صاحب:۔ اگر ایسے خیالات تمھارے دل میں ہیں اور ہمت ان پر عمل کرنے کی بھی ہے تو تم قابل تعریف اور مستحق آزادی کی ہو۔

بلقیس:۔ بغور حسینہ کے چہرہ کو دیکھ رہی تھی اور تعجب کرتی تھی کہ حسینہ جو ایک کھلنڈری اور عیش پسند لڑکی تھی یکایک اس درجہ باہمت کیونکر ہو گئی اور تکالیف کے مقابلہ کے واسطے کیونکر تیار ہو گئی۔ اُس کے چہرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی مصیبت سے ڈرنے والی نہیں ہے۔ بلقیس کے دل میں یہ خیال آیا کہ حسینہ پڑھی لکھی بہت کم ہے اس کو مدد کی ضرورت ہے۔ میرا پڑھنا لکھنا کس کام آئے گا اگر اس اہم کام میں میں نے اس کی مدد نہ کی۔ مجھ سے وہ بہت اچھی ہے کہ اس نے ایک کام تو اپنے ذمہ لیا۔ اور اُس کو پورا کرنے کی جرأت کی۔ ہماری تعلیم محض ایک بھول اور نمائش کی چیز ہے۔ جب تعلیم انسان میں اعلیٰ حوصلے نہ پیدا کرے اور ان حوصلوں کو پورا کرنے کی ہمت نہ پیدا کرے تو اس تعلیم سے کوئی فائدہ نہیں۔ اگر ایک عالم باطل پرستی کرے تو وہ جاہل سے بدتر ہے۔ ان خیالات سے متاثر ہو کر اس نے کہا' بہن حسینہ۔ جو کچھ تم کرو گی میں تمھارے ساتھ ہوں۔

حسینہ کی ماں: تم لڑکیاں خدا جانے کیا کرو گی۔ میرا سر پھرا جاتا ہے خاک کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہتی ہو اور کیا کرو گی۔ اب نئی نئی باتیں ہوتی ہیں۔

پہاڑ کاٹے جائیں گے۔سمن۔ پاٹے جائیں گے۔ خدا جانے کیا کیا ہو گا۔ بیوی مگر کچھ نہیں جانتی (حسینہ سے مخاطب ہوکر) تمھارے باپ جو مجھ سے کہیں گے تو میں کہوں گی کہ تم خود اس سے جا کر کہو۔ میرا کہا انہیں سنتی۔

حسینہ:۔ ہاں ہاں بیشک آپ یہ ہی کہہ دیجئے گا۔

مولوی صاحب:۔ ہاں اگر یہ ہمت اور جرات تم میں آجائے تو بیشک کوئی بات کہنے یا کچھ مانگنے کا تمھیں حق ہو سکتا ہے۔ خالی رونے پیٹنے سے کوئی حق پیدا نہیں ہوتا۔ بلی کو کوئی حق نہیں دیتا۔ چیلوں کے ساتھ کوئی انصاف نہیں کرتا۔ ہاں جب تمھارا کوئی کپڑا لے بھاگتا ہے تو البتہ روٹی بلا کے دیتی ہو تاکہ کپڑا واپس کردے۔

حسینہ اور بلقیس دونوں کچھ سوچ میں پڑ گئیں۔ مولوی صاحب کچھ دیر ٹھہر کے رخصت ہوئے۔ حسینہ نے بلقیس سے کہا "یہ بالکل صحیح ہے کہ دنیا میں کوئی چیز بغیر لڑے جھگڑے نہیں ملتی انصاف کی طلب بالکل فضول ... ہم بھی اپنے حقوق بغیر لڑے جھگڑے نہیں پا سکتی"

بلقیس:۔ مگر میرے خیال میں اس معاملہ میں بہت سی پیچیدگیاں ہیں۔

حسینہ: پیچیدگیاں کیسی۔

بلقیس:۔ میرا یہ مطلب ہے کہ اس بات کا تعلق کسی دوسری بات سے بھی ہے۔

حسینہ:۔ کچھ صاف صاف کہو تمھارا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا۔

بلقیس:۔ تمھاری سمجھ میں کیا نہیں آیا میں خود بھی اچھی طرح نہیں سمجھی ہوں میں کہتی ہوں کہ یہ مردوں کا زور جو عورتوں پر ہے تو کس وجہ سے ہوا اگر یہ وجہ دریافت ہو جائے تو پہلے اس کا انسداد کرنا چاہیے۔ لڑنا جھگڑنا بالکل بے سود ہے اگر وہ وجہ قائم رہی تو وہ زور بھی قائم رہے گا لڑنے جھگڑنے سے کچھ نہ ہوگا۔

نسیمہ: مگر بھی تو تم سچ ہو۔ کوشش کرکے اس وجہ کو دریافت کیا جائے۔
بلقیس: وجہ مجھے یہ معلوم ہوتی ہے کہ عورتیں روپیہ نہیں کما سکتیں۔ ان کو مردوں کا دست نگر رہنا پڑتا ہے۔ روپیہ پر زندگی کا مدار ہے۔ چونکہ مرد عورتوں کو روپیہ دیتے ہیں اسی لیے اپنے کو برتر سمجھتے ہیں۔

(۵)

نسیمہ اس بات کے واسطے کسی طرح راضی نہ ہوتی تھی کہ شوہر کے گھر جائے۔ ماں باپ کے امکان میں جو کوشش ہو سکتی تھی انھوں نے کی۔ ادھر تو یہ حالات، ادھر مولوی فریدالدین نے اصرار شروع کیا کہ بیوی جلد آئیں۔ شیخ صاحب کے پاس روز خط آنے شروع ہوئے کسی میں دھمکی کسی میں معذرت کسی میں التجا۔ یہ خط نسیمہ کو دکھائے جاتے تھے جن کو دیکھ دیکھ کر وہ اور آگ ہوتی تھی۔ نہ تو ان کی معذرت اور التجا سے اس کا دل پسیجتا تھا نہ غصہ اور دھمکی سے ڈرتی تھی۔ ایک دن باپ سے کہہ دیا کہ آپ نے یہ کیا سر کا روگ [illegible] لکھ دیجیے کہ مجھے خط لکھیں جو کچھ کہنا ہو مجھ سے کہیں۔ [illegible] نہیں [illegible] گی شادی تو ان کی میرے ساتھ ہوئی تھی آپ لوگوں کے ساتھ تو ہوئی نہیں" باپ نے یہ رنگ جو دیکھا تو انھیں یقین ہو گیا کہ ان کے کیے کچھ نہ ہوگا۔ سیدھے اٹھے مولوی صاحب کے یہاں چلے گئے اور من و عن جو حالت اپنی بیٹی کی اس زمانہ میں دیکھا کیے تھے بیان کر دی اور کہا کہ "میرے بس میں وہ نہیں میرا اس پر کوئی زور نہیں میرا بس اور زور اسی وقت تک تھا جب میں نے اسکی شادی کی تھی۔ اب آپ جانیے وہ آپ کی بیوی ہے۔ میں نے آکے صاف صاف اسلیے کہہ دیا کہ میرے اور آپ کے درمیان کوئی غلط فہمی نہ ہو اور آپ کسی بات کا ذمہ دار مجھے نہ قرار دیں" مولوی صاحب نے یہ سن کر نظر تحقیر سے شیخ صاحب کو دیکھا۔ مطلب غالباً یہ تھا کہ باپ ہو کر بیٹی سے بس نہیں چلتا اور ناک بھوں چڑھا کر کہنے لگے "اچھا

میں دیکھ لوں گا مگر جناب شیخ صاحب اگر مجھ سے کوئی بے اعتدالی ہو تو شکایت نہ کیجیگا کیونکہ سخت چیز تو سخت ہی چیز سے ٹوٹے گی"

شیخ صاحب:- نہیں مجھے کوئی شکایت نہ ہوگی میں تو عاجز ہوگیا۔ ایسی اولاد سے تو اگر پتھر پیدا ہوں تو بہتر ہے۔

مولوی صاحب:- نہیں آپ پریشان نہ ہوں میں درست کر دوں گا صرف ایک بات آپ یہ کیجیے کہ اُن کو قطعی اس بات کا دلا دیجیے کہ آپ اپنے گھر میں انھیں نہ رکھیں گے۔ کیونکہ جب اولاد آپ کا کہنا نہیں مانتی تو اسکو آپ پر کیا دعوی ہوسکتا ہے

شیخ صاحب:- آپ یہ اطمینان رکھیں کہ میں اسے اپنے گھر میں نہ رکھوں گا۔ اب آپ خود سمجھ سکتے ہیں میں کس مُنھ سے اسکو اب اپنے گھر میں رکھوں گا۔ دُنیا کیا کہے گی۔

مولوی صاحب:- اگر یہ آپ کیجیے تو چار دن میں درست ہو جائیں گی اور ہاتھ جوڑ کے چلی آئیں گی۔ (باقی آیندہ)

عبدالوالی

شام لکھنو

شام کا وقت تھا اور پھر کیسی شام کہ شام لکھنو۔ کس پھلے پھولے لاجواب چمن کا نام یاد آ گیا ع یاد آتا ہے ہمیں ہائے زمانہ دل کا - یہ نوردن اپنے تمام تزک و احتشام کو ساتھ لیے ہوے مغرب کی طرف کوچ کے لیے تیار ہے وہ گھڑی سر پہ کھڑی ہے کہ شمع محفل بھی سوز و گداز میں ہم گریہ عشاق ہو جائے۔ آفتاب جس نے اپنے نور شعاعی سے دو گھڑی پیشتر سارے شہر کو نورانی رنگ میں رنگیں کر رکھا تھا اب صرف لکھنؤ کے

کلاہ شاہ خاور یا چھتر منزل کے کلس پر (جو اب تک شاہان اودھ کی رفعت بتانے کو موجود ہے) اپنی الوداعی شعاعیں ڈال رہا ہے۔ اس وقت کی نیچرل سینری سے صنائع انسانی نے مل کر وہ حسن پیدا کر دیا ہے جیسے سونے میں سہاگا۔ سرو قدانِ گلشن و جوانانِ چمن کے نازک بدن سے وہ خلعتِ گراں بہا لباس نورانی جسے شاہ خاور نے عطا کیا تھا عنقریب ہے کہ اُتر جائے کیونکہ ان پریوں ہی سی دھوپ رہ گئی ہے۔ روشوں کے تلے دن بھر کی دھوپ سے مرجھائے ہوئے پھول اُن پھولوں کو یاد دلاتے ہیں جو کسی کے ہار بن کر دست شوق سے مسل مسل ڈالے گئے ہوں۔ سبزے کی مہک پھولوں کی بھینی بھینی بو جوانانِ چمن کا نکھار۔ باغبان قدرت کی صنعت کے دلائل ہیں وہ دلفریب وقت آیا ہی چاہتا ہے کہ نسیم سحر اپنی نزہت مشکبیں کا جوڑا کھول کر اُن دلدادگانِ شام وصل کو جو غروب آفتاب کے پہلے ہی سے اس خیال میں مستغرق ہیں کہ یا الٰہی کب رات ہو اور کسی محشر خرام کے اُن حنا مالیدہ پاؤں کی صدائیں سننے میں آئیں جو نہایت احتیاط سے رکھے جاتے ہوں اُن کے ارمانوں کے پورا ہونے میں مدد دینے والی ہے۔ رہ نوردانِ بادیہ الفت و سیاحانِ ملک محبت ہیں کہ ان غریب الوطنوں کا کہیں ٹھکانا نہیں مگر ہاں خانہ دل داغ ہائے حسرت کے ساز و سامان سے آراستہ۔ یاس و حسرت۔ رنج و غم بیکسی تنہائی سے مرصع و مزین ہے۔ دریائے گومتی کی لہریں اسی طرح اُٹھ اُٹھ کر گر پڑتی ہیں جیسے کہ کسی ان نصیب فرقت زدہ کے پُر داغ دل میں سیکڑوں آرزوئیں ہزاروں اُمیدیں اُٹھتی ہوں مگر پھر وہ زمانہ کی ستم رانی سے ٹھوکریں کھا کھا مردہ ہو جاتی ہوں۔ چونکہ شام ہے اس لیے حسینانِ جہاں دلبری کے لیے زیب و زینت میں مصروف ہیں۔ تیر مژگاں کمانِ ابرو کا ہاتھ صاف کرنا منظور ہے۔ دام الفت اُن بھولے بھالے دل والوں کے لیے ہے جو ان سے چار آنکھ کرتے ہی اپنے صبر و قرار پر برقِ جفا

گرا بیٹھتے ہیں، مجروحانِ خنجرِ الفت و بیجانِ دشنۂ محبت بسملانِ تیغِ ادا مقتولانِ شمشیرِ جفا اپنے بیدرد قاتل ستم کیش سے گو جاں بلب ہیں مگر اللہ ری جانبازی کہ پھر بھی جناب داغ کا یہی شعر وردِ زباں ہے ؎

ستم ہی کرنا جفا ہی کرنا نگاہِ الفت کبھی نہ کرنا
تمہیں قسم ہے ہمارے سر کی ہمارے حق میں کمی نہ کرنا

گلابی جاڑے کا مزا کوئی اُن دلوں سے پوچھے جو لکھنؤ ایسے شہر کے وکٹوریہ پارک میں جس کی ہر روش رشکِ ارم جس کی ہر پیڑی غیرتِ جناں ہے ٹہلتے پھرتے ہوں قیصر باغ کے سبزے پر شبنم آلودگی تو نہ تھی جو آپ ان انمول موتیوں کی سی رونق ہوتی مگر ہاں سبزے نے وہ سین دکھا دیا جسے شاید آپ نے کبھی بھولے بھالے نازک اندام کمسن حسین کو ساون کے ہرے بھرے ... دھانی دوپٹہ مقیش سے مرصع بیل بوٹوں سے مزین اوڑھے ... دیکھا ہو۔ اس پر نگاہ اسی طرح نہ ٹھہرتی تھی جیسے کہ عاشق و معشوق میں سے کوئی نوجوان حسن فطرت سے اور کوئی شرم و حجاب سے ایک دوسرے کو نہ دیکھتا ہو۔

دیکھتے ہی دیکھتے فضائے آسمانی کا رونق دینے والا مگر کسی کے چہرۂ درخشاں کا پھر بھی تاب نہ لانے والا آفتاب یکایک ایسا پردۂ مغرب میں جا چھپا کہ غیرتِ خورشید شعلہ رو معشوق نے اپنے شیدائے جانبازکے تڑپا دینے کے لیے پیاری پیاری ادا سے ہنس کر اپنے رخِ روشن پر گھونگھٹ ڈال لیا ہو۔

اشتیاق احمد مشتاق

آپ گھر بیٹھے انگریزی سیکھ لیجیے :- اگر آپ انگریزی زبان جلدی عمدہ طور سے اور آسانی کے ساتھ سیکھنا چاہتے ہیں تو فوراً ٹنڈن صاحب کا انگلش ٹیچر منگوائیے انکی جلیل القدر ... تعلیم کے بڑے بڑے افسروں نے نہایت خوبصورتی کی اور اعلیٰ رائیں تحریر فرمائی ہیں یہ کتاب اس خوبی سے فروخت ہوتی ہے کہ تمام انگلش ٹیچروں سے ... قیمت واپس اور کتاب مفت۔ قیمت صرف ایک روپیہ عہ محصول ۳ ... جلدوں پر محصول معاف
ملنے کا پتہ ٹیچر کارخانہ ٹنڈن، مراد آباد ...

اک نظر

اردو یونیورسٹی:۔ اردو ہندوستان میں آج جو درجہ حاصل ہے وہ یقیناً کسی زبان کو حاصل نہیں ہندوستان کی کوئی زبان ایسی نہیں ہے جو کم و بیش تمام ہندوستان میں بولی اور سمجھی جاتی ہو۔ باوجود اس واقعہ کے ہندوستان کی اس مشترکہ زبان کو فنا کرنے اور اس کی جگہ ایک دوسری زبان کو دینے کی جدوجہد عرصہ سے جاری ہے گو اسمیں ہم صرف ایک طبقہ کا قصور نہیں سمجھتے جو اردو کی جگہ ہندی کو رائج کرنا چاہتا ہے بلکہ اس گروہ کے سر بھی اس تباہی کے قیام کا بار ہے جو اردو کو اردو نہیں رکھنا چاہتا ہے بلکہ اسے فارسی اور عربی کے ثقیل اور دقیق الفاظ کو ٹھونس ٹھونس کر عربی اور فارسی آمیز اردو بنا دینا چاہتا ہے حالانکہ اردو کی بنیاد مختلف زبانوں پر رکھی گئی ہے اور اس میں کئی زبانوں کا کچھ نہ کچھ جزو موجود ہے مگر یہ ایک واقعہ ہے کہ اگر ہندی کو وسعت دیتے وقت ہندی کے بعض سہل اور تلفظ میں آسان الفاظ کی جگہ عربی اور فارسی کے ثقیل الفاظ بھرے گئے تو وہ زمانہ بہت دور نہیں ہے کہ جب اردو کو اپنے موجودہ درجہ سے بھی گر جانا پڑے۔ مگر اس وقت تک اردو اور مسلمانوں کی خوش قسمتی سے زبان کے معاملہ کو ان حضرات نے ہاتھ میں نہیں لیا تھا جو سیاسی لیڈر ہیں اور جن کا ملک پر زیادہ اثر ہے ہندوستان کی سیاسی جدوجہد کی وجہ سے اب تک اگر یہ مسئلہ اردو اس وقت تک ہندی کے مقابلہ میں ہار ماننے سے بہت کچھ محفوظ تھا لیکن ہندوستان کے مسلمہ محب وطن مسٹر گاندھی نے جن کا احترام کرنے میں بہت کم لوگوں کو تامل ہو سکتا ہے نہایت بے وقت اور بے موقع زبان کے مسئلہ کو چھیڑا ہے۔ آپ "ہندوستانی" کو ہندوستان کی مشترکہ زبان بتاتے ہیں اسکو اردو یا ہندی کوئی نام نہیں دیتے۔ البتہ ناگری رسم الخط کے حامی ہیں اس وقت اگر ایک طرف اس مسئلہ کے چھیڑے جانے سے ہندوستان کو نقصان عظیم پہنچنے کا اندیشہ ہے تو دوسری طرف حامیان اردو اور مسلمانوں کے لیے "صورت تنبیہ" ہے کہ اب ان کو اردو کی حمایت میں بیدار ہونا چاہیے۔ اور اپنے اس رویہ کو چھوڑ کر جو معاملات کو عالم تخیل میں رکھتا ہے اور عمل کی طرف نہیں آنے دیتا اردو کی حمایت کے لیے اگر وہ اردو کو ہندوستان میں موجودہ درجہ پر بھی رکھنا چاہتے ہیں نہایت علو حوصلگی سے کام کرنا چاہیے۔ ان صورت حالات میں حیدرآباد کی عثمانیہ یونیورسٹی اور اسی جامعت نو مترقبہ کی اہمیت کچھ اور بھی بڑھ گئی۔ یونیورسٹی کی نوعیت کا اندازہ شہریار دکن کے ... سے ہو سکتا ہے۔

... قائم کی جائے جسمیں جدید و قدیم مشرقی و مغربی علوم و فنون کا امتزاج اس طور پر ہو کہ ... دور ہو کر ... اور روحانی تعلیم کی قدیم و جدید طریقوں کی

خوبیوں سے پورا فائدہ حاصل کر سکے اور جس میں علوم پھیلانے کی کوشش کے ساتھ ساتھ ایک طرف طلبار کے لیے اخلاق کی درستی کی نگرانی اور دوسری طرف تمام علمی شعبوں میں اعلیٰ درجہ کی تحقیق کا کام بھی جاری ہے۔ اس یونیورسٹی کا اصل اصول یہ ہونا چاہیے کہ اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ ہماری زبان اُردو کو قرار دیا جائے مگر انگریزی زبان کی تعلیم بھی بحیثیت ایک زبان کے طالب علم پر لازم گردانی جائے۔ لہٰذا میں بہت خوشی کے ساتھ اجازت دیتا ہوں کہ میری تخت نشینی کی یادگار میں حسب مذکورہ اصول محولہ عرضداشت کے موافق ممالک محروسہ کے لیے حیدرآباد میں یونیورسٹی قائم کرنے کی کارروائی شروع کی جائے۔ اور اس یونیورسٹی کا نام "عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد" ہوگا۔"

وہ لوگ یہ خبر سن کر نہایت محظوظ ہوئے ہوں گے جن کو باوجود سلطنت آصفیہ کی فیاضانہ علمی اور خیراتی امداد کے یہ معلوم کر کے افسوس ہوتا تھا کہ بڑودہ اور میسور دیگر ریاستوں میں جو حیدرآباد سے چھوٹی ہیں اصلاحات ہو رہی ہیں اور ابتدائی تعلیم مفت اور لازمی کر دی گئی ہے اور بعض میں اسکا انتظام ہو رہا ہے مگر حیدرآباد اس بارے میں بہاں تھا وہیں ہے۔ حیدرآباد کی طرف سے اردو یونیورسٹی کے قیام کی تجویز بہت کچھ امید افزا ہے اور اُردو سے سلطنت آصفیہ کا جو گہرا تعلق ہے اور اُسکے متعلق جو کچھ روایات ہیں اُن کے بالکل مطابق ہے۔ والیِ دکن "عثمانیہ یونیورسٹی" کے قیام کی تجویز پر ضرور مبارکباد کے مستحق ہیں اور اس شکریہ میں صرف باشندگان حیدرآباد ہی شامل نہیں ہیں بلکہ برٹش انڈیا کے تمام حامیان اُردو۔ "اُردو یونیورسٹی" سے جہاں ہندوستان کی سب سے بڑی اسلامی ریاست کے علمی ذوق کا پتہ چلتا ہے وہاں یہ بھی اُمید بندھتی ہے کہ اب ریاست حیدرآباد رفتہ رفتہ تعلیمی ترقی اور اصلاحات میں اس درجہ پر آنے کی کوشش کرے گی جو اُسکی شان کے موافق ہے۔ آخر میں ہم مسٹر حیدری اور سید راس مسعود کو بھی اس ترقی پر مبارکباد دیتے ہیں جس وقت ہندوستانی مسلمانوں کو برطانوی ہندوستان میں زندہ رہنے کے قابل بنانے والے سرسید کے پوتے اور سید محمود جیسے بہترین قانونی دماغ رکھنے والے کے بیٹے نے بیرسٹری کا پیشہ ترک کیا تھا تو اکثر لوگوں کو اُن کے آبائی پیشہ کے ترک کرنے کا افسوس ہوا تھا لیکن اگر اُنکی امداد سے اس قسم کے تعلیمی انسٹی ٹیوشن کے قیام میں مدد مل سکتی ہے تو وہ یقیناً اس "پابندی" کی حالت میں "آزادی" کی نسبت ملک و قوم کے لیے زیادہ مفید ہو سکتے ہیں۔

تصحیح گذشتہ نمبر میں حضرت بیاک شاہجہان پوری کی غزل کے دو اشعار سہواً غلط چھپ ہو گئے ہیں ناظرین صحت فرما لیں۔

ہوتی ہے پرسش دل بیمار اس لیے | ہم چارہ گر نہیں تو کوئی چارہ گر تو ہو
[illegible] | [illegible]

قابلِ دید ناول

نواب فرید:- شیخ فریدالدین اخلاص خاں اعظم خاں کی سوانح عمری، مغلیہ سلطنت پر ایک نظر، جہانگیری و عالمگیری دور کی فوجی و ملکی خدمت کا نقشہ، تاریخ رائج کا واگذاشتہ باب، خود مختار تاج و تخت کی حکمرانی کا مرقع، معہ فوٹو مصنف سلطان حیدر جوش (علیگ)، قیمت عمر

افسانہ بنگال:- ... کماری ... وغیرہ مشہور بنگالی مصنفین کی آٹھ ... اور پسندیدہ کہانیوں کا اردو ترجمہ - یہ کتاب ... دماغوں کے بہترین خیالات کا نچوڑ ہے قیمت ۸ر

ارمانوسہ:- نہایت دلچسپ، دردانگیز اور حیرتناک تاریخی عربی ناول کا ترجمہ جس میں حسن و عشق کے فرضی افسانے نہیں بلکہ سچے واقعات اور اسلامی عظمت و جبروت کے عدیم المثال کارنامے اس خوبی سے بیان کیے ہیں جس کا اندازہ بغیر پڑھے یقیناً غیر ممکن ہے قیمت ۱۲ر

فتح غسان:- ایک زبردست حیرتناک اور دردمندانہ تاریخی ناول ہے جس میں اسلام کے حالات ... ظہور سے لیکر فتح عراق و شام تک ... قصہ کے پیرایہ میں دکھائے گئے ہیں قیمت ... ۸ر

طرحدار لونڈی:- ... ایک عالی خاندان کا ... لونڈی کی چالاکیاں جائز و ناجائز تدبیروں سے ... حاصل کرنا ... اپنے آقا کے خاندان پر تباہی لانا - آخر کار ایک مقدمہ ... جیل خانہ میں جانا مصنفہ منشی ... حسین صاحب مرحوم اڈیٹر اودھ پنچ قیمت ۸ر

میٹھی چھری:- ایک بیرون ملک کی قرضداری و بربادی و عشق کا قصہ نہایت پرمذاق و سبق آموز قیمت ۴ر

امراؤ جان ادا:- لکھنؤ کی ایک نستعلیق خوندہ طوائف کی سوانح عمری قیمت ۱۲ر

بنگالی جاسوس:- ایک ... اقدام ... کے قتل کا اہم ... مقدمہ کی حیرت انگیز تحقیقات قابل دید ناول ۱۰ر

بےزبان دوست:- ریس ... سیاہ کا ... کی آتش عناد ... کی جیتی جاگتی تصویریں اور ... دلنواز کی ... ایک بےزبان دوست کی خالص وفاداری کا خاکہ قیمت ۱۲ر

تتمہ تقدیر:- حسن و عشق کے کرشمے - پاک دامن شہزادی کی روئداد قیمت ۱۰ر

ہوا باز عشق:- ایک دلچسپ ... ناول جس میں حسن و عشق کے کرشمے، حب قومی کے جذبات، جرمنوں کی ... سانحۂ لکھنؤ کی ... زبان میں دکھائی گئی ہے ۱۰ر

شوالی بیراگن:- ... ناول جس میں ... میدان میں احمد شاہ درانی اور سداشیو راؤ سے معرکہ آرائی، مرہٹے سرداروں کا اجتماع جنگ ... ایک بیراگن کا عشق ... کے لیے نکلنا ... حسن و عشق کے متعدد سین قیمت ۸ر

ملنے کا پتہ:- دفتر تمدن نیا گاؤں - لکھنؤ

لال شربت لال شربت لال شربت



قیمت فی شیشی بارہ آنہ ۱۲ر محصول ڈاک چار آنہ ۴ر

اگر

آپ اپنے بچوں کو تندرست رکھنا چاہتے ہیں تو

لال شربت

پلادیں کلیجہ کی کمزوری کھانسی و لاغری کو دور کرنا چاہتے ہیں تو

لال شربت

پلادیں پیدائش کے وقت سے ہوشیار ہونے تک دوا یکساں فائدہ کرتی ہے پینے میں شیریں اور رنگ سرخ ہونے کی وجہ سے بچے خواہش سے پیتے ہیں۔

آج ہی اپنے بچوں کو استعمال کرا کے آزمائش کیجیے قیمت بارہ آنہ ۱۲ر فی شیشی محصول ڈاک چار آنہ ۴ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تارا [illegible] دت اسٹریٹ کلکتہ